المصطفیٰ والمرتضیٰ

المعروف

تذکرہ چشتیہ شمسیہ



سید محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

المصطفیٰ والمرتضیٰ

المعروف بہ

تذکرہ چشتیہ شمسیہ

سید محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

نام کتاب	المصطفیٰ والمرتضیٰ
مصنف	سید ذاکر حسین شاہ
اشاعت	جولائی 2003ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z375
قیمت	-/240 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com



فہرست

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیہم ولاھم یحزنون O الذین اٰمنوا وکانوا یتقون O لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ط لا تبدیل لِکَلِمٰتِ اللّٰہ ط ذلک ھو الفوز العظیم۔ (القرآن ۱۰/۶۲۔۶۴)

المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم والمرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف

المعروف بہ

تذکرہ چشتیہ شمسیہ

مؤلف' مرتب

سید محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

بانی: جامعۃ الزہراء اہل سنت

عثمان غنی کالونی' مصریال روڈ' صدر۔ راولپنڈی۔ فون نمبر 5586329

مراجع و ماخذ

نام کتاب	مصنف	تاریخ ولادت و وفات	
قرآن حکیم	اللہ تعالیٰ جل مجدہ	آغاز نزول ۶۱۰ء انتہائے نزول ۱۱ھ/۶۳۲ء	

کتب سماویہ

تورات شریف	محرف شدہ		
انجیل یوحنا	کلام ربانی		
انجیل برناباس			

کتب حدیث

بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۱۹۴ھ	۲۵۶ھ
مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	۲۰۴ھ	۲۶۱ھ
ابوداؤد شریف	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ
ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۰۹ھ	۲۷۹ھ
نسائی شریف	امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی	۲۱۵ھ	۳۰۳ھ
ابن ماجہ شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزینی	۲۰۹ھ	۲۷۳ھ
مسند احمد شریف	امام احمد بن حنبل		۲۴۱ھ
دارمی شریف	علامہ ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی		۲۵۵ھ
مستدرک حاکم	علامہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ حاکم نیشاپوری		۴۰۵ھ
بیہقی شریف	علامہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی		۴۵۸ھ
مؤطا شریف	امام مالک بن انس اصبحی		۱۷۹ھ
مشکوٰۃ شریف	علامہ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب طبری		۴۷۰ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی		۲۳۵ھ

کتب مختلفہ

"الف"

الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ	علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ الراکشی	۵۴۴ھ
ارمغان لغت		
الاصابۃ فی ذکر الصحابۃ		
الکامل للمبرد	مطبوعہ مصر	
ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	امام شاہ ولی اللہ	۱۱۸۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن احمد غزالی	۵۰۵ھ
الطبقات الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی ترجمہ عبدالغنی وارثی	۹۷۳ھ
انوار اولیاء	علامہ رئیس احمد جعفری	
ارباب طریقت	مولانا محمد ادریس بھوجیانی	
اخبار الاخیار	حضرت امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
انوار اصفیاء		
احسن الشمائل	ملفوظات شاہ نظام الدین از خواجہ کامگار خان	
انفاس العارفین	امام شاہ ولی اللہ دہلوی	
انوار العارفین	حافظ محمد حسین مراد آبادی	۱۱۸۰ھ
الفرقان	شاہ ولی اللہ نمبر	
الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
الشافی	علامہ علم الھدیٰ سید مرتضیٰ مطبوعہ نجف اشرف	
اصول کافی	علامہ محمد بن یعقوب کلینی	۳۲۸ھ
آثار الصنادید	سید احمد خان مطبوعہ دہلی پہلا ایڈیشن	
اردوئے معلیٰ	خطوط غالب مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۹۱۴ء	

"ب"

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علامہ جعفر قاسمی ترجمہ طاہر اسدی
بال جبریل علامہ محمد اقبال
بانگ درا علامہ محمد اقبال
برکات الاولیاء سید امام الدین بن مفتی سید عبد الفتاح مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۳۲۲ھ
باب جبریل حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ العالی

"پ"

پنجاب کے صوفی دانشور قاضی جاوید

"ت"

تفسیر مظہری علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۶۴ھ
تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی (محمد بن عمر بن حسین رازی) ۶۰۶ھ
تذکرۃ الاولیاء حضرت خواجہ فرید الدین عطار
تقویم تاریخی مولانا عبد القدوس ہاشمی
تذکرہ خواجگان چشت بکر شریف مولانا حکیم محمد حسین بدر
تذکرہ علی ہجویری امین الدین
تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ
تکملہ سیر الاولیاء حضرت خواجہ گل محمد احمد پوری ترجمہ شہاب دہلوی مطبوعہ ۱۳۲۱ھ
تذکرہ گلشن بے خار نواب مصطفیٰ خان شیفتہ مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۶ء
تذکرہ کاملان رام پور حافظ احمد علی خان شوق ہمدرد پریس ۱۹۲۹ء
ترجمہ فیصلہ مقدمۂ دیوانی فارلیس ملتان مطبوعہ گلزار محمدی سٹیم پریس
تذکرۂ صوفیائے پنجاب اعجاز الحق قدوسی سلمان اکیڈمی کراچی
تذکرہ علمائے پنجاب
تہذیب الکمال بحوالہ دلائل السلوک مولانا اللہ یار خان

تاریخ مشائخ چشت — پروفیسر خلیق احمد نظامی مطبوعہ مکتبہ عارفین کراچی ۱۹۵۳ء
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ خیریہ — مولانا محمد صادق قصوری
تہذیب التہذیب — احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی
تکملہ خیر المجالس — بحوالہ تاریخ مشائخ چشت
تذکرہ سلیمان تونسوی — ترجمہ نافع السالکین صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی مطبوعہ شعاع ادب لاہور
تذکرہ اکابر اہل سنت — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور
تلخیص الشافی — امام الطائفہ محقق ابوجعفر طوسی مطبوعہ نجف اشرف
تکملہ خیر المجالس — ملفوظات حضرت چراغ دہلوی بحوالہ تاریخ مشائخ چشت
تاریخ طبری — علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ
تذکرہ سید سکندر شاہ گیلانی — احمد اخلاق بدر
تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی — اخلاق احمد ایم اے مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ رجسٹرڈ ساہیوال ۱۹۸۱ء
تذکرۃ الفقراء مع رسالہ اسرار الواصلین — احمد اختر گورگانی نبیرہ سراج الدین ابوظفر محمد بہادر شاہ ثانی مطبوعہ چیونی پرکاس دہلی

"ج"

جامع کرامات الاولیاء — علامہ یوسف نبہانی ترجمہ سید محمد ذاکر حسین شاہ
جوامع الکلم — ملفوظات سید محمد گیسو دراز از سید محمد اکبر حسینی مطبوعہ حیدر آباد دکن

"چ"

چشتی خانقاہیں

"ح"

حلیۃ الاولیاء — امام ابونعیم اصفہانی ۴۳۶ھ ۵۲۰ھ
حدائق الحنفیہ — مولانا فقیر محمد جہلمی مرتبہ خورشید احمد خان مطبوعہ حسن سہیل لاہور
حیات القلوب — علامہ محمد باقر مجلسی مطبوعہ نولکشور

"خ"

خلفائے راشدین — علامہ معین الدین احمد ندوی

خاتم مرآۃ احمدنی — علامہ مرزا محمد حسن مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۰ء

خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور مطبوعہ ثمر ھند لکھنؤ ۱۸۷۲ء

خاتم سلیمانی — ملفوظات حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی مرتبہ مولانا اللہ بخش بلوچ
مطبوعہ شیم پریس لاہور ۱۳۲۵ھ

خیر المجالس — ملفوظات حضرت چراغ دہلوی

"د"

دیوان سیدنا حسان — شاعر دربار رسول ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دلائل السلوک — علامہ اللہ یار خان

"ر"

رسالہ المعارف

روزنامچہ بہادر شاہ — بہادر شاہ ظفر ۱۸۶۲ھ

راحۃ القلوب — بحوالہ پنجاب کے صوفی دانشور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

"ز"

زرقانی شرح مواہب

"س"

سیرت ابن ہشام

سیرت رسول عربی — علامہ نور بخش توکلی

سیرت سرور عالم — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

سلسلۃ الذھب — شجرہ خواجہ علی محمد شاہ از علامہ محمد احتشام الدین
مطبوعہ گیلانی پریس لاہور

سیر العارفین — حضرت شیخ جلال الدین سہروردی المعروف جمالی ۹۴۲ھ

سفینۃ الاولیاء	شہزادہ داراشکوہ	۱۰۷۰ھ
سلطان الہند	سید عبدالباری معنی	
سیر الاولیاء	سید محمد مبارک کرمانی المعروف امیر خورد مطبوعہ دہلی ۷۷۵ھ	

"ش"

شجرۃ الانوار	از مولانا رحیم بخش خلیفہ حضرت فخر جہاں دہلوی
شجرہ چشتیہ سلیمانیہ فخریہ	مولانا غلام فرید چشتی مطبوعہ آگرہ

"ض"

ضیائے حرم (ماہانہ رسالہ) شیخ الاسلام نمبر	جسٹس پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی بھیرہ ضلع سرگودہا

"ط"

طبقات ابن سعد	علامہ ابو عبداللہ محمد بن سعد مطبوعہ کراچی	۲۳۰ھ

"ع"

علی و بنوہ	ڈاکٹر عمر حسین مصری ترجمہ عبدالحمید نعمانی مطبوعہ مصر

"ف"

فتح الباری	شرح صحیح بخاری
فتوح البلدان	علامہ بلاذری
فخر الطالبین	ملفوظات سیدنا فخر جہاں دہلوی مرتبہ نور الدین حسینی فخری
فوائد السالکین	
فوائد الفواد	ملفوظات حضور نظام الاولیاء دہلوی مرتبہ حضرت حسن نظامی مطبوعہ لاہور

"ق"

قصہ عارفاں	علامہ شیخ احمد علی چشتی ترجمہ اقبال احمد فاروقی

"ک"

کتاب الخراج	امام ابو یوسف	۱۸۲ھ
کتاب الاعتبار	علامہ اسامہ بن منقذ	
کشکول کلیمی	حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی مطبوعہ دہلی	

"گ"

گلزار صوفیاء	علامہ عالم فقری مطبوعہ لاہور	
گنج الاسرار		
گلزار ابرار	حضرت محمد غوث شطاری	

"ل"

لطائف اشرفی	مولانا نظام الدین المعروف نظام حاجی غریب یمنی مطبوعہ نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۵ھ	
لمعات خواجہ	بحوالہ چشتی خانقاہیں	

"م"

مذہب شیعہ	حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی	
مہر منیر	مولانا فیض احمد گولڑوی	
	تذکرہ حضرت اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی	
مرآۃ الاسرار	حضرت شیخ عبدالرحمان چشتی	
ماہنامہ معین		
مکتوبات کلیمی	حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی مطبوعہ دہلی	۱۱۴۲ھ
مناقب فخریہ	نظام الملک ۔ حالات حضور شاہ فخر الدین دہلوی	
مناقب حافظیہ	محمد ہادی علی خان ترجمہ منشی نذر محمد نظامی پریس لکھنؤ ۱۳۵۴ھ	
ملفوظات شاہ عبدالعزیز	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	
مناقب فریدی	احمد اختر مرزا مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۴ھ	

مرأۃ العاشقین	ملفوظات شمس معرفت سیالوی مرتبہ سید محمد سعید
مقدمہ ابن خلدون	ابن خلدون مطبوعہ مصر
مناقب المحبوبین	حضرت حاجی نجم الدین سلیمانی مطبع محمد حسن رام پور
مونس الارواح	جہاں آرا بیگم
ماثر الکرام	غلام علی آزاد بلگرامی مفید عام پریس آگرہ
مرأۃ المبتدین	سید شریف بلگرامی بحوالہ تاریخ مشائخ چشت
مخزن چشت	خواجہ امام بخش مہاروی
مجالس حسینیہ	بحوالہ تذکرہ خواجگان چشت
مقام گنج شکر	کپتان واحد بخش سیال
مدارج النبوت	شاہ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی

"ن"

نہج البلاغۃ	ابوالائمہ سیدنا حیدر کرار کرم اللہ وجہہ مطبوعہ مصر و ایران
ناسخ التواریخ	سپہر کاشانی
نشر الطیب	مولانا اشرف علی تھانوی
نام و نسب	حضرت سید نصیر الدین نصیر گولڑوی مدظلہ العالی
نافع السالکین	ملفوظات تونسوی مرتبہ مولانا امام الدین مطبوعہ لاہور
نفحات الانس	حضرت مولانا عبدالرحمان جامی مطبوعہ بمبئی ۸۹۸ھ
نزھۃ الخواطر	علامہ عبدالحئی

"و"

وفیات الاخیار	مولانا محمد افضل چشتی سنی دارالاشاعت فیصل آباد

111596

ارشاد عالی

مرشد اہل سنت' امیر شریعت' جانشین شیخ الاسلام قدوۃ الانام
سیدنا و مولانا علامہ حافظ خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ السامی
مسند آرائے آستانہ قدسیہ سیال شریف ضلع سرگودھا

نحمدہ و نسبحہ' و نصلی و نسلم علیٰ حبیبہ الکریم علیہ افضل التحیہ واکمل التسلیم

اولیائے چشت اہل بہشت علیہم الرضوان پر آستانہ قدسیہ سیال شریف کے عقیدت کیش سید محمد ذاکر حسین شاہ نے عمدہ کتاب لکھی ہے۔ عام تذکروں سے ہٹ کر علمی اور تحقیقی انداز سے کتاب لکھی گئی ہے۔ سید کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور امام الاولیاء حضرت کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کے مقدس تذکروں میں باطل نظریات کی علمی انداز سے بھرپور تردید کر کے اسلام کا دفاع عمدہ انداز سے کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شاندار دفاعی انداز اپناتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ کے اعتراضات کا بھرپور علمی اور تاریخی جواب دیا ہے اور بھرپور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ منقطع نہیں ہے اور حضور حیدرؓ سے حضور حسن بصریؒ مستفیض ہوئے ہیں اور ان کا فیض دنیا میں عام کیا ہے اور اس علم و عمل کے سمندر سے بے شمار اولیائے کرام نے فیض پایا ہے۔

سب مشائخ عالی مقام کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا گیا ہے۔ اللہ کریم ان سب مشائخ کے صدقے میں پیر سیال لجپال کے طفیل شاہ صاحب کی اس کوشش کو اپنے لطف و کرم سے قبول فرمائے۔

فقیر محمد حمید الدین سیالوی عفی عنہ

بدھوار 17 رمضان شریف 1416ھ

7 فروری 1994ء

مشائخ عظام و علمائے کرام کے ارشادات

فخر ملت صاحبزادہ خواجہ غلام فخر الدینؒ سیال شریف

مکرمی جناب شاہ صاحب زید قدرہ

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' مزاج گرامی!

اب تو آپ خط کے جواب کا انتظار کر کر کے مایوس ہو چکے ہوں گے۔ امید ہے کہ غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں خط لکھنے بیٹھوں تو سر چکرا جاتا ہے۔ اب بھی ایک دوست سے خط لکھوا رہا ہوں۔ دماغی کام تو بالکل ہی نہیں کر سکتا۔ کتاب کا تاریخی نام اور پیش لفظ لکھنا میرے لئے اب دشوار ہے۔ اس لئے معذرت چاہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

دعا گو

غلام فخر الدین سیالوی

مجاہد ملت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی وزیر مذہبی امور

میں نے حضرت مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ صاحب کی تالیف "تذکرہ چشتیہ شمسیہ" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب بہترین خصوصیات کی حامل ہے۔ اس موضوع پر کتب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے مگر موجودہ کوشش اس لئے قابل قدر ہے کہ مؤلف نے اولیائے چشت کے تذکرہ میں کافی تحقیق و تفحص کے بعد گراں قدر مواد فراہم کر دیا ہے۔ اس کتاب کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ کی سند حاصل ہو گی۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ سب سے جداگانہ لکھا گیا ہے۔

۲۔ جناب حیدر کرارؓ کا تذکرہ بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ وہ داعی اتحاد امت کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ سیاسی اختلافات کا علمی جائزہ لیا گیا ہے۔ سنی و شیعہ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جناب حیدر کرارؓ کے اپنے ارشادات کی روشنی میں بہت

سے مسائل حل کیے گئے ہیں۔ نہج البلاغہ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بصری کی خلافت پر تفصیلی علمی بحث کی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اس اعتراض کا بھرپور علمی جائزہ لیا گیا ہے کہ حضرت حسن بصری بوجہ کم عمری جناب حیدر کرار سے خلافت نہیں لے سکے۔ صحاح ستہ اور دیگر معتبر کتب سے خلافت و ملاقات کا مدلل ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ ہر ولی کے دور اور ماحول کا ذکر کر کے اس کے انقلابی کارناموں کا ذکر ہوا ہے۔

۵۔ برصغیر میں اولیاء چشت کی خدمات کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ مغلیہ دور میں اور اس کے بعد جس انداز سے چشتی حضرات نے صبر آزما حالات کا مقابلہ کیا' اس کی تفصیل ہے۔

۶۔ انگریز کے دور میں اولیاء چشت کی زریں خدمات کا بھرپور ذکر ہے۔ خصوصاً آستانہ عالیہ تونسہ شریف' سیال شریف اور ان سے وابستہ آستانوں کے کارناموں کا خصوصی تذکرہ موجود ہے۔

۷۔ تحریک پاکستان میں مشائخ کی بھرپور مساعی کی تفصیلات موجود ہیں۔

فقط

محمد عبدالستار خان نیازی

صدر جمعیت علماء پاکستان و صدر تحریک نفاذ شریعت

محترم المقام جناب حافظ صباح الدین صاحب جامی سابق آئی جی پنجاب

زیر نظر کتاب "تذکرۂ چشتیہ شمسیہ" علمی و ادبی حلقوں میں اس لئے زیادہ پذیرائی کی مستحق ہے کہ نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بالکل نئے انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس زاویۂ نگاہ کے باعث اس کتاب کی تالیف سے مذہبی کتب کے ذخیرہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب سیالوی علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں' آپ نے اس کتاب کی تالیف میں جو دن رات محنت شاقہ کی ہے اور جس طرح وہ اپنے علمی تبحر کو بروئے کار لائے ہیں اس کا پرتو ہر صفحہ پر ملتا ہے۔

جس رائے کا آپ نے اظہار کیا ہے یا جن متنازعہ فیہ مسائل پر آپ نے قلم اٹھایا ہے ان کی تردید یا توثیق میں مصدقہ حوالہ جات و تفصیلات بھرپور طریقہ سے درج کی

گئی ہیں۔ یوں تو عالی قدر مؤلف نے اپنی علمی خزائن سے بیش قیمت موتی کتاب کی ہر سطر میں جڑ رکھے ہیں لیکن چند ضمن میں آپ کی کاوشیں اور تحقیق و جستجو کے نتائج ان کی تحریر پر اس طرح محیط ہیں گویا چمنستان کتاب میں گلہائے زر کے رنگ کھلے ہوئے ہوں۔ ایک مختصر پیش لفظ کی چند سطروں میں یہ تو ناممکن ہے کہ کتاب کی تمام تر امتیازی خصوصیات کا احاطہ ہو سکے، پھر بھی یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس میں کچھ ایسے مسائل پر اس انداز سے بحث و تحمیص کی گئی ہے جو اسے دوسری کتابوں سے ممیز کرتی ہے۔ مثلاً حضور حیدر کرار کی مقدس زندگی کو اتحاد اسلامی کا نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ سنی و شیعی کتب سے لاتعداد حوالے دیئے گئے ہیں اور آپ کی روحانی عظمتوں کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

کچھ محققین کا خیال ہے کہ سیدنا حسن بصری کو سیدنا حیدر سے خلافت نہیں ملی۔ لہٰذا چشتی سلسلہ منقطع ہے، اس نکتہ نظر کی بھرپور علمی تردید کی گئی ہے۔ صحاح ستہ اور دیگر سیر اور تاریخ کی کتب سے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ اسماء الرجال سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا میں جس طرح اولیائے امت نے اسلام کا عملاً دفاع اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں کیا ہے، اس کا تفصیلاً ذکر ہے، اسی طرح مختلف تحریکات کا جس طرح اولیائے کرام نے علمی انداز سے مقابلہ کیا ہے وہ بھی خاصے کی شے ہے۔ برصغیر میں اہل ہند کو مسلمان کرنے اور اسلامی اخلاق کو پھیلانے کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جدید ذہن کے طالب علم کے لئے خاص طور پر مشائخ کی ان کوششوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مغربی استعمار کے جواب میں کی گئیں۔ علاوہ ازیں تحریک پاکستان میں مشائخ کے مثبت کردار کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ دور حاضر میں آستانہ قدسیہ تونسہ شریف اور آستانہ عالیہ سیال شریف اور ان سے وابستہ آستانوں کی علمی و عملی اور تحریکی خدمات کا مفصل ذکر ہے۔ سونے پر سہاگہ کا کام اس عالمانہ اور ادیبانہ طرز استدلال نے کیا ہے جو کتاب کی ہر سطر سے مترشح ہے۔

مؤلف کتاب ہر لحاظ سے اس لئے قابل مبارک باد ہیں اس لئے کہ آپ نے اس تالیف سے اپنے اسلاف کی ان عالمانہ اور فاضلانہ مساعی جمیلہ کی روایات کو تابندہ و پائندہ کر دیا ہے۔ جس کے لئے وہ مشہور ہیں اور جو وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے تبلیغ اور اشاعت اسلام کے جذبات سے سرشار ہو کر کرتے رہے ہیں۔ شاہ صاحب کے اسلاف کئی

پشتوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ سامیہ چشتیہ کے مشائخ تھے' سید ذاکر حسین شاہ صاحب گویا خانوادۂ چشتیہ کے مشائخ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے درس و تدریس سے اپنے علمی و مذہبی سفر کا آغاز کیا' اس سے پہلے بے شمار علمی اسناد حاصل کیں۔ لیکن نہیں کہہ سکتے کہ یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی کہ شاہ صاحب نے تحریر و تقریر میں اپنا مقام پیدا کیا۔ دوران تعلیم ہی تدریس شروع کر دی اور بعد میں کئی مدرسوں' کالجوں اور درسگاہوں میں اسلامی علوم' پڑھاتے رہے' طلباء میں نوجوان بھی شامل تھے اور مقامی علماء' اساتذہ اور کالجوں کے پروفیسر بھی شامل تھے۔ چھتیس سال کی عمر میں کالج چھوڑ کر جامعہ رضویہ سبزی منڈی' راولپنڈی میں ڈیرہ ڈال دیا۔ وہاں سارے علوم حدیث سمیت پڑھاتے رہے۔ صدر راولپنڈی میں انوار القرآن آپ کے کہنے پر ملک میاں محمد صاحب نے تعمیر کروایا۔ ۱۹۸۴ء سے شاہ صاحب سارے مضامین پڑھا رہے ہیں' آپ کے کارناموں میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ نے اہل سنت بچیوں کے لئے جامعۃ الزھراء قائم کیا۔ یہاں بچیوں کو عالمہ فاضلہ بی۔ اے اور ایم۔ اے (عربی۔ علوم اسلامیہ) کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

شاہ صاحب کی تصنیفات و تالیفات میں ترجمہ بیضاوی' سورۃ البقرہ اور آل عمران' ترجمہ جامع کرامات الاولیاء نمبرا' ترجمہ السفارات الاسلامیہ' تسہیل المنطق' النحو' مضامین عربی (ایم۔ اے عربی طلباء کے لئے)' دیدۂ بینا' تحریک پاکستان (سہ جلدی)' تاریخ مشائخ چشتیہ' امام اعظم' اردو مقالات اور القالات العربیہ (وہ مقالے جو مختلف عنوانات کے تحت بیرونی ممالک میں پڑھے گئے) اور بے شمار دوسرے مقالے شامل ہیں جو اندرون ملک مختلف محفلوں میں پڑھے گئے۔ اس کے علاوہ سن بلوغ سے لے کر آج تک خطبات جمعہ شروع کئے ہوئے ہیں جن میں تحقیقی انداز سے بحث کی جاتی ہے۔ اور اختلافی مسائل سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے۔ قرآن و سنت کے مضامین و عقائد موضوع سخن ہوتے ہیں۔ آج کل جامع مسجد قبا لین نمبر ۵ پشاور روڈ صدر میں خطبات جمعہ دیتے ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور مقبولیت دوام حاصل کرے گی۔

حافظ صباح الدین جامی

استاد العلماء علامہ سید منور شاہؒ چکوال

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للّٰہِ الذی خلق الانسان و کرمۂ بمسجودیتہٖ بین الملٰئکتہ والجان و فضل بعضہ علیٰ بعض بحسن البیان والتبیان ٥ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من عنصرہ نور من نور الرحمٰن و جعلہ مخزناً لکل علوم و حِکَمٍ لِشرائع الادیان وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ھم فی امتہ ارفع واضوو الایمان وجعل من تابعیھم اغواثاً و اقطابا وابدالاً واوتاداً اللّٰھم اجعلنی من المقتدین لھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

امابعد تذکرہ انبیاء و اولیاء سے دفاتر کثیرہ روشن اوراق ہیں۔ باوجود اس کے ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر نئی نسل اور نئے نظریات کے تحت ان تذکارات کا اعادہ ازحد ضروری ہے۔ ان تذکارات کو نئی نسل کے سامنے آسان تر اردو' نئے انداز' غریب عنوانات شیریں بیان میں پیش کیا جائے تاکہ عصر حاضر کے نوجوان اپنے اسلاف کے اخلاق و اطوار سے بہرہ ور ہوکر اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور قوم کی بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل مراد پر لائیں۔

علامۃ الدھر سیاحِ عرب وعجم' مقبول خواص وعوام' محبوب نظر مشائخ چشتیہ کرام' سید محمد ذاکر حسین شاہ اطال اللہ عمرہ نے اس اشد ضرورت کو پورا کیا اور ایک جامع تذکار' تذکرہ چشتیہ شمسیہ مدون فرما کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا۔

ترتیب مضامین کی نفاست' الفاظ وکلمات کا تناسب' طرز بیان کی شیرینی اس قدر دلکش ہے کہ اس کا قاری دنیا و مافیہا سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس تذکرہ کو پڑھیں اور اپنے نور ایمان کو ان ارواح طیبہ کے حالات مقدسہ سے جلا دیں۔

سید منور شاہ
سجادہ نشین دربار عالیہ
حضرت سید فضل حسین شاہ چشتی قادری
سانگہ محمد شاہ بھلیال تحصیل وضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، راحۃ العاشقین، امام الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی ان ولایت آموز و بندہ پرور نگاہوں کے نام جن کے دامن رحمت و شفقت سے حضور امام الاولیاء ابو الائمہ سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر مرشد اہل سنت خواجۂ خواجگاں سیدنا محمد حمید الدین مدظلہ السامی سیالوی تک اور چاروں سلاسل عالیہ کے سب اولیاء و اصفیاء وابستہ ہیں۔ حضور سید کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستگیریاں کل بھی عام تھیں، آج بھی وافر ہیں اور قیامت تک کثرت میں کبھی بھی کمی نہیں آئے گی۔

اسی نگاہ کرم و رحمت و ناز کے لئے

سراپا نیاز

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

حامداً و مصلّیاً و مسلّماً

حرف آغاز

۲۷ نومبر ۱۹۸۹ء کی دھند آلود ٹھنڈی صبح تھی، سرد ہوائیں چل رہی تھیں، میں ابھی تدریس وتعلیم کے لئے جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن راولپنڈی میں پہنچا ہی تھا کہ کسی نے آ کر بتایا کہ حضرت پیر خواجہ ابوالخیر، سجادہ نشین دربار عالیہ مرشد آباد شریف، کوہاٹ روڈ، پشاور و آستانہ خیریہ اسلام آباد محمد عبداللہ جان صاحب مدظلہ العالی تشریف لائے ہیں۔ دفعتاً حضرت کا نورانی چہرہ سامنے تھا۔

ارشاد ہوا لاہور کے کچھ احباب نے ''تذکرہ نقشبندیہ خیریہ'' پر آپ کا پیش لفظ پڑھا ہے ان کی خواہش ہے کہ آپ مشائخ چشتیہ کا خود مفصل تذکرہ لکھ دیں۔ نقشبندی حضرات کی یہ خواہش کہ چشتیہ کا بھی تذکرہ لکھا جائے کتنی حسین خواہش تھی، پھر یہ خواہش ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے محسن اہل سنت سے حضرت پیر خواجہ ابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہ العالی کو منتخب کیا جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔

حضرت نے اہل سنت کے لئے ہر محاذ پر کام کیا ہے۔ وہ ''حرکت مسلسل'' کا زندہ نمونہ ہیں، صوفیہ کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں، مریدوں کو ذکر وفکر میں مشغول رکھ رہے ہیں۔ علماء کی محافل گرم فرما رہے ہیں۔ مشائخ کو مسلک کی خدمت کے لئے آمادہ فرما رہے ہیں۔ مصنفین ومؤلفین کو تصنیف وتالیف کے لئے ارشاد ہو رہا ہے اور مختلف طبقات سے مل کر تبلیغ اسلام میں محو ہیں، خدا جانے حضرت اپنے ذاتی کاموں کے لئے وقت کیسے نکال لیتے ہوں گے۔

حضرت کے ارشاد پر میں نے حامی تو بھر لی مگر کام کے لئے وقت درکار تھا اور تدریس کے پیشہ سے منسلک لوگوں کو پتہ ہے کہ ایک مدرس چھ سات گھنٹے پڑھانے کے بعد ذہنی طور پر کس حال میں ہوتا ہے، مجھے تو دو اداروں میں پڑھانا ہوتا ہے۔ قریباً بارہ گھنٹے کا طویل وقت ''نذر تدریس'' ہوتا ہے اس کے بعد ذاتی کام، عوامی ڈیلنگ، تبلیغ میں کچھ حصہ اور دیگر مشاغل بھی ہوتے ہیں۔ دوسری مشکل اس موضوع پر کتب کی فراہمی کا مسئلہ تھا۔ بازار

میں عام کتابیں تو مل جاتی ہیں لیکن تحقیقی کتابوں کی ملک میں بے حد کمی ہے۔ یہ مسئلہ ایک حد تک کچھ احباب نے حل کیا اور سب سے زیادہ حصہ عظیم عالم' سرمایہ اہل سنت حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ السامی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ راولپنڈی نے اس کار خیر میں ادا فرمایا۔

تحریری کام ۱۹۹۰ء کے دوسرے نصف حصہ میں شروع ہوا' تسلسل تو بسیار کوشش کے باوجود قائم نہ ہو سکا۔ کبھی رات سونے سے پہلے چند سطریں ہو گئیں اور کبھی نماز عصر کے بعد کوئی صفحہ ہو گیا۔ حضرت پیر صاحب نے یاد دہانی بھی فرمائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی انہی کا روحانی تصرف ہے کہ میں نے ۱۹۹۱ء کی پہلی سہ ماہی میں جوں توں کر کے "وقت سے وقت" چھینا اور پوری تیزی سے کتاب کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔ مارچ کے نصف آخر میں رفتار بوجہ رمضان اور تیز ہو گئی۔ اس طرح انیس رمضان تک کام قریباً ختم ہو گیا۔ اب کہیں کہیں حوالہ جات کی ترتیب باقی تھی یا مختصر سا اضافہ ضروری تھا۔

آج بائیس رمضان کی نماز صبح کے بعد جب یہ چند سطور لکھنے بیٹھا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ ضخیم کتاب حضرت خواجہ ابوالخیر مدظلہ العالی کی توجہات قدسیہ کے ساتھ ساتھ مشائخ چشتیہ کے انفاس سامیہ کے تصرف سے ہی تکمیل پذیر ہوئی ہے ورنہ میری ذاتی مسائل تو مصروفیات کے سامنے سر ڈال چکی تھیں۔ یہ ضرور عرض کروں گا کہ کتاب مختصر وقت میں بڑی تیزی سے لکھی گئی ہے لہٰذا اس میں ادبی خوبیاں' حسن ترتیب اور لطافت ادا میں لازماً کمی ہو گی جس کے لئے میں قارئین سے پیشگی معذرت خواہ ہوں' بہر حال مشائخ چشت کا ایک عمدہ تذکرہ' معتبر حالات و مستند تاریخ کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اللہ کریم اسے شرف قبولیت سے نوازے۔ وہ میرے مشائخ گرامی علیہم الرضوان کی پسند کا تاج پہنے اور آخرت میں میری نجات کا ذریعہ ہو۔

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی چشتی
جامعۃ الزہراء اہل سنت عثمان غنی کالونی
مصریال روڈ' صدر' راولپنڈی

سوموار ۲۲ رمضان ۱۴۱۱ھ
۱۸ اپریل ۱۹۹۱ء

تصوف کیا ہے؟

اولیائے امت اور محققین ملت نے اپنے اپنے انداز سے تصوف کی تعریف کی ہے وہ تعریفات اولیائے گرامی کے تذکروں میں اپنے اپنے مقام پر ہم ذکر کریں گے۔ ہم سمجھتے ہیں جس رنگ میں یہ نفوس قدسیہ رنگے ہوئے تھے اسی واردات قلبی کو سامنے رکھ کر انہوں نے تصوف کی تعریف فرمائی اور یہ تعریف اس لئے صحیح تھی کہ یہ حضرات صاحب خانہ تھے اور گھر کے مالک کو گھر کی اشیاء کا باہر کے لوگوں سے زیادہ علم ہوتا ہے۔

ان تعریفات کو سامنے رکھ کر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ہم تصوف کی تعریف کرنا چاہیں گے تاکہ ضمناً وہ اعتراضات بھی دور ہو سکیں جو محض بے خبری' عناد یا بغض کی وجہ سے تصوف اور ارباب تصوف رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اب ہم سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی تکمیل صرف اور صرف اتباع رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ہے قرآن و سنت کا یہی ارشاد ہے' اجماع امت کا یہی فیصلہ ہے اور قیاس سلیم کا یہی تقاضا ہے۔ اتباع سنت سے مراد سید کل ختم رسل علیہ السلام کے اعمال و افعال کو ہو بہو مقدور بھر نقل کرنا ہے۔ تو تصوف کی تعریف یہ ہوگی "تاحیات سید کل علیہ السلام کے افعال و اعمال کی نقل اتارنے کی کوشش میں رہنا" اسی جدوجہد کا ثمرہ محبت خداوندی کا ملنا ہے۔ قرآن حکیم نے اسے یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کے جان بخش الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَفَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ ------ گویا تو اللہ کریم کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس ذات اقدس کا مشاہدہ نہیں کر رہا تو اس کی نگاہ پاک تو تجھے دیکھ رہی ہے ------ کے مقدس جملے میں اس راحت بخش' روح افزا کیفیت کا اظہار باوقار فرمایا ہے۔

۲۔ جب مدار تصوف اعمال محمدی کی نقل کرنا قرار پایا تو ضروری ٹھہرا کہ سرکار ابد قرار علیہ السلام کی اداؤں کو انسانیت میں بانٹنے کا اہتمام کیا جائے۔ یہی وہ چیز ہے جسے خدمت انسانیت' فلاح معاشرہ اور بشریت کی کامرانی کہا جاتا ہے۔

اولیائے گرامی نے دکھی انسانیت کی خدمت کی وہ مسند پر بیٹھے تو سرکار علیہ السلام

کی محفل اقدس کا نقشہ کھینچ دیا۔ ان کی محافل میں انوار محمدی اور اخلاق احمدی یوں بٹے کہ ساری انسانیت ان سے فیض یاب ہوئی۔ ان مجامع میں انہوں نے روح محمدی کو تبلیغی انداز سے یوں بکھیرا کہ اشھد انّ محمد رسولُ اللّٰہ کے جان بخش نغمے کافروں کے دلوں سے پھوٹ پڑے۔ اولیائے گرامی کی عوامی خدمت کا تذکرہ تھا تو محسن اہل سنت حضرت ابوالخیر پیر محمد عبداللہ جان مدظلہ العالی نے یہ ایک شعر پڑھ کر سارے مضمون کو سمیٹ دیا۔ ارشاد ہوا۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست

طریقت نام ہی مخلوق کی خدمت کا ہے۔ ان حضرات میں وہ اپنائیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والا انہیں اپنی روح کے قریب پاتا ہے۔ ان کے آستانوں کو اپنا گھر یقین کرتا ہے ان کے انفاس قدسیہ کی گرمی سے عمل میں تیزی آتی ہے۔ وہ سب کے ساتھ جس حسن سلوک کا محمدی برتاؤ کرتے ہیں اس میں بلا کی کشش ہوتی ہے۔ محبت کے ستارے ان کی تاثیر بخش شمسی شعاعوں سے وابستگی ہی اپنے لئے معراج کمال تصور کرتے ہیں۔

میرے مکرم دوست خان عبدالرؤف خان سابق سفیر نے مرشد اہل سنت خواجۂ خواجگان محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ السامی کی خدمت میں فقیر راقم الحروف سے حاضری کے لئے عریضہ لکھوایا۔ تو جواباً ارشاد ہوا۔ ''میرا گھر سب مسلمانوں کا اپنا گھر ہے وہ جس وقت چاہیں تشریف لائیں اس گھر کے دروازے کھلے پائیں گے۔'' یہی وہ حقیقی عملی روایات محمدیہ ہیں جو شرف انسانیت کے سر کا تاج ہیں۔

۳۔ اولیائے امت چونکہ قرآن و سنت کے نقیب و داعی تھے لہٰذا اقتدار کی چوکھٹ کو ہمیشہ انہوں نے درخور اعتنا نہیں سمجھا' اقتدار کی بدعات کو حسن تدبیر سے کاٹا اور جب کبھی اقتدار نے انہیں اپنا حریف سمجھا تو یہ دفاع اسلام کے لئے ڈٹ گئے۔ انتہائی نامساعد حالات میں بھی انہوں نے اسلام کا دفاع بھی کیا اور اس کی تبلیغ بھی کی۔ ان کا انداز پوری تاریخ میں حکیمانہ رہا۔ بڑی دانائی' تدبر اور تفکر سے اسلام کی کشتی کو چلایا طوفانی موجوں سے اسے نکالا' آندھیوں سے بچایا اور تلاطم خیز لہروں سے تحفظ مہیا کیا۔

۴۔ ان کی زندگی چونکہ علم و عمل کا حسین امتزاج تھی لہٰذا صرف ظاہری علوم کے ظاہری الفاظ سے کھیلنے والے ان کے ''علم الکلام'' کو بھی نہیں سمجھ سکے اور ان کے سدا بہار

"علمی نکھار" سے بھی بے بہرہ رہے ہیں جس کے سوتے دلوں سے عملی پھوٹ کر لکھو کہا دلوں کو سیراب کرتے جاتے ہیں۔ یہی تو وہ احسان ہے جس کا ذکر خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور یہی وہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کی عملی تشریح و تفسیر ہے جس کا حکم قرآن حکیم دیتا ہے۔ یہی وہ اخلاص عمل اور عقیدہ کی پختگی ہے جسے سورۂ اخلاص نے مبرہن و مدلل کیا ہے۔

۵۔ تصوف نے کبھی ظاہری اقتدار کی خواہش نہیں کی اس نے ہمیشہ خود کو صرف اور صرف مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کارندہ ----- دوسرے لفظوں میں ڈاکیا ----- سمجھا کسی صوفی باکمال نے لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلایا۔ کسی غوث و قطب نے خودنمائی کی دعوت نہیں دی، کسی صحابی و تابعی نے اپنی عظمت کا اعلان نہیں کیا۔ سب ایک مرکز کی طرف دعوت دیتے ہیں، ایک نور کی طرف بلاتے ہیں۔ ایک ہدایت کے داعی ہیں اور وہ ذات صرف ذات محمدی ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

وہ جھونپڑیوں میں رہے، چٹائیوں پر سوئے، بھوک برداشت کی، مصائب جھیلے، اقتدار سے ٹکر لی، جیلیں کاٹیں، سر کٹوائے، صرف اس لئے کہ سرکار علیہ السلام کا لایا ہوا دین محفوظ رہے۔

۶۔ صفات محمدیہ کا وہ حسین گلدستہ جو صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان نے امت تک پہنچایا تھا، ان حضرات نے عام کیا۔ مسلمانوں کی اصلاح کی۔ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دی اور لاتعداد لوگوں تک اسلام کی نورانی چادر پھیلا دی ذرا ان اثرات کا جائزہ تو لیں جو سیدی داتا گنج بخش لاہوری، سیدی معین الملۃ اجمیری اور سیدی مجدد الف ثانی (علیہم الرضوان) کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ دلوں پر قرآن و سنت کی حکمرانی کا حسین عمل تھا۔ اس عمل نے برصغیر کو انوار محمدیہ سے بھر دیا۔ یہاں کے اقتدار کا قبلہ تو عموماً غلط رہا مگر ولایت کا قبلہ تاریخ کے ہر دور میں درست رہا۔

۷۔ مغلیہ اقتدار برصغیر کی حد تک کبھی ان خاک نشینوں کے آستانوں کی خاک اپنے تاج کی زینت بناتا رہا اور کبھی مخالفت کے طوفانوں میں سوار انہیں دلی چھوڑنے کے احکام صادر کرتا رہا مگر یہ خاک راہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو آنکھوں کا سرمہ بنانے والے

اپنی مخصوص مسکراہٹوں اور دلربا اداؤں کے ساتھ اپنے راستے پر چلتے رہے۔ کوئی طوفان ان کا راستہ نہ روک سکا۔ کوئی بلندی ان کی مصطفائی مہکوں کو پیچھے نہ دھکیل سکی۔ کوئی سمندر ان کا سدراہ نہ ہوا۔ صحراؤں نے ان کے پاؤں چھلنی کر دیئے مگر راہ حق میں چلنے کے ذوق سے انہیں محروم نہ کر سکے۔

پھر انہیں صحراؤں میں ان نفوس قدسیہ نے انسانیت کے گل کھلا دیئے۔ اخلاق محمدی کے بوٹے لگا دیئے' جہاں خاردار جھاڑیاں تھیں وہ کلیاں چٹکنے لگیں' پھول مہکنے لگے نفیس ڈالیاں جھومنے لگیں اور بادصبا مہک مہک کر پیغام یار دینے لگی۔

۸۔ مغلیہ دور کا چراغ جب ٹمٹما رہا تھا تو شمع اسلام کی تابانیوں کو عام کرنے کے لئے اس میں حضرت مجدد الف ثانی تیل ڈال رہے تھے۔ خرابیاں ختم کرنے کے لئے حضرت کلیم اللہ' سیدی نظام اورنگ آبادی اور حضور فخر جہاں دہلوی اپنا خون پسینہ ایک فرما رہے تھے اسلام کی آبیاری میں مگن ان ارواح قدسیہ کے اثرات آج بھی برصغیر کا ہر باضمیر مسلمان اپنے سینے میں محسوس کرتا ہے۔

۹۔ انگریز آ گیا۔ اسلام کے سیاسی' تعلیمی' اقتصادی اور اخلاقی نظام کو درہم برہم کر دیا گیا' مفاد پرست اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے کہ روز اول سے ان کا وطیرہ یہی رہا ہے مگر امت کے اولیاء اپنے راستے پر چلتے رہے اخلاق کی درستی' اعمال کی درستی' تعلیمی درستی' حلت و حرمت کی پابندی اور اسلامی عقائد کی ترویج ہی ان کا مطمع نظر تھا۔ وہ ان شاہینوں کے پالنے میں مصروف تھے جنہوں نے کل دشمنوں کے سروں سے تاج نوچ پھینکنے تھے۔ جب آزادی کی لہر چلی تو مفاد پرست اپنے اپنے مفادات کے لئے مختلف جھنڈوں کے نیچے چلے گئے۔ کسی نے کانگریس کا دامن پکڑا تو کوئی یونی نسٹ پارٹی کی بیساکھیوں کا سہارا لینے لگ گیا۔ کسی نے انگریز کو داتا سمجھا تو کوئی ہندو کی لنگوٹی میں گم ہو گیا۔ ایک ہی طبقہ ایسا تھا جس کا رخ رسول عربی علیہ السلام کی طرف تھا اور یہ ہمارے اولیائے گرامی تھے۔ انہیں مادیت کی چکا چوند سے مرعوب نہیں کیا جا سکتا تھا روپے پیسے کی جھنکار سے انہیں مسحور نہیں کیا جا سکتا تھا انہیں اپنی قوت سے ڈرایا نہیں جا سکتا تھا لہٰذا وہ سیدی شیخ الاسلام سیالوی' سیدی امیر ملت علی پوری اور حضرت پیر مانکی شریف اور ان کے ساتھیوں اور مریدوں کی شکل میں

میدان عمل میں اتر آئے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھا اور چند سالوں میں عوامی ریلا مغربی اقتدار اور ہندو کی روباہی و مکاری کو بہا کر لے گیا۔

۱۰۔ یہ وہ اثر تھا جس کی گہرائی' پہنائی اور گیرائی سے انگریز اور ہندو نا واقف تھے مفاد پرست ٹولہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا اور اسلام کے شاہین بازی لے گئے۔ اس زمین کو فکری طور پر اگر فاضل بریلوی اور علامہ اقبال جیسے مدبرین نے سینچا تھا تو عملی طور پر اس کی آبیاری سلیمان دوراں تونسوی' شمس معرفت سیالوی' مہر ولایت گولڑوی اور پیکر علم کچھوچھوی نے فرمائی تھی۔ ان کے جلو میں ان سے انوار محمدی کی دولت لینے والے علماء و محدثین بھی تھے۔

۱۱۔ اولیائے امت کے سلاسل اربعہ چشتی' نقشبندی' قادری' سہروردی نے روحانی تربیت فرمائی اور فقہائے ملت کے سلاسل اربعہ حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی نے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی۔

ہمارے اولیاء کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم کے بھی مایۂ ناز فاضل تھے ان کی تربیت ہمہ جہتی تھی۔ برصغیر کے اولیائے محترم پر ہی نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ علمی دنیا کے مجتہد تھے' جن لوگوں نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی' حضرت مجدد الف ثانی' حضرت نظام الاولیاء' شیخ الاسلام سیالوی اور حضور مہر گولڑوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ ہمارے اس دعوے کی لفظ بہ لفظ تصدیق فرمائیں گے۔ یہی علم و عمل اور ظاہر و باطن کے وہ شہسوار ہیں جنہوں نے عظمت اسلام کے جھنڈے گاڑے ہیں اور عوام کو راہ مصطفیٰ پر دل کی گہرائیوں سے چلایا ہے۔ محبت خداوندی اور الفت محمدی کو یوں دلوں میں اتارا اور ذہنوں میں نکھارا ہے کہ کوئی باطل اسے نکال نہیں سکا۔

۱۲۔ ہماری ان گزارشات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اولیائے امت حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں یہ نمائندگی تبھی ہو سکتی ہے کہ قرآن و سنت پر وہ خود عمل پیرا ہوں اور قوم کو قرآن و سنت کی طرف دعوت دیں اولیائے گرامی نے یہی کچھ کیا ہے ہاں قرآن و سنت کے باطن تک ان کی رسائی تھی گویا یہ درجہ تخصص (سپیشلائزیشن) ہے جو اولیائے امت کو حاصل ہے اور عام علماء کو حاصل نہیں۔ جس فن کی مہارت نہ ہو اس پر

اعتراض لاحاصل ہے لہٰذا ان حضرات نے اولیائے امت پر جو اعتراض کیے ہیں وہ بے معنی اور مہمل ہیں۔ اولیائے گرامی نے کبھی میدان فقہ میں فقہاء پر اور میدان حدیث میں محدثین پر اعتراضات نہیں فرمائے کیونکہ انہیں پتہ ہے یہ حضرات اس میدان کے سپیشلسٹ ہیں پھر علماء کو اولیاء پر بھی اعتراضات نہیں کرنے چاہئیں کہ وہ اپنی فیلڈ کے سپیشلسٹ ہیں۔

۱۳۔ رہی یہ بات کہ تصوف اسلام کے خلاف ہے؟ تو اس کے اتنے جوابات دیئے جاچکے ہیں کہ مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے "نہ مانوں" کا حل کسی عقل مند کے پاس نہیں ہے۔ اگر مخالفین تصوف صوفیاء عالی مقام کی کتابیں طائرانہ نگاہ سے ہی پڑھ لیتے تو اپنا یہ دعویٰ واپس لے لیتے یا ان کی محافل میں چند روز گزار لیتے تو انہیں پتہ چلتا کہ یہ انفاس قدسیہ تعلیمات محمدی کے صرف عامل نہیں بلکہ عاشق ہیں۔

۱۴۔ ہماری آخری التماس بہ صد ادب عظیم درگاہوں اور عالی مرتبت آستانوں کے سجادہ نشین حضرات سے یہ ہے کہ آپ حضرات عظیم المرتبت اولیاء کی درسگاہوں کے منتظم اور ان کی تعلیمات کے مبلغ ہیں۔ کفر و شرک اور ظلمات و بدعات نے اسلام کے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ اللہ کریم نے آپ حضرات کو وسیع حلقہ عطا فرمایا ہے۔ اس حلقے کو توڑنے کی مساعی تیز سے تیز تر کی جارہی ہیں۔ آپ کے آستانے ملت کا سہارا ہیں۔ ہر دور میں ملت نے ان آستانوں سے فیض و نور حاصل کیا ہے۔ راہ عمل پائی ہے طوفان ظلمات تیز ہیں تو آپ حضرات اصلاح کی بہاروں کو بھی پوری قوت اور تیزی سے پھیلائیں۔ تربیت پر پوری توجہ فرمائی جائے۔ ذکر و فکر کے حلقوں کا جال ملک اور عالم اسلام میں پھیلا دیا جائے۔ دینی درسگاہوں کے قیام اور ان کی سرپرستی فرمانے میں علمائے حق کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔ مذہبی لٹریچر کو پوری قوت سے پھیلایا جائے مغرب کا سیاسی و اقتصادی نظام روحانیت و اخلاق سے عاری ہے اور مغربی انسان روحانیت کے لئے بے قرار ہے آپ کے حلقے مغربی دنیا میں بھی پھیل کر اس سازگار فضا میں اسلام کے پودے لگا کر ان کی آبیاری کر سکتے ہیں۔

۱۵۔ عیسائیت نے تبلیغ کا لبادہ اوڑھ کر عالم اسلام پر یلغار کر دی ہے پاکستان اور انڈونیشیا خاص طور پر بطور شکارگاہ انتخاب کر لئے گئے ہیں بڑی تیزی سے انڈونیشیا میں عیسائیت پھیل رہی ہے باخبر لوگوں کو اس بات کا بھی علم ہے کہ قیام پاکستان کے وقت یہاں

قلیل سی عیسائی اقلیت تھی جواب بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے' اس کے سامنے تصوف ہی بند باندھ سکتا ہے۔ اخلاق محمدی کے حقیقی ماہرین ----- اولیائے گرامی ----- ہی اس سیلاب کا رخ موڑ سکتے ہیں۔

اصحاب فکر و دانش اور ملت کے عوام کی نگاہیں اپنے مقدس آستانوں پر مرکوز ہیں ایک دفعہ پھر معین الدین اجمیری اور مجدد الف ثانی سرہندی کے جذبہ عمل اور قوت فکر کی شدید ضرورت ہے' آگے بڑھیے اور اسلام کی عظمتوں کو نکھارتے اور اجالتے جایئے تاکہ باطل کا بطلان اپنا سر جھکا کر تاریکی کے غاروں میں اتر جائے۔

تصوف کا اپنی اصلی حالت میں احیاء ضروری ہے اور اس کا احیاء صوفیاء عالی مقام ہی کر سکتے ہیں کیونکہ وہی تصوف کے علمبردار ہیں' قرآن و سنت پر مبنی تصوف آپ کی مساعی جمیلہ سے اپنی آب و تاب کے ساتھ زندہ ہو جائے تو قوم کو اقوام عالم پر اخلاقی برتری بھی حاصل ہو جائے گی اور نظم و اتحاد بھی پیدا ہو جائے گا۔ رنگ و نسل اور زبان و بیان کے بت بھی پاش پاش ہو جائیں گے۔ انسانی ہمدردی اور خدمت معراج کمال تک پہنچ جائے گی اور اسلام ایک ناقابل تسخیر قوت کی شکل میں سامنے آئے گا۔ آپ حضرات کے متوسلین اس یوم سعید کے بیتابی سے منتظر ہیں جب آپ ملت کے قافلے کو راہ عمل پر گامزن ہونے کے لئے حکم دیں گے۔ پھر دیکھنے والے کہہ اٹھیں گے۔

یوسف کی جستجو میں روانہ ہیں قافلے نالاں جرس ہیں شور ہے کوس رحیل کا

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ

سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین،
قائد الغر المحجلین، حبیب رب العالمین، شفیع المذنبین،
راحۃ العاشقین، مطلوب الطالبین

سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ

علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والثناء

تشریف آوری	وصال اقدس
مکہ مکرمہ	مدینہ طیبہ
سوموار ۱۲ ربیع الاول	دوشنبہ (سوموار) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
۲۱ اپریل ۵۷۱ء	۲۹ مئی ۶۳۲ء
۴ جیٹھ ۶۲۸ بکرمی	۷ جون ۶۳۲ء (تقویم تاریخی ایضاً)
۹ دسمبر ۵۶۹ء (تقویم تاریخی ص ۷۳)	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
	۸ جون ۶۳۲ء (تذکرہ نقشبندیہ خیریہ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہِ العَلیِّ الصَّمَد. الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد. الازلیّ الابدیٰ السرمدی الواحد. اصل الوجود و منبع الجود' ارسل للرسل و الانبیاء لھدایتہ الناس جمیعا.

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین. قائد الغرالمحجلین' شفیع المذنبین راحۃ العاشقین' امام الاولین والآخرین رحمتہ للعالمین محمد النبی الامین علیہ صلوات رب العالمین بعدد ذرات السموات والارضین.

وعلیٰ الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین و بالخصوص خلفاءالراشدین المھدیین و اولیاء امتہ وبالخصوص اولیاء السلاسل الاربعۃ اجمعین الیٰ یوم الدین و علماء امتہ المتقین الصالحین الحافظین لشریعۃ الرسول الامین.

تلاش کمال

جب سے انسان نے سطح ارضی پر قدم رکھا ہے وہ سب سے زیادہ کمال کا متلاشی رہا ہے انسان سب جانداروں سے عقل وفکر کی وجہ سے ممتاز ہے' عقل وفکر کی بناء پر وہ سمجھتا ہے کہ حصول کمال کے لئے ایسی عادات و اخلاق کا حصول ضروری ہے جو انسان کو عظیم بناتے ہیں۔ کتنے سارے اخلاق انسان جمع کر کے باکمال بن سکتا ہے؟ اور کیا یہ اخلاق ساری دنیا کے انسان بطور اخلاق تسلیم کرتے ہیں؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے کیونکہ یورپ والے اگر ایک عادت کو بطور خلق اپناتے ہیں تو ضروری نہیں کہ ایشیا والے بھی اسے پسند کریں۔ افریقی ایک خلق کو محور سمجھتے ہوں تو عین ممکن ہے کہ جاپانی اسے مردود قرار دے دیں۔ معلوم ہوا کہ ماحولی اثرات سے عادات و اخلاق پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ماحول بدلنے سے عادات میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

پھر یہ بھی واضح بات ہے کہ عموماً چند ہی مرکزی اخلاق و اطوار ہیں جن کے اردگرد انسانی زندگی گھومتی رہتی ہے علمائے اخلاق نے اپنی کتب میں ان کی تفصیلات دی ہیں مگر وہ بھی تو تین چار درجنوں سے زائد نہیں ہیں' ان میں اضافہ ماحول بدلنے سے بھی ہوتا ہے

زمانہ بدلنے سے بھی ہوتا ہے اور نسلیں بدلنے سے بھی ہوتا ہے' اسی طرح عادات و اطوار بدلتے تو رہتے ہیں مگر ہر دور کے انسانوں کے پاس بحیثیت مجموعی یہ چند ہی رہتے ہیں۔

ان چند اخلاق کو سیکھنے کے لئے بھی انسانی زندگی محدود سی نظر آتی ہے ساٹھ ستر سال کے عرصہ میں اگر انسان ان اخلاق عالیہ کا خود تجربہ کرنے لگے تو شاید دو چار صفات سے آگے نہ نکل سکے۔ شاعرانہ زبان میں بات وہی بنتی ہے کہ ۔ لیکن سوال زندگی مختصر کا ہے۔

علامہ اقبال کو بھی شدت سے اس بات کا احساس تھا اسی لئے انہوں نے ایک اور پیرائے میں اللہ کریم سے عرض کیا تھا۔ ۔

کر پہلے مجھ کو زندگی جاوداں عطا پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

پھر انسان کدھر جائے' انسان کامل کیسے بنے' مختصر زندگی میں وہ وسعتیں کہاں سے آئیں کہ وہ مختصر ہوتے ہوئے بھی جاوداں بن جائے۔

اللہ کریم نے اس کا حل یہ بتایا کہ اپنی زندگی کو اخلاق کے حصول کی آماجگاہ نہ بناؤ کہ یہ اخلاق جو تم حاصل کرو گے وقتی ہوں گے دور گزرنے کے ساتھ ختم ہو جائیں گے ماحول بدلنے کے ساتھ بدل جائیں گے اور نسلیں ختم ہونے پر فنا ہو جائیں گے۔ اگر تمہیں اخلاق میں ایسی جامعیت چاہئے جو زندگی کو کمال تک پہنچا دے تو اخلاق مجھ سے سیکھو' میں تمہیں ایک نمونہ دے دیتا ہوں اپنے آپ کو اس نمونے میں ڈھال لو' اسی کے اخلاق سے نور اخلاق حاصل کرو اس کے اطوار سے اپنی عادات کی تاریکیوں کو منور کر لو۔

یہ نمونہ سید کل فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ آیئے اخلاق محمدی کی جامعیت دیکھیں۔

اخلاق محمدی کی عظمت و جامعیت

انبیائے عالی مقام اگرچہ مجامع اخلاق و صفات تھے مگر ان میں سے ہر ہستی کسی ایک صفت میں ممتاز تھی۔ سیدنا ابراہیم مقام خلت میں ممتاز ہیں تو سیدنا موسیٰ کلام میں خصوصی امتیاز رکھتے ہیں سیدنا نوح مجسمۂ جلال ہیں تو سیدنا عیسیٰ سراپا حلم ہیں اگر انبیائے عالی مقام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو اخلاق بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوں گے لیکن یہ

اخلاق ہزارہا سالوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔

سید کل علیہ السلام نے اعلان نبوت کے بعد یہ سارے اخلاق صرف بائیس تئیس سال کے عرصہ میں اپنے غلاموں میں تقسیم فرمائے ہیں ہر نبی کا خلق خاص کسی ایک صحابی کو عطا کرنا ہے سب صحابہ سچے ہیں مگر مقام صداقت خاصۂ صدیقی ہے عدالت سب صحابہ کی دلنواز عادت ہے مگر عدالت اسلامیہ کا تاج فاروق اعظم کے سر پر ہی سجتا ہے حیا اسلام کا شعار ہے مگر یہ ذات عثمان میں سما کر رعنائیاں پاتا ہے شجاعت قوت اسلامی کا شاہکار ہے مگر اسے حسن وجود حیدری ہی بخشتا ہے۔

صحابہ گرامی بھی علمائے اسلام کی تحقیقات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں لہٰذا ہر نبی کی مخصوص عادت ایک ایک صحابی کی ذات اقدس میں موجود ہے ان کی طرف سے اگلی نسلوں میں پھیلی ہے۔ ملت اسلامیہ ان اخلاق و اوصاف کی امین ہے جسے جتنی صفات کی ضرورت ہے اسلام محمدی سے مل جاتی ہے۔

مشہور جرمنی مستشرق ڈاکٹر سپرنگر نے صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار بتائی ہے اس طرح سولہ ہزار مزید صفات و اخلاق محمدی میں اضافہ ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صفات صرف ایسی ہیں جن کا تعلق قیامت تک آنے والے انسانوں کے ساتھ ہے، رہیں وہ صفاتی و اخلاقی عظمتیں جو ذات رسالت سے خاص ہیں تو وہ ہمارے ادراک سے باہر ہیں ان کی تعداد کا صرف اللہ کریم جل جلالہ کو علم ہے جو اس ذات اقدس نے اپنے محبوب کریم کے لئے خاص فرمادی ہیں۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ صفات ماحول کی تخلیق ہوتی ہیں ماحول فانی ہے تو لازماً اخلاق و صفات بھی فانی ہیں مگر اخلاق محمدی کو زمانے کے شب و روز فنا نہیں کر سکتے۔ آپ دیکھیں جس انداز سے سرکار نماز پڑھ رہے تھے آج بھی ہم غلام اسی طرح نماز میں مصروف ہیں۔ سرکار نے جس طرح حج کیا ہم بھی اسی طرح حج کر رہے ہیں ربط الٰہی کا جو انداز سرکار نے اپنے صحابہ کرام کو عطا فرمایا تھا وہی انداز آج بھی آپ کے غلام حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کائنات میں دوام صرف اور صرف عمل مصطفیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے

اور جو انسان ان صفات عالیہ کو اپنے سر کا تاج بناتا ہے اسے بھی دوام مل جاتا ہے۔ اقبال
"نے کیا خوب کہا تھا۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے　　رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

یہ حبشی سیدنا بلال ہیں جن کا ذکر محراب و منبر سے ہوتا ہے قلم و زبان سے ہوتا ہے
تاریخ و بیان سے ہوتا ہے۔ کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ وہ صفات محمدی لئے ہوئے ہیں وہ تو
انہیں اس انداز سے دیکھتے رہتے ہیں کہ اقبال جھوم اٹھتا ہے کہ۔

کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارا ذاتی ہر عمل فانی ہے مگر جب ہم مصطفیٰ کریم کی نقل
اتارنے لگ جائیں تو اس عمل کو بقا مل جاتی ہے جس کی نقل باقی ہو اس کے اصل کی بات کیا
ہو گی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کمال تلاش کرنا ہے تو سرکار کی طرف آؤ۔ بقا کی تلاش ہے تو مصطفی
کی طرف لپکو مقرب ربانی بننا چاہتے ہو تو غلامی مصطفیٰ قبول کرو ان کی غلامی سے خدا تعالیٰ
بھی ملتے ہیں اور قرآن بھی ملتا ہے۔ جنت بھی ملتی ہے اور عظمت بھی۔ آیئے کچھ کتاب
حکمت قرآن سے بھی پوچھیں۔

قرآن اور امام المرسلین

کتاب حق نے اپنے لانے والے صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور تعارف کرایا ہے ان
کا مقام رفیع بتایا ہے نہایت اختصار کے ساتھ چند پہلو آیات قرآنی سے پیش کئے جاتے
ہیں۔ اللہ کریم جل مجدہ نے لاتعداد دنیا میں پیدا فرمائی ہیں جدید سائنسی تحقیقات میں ان
دنیاؤں کی تعداد چار لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے مگر یہ دنیا میں وہ ہیں جو انسان کے علم میں ہیں
اصل تعداد کیا ہے یہ تو خالق کو ہی علم ہے مگر قرآن نے کس انداز سے بات کہہ دی۔ ارشاد
ہوتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ　　اور ہم نے آپ کو سب دنیاؤں کے لئے
رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں مگر یہاں لفظ عالم نہیں اس کی جمع عالمین ہے جس پر

الف لام استغراق لگا دیا گیا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جتنی بھی دنیائیں اللہ کریم نے تخلیق فرمائی ہیں وہ العالمین میں شامل ہیں قرآن کی بلاغت کا بھی اندازہ فرمائیں کہ تعداد نہیں بتائی کیونکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو دنیاؤں کی وسعت کا کسی کو علم نہیں تھا قرآن نے ایسا لفظ استعمال فرمایا جس سے اس دور کے لوگوں نے بھی ایک مفہوم سمجھا اور جب نئی دنیائیں دریافت ہوگئیں تو قرآن کا وہی لفظ پھیلا اور نئی دنیاؤں کو بھی اپنے دامن میں لے لیا ابھی اس مقدس لفظ میں اتنی وسعت ہے کہ لاتعداد دنیاؤں کو اپنے پلے باندھ سکتا ہے کیونکہ لام استغراق اور جمع نے مل کر یہی معانی پیدا کر دیئے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے العالمین جمع مذکر سالم ہے اور جمع مذکر سالم کا اطلاق عقائد اور ان کی صفات پر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک عالم میں اہل عقل رہتے ہیں کہیں انسان ہیں کہیں فرشتے اور کہیں جن ہیں مگر قرآن کی وسعت بتا رہی ہے کہ کوئی اور مخلوق بھی ہے جو عقائد میں شامل ہے ابھی وہ مخلوق انسانی علم سے باہر ہے سائنس کی کمندوں سے آگے ہے علوم انسانی کو بھی ایک طویل عرصہ قرآنی حقائق کے پیچھے دوڑنا ہو گا تب اصلیت معلوم ہوگی۔

اب یہ سب دنیائیں کس کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں؟ وہ ہمارے آقا و مولا سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سرکار نے اپنا تعارف کراتے فرمایا۔ انا رحمۃ مهداۃ [1] یہ رحمت ہے جو سب کے لئے ہے۔ رسل و انبیاء' ملائکہ و اصفیاء' جاندار و بے جان' نوری و خاکی' اولین و آخرین اور عرشی و فرشی سب اسی رحمت کے متلاشی ہیں یہی رحمت اللہ کریم تک لے جانے کا کائنات میں سب سے بڑا ذریعہ و وسیلہ ہے خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع فرماتے۔[2]

قیامت کو صرف انہی کے پاس لواء الحمد ہوگا یہ لوائے عظمت ہے جس کے نیچے سب انبیاء و رسل ہوں گے۔ ارشاد عالی ہے۔

وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي [3]

اس دن آدم ہوں یا کوئی اور نبی سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

[1] مشکوٰۃ ص ۵۱۸ بحوالہ دارمی بیہقی
[2] بخاری ص نیز ترجمان السنۃ ص ۳۴۳ از مولانا محمد بدر عالم مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء
[3] مشکوٰۃ ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی شریف (بحوالہ امام احمد ابن ابی شیبہ والہنداق)

اس حدیث پاک نے بھی آیت کریمہ میں مذکور رحمت کا ایک مخصوص پہلو ہمارے سامنے واضح فرمایا ہے۔ ایک اور نکتہ کی طرف بھی ہم اپنے معزز قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں رحمت کا وجود ان سب سے مقدم ہونا چاہئے جن کے لئے وہ رحمت ہے لہٰذا سرکار کا وجود بے جود بھی سب کائنات سے پہلے ہونا چاہئے۔ اس آیت کریمہ نے عقلاء کو اشارتاً یہ بات سمجھا دی ہے۔ دلالتہ النص سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سب سے پہلا وجود اللہ کریم نے محبوب رحیم کا ہی بنایا اب اس دلالت و ارشارت کو سرکار کریم نے یوں وضاحت کا تاج پہنایا۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُور نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ[1] — جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کی تخلیق فرمائی۔

مزید ارشاد ہوا۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ[2] — میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب و گل کے مراحل سے گزر رہے تھے۔

آیت کریمہ اور احادیث شریفہ نے مل کر عقل انسانی کی کچھ یوں رہنمائی فرمائی کہ لباس بشریت سے پہلے وہ موجود تھے' میٹریل موجود نہیں تھا تو وہ موجود تھے جو اپنے وجود کے لئے میٹریل اور مادے کا محتاج نہ ہو وہ اپنی بقا میں بھی مادے اور میٹریل کا محتاج نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کی ابتداء تو ہوتی ہے انتہا نہیں ہوتی۔ اقبال اسی نکتہ کو ایک اور انداز سے واضح فرماتے ہیں کہ ۔

مصطفیٰ با ابتدا بے انتہا ست — سرکار کی ابتدا تو ہے مگر انتہا نہیں ہے

جس کی انتہا نہیں ہوتی وہ زندہ ہوتا ہے قبر میں' برزخ میں' حشر میں اور جنت میں زندگی اس کے دامن سے وابستہ رہتی ہے وہ خود زندگی ہے جس سے لگ جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے' ستون سے لگ جائیں تو اس میں جان آ جاتی ہے' درخت کو اشارہ فرما دیں تو وہ جانداروں کی طرح بھاگنے لگ جاتا ہے پتھر پر نگاہ ناز پڑ جائے تو وہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگ جاتا ہے یعنی وہ زندگی ہیں اور زندہ گری ان کی ایک ادا کا نام ہے۔[3]

---

[1] نشر الطیب ص از مولانا اشرف علی تھانوی بحوالہ مصنف عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ بروایت حضرت جابر نیز سیرت رسول عربی ص ۳۲ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔ نیز مہر منیر ص ۴۸۹

[2] مشکوٰۃ ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی ج ۲ ص ۲۰

وہ پرکار ہستی کا مرکزی نقطہ ہیں زندگی کی پرکار اسی نقطے کے اردگرد گھوم کر شکلیں بناتی ہے یعنی بات وہی ہے۔ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

تخلیق ربانی کے وہ شاہد ہیں، شاہد کے لئے مشاہدہ ضروری ہے ان کے مشاہدے کا کیا عالم ہے کہ خالق کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں اور مخلوق کا بھی۔ خالق انہیں ہدایت مخلوق کے لئے بھیجتا ہے اور مخلوق انہیں اپنی شفاعت کے لئے خالق کے پاس جانے کی درخواست کرتی ہے وہ دونوں کے نمائندہ ہیں تبھی تو قرآن انہیں کہتا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا — اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔

جو سب کے لئے رحمت ہے اور سب کا شاہد ہے اس ذات اقدس کی موجودگی میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے یہ ناممکن ہے جو آئے گا کسے دعوت دے گا دعوت والا تو آ چکا، دعوت تو ہو چکی، جس کی تکمیل ہو گئی اب نیا آنے والا حسن کو غارت کر دے گا لہٰذا نہ بھیجنے والا کسی کو بھیجنے کے حق میں ہے نہ مخلوق کسی کو قبول کر سکتی ہے افضل کو چھوڑ کر مفضول کو کون مانے۔ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی طرف کون نگاہ اٹھا کر دیکھے۔ رحمت کی اداؤں میں زحمت کون چاہے اور شفیع کے ہوتے قبیح کس کو جچے۔ تبھی تو قرآن نے فرمادیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ — محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ تو اللہ کریم کے رسول ہیں اور سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔

سرکار نے خود وضاحت فرمائی کہ "مجھ پر رسالت و نبوت منقطع ہو گئی اب نہ کوئی نبی ہو گا نہ رسول"۔[1]

نبوت ہو تو نبی ہوتا ہے، رسالت ہو تو رسول ہوتا ہے یعنی مصدر ہو تو صفت مشتق کا ظہور ہوتا ہے مصدر ہی نہ ہو تو کوئی مشتق وجود نہیں پا سکتا۔ دریا کے بغیر نہر خیالوں کی دنیا میں چلے تو چلے آب و گل کی دنیا میں نہیں چل سکتی۔

مزید ارشاد ہوا۔

---

[1] ترمذی ج ۲ ص ۵۱

بُعِثْتُ وَالْقِيَامَةُ كَهَاتَيْنِ ۔ ۱ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

دو انگلیاں انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ہیں ان میں کوئی فاصل نہیں، سرکار اور قیامت میں بھی کوئی فاصلہ نہیں ہے اس موضوع پر کئی اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی مذکور ہیں مگر طالب حق کے لئے کیا یہ کم ہے؟

وہ اپنے خالق کے محبوب ہیں وہ اس ذات بے مثل کے مطلوب ہیں مگر وہ محب بھی ہیں اور طالب بھی۔ قرآن نے ان کی شان محبوبیت کا یوں ذکر فرمایا۔ اِنک باعیننا. یقیناً آپ تو ہماری نگاہوں میں ہیں --- کیا مرتبہ ہے کیا رفعت ہے کیا مقام ہے کہ خالق اپنے محبوب کو فرما رہے ہیں آپ ہماری نگاہوں میں رہنے والے ہیں۔ نگاہوں میں رہنے والے محبوبؐ کا مرتبہ خالق ہی جانے مخلوق کی وہاں کیسے رسائی ہو جو صورت نگاہ خدا میں سمائی ہو۔

اپنے محبوب کو یہ رتبے عطا فرما کر کثرتوں سے نوازا اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یقیناً ہم نے آپ کو کثرت عطا فرمائی۔

اس کثرت کا ایک مظہر حوض کوثر بھی ہے جس پر پیالوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح ہے وہاں سرکار اپنے غلاموں کو پانی پلائیں گے جو پانی پی لے گا اسے میدان محشر کی گرمی میں قطعاً پیاس نہیں لگے گی مگر اظہار عظمت کا انداز ملاحظہ فرمائیں کہ پلانے والا مقدس ہاتھ ایک ہے برتن بھی لاتعداد ہیں اور پینے والوں کی گنتی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ وقت محدود ہے اور اتنا وسیع کام ایک ہاتھ نے ہی کرنا ہے اتنے پیالے بیک وقت خدا ہی جانے ایک ہاتھ کیسے اٹھا کر سب کے مونہوں سے لگا دے گا یہ وہ ادائیں ہیں جو خالق ہی جانتا ہے یا ان کے محبوب ہی پہچانتے ہیں۔ ''محبوب تو ایک دن گھر سے تشریف لے گئے اور احد والوں پر نماز جنازہ پڑھی پھر منبر پر قدم رنجہ فرما کر ارشاد ہوا میں تم سے پہلے تمہاری عاقبت سنوارنے کے لئے جا رہا ہوں میں مشاہدہ کرنے والا تمہارا گواہ ہوں قسم بخدا میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یقین جانو مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی

---

۱ ترمذی ج ۲ ص ۴۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی

گئی ہیں قسم بخدا مجھے اس بات کا ذرہ بھی خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ البتہ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ میرے بعد تم دنیا میں گھس جاؤ۔"[1]

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ کثرت کا ایک پہلو کائنات ارضی کی کنجیاں بھی ہیں جو سرکار کے مقدس ہاتھ میں ہیں وہ منبر پر تشریف فرما ہیں مگر کوثر کا ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں امت پر بھی نگاہ ہے یہ بھی مشاہدہ میں ہے کہ امت کبھی بھی شرک کے قبیح مرض میں مبتلا نہیں ہوگی اسے قسم کھا کر حضور فرماتے ہیں اب جو شخص بھی کہتا ہے کہ امت مشرک ہو گئی ہے وہ دجال ہے کذاب ہے اور خود بے ایمان ہے کیونکہ یہ جملہ کہہ کر وہ سرکار کی تکذیب کر رہا ہے۔

کثرت کا ایک پہلو علم کی کثرت ہے اور اپنے محبوب کریم کو یہ کثرت کس انداز سے عطا فرمائی ہے ذرا شان عطا کا انداز کریمانہ ملاحظہ ہو۔

عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً — اور آپ کو وہ سب عطا فرما دیا جو آپ نہیں جانتے تھے (کیونکہ) آپ پر اللہ کا "فضل عظیم" ہے۔

جو معلوم نہیں تھا وہ معلوم ہو گیا کیونکہ یہاں لفظ مَا استعمال ہوا ہے جو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول پر عام ہے یہ سب عطا ہوا مگر فضل عظیم کا یہ بھی تو ایک حصہ ہے فضل عظیم کی حدیں کیا ہیں یہ بھی اللہ کریم اور محبوب رحیم ہی جانتے ہیں۔ اسی عطائے علم کا ایک اور انداز بھی قابل ملاحظہ ہے خالق کل ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ — وہ رحمان ہے جس نے تعلیم قرآن دی ہے۔

قرآن میں سب کچھ ہے مگر وہاں تک ہر استاد کی نگاہ نہیں جاتی جب استاد ہی قرآن نازل کرنے والا ہو اور طالب علم ہی قرآن لانے والا ہو تو پھر بیان کی وسعتیں ہی کچھ اور ہوتی ہیں قرآن لانے والے کی زبان اقدس پر بات آ گئی۔

انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ[2] — مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی عطا ہوئی ہے۔

---

[1] بخاری ج ا ص ۵۰۸ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی

[2] ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۵ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء مصطفیٰ البابی مصر

یہ بھی تو کثرت کا ہی ایک اظہار ہے مگر حامل قرآن نے ایک اور انداز سے بھی اسے بیان فرمایا ہے آپ بھی پڑھ کر ایمان کی رعنائیوں میں اضافہ فرمائیں۔

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار عالمؐ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر تقریر فرمانے کے لئے اٹھے قیامت تک آنے والی چیزوں میں سے کسی کو نہ چھوڑا سب کی ہمیں اطلاع فرمائی ہاں کچھ لوگوں کو باتیں یاد رہیں کچھ کو بھول گئیں۔''[1] امام مسلمؒ نے کئی اسناد کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے صحاح کی دیگر سب کتابوں میں بھی مختلف راویوں سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے' دوسری روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جس کو یہ تقریر دلپذیر سب سے زیادہ یاد ہے وہی گروہ پاک صحابہؓ کا سب سے بڑا عالم ہے۔

امام ترمذیؒ محدثانہ کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔''یہ حدیث حسن ہے' اس موضوع پر مغیرہ بن شعبہ' ابوزید بن اخطب' حذیفہ اور ابو مریم کی احادیث بھی موجود ہیں سب کہتے ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیامت تک آنے والے سب واقعات ارشاد فرمائے تھے۔''[2]

اسی کا اظہار ایک اور پیرائے میں یوں ہوتا ہے۔''ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا''اللہ کریم نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا میں نے پھر مشارق و مغارب کو دیکھ لیا میری امت میرے لئے لپٹے ہوئے زمین کے ان سب حصوں میں پہنچے گی۔''[3]

زمین ان کے قدموں سے بھی لپٹتی تھی اور ان کی نگاہوں کے سامنے بھی لپیٹ دی جاتی تھی ابھی امت سرزمین عرب میں بھی پوری طرح تسلط نہیں جما سکی مگر سرکارؐ کو علم ہے کہ ساری روئے زمین پر امت نے پھیل جانا ہے یہ اس کثرت کی ایک مثال ہے جو سرکار کو عطا ہوئی۔ مگر ان علوم میں تو آسمان کے علوم بھی شامل ہیں ارشاد ہوتا ہے''میرے دونوں کندھوں کے درمیان کریم رب نے ہاتھ رکھ دیا پھر اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس ہوئی سب آسمانوں اور زمین کے سب علوم میں نے جان لئے۔''[4]

۱۔ ترمذی ج ۲ ص ۴۲ مسلم ج ۲ ص ۳۶۰ (۲) ایضاً
۳۔ مسلم ج ۴ ص ۳۹۰ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۰ ابواب الفتن
۴۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۵۵

احادیث میں جنت و دوزخ کے ملاحظہ کا بھی ذکر متعدد مقامات پر آتا ہے رحم میں پڑے بچے کا علم بھی احادیث میں مذکور ہے۔[1] وہ اعمال نامے بھی سرکار صحابہ کو دکھاتے ہیں جن میں جنتیوں کے نام اور مکمل پتے درج ہیں اور دوسرے میں جہنمیوں کے اسی طرح نام اور پتے درج ہیں۔[2]

اپنے وصال پاک کی خبر دیتے ہوئے مولائے کائنات کو ارشاد ہوتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا

جابر کہتے ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور حیدر کو فرمایا اس سال کے بعد میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔

اسی سال میں وصال ہوتا ہے اور ظاہری دنیا کی ملاقات ختم ہو جاتی ہے۔ سرکار نے کئی اندازوں اور لاتعداد اداؤں میں اپنے وصال اقدس کی خبر دی۔ حضرت معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے یہی فرمایا۔ ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا کو یہی ارشاد ہوا پورے مجمع میں اپنے اختیار کا ذکر فرمایا اور آخرت کو چلنے کی بات کی تو صدیق امت رو پڑے کہ سرکار تو خبر وصال دے رہے ہیں۔

کثرت کے صرف چند پہلوؤں کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے اصحاب علم و دانش اور ارباب تدبر و تفکر کے سامنے بے شمار دروازے کھلے ہیں جہاں سے چاہیں داخل ہوں اور عظمت مصطفیٰ علیہ السلام کی رفعتوں کے شکوہ کو ملاحظہ کریں۔

انہی عظمتوں اور رفعتوں میں آپ کے ذکر کی رفعتیں بھی شامل ہیں قرآن نے اعلان کیا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور صرف آپ کی خاطر ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

یہ ذکر اذان میں آ گیا' قرآن میں آ گیا' نماز میں آ گیا' حج میں آ گیا' حدیث میں سما گیا۔ جان درود ٹھہرا' فرشتوں کی عظمت قرار پایا۔ رب کریم جل جلالہ کی زبان سے اسے جلال گئی ارشاد ہوا۔

۱۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۸

۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۶

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ   یقیناً اللہ اور فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

یہی تو عظمت ذکر ہے جس کی ہم توضیح کر رہے ہیں اور اس محبوب صاحب ذکر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مومن کے لئے وہی ہے جس کا کریم رب نے یوں ذکر فرمایا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ   نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

یہی معانی ایک ''عظیم ادارے'' کے ''عظیم بانی'' نے کئے ہیں ہم بھی ان معانی کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ اللہ کریم نے سرکار کو رحمت فرمایا ہے اور شان رحمت یہ بتائی ہے کہ

اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ   یقیناً رحمت خداوندی احسان والوں کے قریب ہے۔

سرکار احسان والوں کے قریب ہیں دعا یہ ہے کہ اللہ سب امت کو احسان والوں میں شامل فرمائے۔ جن کے قریب رحمت ربانی --- بصورت محبوب مدنی --- موجود ہے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن نے انہیں رؤف بھی کہا اور رحیم بھی۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ   وہ مومنوں کے لئے رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی۔

رؤف اور رحیم صفات ربانی ہیں جن کا عکس ذات رسول پر یوں پڑتا ہے کہ وہ بھی سراپا رؤف اور رحیم بن جاتے ہیں وہ اندھیروں سے اجالوں کی طرف لے جانے والے ہیں یعنی وہ نور ہیں اور نور کی طرف لے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ   تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جائیں۔

نور واحد ہے اور ظلمات جمع۔ پتہ چلا نور کی اصلیت ایک ہے اور اندھیروں کی کئی قسمیں ہیں۔ نور ربانی مرکز ہے جس کا عکس نور محمدی ہے اور نور محمدی کا عکس سب نوروں میں

ہے۔ اس کی تفصیلات کتب میں مذکور ہیں آپ صرف نشر الطیب کا مطالعہ فرمالیں جو مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے۔ [1]

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انبیائے عالی مقام کچھ معجزات لے کر آئے تھے مگر یہ معجزے معدود تھے محدود دور کے لئے معدود معجزوں کی ہی ضرورت تھی مگر سرکار آتے ہیں تو خود معجزہ بن کر آتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا — لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس معجزہ آ گیا ہے اور ہم نے تمہاری طرف کھلا نور نازل فرما دیا ہے۔

قرآن نے سرکار کو معجزہ لانے والا نہیں فرمایا بلکہ آپ کی ذات کو معجزہ کہا۔ آپ کا وجود اقدس معجزہ ہے۔ نگاہیں معجزہ ہیں کہ خدائے قدوس کو بھی دیکھتی ہیں اور ساری کائنات کو بھی، زبان معجزہ ہے کہ ما ینطق کی موصوف ہے۔ کبھی اس سے وہ خود بولتے ہیں کبھی خدا کریم بولتا ہے کان ان کا معجزہ ہیں کہ جنت کے کھلنے بند ہونے کی آواز سن لیتے ہیں اور اپنے غلاموں کی پکار کو بھی سماعت فرما لیتے ہیں ہاتھ معجزہ ہیں کہ مٹھی بھر مٹی پھینکیں تو بے شما رکافروں کی آنکھوں میں دھول پڑ جاتی ہے اور رب کریم اس عمل کو اپنی ذات سے منسوب فرما دیتے ہیں۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی — جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

قدم معجزہ ہیں کہ سیاح لامکاں ہیں اور زمین پر چلیں تو ان کا خرام ناز ہوتا ہے مگر دوسرے دوڑنے اور ہانپنے لگ جاتے ہیں۔ قد معجزہ ہے کہ قد آور ساتھ ہوں تو اٹھتا قد آپ کا ہی معلوم ہوتا ہے پسینہ معجزہ ہے کہ صحابہ کرام اپنی خوشبوؤں کو معطر کرنے کے لئے اسے عطر والی شیشیوں میں ڈالتے ہیں۔ [2]

پیشاب معجزہ ہے کہ صحابیہ اسے پی لیتی ہے اور پیٹ کی تکلیفوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ [3]

---

[1] نشر الطیب ص

[2] مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم ص ۵۱۷

[3] الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان علامہ قاضی عیاض بن مالکی اندلسی

خون کتنا شجاعت خیز ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر پی لیتے ہیں تو وہ جرات و شجاعت پیدا ہوتی ہے کہ لوگ دنگ رہ جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کیوں ایسا نہ ہو آخر سرکار کا خون ان کے جسم میں ہے عقیدہ کتنا پیارا ہے کہ حضرت عبداللہ کو پچھنے لگوانے کے بعد حکم ہوتا ہے کہ یہ خون کسی محفوظ جگہ پر ڈال دو۔ وہ واپس آتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہاں رکھا ہے؟ عرض کیا ایسی جگہ محفوظ کر دیا ہے جہاں بے ادبی کا احتمال نہیں رہا۔ سرکار صحابہ کو کہتے ہیں۔ پتہ ہے عبداللہ کا مطلب کیا ہے ان کا مطلب ہے کہ انہوں نے خون پی لیا ہے عشق کی ادائیں ہی یہ ہوتی ہیں۔ صحابہ نے محبت کی کیونکہ ان کی کچھ اداؤں کو ایک حد تک سمجھ لیا تبھی تو مولائے کائنات فرماتے ہیں۔

یقول ناعتہٗ لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ ان کی تعریف کرنے والا کہتا ہے میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد بھی ان کی مثل نہیں دیکھا۔

عقیدۂ حیدر یہ ہے کہ ان کی مثل کوئی نہیں یہ عقیدہ حیدر نے خود نہیں گھڑا بلکہ ارشاد نبوی پر مبنی ہے کہ صحابہ کرام کے مجمع میں سرکار نے فرمایا۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنَّ رَبِّی یُطْعِمُنِی وَیَسْقِینِیْ تم میں سے میری مثل تو کوئی نہیں ہے میرا رب مجھے کھلا اور پلا دیتا ہے۔

یعنی میں تو لگاتار افطار و سحر کئے بغیر روزے رکھ سکتا ہوں مگر تم سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری مثل نہیں ہو مجھے کریم رب کھلا پلا دیتا ہے مگر تمہارے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا۔ کیا کھلاتا ہے اور کیا پلاتا ہے؟ وہ یقیناً روٹی اور پانی یا دوسری کھانے پینے کی چیزیں تو نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان سے تو روزہ جاتا رہتا ہے وہ غذا کوئی اور ہی ہے۔ جس تک صحابہ کرام کی رسائی نہیں ہے بھلا وہاں بیچاروں مشکیت کے ماروں کی رسائی کب ہو سکتی ہے۔

کتنی لطیف باتیں ہیں جو زبان قلم پر قرآن و حدیث کی روشنی میں آ رہی ہیں مگر کتاب کی تنگ دامانی مانع ہے کہ ایک تذکرہ محدود ہوتا ہے آیئے ذرا سابقہ کتب سے بھی چند حوالے نقل کریں تاکہ مقام محبوب کی عظمتوں کا تذکرہ سابقین کے حوالے سے بھی ہو جائے کیونکہ خود سارے نبی بھی تو ہمارے آقا کے امتی ہیں قرآن نے انہیں کہا ہے جب وہ آ

جائیں تو آپ حضرات کا کام یہ ہے کہ
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

آپ حضرات نے ہر حال ان پر ایمان بھی لانا ہے اور ہر صورت مدد بھی کرنا ہے۔

واضح بات ہے کہ جو سرکار پر ایمان لاتا ہے وہ ان کا امتی ہوتا ہے ان سب انبیاء کی مدد وصال کے بعد ہے کہ سرکار کے زمانے میں ظاہری دنیا میں وہ موجود نہ تھے نص قرآنی نے بتا دیا کہ نبی مدد فرما سکتے ہیں جب ہم سرکار کے لئے یہ عقیدہ رکھیں تو عین ایمان اور جان قرآن ہو گا ہاں کسی کو شرک کا مرض لگا ہو تو اسے یہ شرک دکھائی دے گا وہ معذور ہے اور ہمارے ذہنوں اور دلوں سے دور ہے۔ ہم عرض کر رہے تھے کہ انبیائے کرام سرکار کے امتی ہیں یہ قرآن سے ثابت ہو گیا اب حدیث سے یہ بھی سن لیں کہ سب انبیاء کی شفاعت سرکار فرمائیں گے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ[1]

حضرت اُبَی ابن کعب سرکار سے روایت کرتے ہیں کہ میں قیامت کے دن سب نبیوں کا امام بھی ہوں گا' خطیب بھی ہوں گا اور سب کا شافع بھی ہوں گا۔

یہ ہیں وہ عظمتیں : ہمارے سرکار علیہ السلام کو حاصل ہیں یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتب میں انبیائے گرامی نے بھی مصطفیٰ علیہ السلام کے محامد و مناقب بیان کئے ہیں آیئے گلشن حسن کی سیر کر کے ایمان کے غنچوں کو کھلنے کی دعوت دیں۔

مقام مصطفیٰ ؐ اور کتب سماویہ

آسمانی کتابوں میں سرکار علیہ السلام کا ذکر پاک کئی پیرایوں میں بیان ہوا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے اپنے ایک طویل خطاب میں امام الانبیاء کے فضائل و محامد بیان فرماتے ہوئے ذکر کرتے ہیں "میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی

ا۔ استثناء باب ۱۸ آیات ۱۷۔۱۸

وہ ان سے کہے گا۔"[1] تورات نے اس عبارت میں پہلی بات یہ بتائی کہ آنے والا پیغمبر اسماعیلی سرکار ہوگا سرکار اسرائیلی نہیں ہوگا۔ سرکار علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی اسماعیلی نبی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔ سرکار علیہ السلام بھی صاحب شریعت ہونے میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ تورات نے کہا اللہ کا کلام ان کے منہ مبارک میں ہوگا قرآن نے پہلی بات یوں فرمائی۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى — وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو صرف وحی ہے جو انہیں بھیجی جاتی ہے۔

وہ وہی فرماتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے تورات کے اس ارشاد کو قرآن نے ان الفاظ سے واضح فرمایا۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ۔ — میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھے وحی کیا جاتا ہے۔

انجیل یوحنا سے پتہ چلتا ہے کہ اسرائیلیوں کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں تین حضرات کا انتظار تھا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام' حضرت الیاس علیہ السلام کی دوسری آمد اور وہ "نبی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت یحییٰ علیہ السلام سے جب سوال ہوا تھا کہ آپ کون ہیں تو فرمایا نہ مسیح ہوں نہ ایلیاہ۔ الیاس ہوں اور نہ ہی وہ "نبی" ہوں' میں بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔ ملخصاً انجیل یوحنا۔ آیات ۱۹۔۲۵

"وہ نبی" آخر ہیں کون؟ ذرا انجیل یوحنا سے ہی مزید وضاحت ملاحظہ فرمالیں۔

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"[2]

اس آیت سے پتہ چلا کہ دائمی نبی آئے گا اب واضح بات ہے کہ جس ہستی کی نبوت دائمہ ہے وہ سرکار علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہے' مزید ارشاد ہوتا ہے۔

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے

۱۔ الشفاج اص ۴۴

۲۔ انجیل یوحنا آیت نمبر ۱۴۔۱۶

اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" ۱۴/۳۰ یوحنا۔ دو باتیں واضح ہیں ساری دنیا کے وہی آنے والے نبی ہی آقا ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام میں وہ کچھ نہیں ہے جو ان کی ذات میں ہے۔
اس عبارت کے ساتھ یہ فقرہ بھی ملالیں تو بات زیادہ واضح ہو جائے گی "تو وہ میری گواہی دے گا۔" ۱۵/۲۶ بھلا پوری تاریخ میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی اور نے بھی سیدنا عیسیٰ کے برحق ہونے کی گواہی دی ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر سرکار علیہ السلام ہی ان آیات انجیل کے مصداق ہیں، اور سنئے "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم میں ان کی برداشت نہیں لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی روح دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔" ۱۲۔۱۵/۱۶

فرمایئے حسب روایات صحاح ستہ قیامت تک آنے والی خبریں کس نے دیں؟ نبوت کا جلال کس سے ظاہر ہوا کس کا رعب اتنا تھا کہ مہینے کی مسافت پر دور بیٹھنے والے اس پیغمبر اعظم سے تھر تھر کانپتے تھے جن کے مبارک سر پر شاہی تاج نہیں تھا مگر جلال کا تاج موجود تھا۔

انجیل سریانی زبان میں تھی جسے یونانی عیسائیوں نے اپنی زبان میں منتقل کیا تھا یہی تراجم دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں چھپنے والی انجیل کے مآخذ ہیں اصل الفاظ جب کئی زبانوں میں تراجم کی شکل میں تبدیل ہوتے ہیں تو وہ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ یہی منظر ہمیں مختلف ادوار کے انجیل کے نسخوں میں نظر آتا ہے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علمائے کرام کو اکثر ایسے تضادات دکھایا کرتے تھے فقیر راقم الحروف کو بھی کئی محافل میں ایسی عبارات دکھائی تھیں اور عیسائیت کے تضادات پر میری معلومات کا ذخیرہ زیادہ تر مرشد برحق حضور شیخ الاسلام کی انہی کاوشوں کا مرہون ہے آپ کی توجہات کی وجہ سے ہی فقیر نے مزید مطالعہ کیا ہے۔

مترجمین نے کہیں لفظ سردار لیا، کہیں وہ نبی، کہیں مددگار، کہیں سچائی کا روح اور کہیں روح حق کہہ دیا۔ سرکار علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد تعصب و عناد کی وجہ سے عبارات کو بدلنے کی کوششیں بھی ہوتی رہیں مگر حسن محمدی حسب ارشادات قرآنی تعصب و

عناد کی ان تاریکیوں میں بھی جھلکتا رہا۔ تورات اور انجیل کی عبارات سے آج بھی جھلک رہا ہے اگرچہ معاندین ہر نئے ترجمے میں قطع و برید کا مکروہ شغل جاری رکھے ہوئے ہیں تا کہ نور حق اور روح صداقت کو مٹایا جا سکے۔

آج اگر عیسائی دنیا مصر ہے کہ انجیل یوحنا میں اصل لفظ پیراکلیٹس Paracletus تھا تو عرض ہے کہ اس کے اصل معانی بھی غیر واضح ہیں کہیں ٹیچر ہے تو کہیں اسسٹنٹ ہے کہیں قونصلر ہے تو کہیں ایڈووکیٹ۔ ملاحظہ فرمائیں لفظ پیراکلیٹس کے نیچے سائیکلوپیڈیا آف بائیلیبکل لٹریچر کی تشریح۔ ہاں یونانی کا ایک اور لفظ برقلیطس Periclytos ہے جس کا معنی ''تعریف کیا ہوا'' ہے اور یہی معنی لفظ محمد کا ہے۔

اب اصل سریانی لفظ کی تلاش ضروری ہے تا کہ اس کا معنی پتہ چل سکے مگر عیسائی لٹریچر نے بوجوہ اصل لفظ سے منہ موڑ لیا ہے علامہ ابن ہشام نے اسلام کے دور اول کے عظیم مورخ جناب محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یحنّس (یوحنا) کی انجیل (باب ۱۰ آیات ۲۳ تا ۲۷ نیز باب ۱۶ آیت ایک) کی ان آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے لفظ منحمنا استعمال کیا ہے فارقلیط کا لفظ نہیں آیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن اسحاق (متوفی ۷۶۸ء) اور ابن ہشام (متوفی ۸۲۸ء) کے دور میں یہ لفظ سریانی بولنے والے عیسائی منحمنا بول رہے تھے اور ہمارے یہ دونوں مورخ کہتے ہیں کہ عربی میں اس کا ترجمہ محمد ہے اور یونانی میں برقلیطس[1] ہے اسی برقلیطس کو آگے چل کر فارقلط بنا لیا تا کہ لفظ محمد سے تلفظ میں یہ دور ہو جائے اور عیسائیت پر زد نہ پڑے۔

ہمارے نزدیک ابن اسحاق اور ابن ہشام کا ترجمہ و تشریح اس لئے بہت زیادہ معتبر ہے کہ یہ دونوں حضرات ان عیسائیوں میں رہ رہے تھے جو سریانی بولتے تھے اور یونانی سمجھتے تھے وہ بتا سکتے تھے کہ فلاں سریانی لفظ کو یونانی زبان میں کیا کہتے تھے منحمنا تو دونوں حضرات کا جانا پہچانا لفظ تھا لہٰذا ان کے ہم عصر یونانی عیسائیوں نے انہیں برقلیطس اس کا ہم معنی بتایا۔

مسند امام احمد کی ایک روایت اس کی یوں تائید کرتی ہے کہ حضرت جعفر طیار کی

۱۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۳۸

تقریر دلپذیر سن کر نجاشی نے کہا تھا "آپ حضرات کو میں خوش آمدید کہتا ہوں اور جن کے پاس سے آپ آئے ہیں انہیں بھی مرحبا' میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت ہمیں عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے۔"

یہ ساتویں صدی عیسوی کی بات ہے۔ نجاشی کو پتہ ہے کہ حضور عیسیٰ ایک نبی کی پیشن گوئی فرما گئے ہیں اور اسے یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی نشاندہی انجیل میں بڑی واضح اور صاف ہے تبھی تو نجاشی کو یقین کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوا۔ آیئے اب تورات اور انجیل یوحنا کے بعد ذرا انجیل برناباس کا بھی مطالعہ کرتے چلیں' انجیل برنباس کو عیسائی دنیا نے رد کر دیا اس لئے کہ ان کے مزعومات کے خلاف جاتی ہے مگر کتاب کی اندرونی شہادات بتاتی ہیں کہ اصل انجیل یہی ہے وہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات کا عکس ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ انبیاء کی مقدس کڑی کے ہی ایک موتی ہیں' یہ انجیل انہیں خدا یا اسی کا بیٹا کہنے سے مانع ہے اور یہی کتب الٰہیہ کی --- قرآن سمیت --- تعلیم ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ "میں حضرت عیسیٰ کے اولین بارہ حواریوں میں سے ہوں ابتداء سے انتہا تک ان کے ساتھ رہا ہوں۔ لہٰذا آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے واقعات درج کر رہا ہوں۔" کتاب کے آخر میں یہ بھی کہتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حضرت مسیح نے مجھ سے فرمایا تھا "میرے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کو صاف کرنا اور صحیح حالات دنیا کے سامنے لانا تیری ذمہ داری ہے۔" بھلا ایسے آدمی کو عیسائیت کیسے برداشت کر سکتی تھی ابتدائی بارہ حواریوں میں سے اس کا نام کاٹ کر تو کا نام داخل کر دیا گیا عیسائیت کی جدید کاپی سینٹ پال کے نظریات پر مبنی تھی اور وہ ابتداء میں عیسائیت کا شدید دشمن تھا بعد میں یہ مذہب قبول کیا مگر حضرت عیسیٰ کے ارشادات کی جگہ اپنے الہامات و مکاشفات مذہب کی بنیاد ٹھہرائے' ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے اس طرح یہودیت کی مدد کی' اسلامی تاریخ میں اس کا بروز "ابن سبا" تھا جس کی شیطنت سے ایک دنیا واقف ہے فرق اتنا ہے کہ قرآن پاک محفوظ تھا۔ لہٰذا وہاں اس سے بگاڑ نہیں ہو سکا ہاں زیر زمین اسلام کے خلاف تحریکات کا وہ سب سے بڑا قائد تھا اور اس نے جو بیج بویا آج تک ہم اس کی زہریلی فصل کاٹنے میں مصروف ہیں ہمارے ایک دوست انہی حالات کے پیش نظر کہا کرتے تھے۔

اے ابن سبا این ہمہ آوردۂ تست

باد صبا کو تصرف کر کے انہوں نے ابن سبا بنا دیا' ابن سبا کو جاننے والے سمجھتے ہیں کہ فی الواقع یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے کہ مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہو گئے ہیں۔ آیئے انجیل برنباس سے شان مصطفیٰ کی معطر نعتوں کا گلشن سجاتے ہیں۔

انجیل برنباس اور عظمت مصطفیٰ علیہ السلام

برنباس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے جو روایات لی ہیں ان میں وہ کہیں تو سرکار کا نام نامی لیتے ہیں کہیں رسول اللہ کہتے ہیں۔ کہیں قابل تعریف کا لفظ لاتے ہیں' کہیں مسیح کا مبارک لقب آپ کے لئے استعمال فرماتے ہیں کئی مقامات پر تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ کلمہ طیبہ کا سریانی میں ترجمہ فرما رہے ہیں' یہ انجیل ایسی بشارتوں سے بھری پڑی ہے اگر کوئی صاحب حسن ترتیب کے ساتھ ان بشارتوں کو اکٹھا کر دے تو ایک اچھا خاصہ رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

نور مصطفیٰ کی تابانیاں

جناب برنباس کی چند نثری نعتیں ملاحظہ ہوں جو انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے روایت فرمائیں۔ "تمام انبیاء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی انہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی مگر میرے بعد انبیاء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیاء کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔" برنباس باب ۱۷

اس مقدس عبارت نے واضح فرما دیا کہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات میں جو تحریف و تغیر کیا گیا ہو گا آقا آ کر اس انسان کے گھڑے ہوئے اندھیرے کو کاٹ دیں گے اور روشنی پھیلا دیں گے۔ اس طرح حضور انبیاء علیہم السلام کا نور ہیں کہ ان پر پڑے اندھیروں کو دور کر دیں گے۔ ہم پیچھے ایک حدیث مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے سرکار کا نور پیدا فرمایا اور باقی سب انوار اسی نور اقدس سے تخلیق ہوئے۔ انجیل برنباس کی اس مقدس آیت نے بھی اسی حدیث کی

تائید کر دی۔

میں ان کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں

"یسوع نے جواب دیا جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے دکھاتا ہے وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے ورنہ حقیقت میں اپنے آپ کو اس (مسیح یعنی محمد عربی) سے بڑا شمار کئے جانے کے قابل نہیں قرار دیتا جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ میں تو اس خدا کے رسول کے موزے کے بند یا اس کی جوتی کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں جس کو تم مسیح کہتے ہو' جو مجھ سے پہلے بنایا گیا تھا اور میرے بعد آئے گا اور صداقت کی باتیں لے کر آئے گا تا کہ اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہو۔" ایضاً باب ۴۲

یہ ہے وہ جواب جو فریسیوں اور لاویوں کو حضور مسیح نے حقیقت محمدی بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اس میں عظمت مصطفیٰ علیہ السلام کے کئی پہلوؤں کو آپ نے واضح کیا ہے۔ یہ اتنا واضح ہے کہ معزز قارئین خود لاتعداد مسائل اس سے اخذ فرما سکتے ہیں ہم اشارتاً صرف چند باتیں عرض کریں گے۔

یہاں سیدنا عیسیٰؑ نے آپ کو مسیح بھی کہا ہے اور خدا کا رسول بھی۔ انہوں نے سرکار علیہ السلام کا مرتبہ بتاتے ہوئے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ وہی سب سے بڑے رسول ہیں' جن کے مقدس جوتے کا تسمہ کھولنے کے بھی وہ اپنے آپ کو اہل نہیں پاتے۔ مزید یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ تخلیق میں وہی سب سے اول ہیں لیکن آئے سب سے آخر میں ہیں یہی بات اقبالؒ نے یوں کہی۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

حضرت مسیح نے انہیں سب سے آخری نبی بھی قرار دیا کہ اس دین کی انتہا نہیں ہو گی' دین کی بقا نبوت کی بقا کو لازم ہے یعنی اگر دین باقی ہے تو نبوت باقی ہے نبوت باقی ہے تو اس کا موصوف نبی باقی ہے اسی بات کو سرکار نے صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا تھا۔

حیات نبی کا عقیدہ حق ہے

فاکثروا علیّ من الصلوۃ فیه فان صلوتکم معروضته علیّ قالوا یا رسول اللّٰه وکیف تعرض صلوتنا علیک فقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللّٰه حرم علی الارض اجساد الانبیاء[1]

جمعہ کو مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا جب کہ قبر میں آپ پر بوسیدگی طاری ہو چکی ہو گی (ارمت۔ بلیت دونوں ہم معنی ہیں) ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم حرام کر دیئے ہیں (لہٰذا بوسیدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

دوسری حدیث میں مزید ارشاد ہوا۔ ابو الدرداء راوی ہیں۔

فنبیّ اللّٰه حیّ یرزق[2]

اللہ کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے یا وہ اپنی امت کو معارف کا رزق دیتا ہے۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ مٹی نبی کے وجود اقدس کو کھا نہیں سکتی، ہم سمجھتے ہیں کہ نبی کا وجود ہماری روحوں سے زیادہ لطیف ہوتا ہے ہماری روحوں کو مٹی نہیں کھاتی تو جسد نبی کو کیسے کھائے گی؟ مٹی کو یہ حکم خدائے قدوس نے دیا ہے کہ جسم نبی کو نہیں کھانا ہے وہ بیچاری اللہ کی ایسی مخلوق ہے جو اس کا ہر حکم مانتی ہے لہٰذا یہ ارشاد بھی وہ مان چکی ہے اور سرکارؐ ہمیں اطلاع دے چکے ہیں کہ انبیاء کے جسم زمین کے لئے حرام ہیں وہ انہیں نہیں کھا سکتی۔

سرکارؐ نے مزید وضاحت کر دی کہ نبی تو زندہ ہوتے ہیں اور یہ مٹی زندہ کو کھانے کی عادی نہیں ہے۔ آپ زمین پر زندگی بھر بیٹھے رہیں وہ آپ کو نہیں کھائے گی، اسی نکتہ کو سرکارؐ نے اشارے میں بیان فرما دیا کہ نبی زندہ ہوتا ہے یعنی جب زندہ ہے تو پھر اسے زمین کیوں کھائے گی، اسی زندگی کی مزید تابانیاں واضح کرنے کے لئے ارشاد ہوا اسے تو رزق دیا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ وہ رزق کیا ہے؟ یہاں بھی کئی لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں کہ رزق ملتا ہے تو پھر رفع حاجت کیسے کرتے ہیں وغیرہ، جناب جنت میں آپ کو بھی تو رزق ملے گا

۱۔ ابو داؤد ج ا ص ۱۵۰، نسائی ج ا ص ۱۳۹ دارمی بیہقی ابن ماجہ ص ۷۶

۲۔ سیرت رسول عربی ج ۲ ص ۳۶۷۔۳۶۶، ابن ماجہ ص ۷۶

وہاں آپ کیسے رفع حاجت فرمائیں گے؟ آپ اپنے لئے سوچیں انبیاء گرامی کو اپنی عظمتوں کے تاج پہنے ان کی اپنی دنیا میں رہنے دیں کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کا پروگرام جنت جانے کا ہی نہ ہو کہ وہاں رفع حاجت کی جگہ نہیں ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ایسے حضرات عالم برزخ اور جنت کے مقامات اقدس کو دنیا کے حالات و اطوار پر قیاس کرنے لگ جاتے ہیں اور یہی لغزش انہیں کئی مسلمات کا منکر بنا دیتی ہے اسی مثلیت کو وہ اپنے اور نبی کے درمیان سمجھنے لگ جاتے ہیں تو اسلام کی چودہ سو سالہ فکری شاہراہ سے ہٹ کر اور ملت کے اجتماعی مزاج سے کٹ کر پگڈنڈیوں پر چل کر گڑھوں میں گرتے اور کانٹوں سے الجھنے لگ جاتے ہیں۔ ہماری ان سے یہی گزارش ہے کہ ملت کی اجتماعی سوچوں کا ساتھ دیں۔ ان سوچوں میں صحابہ' اہل بیت' اولیائے امت' محدثین' مفسرین' مجتہدین اور ساری ملت شامل ہے۔ تبھی تو ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

اور جو مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راہ اپنا لیتا ہے وہ جدھر جانا چاہتا ہے ہم اسے جانے دیتے ہیں مگر اسے جہنم میں داخل کر دیتے ہیں جو بدترین جگہ ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اجماع امت سے کٹنا جہنم جانا ہے اسی بات کو یوں بھی واضح فرمایا گیا۔

من شذ شذ فی النار[1]

جو جماعت سے کٹ گیا جہنم کی طرف ہٹ گیا۔

حدیث پاک کا آخری لفظ مبارک یُرْزَق اگرچہ محدثین نے مجہول پڑھا ہے یعنی نبی کو رزق دیا جاتا ہے لیکن اگر اسے معلوم پڑھ لیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ عظمت رسول علیہ السلام کا ایک اور پہلو ہمارے سامنے آ جاتا ہے جو کئی اور احادیث سے بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا وہ اپنے غلاموں کو رزق دیتا ہے۔ رزق دینے کا مطلب فائدہ پہنچانا ہوتا ہے اس صورت میں یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ برزخ میں ایک محفل بھی ہے مرکز محفل

۱۔ نہج البلاغہ ص ۸۵۔۱۸۴ مطبوعہ دارالہجرۃ قم ایران

ذات رسالت ہے فیوض و برکات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے کوئی قطب بن رہا ہے کوئی غوثیت کا تاج پہن رہا ہے کوئی ولایت کا ہار لئے ہوئے ہے کسی کو خدمت قرآن سے منور کیا جا رہا ہے' کسی کو علم حدیث سے مزین کیا جا رہا ہے' نور کا باڑا بٹ رہا ہے اور سائلین کا جمگھٹا لگا ہوا ہے۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں دیتا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی کی دنیا میں بھی تفسیر ہے اور برزخ میں بھی اور کل قیامت کو بھی یہی کچھ ہوگا اور پرسوں جنت میں بھی یہی ہونے والا ہے لہٰذا ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

وہ نبیٔ عالمین ہیں

''بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبی جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لئے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان انبیاء کی باتیں ان لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے مگر خدا کا رسول جب آئے گا خدا گویا اس کو اپنے ہاتھ کی مہر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی نجات اور رحمت پہنچا دے گا وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا اور بت پرستی کا قلع قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائے گا۔'' ایضاً باب ۴۳

بے خدا عربوں پر اقتدار صرف سرکار کو ہی ملا۔ بت پرستی کا قلع قمع بھی صرف اور صرف سرکارؐ نے ہی فرمایا یہ سارا منظر نگاہ نبوت سے سیدنا عیسیٰ نے ملاحظہ فرمایا سلام اللہ علیہما

ہر نبی نے ان کی زیارت کی ہے

حضرت مسیح کس پیارے جانفزا اور ایمان افروز انداز سے ذکر مصطفیٰ فرما رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرماتے چلیں۔

''اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی قریب قریب تمام چیزوں کو خوشی نصیب ہوگی کیونکہ وہ فہم اور نصیحت' حکمت اور

طاقت، خشیت اور محبت، کی روح سے آراستہ ہے۔ وہ فیاضی اور رحمت، عدل اور تقویٰ، شرافت اور صبر کی روح سے مزین ہے جو اس نے خدا سے ان تمام چیزوں کی نسبت تین گنا پائی ہے جنہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے یہ روح بخشی ہے۔" آپ نے ملاحظہ فرمایا یہی وہ سارے اوصاف حمیدہ ہیں جو قرآن و سنت نے بھی بیان فرمائے ہیں اور امت انہیں بڑے طمطراق سے بیان کرتی آ رہی ہے مگر سیدنا عیسیٰؑ کے ارشادات تو جاری ہیں مزید فرماتے ہیں۔

"کیا مبارک وقت ہو گا جب وہ دنیا میں آئے گا یقین جانو میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے جس طرح ہر نبی نے اس کو دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے اس کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے ان کو نبوت دی اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میری روح سکینت سے بھر گئی۔ یہ کہتے ہوئے کہ اے محمد! خدا تمہارے ساتھ ہو اور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے کیونکہ یہ مرتبہ بھی پاؤں تو میں ایک بڑا نبی اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا۔" ایضاً باب ۴۴

کتنے مسائل اس مقدس عبارت سے اخذ ہو سکتے ہیں؟ قارئین ذرا اپنی حس اجتہاد کو بیدار فرما لیں۔ ہم صرف چند اشاروں پر کفایت کریں گے۔

۱۔ وہ مبارک وقت ہو گا جس میں وہ تشریف لائیں گے ہم اسی مبارک وقت کی یاد ان کی میلاد کی محفلیں منعقد کر کے مناتے ہیں ہم اب یاد منا رہے ہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی تشریف آوری سے پہلے یہ یاد منالی۔

۲۔ سرکار عیسیٰ اور دیگر سب نبیوں نے ان کی زیارت کی جو حالت ایمان میں ان کی زیارت کرتا ہے وہ صحابی ہوتا ہے لہٰذا یہ انبیاء ایک انداز سے نبی ہیں تو دوسرے انداز سے صحابہ ہیں۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سرکار نے بیت المقدس میں سب انبیاء کی امامت فرمائی سب نے آپ کی زیارت بھی کی اور اقتداء بھی۔ انجیل کی مذکورہ بالا آیات کی یہ احادیث مقدس ترین تشریح ہیں۔ یہ احادیث صحاح ستہ کی سب کتابوں کے علاوہ دیگر احادیث کی کتابوں سے واقعۂ معراج میں پڑھی جا سکتی ہیں ستر صحابہ سے زائد نے ان

احادیث کو روایت کیا ہے ہمارے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں۔

۳۔ ہر نبی نے ان کی تعظیم و توقیر کی ہے قرآن کا یہی ارشاد ہے۔ وتعزروہ و توقروہ [۱] ان کی عزت و توقیر کرو۔ چونکہ نبی بھی آپ کے امتی ہیں لہٰذا ان پر بھی سرکار کی عزت' احترام اور توقیر لازم ہے۔

۴۔ سب انبیاء کو نبوت سرکار کے وسیلۂ جلیلہ سے ملی ہے لہٰذا سب نبوتیں فرع ہیں اور اصل نبوت آپ کی ذات اقدس کی ہے معلوم ہوا وہ سب ظل ہیں' سایہ ہیں بروز ہیں مگر وہ سب سرکار سے پہلے ہیں پتہ چلا کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی ظلی و بروزی نبی نہیں ہو گا۔

۵۔ جس نے سرکار کو دیکھا اس کی روح سکینت و طمانیت سے بھر گئی سب صحابہ یہی کہتے ہیں۔ احد میں جس صحابیہؓ کے باپ' بھائی اور خاوند شہید ہو گئے تھے۔ سرکار کے چہرہ انور پر نگاہ ڈال کر کہہ رہی تھی۔ کل مصیبتہ بعدک جلل [۲] یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت مصیبت ہی نہیں رہتی۔ وہ صاحبہ وارثوں کے ساتھ زیارت کے لئے حاضر ہوئی مگر راستے میں اعزاء سے کہنے لگی مجھے سرکار کی نگاہوں کے سامنے نہ لے جانا ورنہ میں مر جاؤں گی۔ پشت مبارک کی طرف سے آئی مگر جونہی نگاہ پڑی دل تڑپنے لگا جسم پھڑکنے لگا سرکار نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ وہ پہلے ہی کہہ رہی تھیں ان نگاہوں کے نور کو میرا خاکی وجود برداشت نہیں کر سکے گا بس ملاحظہ تو فرما لیا کہ وہ پیچھے بھی سامنے کی طرح دیکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ یاایّتھا الْمِسْکِیْنَۃُ عَلَیْکَ السَّکِیْنَۃَ. او مسکینہ! پر سکون ہو جا سکینت پالے۔ یہی سکینت جو یہاں اس عورت کی دستگیری فرما رہی ہے سیدنا عیسیٰ کی دستگیری پہلے فرما چکی ہے۔

۶۔ حضرت عیسیٰ کس پیار بھرے عقیدت والے انداز سے ان کے مقدس نعلین کے مبارک تسمے کھولنے کے قابل ہونے کی التجائیں اللہ کریم سے کر رہے ہیں اور پھر ایک عقیدہ بھی بتاتے جا رہے ہیں کہ یہ تسمے کھولنے سے خدا کی ایک مقدس

---

۱ القرآن الفتح ۹ نیز اعراف آیت ۱۰۷

۲ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

ہستی بن جاؤں گا اور نبوت کی عظمت بھی بڑھ جائے گی۔

راقم دست بدعا ہے کہ اے ہمارے کریم رب مجھے اور قارئین کرام اور ساری امت محمدیہ کو سرکار عالم کا سچا محب اور پکا فرمانبردار بنا دے تا کہ دنیا بھی سدھر جائے اور آخرت میں بھی کامرانی ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مسیح اپنے حواریوں کو بتاتے ہیں وہ تمہارے دور میں تو نہیں آئیں گے بعد میں آئیں گے انجیل مسخ ہو چکی ہو گی تیں مومن بھی باقی نہیں ہوں گے اس مقدس رسول کے سر پر سفید بادل سایہ کرے گا۔ انہوں نے بت پرستی کو بھی مٹانا ہے ان کے ذریعے ہمارے خدا کا تعارف بھی ہونا ہے میری تصدیق بھی فرمانی ہے جو مجھے خدا بنا دیں گے ان سے بھی انتقام اسی ذات اقدس نے لینا ہے۔ ان کی صداقت سب صداقتوں سے زیادہ واضح ہو گی۔ ایضاً باب ۲۷ ملخصاً

وہ جنوب سے آئیں گے

مندرجہ بالا عبارات کا اعادہ کتاب کے باب ۹۶ میں مزید فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ سیدنا عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا لیں گے۔ انجیل کو مسخ کر دیں گے۔ ایمان والے تیں بھی نہیں رہیں گے پھر جنوب سے وہ آئیں گے بتوں اور بت پرستوں کو برباد کر دیں گے شیطان سے اقتدار چھین لیں گے۔ ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شہر مکہ ہو گا جو بیت المقدس سے جنوب کی طرف ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بھی بار بار واضح فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا مسیح ہوں بڑے مسیح وہ ہیں ذرا اس عبارت کی گہرائی اور گیرائی کو ملاحظہ فرمائیں۔

بڑے مسیح تو حضور نبی اعظم ہیں

''یسوع نے سردار کاہن سے کہا زندہ خدا کی قسم جس کے حضور میری جان حاضر ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کی آمد کا تمام دنیا کی قومیں انتظار کر رہی ہیں جس کا وعدہ خدا نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر کیا تھا کہ ''میری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی۔'' پیدائش ۲۲ : ۱۸

کتنی واضح بات ہے کہ جس کا انتظار ہے وہ کوئی اور ہے اور اس ''کوئی اور'' کا

تعارف عربی میں یوں ہوا ہے۔

حَتّٰی یَاتِیَ الَّذِیْ لَہٗ الْکُلُّ وَاِیَّاہُ تَنْتَظِرُ الْاُمَمُ [1] — پھر وہ آئے گا جس کے لئے کل ہے اور اسی کا انتظار سب قوموں کو ہے۔

کل اس کے لئے ہے یعنی وہ سب چیزوں میں کل ہے علم میں کل ہے، حلم میں کل ہے، نور میں کل ہے، کمال میں کل ہے، جمال میں کل ہے، قانون میں کل ہے، نظام میں کل ہے، قیادت میں کل ہے، شریعت میں کل ہے، قیامت میں کل ہے، شفاعت میں کل ہے جز تو باقی انبیاء ہیں جزوں میں یہ کمال کل کی وجہ سے ہے۔

حضرت ابراہیم نے یہ نبی خدا سے خود یہ عرض کر کے مانگا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْہِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. ۲ --- ۱۹۲ — اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں رب تعالیٰ نے پھر وعدہ فرمادیا وعدہ وجود محمدی میں پورا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم سردار کائنات نے جب ارشادات مسیح سنے تو عرض کیا۔ ان کے بعد بھی کوئی اور نبی ہوگا' جواب مسیح ملاحظہ ہو۔

سرکار آخری نبی ہیں

''اس کے بعد خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی نہیں آئیں گے مگر بہت سے جھوٹے نبی آجائیں گے جن کا مجھے بڑا غم ہے کیونکہ شیطان خدا کے عادلانہ فیصلے کی وجہ سے ان کو اٹھائے گا۔''

اب اس آیت کی روشنی میں جھوٹے نبیوں کے مکروہ چہرے آپ ملاحظہ فرمالیں سیدنا مسیح نے بات ارشاد فرمائی اس کی رحمت عالم نے خود توضیح فرمائی ''میرے بعد تیس کذاب اور دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے ان میں سے ہر ایک کا خیال ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے۔'' [2]

---

[1] سفر تکوین باب ۴۳ آیت ۱۰

[2] ترمذی ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی

وہ تو قابل تعریف ہیں

سردار کاسین کا اگلا سوال یہ تھا آنے والا عظیم مسیح کس نام سے پکارا جائے گا۔

سرکار یسوع نے جواب دیا "اس مسیح کا نام "قابل تعریف" ہے کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی اس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا اور وہاں اسے ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا خدا نے کہا "اے محمد! انتظار کر' کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنت' دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اس کو تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا۔ یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اسے برکت دی جائے گی --- تیری بات سچی ہوگی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا" سو اس کا مبارک نام محمدؐ ہے۔" ایضاً باب ۹۷

قابل تعریف دراصل لفظ محمد کا ترجمہ ہے جو سریانی میں مُنْحَمنا ہے ہم پیچھے عرض کر آئے ہیں' انگریزی مترجمین نے لفظ پاک محمد سے بچنے کے لئے اسے Admirable (قابل تعریف) میں بدل دیا ہے اور اس پیش گوئی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے لیکن مہک نے اظہار کے لئے نئے راستے تلاش کر لئے ہیں۔

اس آیہ مقدسہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ سرکار ہی تخلیق میں اول ہیں یہ بھی پتہ چلا کہ وجود بشریت سے پہلے آپ کا وجود ملکوتی تھا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ سب کائنات کو وجود کی چادر آپ کے صدقے میں ملی کہ یہ تحفہ نذر مصطفیٰ ہونے والا تھا یعنی بات وہی تھی کہ۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر   یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر
مقدر تھا کہ یہ سب کچھ شہ افلاک ہونا تھا   کہ یہ سب ایک دن نذر شہ لولاک ہونا تھا

سرکار عرش وقار نے احادیث میں ارشاد فرمایا۔

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ   اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

یہی کچھ زمینوں کے متعلق ارشاد ہوا اور یہی کچھ ابوالبشر آدم کو بھی فرمایا گیا۔

اب جو لوگ اپنے مزعومات کے خلاف پا کر احادیث کو ضعیف کہہ دینے کے مرض میں مبتلا ہیں وہ انجیل مقدس کی اس آیۃ شریفہ کو بھی ضعیف کہنے سے دریغ نہیں کریں گے بقول اقبال ان کو یہی ٹی بی لگی ہوئی ہے کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

عیسیٰ علیہ السلام یہ بھی بتا گئے کہ ان کا دین مٹنے والا نہیں ہے قرآن نے اس کی یوں تصدیق فرمائی۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ اللہ تو اپنے نور کی تکمیل کرے گا خواہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہو۔

آخر میں قابل تعریف کا نام نامی لے کر نعت کو ختم فرما دیا۔

"عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے"

حضرت برنباس صحابی سیدنا عیسیٰ اپنی انجیل کے باب نمبر ۱۱۳ میں بڑی وضاحت سے اس بات کی تصدیق فرماتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میرا ساتھی یہودا اسکریوتی مجھے تیس سکوں کے عوض بیچ دے گا ذرا انجیل کے الفاظ ملاحظہ ہوں اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ جو مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے مارا جائے گا کیونکہ خدا مجھے زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور اس غدار کی صورت ایسی بدل دے گا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں' تاہم جب وہ ایک بری موت مرے گا تو ایک مدت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی مگر جب محمد خدا کا مقدس رسول آئے گا تو میری وہ بدنامی دور کر دی جائے گی اور خدا یہ اس لئے کرے گا کہ میں نے اس مسیح کی صداقت کا اقرار کیا ہے وہ مجھے اس کا یہ انعام دے گا کہ لوگ یہ جان لیں گے کہ میں زندہ ہوں اور اس ذلت کی موت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔" ایضاً باب ۱۱۳

ان مقدس آیات کے پڑھنے کے بعد سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگتی ہے' سرکار آ کر سیدنا عیسیٰ کا دامن صاف فرما دیں گے۔ وہ ارشاد فرمائیں گے عیسیٰ تو آسمان پر تشریف فرما ہیں انہیں قتل وصلیب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کتنا حسین انداز بیان ہے کہ میں ان کی صداقت کا اقرار کر چکا ہوں اور وہ بہت لجپال ہیں لہٰذا میری اصلیت کی وضاحت بطور انعام مجھے دیں گے میری زندگی کا اعلان بھی فرمائیں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ میں نہ مقتول تھا اور نہ ہی مصلوب۔ یہ کوئی اور ہے جسے صلیب پر چڑھنا پڑا ہے۔

صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جس میں سیدنا مسیح علیہ السلام کا زندہ

آسمان پر جانا اور آخری دور میں واپس آ کر اسلام کے لئے جہاد کرنا مذکور نہ ہو صحاح ستہ سے باہر سب حدیث کی کتابیں اور سب تفاسیر ان احادیث سے بھری پڑی ہیں کوئی اسلام کا دشمن ہی ان کا انکار کر سکتا ہے یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران علمائے اسلام نے عدالت کو ان سب احادیث کی تفاصیل سے مطلع کر کے اس عقیدہ کی بھرپور اور ناقابل تردید حقیقت واضح کر دی ہے۔

آیئے ایک طرف انجیل برناباس۔۔۔یعنی اصلی انجیل۔۔۔کی ان آیات کو رکھیں اور دوسری طرف قرآنی آیات کو رکھیں۔ صاف پتہ چل جائے گا کہ دونوں آسمانی کتابیں یک زبان ہو کر ایک ہی بات کہہ رہی ہیں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ۴۔۱۵۷

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہوداہ اسکریوتی کو شکل عیسیٰ سے مشابہ کر دیا وہی سولی چڑھا۔ سرکار نے آ کر حضرت عیسیٰ کی حیات کا اعلان فرمایا سیدنا عیسیٰ جن کی تذلیل کی جا رہی تھی اس سے سرکار نے انہیں نجات دلا دی۔ یہودیوں کے مسلمات کو سرکار نے غلط قرار دیا۔ وہ مقتول نہیں مصلوب نہیں پھر مکرم ہیں۔ قرآن نے اعلان کیا اللہ نے اپنی طرف انہیں اٹھا لیا ہے مصطفیٰ نے فرمایا وہ واپس آ کر تبلیغ اسلام فرمائیں گے قرآن و سنت کا ارشاد حق ہے باقی لوگوں کی تاویلات باطل ہیں۔ قرآن و سنت کی مزید تائید انجیل برناباس نے کر دی ہے۔

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَال. اللہ گمراہی سے بچائے۔ حق واضح ہونے کے بعد گمراہی رہ جاتی ہے۔

سیدنا عیسیٰ اسی کتاب کے باب ۱۲۴ میں فرماتے ہیں۔

"لہٰذا جب اللہ کا رسول آئے گا تو وہ اس لئے آئے گا کہ ساری چیزوں کو صاف کر دے جس سے بے خدا لوگوں نے کتاب کو آلودہ کر دیا ہے۔" یہ تطہیر سرکار علیہ السلام نے خوب خوب فرمائی دامن مریم کو بھی آلودگیوں سے پاک فرمایا اور سیدنا عیسیٰ کی عظمتوں کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ ان کی رحمۃ للعالمینی سے سب کو حصہ ملا۔

کتب الہیہ --- قرآن' تورات' زبور اور انجیل --- میں سے کچھ اقتباسات اور حدیث مصطفوی میں سے چند ارشادات ہم نے نقل کرنے کی سعادت حاصل کی جن سے سرور کونین کی حیات طیبہ اور عظمت و کمال کے چند نورانی گوشے سامنے آئے۔ صحابہ کرام نے اس وجود باجود کو کیسے پایا؟ اس کا جواب بھی بہت طویل ہے۔ صرف چند باتیں عرض کریں گے۔

رسول مکرم اور صحابہ کرام

حضور حیدر کا ارشاد ہے۔ يَقُوْلُ نَاعِتُهُ لَمْ اَرَقَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ [1] --- ان کی نعت و وصف کہنے والا پکار اٹھتا ہے کہ ان کی زیارت سے پہلے اور ان کے تشریف لے جانے کے بعد کوئی اور ان کی "مثل" نظر نواز نہیں ہوا --- ارشاد حیدری ظاہر و باطن کے دونوں پہلوؤں کا جامع ہے کہ نہ ان کے حسن ظاہر کی کہیں مثال ہے اور نہ ہی حسن باطن میں کوئی شریک ہے یعنی بات وہی ہے کہ تجھے اک نے اک بنایا۔

وہ ابھرتا سورج ہیں

ایک صحابیہ سے جب وصف مصطفیٰ کا سوال ہوتا ہے تو وہ --- رُبَیِّع بنت معوذ فرماتی ہیں۔ يَا بُنَيَّ لَوْرَئَيْتَهُ رَئَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً [2] --- پیارے بیٹے اگر تو سرکار کو دیکھتا تو ابھرتے سورج کو دیکھتا --- چڑھتا سورج مرقع حسن ہوتا ہے جب صبح کے سہانے

۱۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۷ بحوالہ ترمذی شریف

۲۔ ایضاً بحوالہ داری شریف

وقت میں عرب کے کھلے صحرا میں مشرقی افق سے سورج کا ماتھا سامنے آتا ہے تو حسن فطرت دل کی گہرائیوں میں اترنے لگتا ہے۔

اور جب آسمان نبوت کے مطلع سے ناصیہ محمد --- صلوٰت اللہ علیہ --- جلوہ ریز ہوتا ہے تو ایمان کی دنیا کی ساری فضائیں عطر بیز اور نور ریز بن جاتی ہیں، ماحول درود و سلام کے نغموں سے مسحور و مسرور ہو جاتا ہے اور جناب حسان پکار اٹھتے ہیں۔

وَاَجْمَلُ مِنکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَکْمَلُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ [۱]

آقا! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ سے بڑھ کر صاحب کمال عورتوں نے کبھی جنا ہی نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے مبرا فرما کر تخلیق کیے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تخلیق اپنی مرضی کے مطابق ہوئی ہے۔

نہ ان کی زبان پر نہیں

خادم خاص سیدنا انس عادت محبوب کی یوں عکاسی فرماتے ہیں۔ مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ شَیْئاً قَطُّ فَقَالَ لَا [۲] --- سرکار سے جو کچھ بھی مانگا گیا آپ نے کبھی جواب میں نہ کا لفظ زبان اقدس پر نہیں آنے دیا --- کتنا ٹھیٹھ ترجمہ امام بوصیری نے فرمایا۔

لَوْلَا التَّشَھُّدُ کَانَتْ لَاءَہٗ نَعَمْ. اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو وہاں بھی آپ لا کی جگہ نَعَم ہی فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ توحید ربانی کا بیان مقصود تھا لہٰذا آپ نے حکم تشہد میں لا (نہیں) فرما دیا ورنہ آپ کی عادت مقدسہ اور خلق عالی تو نَعَمْ (ہاں) کا ہی مقتضی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خوئے غریب نوازی

یہی سیدنا انس ایک اور عادت شریفہ کا ذکر ان پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ کَانَ لَا یَدَّخِرُ شَیْئاً لِغَدٍ [۳] --- ان کی ادائے توکل یہ تھی کہ وہ آنے والے کل کے

۱۔ دیوان سیدنا حسانؓ (۲) بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۵۱۹ دار الباز مکہ مکرمہ (۳) ترمذی و مشکوٰۃ ص ۵۲۰

لئے کوئی شے ذخیرہ نہیں فرماتے تھے --- ذخیرہ اندوزی وہ کرتا ہے جسے اپنے کریم رب پر اعتماد نہ ہو' ذخیرہ وہ کرتا ہے جسے کل تک کی زندگی کا یقین ہو۔ لہٰذا درس حیات یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی نہ ہو' معاشی نکتہ نگاہ سے ذخیرہ اندوزی گرانی کا سبب بنتی ہے۔ غریب پرور آقا یہ دروازہ ہی بند فرمانا چاہتے ہیں۔ سب کچھ خرچ فرما کر قُلِ الْعَفْوَ --- فرما دیجئے ہر زائد چیز خرچ کر دو --- کی عملی تفسیر فرما رہے ہیں جس کی اتباع کبھی سب کچھ لٹا کر بوریا پہن کر صدیق اکبر فرماتے ہیں تو کبھی حیدر اپنی خوئے دلنوازی سے سنت محبوب کا احیا فرما دیتے ہیں' کبھی عثمان کی سخاوی عبادات سے اس عمل کا اظہار ہوتا ہے تو کبھی ائمہ اطہار کی دلربا اداؤں سے سنت محمدی کی کرنیں انسانیت کے گلشن میں بہار لاتی ہیں۔

سب کے لئے باد بہاری

ام المومنین صدیقہ بنت صدیق آپ کی حیات طیبہ کے ایک پہلو کو یوں خراج عقیدت پیش فرماتی ہیں۔

مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا [1]

سید کل نے کسی بھی شے کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی خاتون کو مارا اور نہ کسی خادم پر ہاتھ اٹھایا۔

حضرت انس نے مزید وضاحت کر دی ذرا اپنے آقا کی کرم گستریوں کو ملاحظہ کرتے چلیں۔

خَدَمْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ [2]

میں نے خدمت عالیہ میں دس سال غلامی کے مزے لوٹے نہ کبھی آپ نے اف تک فرمایا نہ ہی یہ ارشاد ہوا کہ تو نے کیوں ایسا کیا اور نہ ہی زبان اقدس پر کبھی یہ آیا کہ اب تک ایسا کیوں نہیں کیا۔

تلاش کیجئے کہیں کائنات میں ایسا آقا و مولا ہے؟ ۔ ہر چند کہیں ہے نہیں ہے۔

۱۔ ایضاً ص ۵۱۹

۲۔ ایضاً ص ۵۱۸ متفق علیہ

مثلیت کا دعویٰ کرنا آسان بلکہ عمل شیطان ہے مگر عمل کی دنیا میں نہ کبھی ایسا ہوا ہے نہ ہوگا تبھی تو اقبال پکار اٹھے ۔

مصطفیٰ آئینۂ نور خداست
منعکس دروے ہمہ خوئے خداست

مصطفیٰ علیہ السلام تو اللہ کریم کی ذات اقدس کا آئینہ ہیں۔ ان کی ذات میں تو عادات خدا منعکس ہو کر آ گئی ہیں۔

اس بے مثیل و بے عدیل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو جس انداز سے بھی آپ دیکھیں گے ایک نیا رنگ دیکھیں گے' کچھ لوگوں کے بارے مشہور ہے کہ وہ تاریخ ساز تھے مگر ہم صرف آپ کو ہی تاریخ ساز پاتے ہیں۔

آپ نے تاریخ بنائی

ہم اشارتاً ابتدائی حصے میں عرض کر آئے ہیں کہ انسان جس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے اس کی عادات' اس کے اخلاق اور اس کی طرز معاشرت وغیرہ کو شعوری اور لاشعوری طور پر قبول کرتا چلا جاتا ہے یہی عادات و اطوار اس کی زندگی کے مستقبل کے راستے متعین کرتے ہیں اسی ماحول کے اثرات کو قبول کر کے وہ سکیمیں بناتا ہے خواہ وہ سکیمیں علمی ہوں یا معاشرتی' سیاسی ہوں یا اقتصادی' فوجی ہوں یا مالیاتی' اس کا ذہن اسی ماحول میں مقید ہو کر ہی آگے بڑھتا ہے' کیا پوری تاریخ میں آپ ایسا ایک انسان بھی پیش کر سکتے ہیں جس پر ماحول کا اثر نہ ہو؟ اگر نہیں پیش کر سکتے تو ہمیں پھر یہ کہنے دیجئے کہ ان حضرات کو تاریخ نے بنایا ہے دوسرے لفظوں میں یہ لوگ Creatures of History ہیں۔ آیئے اب سید کل کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ ماحول سے کسی مقام پر بھی متاثر نہیں ہیں ماحول کا عقیدہ بت پرستی ہے وہ بت پرستی کے دشمن ہیں ماحول ظلم و تشدد کا پرچارک ہے وہ اس کے شدید مخالف ہیں سیاسی طور پر ماحول قبائلی بندھنوں میں بندھا ہوا ہے مگر ہمارے آقا ان بندھنوں کو توڑنے آئے ہیں۔ آپ گہرے انداز سے حضور کا مطالعہ کرتے جائیں وہ زندگی کے کسی گوشے میں بھی آپ کو ماحول کے تابع یا اس کے ہمنوا نہیں ملیں گے بلکہ اخلاق و اطوار میں' عادات و صفات میں' سیاست و عبادت میں' عمل و جہاد میں اور مراسم و روابط میں آپ سرکار کو نئے راستوں پر چلتا پائیں گے۔ جہاں صرف اور صرف آپ کے نقوش پا کی

ہی علامات مل سکیں گی ان راستوں پر پہلے کوئی بشر نہیں گیا ہو گا آپ قرآن و سنت کا مطالعہ کرتے جائیں ہدایت ربانی کے بغیر آپ کسی اور کا ناقل سرکار کو نہیں پائیں گے۔ ہاں حصول کامرانی کے لئے بہت مخلوق خدا آپ کی ناقل ضرور ہے اور قیامت تک رہے گی بلکہ اللہ کریم کے ہاں وہ ہی سب سے بلند اور مقرب ہے جو آپ کا ناقل ہے اسی کے عمل کو بقا حاصل ہے جو آپ کے عمل کی نقل اتار رہا ہے۔ پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تاریخ نے آپ کو نہیں بنایا کیونکہ تاریخ کے بارے میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اگر تاریخ نے آپ کو بنایا ہوتا تو اپنے آپ کو دہراتے ہوئے مثل مصطفیٰ پیدا کر دیتی مگر ایسا نہ ہوا ہے نہ ہو گا' نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ آپ تاریخ ساز ہیں تاریخ مصطفیٰ ساز نہیں ہے تو پھر ہم غلام بانگ دہل کیوں یہ اعلان نہ کریں کہ سرکار کی واحد ذات ہے جو تاریخ ساز Maker of History ہے۔

آپ نے اپنی جامع صفات کی وجہ سے قیامت تک کی تاریخ کو ایک انداز دے دیا ہے' انسانیت کو وہ سب عطا فرما دیا ہے جس کی قیامت تک اسے ضرورت ہے کسی دور کا انسان بھی آپ کے معیار سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے وہ ہمیشہ آپ کے قائم کردہ انداز کے پیچھے ہی رہے گا کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

تو نے ثابت کر دیا اے ہادیٔ نوع بشر مرد یوں مہریں لگاتے ہیں جبین وقت پر

تاریخ کے فاتحین' تاریخ کے مقننین' حکام اور ملوک سب تاریخ کے تابع تھے لہٰذا اوراق تاریخ میں گم ہو گئے وہ جو تاریخ ساز تھے تاریخ ان کی ذات میں گم ہو گئی اور خدا جانے کب تک گم رہے گی ابھی تو ہماری حیات مصطفیٰ کے کچھ پہلو ہی اجاگر کر سکی ہے اور اس حیات انور کے پہلو لاتعداد ہیں کیونکہ وہ عالمین کے لئے رحمت ہیں' تاریخ کی تنگ دامانی کو مصطفیٰ کی رحمت کی وسعتوں کا ساتھ دینے کے لئے اپنے دامن کو پھیلانا ہو گا ورنہ یہ دامن تار تار ہو جائے گا جس کے ٹکڑے چننے کے لئے نئی تاریخ کو جنم لینا ہو گا ہم پھر کیوں نہ عرض کریں کہ سب ہستیاں تاریخ کے دامن میں پناہ لے چکی ہیں مگر ہمارے آقا ہی ساری کائنات میں واحد مقدس ہستی ہیں جو ماحول سے مافوق ہیں' اس مافوق کے لفظ سے شاید علماء کا ایک گروہ الرجک ہو مگر حقائق کا منہ چڑانے سے تو حقائق کو مسخ نہیں کیا جا سکتا اس سے

اپنی شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

کم وقت اور بڑا کام

آپ انبیاء عالی مقام' قائدین اور مصلحین کی زندگیوں پر نگاہ ڈالیں تو دو باتیں واضح طور پر آپ کے سامنے آئیں گی۔ ۱۔ کام کرنے کے لئے ان کے پاس کافی وقت تھا۔ ۲۔ انہوں نے محدود میدان میں کام کیا۔ کسی نے صرف تعلیمی اصلاح کا بیڑا اٹھایا' کسی نے صرف اخلاقیات کو اپنا موضوع بنایا اور کوئی صرف میدان سیاست میں اترا۔

سید کل علیہ السلام کے پاس وقت بہت مختصر تھا مکی اور مدنی زندگی پر مشتمل یہ سارا وقت تیئس سال سے بھی کم ہے تیرہ سال کا عرصہ مکہ مکرمہ کی سنگلاخ چٹانوں کے باسیوں کے سنگین دلوں کو موم کرنے میں گزرا مگر دامن اسلام سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد بہت مختصر رہی اگرچہ اسلام کے افکار پوری فضاؤں میں گونجنے لگ گئے اور کفرستان عرب میں یوں پھیلے کہ کفر حیرت زدہ ہو گیا۔ الزامات' بہتانات' جوابات اور مسلسل بیانات سے اسلام کا راستہ روکا گیا مگر یہی چیزیں بالواسطہ اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بھی بنتی رہیں غیر جانبدار لوگوں میں تجسس پیدا ہوتا رہا اور یوں وہ اسلام کے قریب تر ہوتے گئے زمین ہموار ہوتی گئی۔ اب سرکار مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے صرف چند سالوں میں اسلام عربستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل جاتا ہے ساری فضائیں عظمت ربانی سے بھر جاتی ہیں۔ عرصہ اتنا مختصر ہے۔ کام کی نوعیت یہ ہے کہ صرف سیاسی نظام نہیں بدلنا ہے بلکہ پوری انسانی زندگی کو بدل دینا ہے' معاشرہ کو بدلنا ہے' عبادت کو بدلنا ہے' سیاست کو بدلنا ہے تعلیم کو بدلنا ہے دل و دماغ کو بدلنا ہے' سوچوں کو بدلنا ہے اور اعمال و افعال کو بدلنا ہے کسی نمونے کو سامنے رکھ کر یہ تبدیلی نہیں لانی ہے بلکہ صرف اور صرف وحی الہٰی کے اندازوں کے مطابق بدلنا ہے۔

سرکار علیہ السلام نے پوری زندگی کو بدل دیا یہ تبدیلی صرف اس دور تک محدود نہ تھی قیامت تک آنے والے لوگوں کو تبدیل کرنا تھا۔ پھر اس تبدیلی کا تعلق صرف ایک فلسفہ کی تخلیق تک محدود نہیں تھا کہ انسانی بہبود کے لئے چند قواعد و قوانین بنائے لوگوں تک پہنچائے اور اپنی ذمہ داری ختم کر دی بلکہ یہاں تو فکری نظام عطا کر کے اس کو عملی جامہ بھی

پہنانا ہے یہاں تو وہی قول معتبر ہے جو فعل کے پیمانوں سے ناپا جا سکے جس قول کے ساتھ فعل کی قوت نہ ہو وہ نگاہ اسلام میں بے وقعت ہے۔

کتنا تنوع ہے حیات مصطفوی میں؟ ابھی تو وہ مسجد میں نماز پڑھا رہے ہیں' وہ دیکھو ایک معلم کی حیثیت سے چٹائی پر بیٹھے تعلیم دے رہے ہیں' پھر نوعیت بدل جاتی ہے وہ بطور جج عدالت میں انصاف کا ترازو لئے ہوئے ہیں' اب کاشانہ نبوت میں ہیں گھر کا کام بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے کر رہے ہیں اور خواتین کے مسائل سن کر سلجھا رہے ہیں' گھر سے نکلے' زرہ بکتر میں ملبوس' شمشیر بکف اپنے صحابہ کے ساتھ میدان جہاد کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ دنیا کے شاہوں کا انداز نہیں ہے اپنے ساتھیوں کو نئی دنیا آباد کرنے کے گر بھی بتا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رابطہ کے انداز دلربا بھی سمجھا رہے ہیں' نہ ان کے پاس کوئی دربان ہے نہ کوئی باڈی گارڈ' عوامی زندگی کا نکھار ہے جو فضاؤں کو معطر کرتا جا رہا ہے' وہ فاتح ہیں مگر مفتوحین کے دلوں پر مرہم لگا رہے ہیں ان کی دستگیری فرما رہے ہیں ان کی حاجتیں پوری کر رہے ہیں مشکل کشائی فرما رہے ہیں' دن جہاد میں بسر ہوتا ہے تو رات خالق کے سامنے راز و نیاز میں گزرتی ہے وہ سب کے اپنے ہیں غیر انہیں اپنوں سے بڑھ کر اپنا پاتے ہیں اور اپنے ان کی دلربا شخصیت کے سامنے دیدہ و دل فرش راہ کرنے کو سعادت دارین سمجھ رہے ہیں۔

وہ آتے ہیں تو انسانیت بگاڑ کی چوٹی پر ہوتی ہے وہ جاتے ہیں تو انسانیت کمال کی معراج تک پہنچ چکی ہوتی ہے وہ آتے ہیں تو انسانیت کی قیادت ابوجہل کے پاس ہوتی ہے وہ جاتے ہیں تو خدمت انسانیت کے لئے صدیق اکبر کو چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ آتے ہیں تو انسان ساختہ قانون و دستور کی حکمرانی ہوتی ہے وہ جاتے ہیں تو قرآن و سنت کے پاس اقتدار ہوتا ہے۔

وہ انسان کے اندر کو تبدیل فرما دیتے ہیں قرآنی الفاظ میں وہ تزکیہ فرماتے ہیں دل کا تزکیہ' دماغ کا تزکیہ' روح کا تزکیہ' افکار کا تزکیہ' اعمال و کردار کا تزکیہ' جی ہاں خلوت و جلوت کا تزکیہ' فرد کا تزکیہ' معاشرہ کا تزکیہ' پھر ایک تزکیہ یافتہ جماعت کو میدان عمل میں اتار دیتے ہیں تطہیر کی چادر سب کو پہنا دیتے ہیں کسراؤں کے تخت الٹ جاتے ہیں قیصراؤں

کے تاج چھن جاتے ہیں' بادشاہت کا جنازہ اٹھ جاتا ہے' انسانوں کے سروں سے انسانوں کی غلامی کا بوجھ اتر جاتا ہے بیڑیاں کٹ جاتی ہیں ظلم کے بادل چھٹ جاتے ہیں' بے نواؤں کو نوا مل جاتی ہے اور بے خداؤں کو خدا مل جاتا ہے۔

تاریخ سنبھالئے' ایک ایک باب' ایک ایک ورق' ایک ایک صفحہ اور ایک ایک سطر پڑھ جایئے' ہمیں کوئی ایک شخصیت بتایئے جس نے پوری زندگی کو قیامت کی پہنائیوں تک یوں بدل کے رکھ دیا ہو جیسے ہمارے آقا نے بدل دیا ہے پھر جب کوئی نہ مل سکے تو ایمان کی عظمتوں کو پا کر اعلان کیجئے کہ ساری دنیا کا قائد' سارے زمانوں کا ہادی اور نسل انسانی کا رہبر صرف اور صرف ایک ہے کہ ساری دنیا کا رسول جنہیں تاریخ محمد رسول اللہ کے ایمان پرور اور دلنواز نام سے جانتی ہے' ان کی زندگی معجزہ ہے کہ مختصر سے دور میں بے مثل انقلاب لاتے ہیں ہمہ گیر تبدیلی فرماتے ہیں جو کہتے ہیں اسے کر کے دکھاتے ہیں یہی قرآنی زبان میں بلاغ مبین ہے۔

آپ کی ان اداؤں کو اولین و آخرین نے سلام پیش کیا ہے' خراج عقیدت پیش کیا ہے عقل والوں نے ان کی عظمت کے سامنے سر جھکایا ہے اور عشق والوں نے انہیں قلب ونگاہ کے تخت پر بٹھایا ہے۔

یہاں صدیق و حیدر' ابوحنیفہ و عبدالقادر' غزالی و رومی' اقبال و جامی' رازی و بیضاوی اور بوسینا و فارابی جیسے لاکھوں باکمال ہی عقیدت کے ہار لئے استقبال کے لئے نہیں کھڑے ہیں بلکہ غیر بھی ان کی ادائے دلربا پر قربان ہونے کو بیقرار ہیں۔ ماضی میں لاتعداد حق کو غیر مسلموں نے خراج عقیدت پیش کیا دور حاضر میں مشہور عیسائی سکالر میکائیل ایچ ہارٹ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ون ہنڈرڈ (One Hundred) میں مسلمان مفکرین کی سوچوں کو اپنے افکار میں سمو کر جس انداز سے خراج تحسین پیش کیا ہے وہ بھی خاصے کی شے ہے مصنف نے حضورؐ کے کام کا موازنہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کام سے کیا ہے حضور کی جامع شخصیت کی ہمہ گیری سے مسحور ہو کر وہ کہتا ہے۔

''حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں ملنے والی بہت سی اطلاعات غیر یقینی ہیں ہم ان کا نام تک نہیں جانتے ان کے سال وفات سے آگاہ نہیں ہیں' ان کا سال پیدائش

نہیں جانتے۔ حضرت عیسیٰ اپنے پیچھے کوئی تحریری ریکارڈ چھوڑ کر نہیں گئے بدقسمتی سے بائبل کے نئے عہد نامہ میں شامل مختلف انجیلیں بہت سی باتوں میں ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں حضرت محمد (صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ) کے بالمقابل حضرت مسیح نے سیاسی معاملات پر اپنی زندگی یا اپنے بعد آنے والی پوری صدی میں کوئی اثر نہیں ڈالا۔"

یہ تو تھا ون ہنڈرڈ کے مصنف کا دو عظیم المرتبت رسولوں کے درمیان ہلکا سا موازنہ مگر عظمتِ کارِ مصطفیٰ کی وہ یوں وضاحت کرتا ہے۔

"ہو سکتا ہے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تاریخ کی سب سے زیادہ مؤثر شخصیت قرار دینے پر کچھ لوگوں کو حیرت ہو کچھ اسے چیلنج بھی کریں مگر (اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے) وہ تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جو دینی اور دنیوی دونوں سطحوں پر حد درجہ کامیاب و کامران رہے ہیں' ان کی وفات کو تیرہ چودہ صدیاں گزر چکیں مگر ان کے اثرات ابھی اسی طرح طاقتور و توانا ہیں۔"

ساری انسانیت سے جناب ہارٹ نے سو آدمی منتخب کئے پہلا نمبر سید کائنات کو پیش کیا سرکار کے اس مرتبے کا اس شاندار عبارت میں دفاع کر رہا ہے۔ حضورؐ کی دینی اور دنیوی زندگی کی کامرانیوں کا حسین انداز اور لطیف موازنے سے ذکر کرتا ہے پھر وہ لوگ جنہیں حضور نے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے اٹھا کر اپنی مسند کے پر انوار اجالوں پر لا بٹھایا تھا سامنے آتے ہیں وہ پیغام مصطفیٰ کو پہنچاتے ہوئے ظلم و تشدد کی سب طاقتوں کو کچل دیتے ہیں جناب میکائیل ایچ ہارٹ حیرت کے ساتھ ان کی عظمتوں کو یوں سلام کرتے ہیں۔

"عرب کے شمال مشرقی حصے میں ساسانیوں کی عظیم سلطنت تھی اور شمال مغربی حصے میں بازنطینیوں کی' تعداد کے لحاظ سے بھی عرب اپنے مخالفین کے مدمقابل نہ تھے۔ انہوں نے شام' فلسطین' مصر اور عراق کو فتح کیا' شمالی افریقہ میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ جبرالٹر اور سپین کو فتح کیا اور رسول خدا کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان بدوی قبائل نے ایک ایسی سلطنت قائم کی جو ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی اتنی بڑی سلطنت جو آج تک زمانے نے پھر کبھی نہیں دیکھی۔"[1]

۱۔ ون ہنڈرڈ از میکائیل ایم ہارٹ۔ سرکار علیہ السلام پر مقالہ۔ مولانا کوثر نیازی نے کئی مقالوں میں جناب ہارٹ پر خوب لکھا ہے۔ مولانا کا قلم دفاع اسلام میں بھاری کام کر رہا ہے۔

ہم اپنے قارئین سے عرض کریں گے کہ مصنف کی کتاب کا پہلا باب جو سید کل پر لکھا گیا ہے مطالعہ کیا جائے ایک عیسائی نے حقائق کو شاندار انداز سے بیان کر کے اعتراف کیا ہے کہ کائنات کے سب سے بڑے قائد صرف رسول عربی ہیں۔ سیدنا عیسیٰ کو تو مصنف نے تیسرے نمبر پر رکھا ہے وہ دوسرا نمبر مشہور سائنس دان نیوٹن کو دیتا ہے۔ آخر میں ایک اور انداز سے ہارٹ نے سرکار کی نعت لکھی ہے' ذرا اسے بھی ملاحظہ کرتے چلیں کئی حقائق واضح ہو جائیں گے۔

''اس کتاب میں شامل شخصیات کی اکثریت نے تہذیب و تمدن کے مراکز میں جنم لیا ہے یا ان قوموں میں آنکھیں کھولی ہیں جو سیاسی اور ثقافتی طور پر بہت زیادہ ترقی یافتہ تھیں' مگر آپ ۵۷۰ء میں جنوبی عرب کے شہر مکہ میں اس وقت پیدا ہوئے جب وہ دنیا کے ایک ایسے پسماندہ علاقے میں واقع تھا جو تجارت اور علوم و فنون سے کوسوں دور تھا' آپ چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ غربت کے ماحول میں پروان چڑھے۔ امی تھے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ باہر سے کوئی اثر قبول نہیں فرمایا مگر جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو ایک عظیم شخصیت بن کر طلوع ہوئے۔''

اللہ اکبر! اللہ کریم کے ارشاد وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ --- ہم نے آپ کی خاطر ہی آپ کے ذکر کو بلند کیا --- کی تفسیر ایک عیسائی کا قلم کر رہا ہے کعبے کو اسی طرح صنم خانے سے محافظ ملا کرتے ہیں۔

آپ نے اندازہ فرمایا کہ سرکار نے مختصر سے وقت میں کتنا بڑا کام کیا ہارٹ نے بھی بتا دیا کہ کسی کی نقل نہیں کی۔ کسی سے اثر نہیں لیا۔ کسی کے افکار قبول نہیں فرمائے سب کچھ عطیۂ ربانی ہے لہٰذا ہم دوبارہ کہتے ہیں کہ وہ تاریخ ساز ہیں اور صرف وہی اس منصب پر پوری انسانیت سے فائز ہیں ہم عقیدے سے سر جھکا کر آنسو بہاتے ہوئے عرض کرتے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور! یہ صرف اور صرف آپ کا کمال ہے جو بے مثال ہے لازوال ہے اللہ کریم ہمیں آپ کے راستے پر چلنے کی توفیق ارزانی فرما کر ہماری دستگیری فرمائے۔ آمین۔

غیر مسلم شعراء دربارِ مصطفیٰ میں

آگے بڑھنے سے پہلے آیئے کچھ غیر مسلم شعراء کا منظوم نذرانہ عقیدت بھی پڑھتے چلیں تاکہ رفعتِ مصطفیٰ کا ایک اور انداز بھی سامنے آئے۔

ہندو شاعر ہری چند اختر کہتا ہے:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا — کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر — اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم — اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات — آج کس نے اس کو عالم آشکارا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا — اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا[1]

کبیر داس بنارسی کہتے ہیں:

عدد نکالو ہر چیز سے چوگن کر لو وائے — دو ملا کر پچگن کر لو بیس کا بھاگ لگائے
باقی بچے کے نوگن کر لو اس میں دو اور ملائے — کہت کبیر سنو بھئی سادھو نام محمد آئے[2]

مطلب یہ ہوا کہ چیز کا اصل عدد نکال کر انہیں چار سے ضرب دے دو اب حاصل ضرب میں دو جمع کرو اب انہیں پانچ سے ضرب دو اس حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کرو اب اس حاصل تقسیم کو نو سے ضرب دو حاصل ضرب میں دو جمع کرو لفظ محمد نکل آئے گا یعنی ۹۲ کا عدد بن جائے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ ہر شے کے عدد میں لفظ محمد شامل ہے تبھی تو کسی شاعر نے بھی کہا تھا۔ ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

اقبال فرمانے لگے۔ ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو

گرو نانک بانی سکھ مذہب کا ارشاد ہے:

نام لیو ہر دست داتے کریو چوگن تاؤ — دو ملا کر پنجگن کچھ بہی بھوک لگاؤ
جو بچے سو نوگن کر لو دو ہور رلاؤ — نانک ہر کے دست تھیں محمد نام بناؤ[3]

بات وہی کبیر داس والی ہے یعنی

اصل عدد x 4 + 2 x 5 20 x 9 + 2 = 92 محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ارمغان نعت ص ۳۷۷ ۲۔ ایضاً ص ۳۷۶
۳۔ ایضاً ص ۳۷۲ بحوالہ جنم ساکھی مرتبہ شفیق بریلوی مطبوعہ مرکز علوم اسلامیہ ۵۔ گارڈن کراچی (بار دوم)

مشہور ہندو شاعر دلورام کوثری یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفیٰ کے ساتھ ہے
جو نبی کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے

کس لئے پھر در پئے آزار ہیں اشرار قوم
اس کا کیا کرلیں گے جو خیر الوریٰ کے ساتھ ہے

کچھ نہیں حسرت ید بیضا کی مجھ کو اے کلیم
ہاتھ اپنا دامن آل عبا کے ساتھ ہے

انکشاف مدعا پیش احد میں کیا کروں
میم احمد ہے کہ جو میری دعا کے ساتھ ہے

رحمۃ للعالمین کے حشر میں معنی کھلے
خلق ساری شافع روز جزا کے ساتھ ہے

لے کے دلورام کو حضرت گئے جنت میں جب
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے[1]

دلورام سے کوثر علی

آیئے یہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ دلورام کو نعت گوئی کا صلہ یہاں ہی حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والسلام نے عطا فرما دیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کسی اخبار میں ان کے مسلمان ہو جانے اور پھر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا ذکر میں نے پڑھا تھا۔ جب میری اس تحریر پر حکیم اہل سنت حضرت محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے مطالعہ کے لئے نگاہ دوڑائی تو انہوں نے دلورام کے متعلق لکھا۔

"دلورام کوثری نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ الفقیہ امرتسر میں اس کے قبول اسلام کی خبر چھپی ہوئی ہے حکیم عبدالمجید عتیقی کانگریسی مرحوم نے مجھے بتایا کہ کوثری مرحوم دہلی مسلم ہوٹل انارکلی لاہور میں ٹھہرا ہوا تھا کہ وفات پا گیا۔ ہندو اس کی لاش پر قبضہ کرنا چاہتے تھے ہوٹل کے عملے میں سے کسی نے عتیقی صاحب کو فون کیا کہ صورت حال یہ ہے کہ ایک مسلمان کو ہندو جلا دینے پر تل گئے ہیں' چنانچہ حکیم صاحب نے موقع پر پہنچ کر اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور مرحوم کی میت اپنے قبضے میں لے کر میانی صاحب لاہور کے گورستان میں سپرد خاک کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اس کا اسلامی نام کوثر علی کوثری تھا۔"

ہم جذبۂ تشکر کے ساتھ حکیم صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے ارشادات کو قارئین کرام تک پہنچا رہے ہیں' دلورام کوثر علی بن کر وہاں پہنچ گئے جہاں ان کا اصلی مقام تھا۔ پہنچی وہیں پر خاک جہاں کا خمیر تھا۔ اور ۔ غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے۔ کا بھی نظارہ

---

[1] آب کوثر ص ۱۶۔۱۵ از دلورام کوثری مطبوعہ لاہور

سامنے آ گیا۔

میلاد پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم عرض کر چکے ہیں کہ سرکار عرش وقار کی تخلیق اللہ کریم نے سب سے پہلے فرمائی اور ظاہری دنیا میں سب انبیاء سے بعد تشریف لائے' قاعدہ بھی یہی ہے کہ بیج اول ہوتا ہے پھر پودے کا ظہور ہوتا ہے اور آخر میں جب پودے کی تکمیل ہوتی ہے تو وہی بیج اس کی چوٹی پر لگ کر پک جاتا ہے۔ نبوت کا آغاز بھی ذات محمدی ہے اور تکمیل بھی آپ کی ہی ذات اقدس ہے لہٰذا وہ اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی علمی انداز سے اس کی تحقیق فرمائی ہے اور مفکر اسلام علامہ اقبال نے اسے یوں بیان اظہار عطا کیا ہے۔۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰس وہی طٰہٰ

آج وہ رات آ گئی ہے جس کی صبح اس نیر اعظم نے طلوع ہونا ہے جسے پھر کبھی غروب نہیں ہونا ہے حسب ارشاد سیدنا عیسٰی علیہ السلام جس کی ضیاء باریاں ہمیشہ انسانیت کے ساتھ رہنی ہیں اور جس کی لمعانیوں اور تابانیوں نے سدا نسل انسانی اور جنس مخلوق کا ہاتھ پکڑنا ہے۔

رات کو سیدہ آمنہ ایسے مناظر دیکھتی ہیں جن کی مثال نہیں ہے انبیاء گرامی مبارک باد دینے تشریف لا رہے ہیں حوران بہشتی ان کی نعتیں پڑھ رہی ہیں' ستارے آج جھک جھک کر حضرت آمنہ کے کاشانہ اقدس کی دہلیز چومنا چاہتے ہیں۔ روح ارضی وجد میں ہے' آسمان آج اسی گھر کا طواف کرنے کے لئے بیقرار ہے جسے بیت عبداللہ کہتے ہیں۔ عبداللہ تو اس ظاہری دنیا میں موجود نہیں ہیں مدینہ طیبہ میں اپنی قبر اقدس میں محو استراحت ہیں مگر ساری کائنات کا قبلہ آج ان کی چوکھٹ قرار پا رہی ہے۔ ادھر صبح صادق کا ظہور ہوتا ہے ادھر وہ نور اول' تخلیق کا شاہکار' پرکار وجود کا مرکزی نقطہ اور باعث تخلیق کائنات حمد کے جھنڈے لہراتا' ثنا کے پھریرے اڑاتا' نور بکھیرتا اور کفر و شرک مٹاتا بیت آمنہ میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق تھی ابھی واقعہ فیل کو صرف پچپن دن گزرے تھے

اپریل کی بیس تاریخ تھی، مہینہ بھی ربیع تھا اور موسم بھی ربیع (بہار) تھا کہ انسانیت کی ربیع (سرکار علیہ السلام) نے سدا بہار بن کر جلوہ فرمایا۔ یہ ۵۷۰ء تھا محمود پاشا فلکی ۵۷۱ء ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں کچھ مستشرقین ۵۶۹ء کہتے ہیں۔ عبدالقدوس ہاشمی تقویم تاریخی میں ۹ دسمبر ۵۶۹ء بتاتے ہیں یہ ہجری سن سے ۵۴ سال پہلے بنتے ہیں بارہ ربیع الاول پر جمہور اہل علم کا اتفاق ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ سے یہی روایت لی ہے مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق کا نظریہ بھی یہی ہے۔ [1]

ولادت کے وقت مکہ مکرمہ میں آپ کے گھر مبارک سے شام کے قیصر کے محلات نظر آنے لگے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ فارس کا صدیوں سے جلنے والا آتش کدہ بجھ گیا۔ وادیٔ ساوہ کی ندی بھر گئی اور کناروں سے بہنے لگی دریائے ساوہ یوں خشک ہوا کہ وہاں خاک اڑنے لگ گئی۔ والدہ مطہرہ کا دودھ نوش فرمایا کچھ دن یہ شرف ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ کو بھی عطا ہوا' حلیمہ سعدیہ کے بھاگ جاگے اور وہ دودھ پلانے کے لئے اپنے ہاں لے گئیں۔ عمر اقدس ظاہری دنیا میں چھ سال تھی تو سیدہ آمنہ کا وصال ہو گیا اب آپ کے دادا جان جناب عبدالمطلب نے یہ شرف پایا کہ آپ ان کے ہاں رہے ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اب یہ عظمت آپ کے چچا جناب ابو طالب کے حصے میں آئی۔ شام کا سفر بارہ سال کی عمر میں ہوا بحیرہ راھب نے پہچان لیا اور یہود کی سازشوں سے جناب ابو طالب کو خبردار کیا۔ جہاں بانی فرمانی تھی لہٰذا گلہ بانی بھی فرمائی۔ مختلف قومی کاموں میں حصہ بھی لیا۔ حجر اسود کو کعبے کی دیوار میں لگانے کا مسئلہ بھی حل فرمایا۔ حرب فجار میں بھی تشریف لے گئے' حضرت خدیجہ کی طرف سے تجارت کے لئے شام تشریف لے گئے پچیس سال کی ظاہری حیات طیبہ میں اس سفر کے بعد حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا جبکہ وہ چالیس سال کی تھیں۔ کعبہ اقدس کی تعمیر میں بھرپور عملی شرکت فرمائی پتھر تک ڈھوئے۔ ماحول میں رہ کر ماحول کی عادات و اطوار سے بیگانہ تھے کیونکہ وہ پوری انسانیت میں یگانہ تھے بھلا کسی کی نقل کیسے فرما سکتے تھے' کائنات نے ان کی نقل کر کے کمالات کی چوٹیاں سر کرنی تھیں۔

[1] سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۹۴۔۹۳ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
نیز سیرت رسول عربی ص ۴۳ علامہ نور بخش توکلی مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

اب خلوت گاہ کی تلاش ہوئی کہ خلوت نشینی کا درس دیا جا سکے۔ حرا نے اپنی چوٹی پیش کر دی یہاں وحی کا آغاز ہوا یعنی روز اول والی نبوت کا عملی اظہار ہوا۔

وحی پر عمل کرانے کے لئے خفیہ دعوت شروع ہوئی بہت سے مرد اور کئی عورتیں حلقہ اسلام میں داخل ہوئے مردوں میں اولیت کا سہرا سیدنا صدیق اکبر کے سر رہا' خواتین کی قیادت سیدہ خدیجہؓ کے ہاتھ رہی۔ لڑکوں سے سیدنا حیدر گوئے سبقت لے گئے۔ آزاد کردہ غلاموں میں سے آزادیٔ اسلام کا جھنڈا سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ نے اٹھایا اور غلاموں میں سے سب سے پہلے اسلام کی غلامی سیدنا بلال نے قبول فرمائی اولیت کے جھگڑے کی یہ حسین تطبیق امت کے امام اعظم نے فرمائی۔

ابھی تین سال ہی گزرے تھے کہ دعوت کے اعلان کا حکم ہو گیا گویا قریش کے اسلحہ کے ڈھیر کو آگ لگ گئی انہوں نے جوابی کارروائیوں سے اپنے بے خدا مذہب کو بچانے کی کوششوں میں سرکار سمیت صحابہ کرام پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیئے مگر محبت کا نشہ بڑھتا گیا۔ نبوت کے پانچویں سال میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام کی توانائی دو اور شیروں کو شکار کر لائی اور حضرت حمزہ عم مصطفیٰ اور امام الموحدین عمر بن خطاب دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ مشرکین کی اذیتیں بھی عروج پر پہنچ گئیں ان تکالیف شاقہ نے مزید ۸۳ مردوں اور اٹھارہ خواتین کو راہ حبشہ دکھایا قریشی سفیر شاہ حبشہ کو دام تزویر میں لانے گئے مگر وہاں سیدنا جعفر طیار کا بلیغ خطبہ سب پر غالب رہا اور نجاشی نے قریشی سفیروں کو بے مرام واپس کر دیا۔ قریش نے سرکار کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تو ہاشمی اور مطلبی برادری آپ کو شعب ابو طالب میں لے گئی قریش نے سب سے مقاطعہ کر لیا کوئی سامان خورد و نوش بھی شعب کی طرف جانے نہیں دیتے تھے مسلمانوں نے تین سال ناقابل بیان مصائب اس انداز سے برداشت کئے کہ تاریخ جرأت و شہادت کا سر بلند ہو گیا۔ تین سال کے بعد سرور کائنات نے اطلاع دی کہ جو معاہدہ لکھ کر ہمارے خلاف کعبہ کی چھت سے لٹکایا گیا تھا اسے دیمک چاٹ گئی ہے صرف اللہ کا لفظ باقی رہ گیا ہے نبوت کی صداقت جانچنے کے لئے یہ حسین موقع تھا قریش نے خوشی خوشی معاہدہ کی تحریر کھولی مگر وہاں پر نام خدا ہی باقی تھا اور تحریر موجود نہیں تھی اسے دیمک ہضم کر چکی تھی

اب چاہیے تھا کہ وہ دامن اسلام تھام لیتے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ وہ تو ایذا کا نرخ بالا کرنے لگ گئے۔ سابقہ تکالیف کو کم سمجھ کر نئی تکالیف ایجاد کرنے لگے۔

نبوت کا دسواں سال اندرونی مصائب سے بھی بھرا ہوا تھا کہ رمضان کریم میں جناب ابو طالب دار آخرت کی طرف روانہ ہوئے ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی راہی جنت ہو گئیں۔ انہی حالات میں آقائے دوجہاں طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کے سرداروں کی شقاوت سدراہ ہوئی لڑکوں سے سنگریزے اور پتھر وجود رحمت پر برسائے گئے مقدس نعلین میں خون بھر گیا۔

ایک نکتہ

یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ سرکار کریم کو طائف میں بھی خون دینا پڑا اور احد میں بھی چہرہ اقدس لہولہان ہوا۔ مگر جتنی دفعہ بھی شق صدر ہوا اور یہ چار دفعہ ہوا۔ آپ کو کبھی خون نہیں آیا۔ اگر آپ بشر تھے تو خون آنا چاہئے تھا نور تھے تو نہیں آنا چاہیے تھا' مقام مصطفیٰ کی عظمتوں کو سلام کہ کبھی ان کے وجود سے خون بہنے لگتا ہے اور کبھی خون نہیں نکلتا بشر ہیں تو خون کیوں نہیں نکلا اور نور ہیں تو خون کیوں بہہ پڑا؟ دراصل بتایا بھی جا رہا ہے سمجھایا بھی جا رہا ہے کہ مقام مصطفیٰ کی عظمتوں اور ان کی حقیقتوں کا پانا تمہارا کام نہیں تمہارا کام اتباع ہے ان کی حقیقت صرف اور صرف ان کا خالق ہی جانتا ہے اکبر الہ آبادی کا پیرایہ بیان ملاحظہ ہو کہ ۔ شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے۔

قوم کے دو گروپ

ہم سمجھتے ہیں کہ کلمہ گو بھی آگے چل کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کا انداز مدینہ والوں کا انداز ہے وہ صرف ادب و عظمت کے ترانے ہی گاتے ہیں اتباع و اطاعت کو ہی کمال حیات سمجھتے ہیں پھول اور کلیاں لے کر ہی ان کے راستے پر کھڑے ہیں اور قیامت تک یکے بعد دیگرے یہی کچھ کرتے رہیں گے دوسرا گروہ طائف کے لونڈوں اور وہاں کے سرداروں کا عمل اپنائے ہوئے ہے انہوں نے پتھر مارے انہوں نے تنقید کے تیر

برسائے کچھ نابکار تو تنقید سے آگے نکل کر تنقیص کی سرحدوں کو پھلانگ گئے۔ اللہ تعالیٰ عشق کی دولت سے نوازے تاکہ آخرت سدھر جائے۔

میلوں اور حج میں تبلیغ

عربوں کو میلوں اور اجتماعات کا بھی بڑا شوق تھا اور سرکار کریم ﷺ ان کے ان اجتماعات میں بھی تشریف لے جاتے تھے وہاں پیغام خداوندی سنایا جاتا تھا شاعرانہ تعلیوں کا جواب قرآن کے حکیمانہ استدلال سے دیا جاتا تھا ان کے اخلاق کے سامنے کسی کی مصنوعی عظمت نہیں ٹک سکتی تھی اور بلاغت قرآن نے انسانی بلاغت کا ناطقہ بند کر دیا تھا عقلاء سمجھ چکے تھے کہ رحمت کی طغیانی سارے فسق و فجور اور ظلمتوں کے پہاڑوں کو اڑا لے جائے گی مگر اکثریت تو علمدار ظلمت تھی فسق و فجور ان کی رگوں میں دوڑنے والا خون ظلمت تھا۔

پھر مدینہ سے قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں نے منیٰ میں ۱۰ھ میں نبوت کا دامن تھام لیا تھا اگلے سال بارہ آدمیوں نے اسلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اسی سال وہ واقعہ پیش آیا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں تھی رجب کی ستائیسویں رات محبوب علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے۔ براستہ مدینہ' بیت المقدس' سات آسمان' سدرہ' عرش اور لامکان کی سیر ہوئی دیدار ربانی کا شرف پایا نمازیں پچاس سے پانچ ہوئیں' واپسی ہوئی قرآن نے سورہ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم میں اپنے مخصوص انداز اور معجزانہ بیان سے اس کا اعلان کیا سنت محمدی اور حدیث نبوی میں بے شمار راویوں نے اسے روایت کیا امت آج تک اس کی باریکیوں اور لطافتوں پر بحث کر رہی ہے جدید سائنس بھی غلامی کا حق ادا کر رہی ہے لیکن تاحال انسانی علوم نابالغ ہیں بالغ ہوتے رہیں گے تو عقل عشق کی گتھیاں سلجھاتی رہے گی۔ مگر ہمیشہ نقوش پائے مصطفیٰ کی نئی بہاریں اسے عالم حیرت میں محو رکھیں گی لاشعوری طور پر غیر مسلم اقوام نے حضور کریم کے معراج جسمانی کو مان کر ہی سائنس کے دامن کو فضاؤں تک پھیلایا ہے یعنی جو چیز ناممکن تھی اسے سرکار نے ممکن بنا دیا اور عالم امکان نے عالم حقیقت کا روپ دھار لیا انسان نے ستاروں پر کمندیں ڈال لیں' سائنس کے اس جدید انداز سے پہلے ہمارا قلندر اسلام کی یوں ترجمانی کر رہا تھا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں---- مزید کہا۔

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں　　یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں

محبت نے مزید کہا۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے　　کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

انداز عاشقانہ ملاحظہ ہو۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام　　اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

یہ اتنا طویل، اتنا حسین اور اتنا محبوب موضوع ہے کہ ہزارہا صفحات کا طالب ہے ہمارے قارئین چشم دل وا کر کے ذرا اپنے محبوب کا جلوہ خود ملاحظہ فرمائیں ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں فضا بن گئی ہے

اب نبوت کا تیرہواں سال جا رہا ہے مدینہ کے جن افراد کے سینوں میں ہمارے آقا نے اسلام کا بیج بویا تھا وہ کونپلیں نکالنے لگ گیا وہاں سے تہتر مردوں اور دو عورتوں کا قافلہ خدمت سرکار میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوا۔ مدینہ طیبہ اپنا دامن پھیلا رہا تھا اور مکہ سے جانے والے وہاں کی معاشرت میں اسلامی تبدیلی لا رہے تھے۔ ادھر مکہ مکرمہ میں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں ان کا غصہ مزید بڑھ رہا تھا لہٰذا مکہ مکرمہ سے صحابہ کرام سرکار کی اجازت سے راہ نورد مدینہ ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ چھپ کر ہو رہا تھا پھر وہ وقت آ گیا کہ مکہ میں تاجدار نبوت اور حضور حیدر اور چند علیل و ناتواں حضرات ہی رہ گئے۔

سرکار کے خلاف سازش

مدینہ والے کہیں مکہ مکرمہ پر اپنے نبی کے عشق میں حملہ ہی نہ کر بیٹھیں؟ یہ وہ خیال تھا جو مکیوں کو سونے نہیں دے رہا تھا' صحابہ کرام کے نکل جانے کا پہلے ہی افسوس تھا اب اگر سید کل بھی تشریف لے جاتے ہیں تو مکیوں کو اپنا مستقبل تاریک ہوتا نظر آتا ہے۔ دارالندوہ میں محفل مشاورت جمی ہے اب کیا کیا جائے؟ رائیں دی جا رہی ہیں مگر ایک بوڑھا ہر رائے رد کر دیتا ہے۔

بوڑھا نجدی رائے دیتا ہے

بوڑھے سے پوچھا جاتا ہے آپ کون ہیں؟ جواب ملتا ہے میں شیخ نجدی ہوں

دراصل ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں شیطان گھس آیا تھا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ ہر قبیلے کا ایک ایک فرد آئے وہ سب مل کر قتل رسول میں شریک ہوں تاکہ ہاشمی قتل کے قصاص کا سوچ بھی نہ سکیں سارے قبائل سے وہ کیسے بدلہ لے سکیں گے؟ یہی رائے پاس ہوئی۔ ادھر یہ سازشیں ہو رہی تھیں ادھر علیم وخبیر اپنے محبوب کو سب باتوں سے مطلع فرما چکا۔

کاشانۂ نور تلواروں کے سائے میں

نبوت کا دولت کدہ ننگی تلواروں کے گھیرے میں ہے سب سورماؤں کی نگاہیں در رسول پر لگی ہوئی ہیں۔ ہر شخص پہلا وار کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ سرکار رسالت مجسمہ صبر واستقامت ہیں حضور حیدر کو اپنے بستر پر سلاتے ہیں' گھر کا دروازہ کھلتا ہے سورۂ یٰس نورانی لبوں پر ہے دشمنوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں کھلی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں تلواریں سونتی رہ جاتی ہیں وہ نظر نہیں آتے' جسم جاتا ہے مگر دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتا۔ معلوم ہوا ان کا جسد اقدس بھی جب لطافتیں دکھانے پر آئے تو نظریں پا نہیں سکتیں' حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا جسم پاک بھی ہماری روحوں سے زیادہ لطیف ہے۔ حفیظ جالندھری نے خوب کہا۔

وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا تلاوت سورۂ یٰس کی کرتا ہوا نکلا
گھر سے نکلے کعبے کو الوداع فرما کر صدیق اکبر کے گھر کو مزین فرمایا انہیں کو ساتھ لے کر غار ثور کی تاریکیوں کو منور فرمایا دشمن آئے مگر نہ پا کر واپس چلے گئے غار کو تین راتیں عطا ہوئیں' ام معبد کی بکری دودھ دینے لگ گئی اسلم ایمان لائے پگڑی کا جھنڈا بنا کر راہ مدینہ میں خدمات سرانجام دیں۔

سراقہ کو کسریٰ کے کنگن مل گئے

سراقہ بھی مشرکوں سے انعام کے لالچ میں آیا مگر گھوڑے کی ٹانگیں سرکار کے خاموش سپاہی --- زمین --- نے پکڑ لیں تب چھوڑا جب اس نے اپنے ارادے سے منہ موڑا' سرکار ابد قرار نے وہ انعام دیا جو سراقہ کے چشم القرار تصور میں بھی نہیں تھا۔ کسریٰ کے کنگن --- جی ہاں ایران کے ساسانی بادشاہ دنیا کی دوسری سپر پاور کے سربراہ کے کنگن --- سرکار نے سراقہ کے لئے خاص فرما دیئے پھر چشم فلک نے عجیب منظر دیکھا۔

فاروق اعظم سراقہ کو کنگن پہناتے ہیں

کسریٰ کی عظمت کا سورج ڈوب گیا ہے اس نے رسول علیہ السلام کا گرامی نامہ تو پھاڑا مگر ارشاد نبوی نے اس کا ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ فاروقی فوجیں پورے ملک پر قابض ہو چکی ہیں کسریٰ کے کنگن مسجد نبوی میں ہیں سرکار کا سفر ہجرت والا واقعہ اور ارشاد گرامی سب صحابہ کرام کو معلوم ہے فاروق اعظم نبی کریم کے منبر پر رونق افروز ہیں نگاہیں مجمع کو چیر چیر کر کسی کو تلاش کر رہی ہیں پھر سراقہ فاروقی نگاہوں کی زد میں آ جاتے ہیں' ارشاد ہوتا ہے سراقہ آگے آؤ' وہ آگے آ گئے ہیں۔ فاروق اعظم نے ان کے ہاتھوں میں خود کنگن ڈال کر ان کے ہاتھوں کو فضا میں بلند کر دیا ہے۔ فاروقی آنکھوں سے عشق رسول کے آنسو ٹپک رہے ہیں زبان اس انداز سے صداقت رسول کو خراج عقیدت پیش کر رہی ہے کہ مسجد نبوی کا یہ مقدس مجمع محبت رسول میں ڈوب جاتا ہے۔ بات کچھ ایسی ہے کہ۔

غواص محبت کا اللہ نگہبان ہو ۔ ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے پہنائی

مجمع کا ہر فرد اشھد ان محمدا رسول اللہ کے جان پرور نغمے فضا میں بکھیر رہا ہے۔ محبت کی ادائیں نکھر گئی ہیں۔

طلع البدر علینا

نبوت کا چاند وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے والا ہے انصار کی بچیاں گیت گا رہی ہیں کہ آج اصل کائنات' جان انسانیت' مختار کل' ختم رسل تشریف لا رہے ہیں مدینہ کو ناز ہے کہ ساری کائنات سے توجہ ہٹا کر سرکار مدینہ کو عظمت کا تاج پہنا رہے ہیں۔ اب وہ یثرب نہیں رہے گا۔ مدینۃ الرسول بن جائے گا۔

سوموار کا دن ہے ربیع الاول کی آٹھ تاریخ ہے اب یہ سال ہجرت کا پہلا سال ہے۔ ستمبر ۶۲۲ء کی بیس تاریخ ہے سرکار نے قبا کو منور فرمایا ہے مسجد قبا کا سنگ بنیاد رکھا ہے قرآن نے اسے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى --- یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد و اساس ہی تقویٰ پر ہے --- کے تمغہ سے نوازا ہے۔

یہ مدینہ طیبہ ہے

غلاموں نے ہالہ بنا رکھا ہے قافلۂ شوق مدینہ کو چل نکلا ہے گلی کوچوں سے استقبالی نعرے بلند ہو رہے ہیں خواتین چھتوں پر بیٹھی ہیں' نوکر چاکر تک کام چھوڑ کر سرکار رسالت کے دیدار کے لئے صف بستہ ہیں وہ دیکھو سرکار کریمؐ کی سواری آ رہی ہے مدنی تو چشم ظاہر سے دیکھ رہے ہیں ہمارے قارئین چشم باطن یا چشم تصور کو وا کریں بارہ سو سال پیچھے چھلانگ لگا کر تاریخ کی باڑ سے کود جائیں سرکار کے قدموں سے لپٹ جائیں مدینہ صلوۃ وسلام پڑھ رہا ہے آپ بھی اس روح پرور آواز میں شریک ہو جائیں' وہ دیکھو صحابہ نعرۂ رسالت بلند فرما رہے ہیں۔ امام مسلم سے سنئے۔

امت کا اجماعی نعرۂ رسالت

حضرت ابوبکر صدیق نے مدینہ طیبہ میں حضرت عازب سے کجاوہ بنوایا کجاوہ بن گیا تو سیدنا صدیق نے حضرت عازب کو فرمایا اپنے بیٹے --- براء کو کہئے کہ وہ اٹھا کر لے چلے اب حضرت عازب سودا تو کر لیتے ہیں مگر صدیق اکبر کو عرض کرتے ہیں' آپ سرکار عرش وقار کے ساتھ شب ہجرت میں چلے تھے ذرا واقعہ سنا دیں حضور صدیق نے سارا واقعہ سنایا مدینہ میں سرکار حضرت عبدالمطلب کے ننھیال میں اتر کر انہیں عزت بخشا چاہتے ہیں۔ آپ کی سواری شہر سے گزر رہی ہے اور

فَصَعَدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِیْ الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحمدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يا محمدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	سب مرد اور سب عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے' غلام اور نوکر چاکر گلی کوچوں اور سڑکوں پر بکھر گئے سب کی زبان پر یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرہ تھا۔

[1]

امت ان کے آنے کی خوشی میں یا رسول اللہ کا نعرہ مار رہی تھی وہی نعرہ آج تک دنیائے اسلام میں گونج رہا ہے یعنی یہ امت اول --- صحابہ کرام --- کی سنت ہے جسے امت آخر اس دنیا کے آخری لمحات تک بلند کرتی رہے گی' قبر میں اور حشر میں ان کی زیارت

---

[1] مسلم شریف ص ۲ ج ۲ ۴۰۲ مطبوعہ عیسیٰ البابی الحلبی مصر

ہو گی تو یہی محبت کا سبق وہاں دہرا کر یا رسول اللہ! کہہ کر اپنی التجائیں ان کی بارگاہ میں پیش کرے گی۔

ہم نہایت اختصار سے سرکار کے غزوات و سرایا کا ذکر کریں گے' اردو خوان طبقہ سے التماس ہے کہ تفصیلات کے لئے مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی' خصائص کبریٰ امام جلال الدین سیوطیؒ کے اردو تراجم پڑھیں نیز سیرت رسول عربی علامہ نور بخش توکلی اور تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی کا مطالعہ فرمائیں۔

غزوات و سرایا

یاد رہے غزوہ وہ فوج ہے جس میں سرکار مدینہ خود موجود ہوں اور ابدالقرار وہ فوج ہے جس میں آپ کا کوئی صحابی قیادت کر رہا ہوتا ہے۔

غزوات ستائیس اور سرایا سینتالیس ہیں۔ یہ تعداد چوہتر بنتی ہے کچھ حضرات نے کچھ اور سرایا بھی شمار کیے ہیں اور تعداد چھیاسی قرار دی ہے۔

جن غزوات میں سرکار نے خود قتال فرمایا وہ یہ آٹھ ہیں۔ بدر' احد' خندق' مصطلق' خیبر' فتح مکہ' حنین اور طائف۔

بڑے سات غزوات کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ بدر' احد' خندق' خیبر' فتح مکہ' حنین اور تبوک۔ تبوک آخری غزوہ ہے۔ یہ رجب ۹ھ کا واقعہ ہے۔ اس غزوے نے مستقبل کی راہیں متعین کی ہیں کہ اسلام صرف عرب کا دین نہیں ہے کائنات کی اصلاح کا دین ہے۔

یہ سارے غزوات زمین کی فتح اور لوگوں کی گردنیں اڑانے کے لئے نہیں تھے بلکہ اسلام جنگ کے انداز میں اصلاح کرنا چاہتا تھا۔ مقتولین کو مثلہ نہ کرنا۔ مکانات کو آگ نہ لگانا۔ فصلیں تباہ نہ کرنا۔ بلاضرورت جانوروں کو ذبح نہ کرنا۔ درختوں کو نہ جلانا۔ پرامن شہریوں کو نہ مارنا۔ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کرنا۔ اچھی روایات کو قائم رکھنا اور معاشرے کی برائیوں کو ختم کرنے جیسے معاملات کا اسلام پرچارک ہے۔ بچوں اور عورتوں سے تعرض کرنا اسلام نے شدت سے منع کر دیا۔

جنگی قیدیوں سے معاشرے کے معزز لوگوں جیسا سلوک سب سے پہلے اسلام

نے کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بے شمار جنگی قیدی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور جب اپنے وطنوں میں گئے تو اسلام کے مبلغ بن گئے۔

غلامی کا خاتمہ

اسلام نے غلامی کے خاتمے کی بھی بھرپور کوششیں کیں۔ جنگی قیدی غلام بن جاتے تھے اسلام نے انہیں غلام بنانے کی بجائے تبادلے کی صورت اپنائی' معاوضہ لے کر چھوڑ دیا۔ تدریس کا کام کرا کے چھوڑ دیا۔ انسانی ہمدردی کے لئے چھوڑ دیا۔ رضائے ربانی کے لئے آزاد کر دیا۔ سرکار کا ارشاد یہ تھا کہ جو شخص ایک غلام کو آزاد کرتا ہے اس کے جسم کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے جسم کا ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ مختلف جرموں کی سزا کے طور پر غلام آزاد کر دینے کا حکم ہوا ان جرموں کی کافی تعداد ہے۔ غلاموں کے گلے سے غلامی کے طوق نکالنے کے اتنے ذرائع اسلام نے اس دور میں پیدا فرمائے جبکہ غلامی انسانوں کا مقدر تھی پھر بھی بدطینت مغربی قومیں یہی رٹ لگائے جا رہی ہیں کہ اسلام غلامی کا مذہب ہے۔

ہم پوچھتے ہیں اس دور میں آپ کے مصلحین کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے غلامی کے خلاف عملاً کیا کیا؟ مصلحین سے ذرا آگے بڑھیں تورات و انجیل سے غلامی کے خلاف اتنا مواد نکال کر ہمیں دکھائیں جتنا ہم نے صرف چند اشاروں میں اوپر نقل کیا ہے۔ اگر کہیں نہیں ہے تو پھر انسانیت کو اسلام کا یہ احسان ماننے دیں کہ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے غلامی کے معاشرے میں رہ کر اس کی اصلاح کرتے ہوئے غلامی کے طوق توڑ ڈالے اور اسی کی برکت سے آج دنیا غلامی کو عملاً ختم کر چکی ہے مسلمانوں نے تو شعوری طور پر اسے ختم کیا مگر غیروں نے اسلامی مساعی کے طفیل اسے لاشعوری طور پر ختم کیا۔

ہمارے فاروق اعظم نے ان مقدس لفظوں سے غلامی کا جنازہ اٹھا دیا۔ ''ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا تم نے کب سے انہیں غلام بنا لیا ہے۔''[1]

ہم پوری دنیا کے مفکرین کو چیلنج کرتے ہیں کہ اسلام سے چند پہلی اور چند پچھلی

---

[1] عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل ترجمہ حبیب اشعر ص ۵۹۵ باب حضرت عمر کی حکومت مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری لاہور۔ بار ہفتم ۱۹۸۴ء طابع الجدہ پرنٹرز لاہور

صدیوں میں کوئی ایک مصلح، ریفارمر اور قائد ایسا دکھا دیں جس نے حضرت فاروق جیسے ریکارڈ الفاظ غلامی کے خلاف کہے ہوں اگر نہیں اور کبھی نہیں تو پھر اسلام کے خلاف یہ الزام تراشی بند ہونی چاہیے۔

مغربی قوموں سے ایک سوال

آج مغربی قومیں تہذیب و تمدن اور جمہوریت کی علمبردار بنی ہوئی ہیں۔ اگر ان کے کہنے کے مطابق یہ دور آزادی کا دور ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ پورے مشرق کو عموماً اور عالم اسلام کو خصوصاً انہوں نے کیوں اقتصادی غلام بنا رکھا ہے؟ وہ ساری دنیا پر اپنا سیاسی نظریہ ---- محترمہ جمہوریت صاحبہ ---- جبراً کیوں مسلط کر رہے ہیں؟ وہ پوری انسانیت کو اپنی زبان اور اپنا خالص انسانی علم پڑھانے پر کیوں مصر ہیں؟ اور تو اور وہ اپنا لباس اور بالوں کی تراش خراش تک برآمد کرنے پر کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟ غلامی کی یہ قسمیں کیوں وہ مجبوری کے بازار میں بیچ کر فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں؟

پھر صرف اس ذہنی، فکری، سیاسی، علمی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور اقتصادی غلامی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے انسانیت کو ابدی نیند سلانے کے لئے ایٹم بم کس نے بنائے ہیں اور معصوم انسانیت کے سر پر کس نے برسائے ہیں؟ ایٹم بم بنانے سے پس ماندہ قوموں کے ہاتھ کس نے پکڑ رکھے ہیں؟ اس صدی میں دو عظیم جنگوں میں کروڑہا لوگ کس نے قتل کئے ہیں، کروڑہا بچوں کو کس نے داغ یتیمی دیا ہے لاتعداد جوانیوں کو کس نے بیوگی کے غار میں دھکیلا ہے؟ ابھی ابھی کس نے لاکھوں ٹن اسلحے کی بارش عراق کے مسلمانوں پر برسائی ہے؟

اگر یہ آپ کے جرم نہیں تو پھر کس منہ سے اسلام کے خلاف دعوے دائر کرتے ہو اسلام تو دین رحمت ہے رحمۃ للعالمین نے کتنے غزوات اور کتنے سرایا کی قیادت فرمائی مگر بحیثیت مجموعی قتل ہونے والوں کی تعداد دو ہزار تک بھی نہ پہنچ سکی اور دنیا کا نظام زندگی سارے کا سارا بدل گیا۔ تمہاری ساری تاریخ قتل و غارت اور انسانیت کی توہین و تذلیل سے عبارت ہے اس کے ہوتے تم اپنے سروں پر اصلاح انسانیت کا تاج کیسے پہن سکتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

آیئے اب غزوات کا مختصر سا تذکرہ کرتے چلیں۔

۲ ھ ۶۲۴-۶۲۳ ء کے واقعات و غزوات

غزوہ ابوا صفر میں' غزوہ بواط اور غزوہ بدر اولیٰ ربیع الاول میں اور غزوہ ذوالعشیرہ جمادی الاخریٰ میں پیش آئے۔ بدر اولیٰ کا سبب کرز فہدی تھا جو مدینہ طیبہ سے اونٹ ہانک لے گیا تھا باقی تینوں غزوات قافلہ قریش کے لئے تھے جو تجارتی غرض سے شام گیا ہوا تھا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ محض حصول مال کے لئے مسلمان اس قافلے کے درپے تھے' یہ بات سراسر غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ تھا وہاں جانے اور عبادات کی مسلمانوں کے بغیر باقی سب کو اجازت تھی مسلمانوں کو یہ بات ناگوار تھی وہ کعبہ میں عبادت کا حق مانگتے تھے جو انہیں نہیں مل رہا تھا لہٰذا سیاسی دباؤ بڑھانے کے لئے قافلوں کا راستہ روکنا ایک حربہ تھا یہی بات ایک اور انداز سے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کو خانہ کعبہ میں بتا دی تھی ان کا ارشاد تھا ''اگر تم نے ہمیں طواف کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا مدینے والا راستہ بند کر دیں گے'' جب قریش نے اپنی ضد نہ چھوڑی اور مسلمانوں کے لئے کعبے کو واگزار نہ کیا تو جواباً مسلمانوں نے بھی مدینہ کے راستے پر سرایا بھیج دیئے۔

غزوہ بدر' پھر تاریخ بدل گئی

قریش نے قافلہ بچانے کے بہانے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے فوجی تیاری شروع کی۔ غزوہ ذوالعشیرہ میں عمرو بن حضرمی بھی مارا جا چکا تھا اس کا بدلہ بھی غزوہ بدر ثانیہ کا ایک محرک بنا دیا گیا۔

تین سو آٹھ (۳۰۸) صحابہ سرکار کے ساتھ تھے باقی ایسے تھے جنہیں شامل سمجھا گیا کیونکہ وہ حضور اکرم کے حکم سے رکے تھے ان میں امیر المومنین عثمان غنی بھی تھے وہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری کے لئے رکے تھے جب فتح بدر کی خبر مدینہ پہنچی تو وہ دفن کی جا رہی تھیں' اصحاب بدر کی عظمت قرآن میں آئی ہے۔ سرکار کی زبان سے نکلی ہے ان پر سید کائنات کو کتنا ناز تھا؟ احادیث میں اس کی وضاحت ہے۔

کافر ہزار کے لگ بھگ تھے۔ انفرادی جنگ میں حمزہ و حیدر چھا گئے۔ حیدر کی خارا شگاف تلوار نے ۲۲ کافروں کو راہ جہنم دکھائی۔ سرکار نے اپنے عطائی علم سے وہ جگہیں بتا دیں جہاں کل کلاں مشرکوں نے مرنا تھا۔ جو بے دلی سے مکہ سے آئے تھے ان کے نام بھی بتائے

اور ارشاد ہوا انہیں نہ مارا جائے۔ سرکار کے ذاتی محافظ عریشہ میں صدیق اکبر تھے جو آغاز سفر سے ساتھ تھے چھپر کے دروازے پر سعد بن معاذ پہرہ دے رہے تھے۔ فرشتے پرے کے پرے مومنین کی حمایت کے لئے میدان جہاد میں اتر رہے تھے کئی لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں نہیں مرے فرشتوں نے مار دیئے۔ ان کے کوڑوں کے نشان کافروں کے جسموں پر موجود تھے۔

امیہ بن خلف دشمن رسول بھی تھا اور حضرت بلال کو ایذا بھی دیتا تھا جہنم واصل ہوا۔ اسے اپنی ضمانت کی وجہ سے حضرت عبدالرحمان بن عوف نے زمین پر لٹایا خود اس پر لیٹ گئے مگر لوگوں نے ان کی ٹانگوں کے درمیان سے ہاتھ ڈال کر اسے مار دیا زمین کے اندر سے نیزے چبھو کر اسے نیزوں سے چھلنی کر دیا۔

ابوجہل کی اکڑی ہوئی گردن دو نوخیز لڑکوں ---- معاذ و معوذ پسران عفراء --- نے کاٹ ڈالی صحابہ کرام چودہ شہید ہوئے چھ مہاجر اور آٹھ انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر جنگی قیدی بن گئے۔ سرکار نے مشرکوں کو دفن کرایا اجتماعی تدفین تھی۔ البتہ امیہ پھول گیا تھا لہٰذا وہیں اس پر مٹی ڈال دی گئی۔ مردوں کو سرکار نے خطاب فرمایا تو حضرت عمر کو حیرت ہوئی سرکار نے فرمایا "تم میری بات اس سے زیادہ نہیں سن رہے ہو" اس حدیث سے سماع موتی کا قطعی ثبوت مل گیا۔

ابوعزیز بن عمر قیدی نے بتایا سرکار کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ قیدیوں سے حسن سلوک ہو' میرے قید کرنے والے مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجوریں کھا لیتے۔ میرے اصرار پر بھی وہ مجھے روٹی ہی دیتے اور خود کھجوروں پر گزارا کرتے۔

سرکار نے ننگے قیدیوں کو کپڑے بھی پہنائے حضرت عباس کو کوئی کپڑا فٹ نہیں تھا لہٰذا عبداللہ بن ابی منافق نے اپنا ہم قد ہونے کی وجہ سے انہیں قمیص پہنائی۔ عبداللہ مر گیا تو سرکار نے اسے قمیض پہنائی تاکہ اس منافق کا احسان باقی نہ رہے۔

فدیہ بھی مختصر تھا ہزار درہم سے حسب حیثیت چار ہزار درہم تک۔ لکھے پڑھے لوگوں کو کہا گیا صرف دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں بعض کو احسانا چھوڑ دیا گیا مشہور شاعر ابوعزہ حجمی ان میں شامل تھا۔

سہیل بن عمرو مجامع میں سرکار کے خلاف تقاریر کیا کرتا تھا حضرت عمر نے عرض کیا اجازت ہو تو اس کے سامنے کے دانت اکھاڑ کر زبان نکال دوں۔ فرمایا۔ ''میں اس کا عضو نہیں بگاڑتا ورنہ خدا نبی ہوتے ہوئے بھی میرے اعضا بگاڑ دے گا۔'' [1] یہ وہ تبدیلی تھی جو اصلاح جنگ کے لئے سرکار فرما رہے تھے مکہ پر قیامت ٹوٹ پڑی مگر قریش نے رونے دھونے پر پابندی لگا دی تا کہ جذبات ٹھنڈے نہ ہوں اور بدلے کی تپش بڑھ سکے۔ مدینہ والوں نے سرکار کا شہر سے دور روحا میں نکل کر استقبال کیا۔ اسی رمضان کے آخر یا شوال میں صدقہ فطر واجب ہوا پہلی عید عیدگاہ میں پڑھی گئی زکوۃ بھی اسی وقت فرض ہوئی غزوہ بدر سے پہلے شعبان میں روزے بھی فرض ہوئے تھے بدر کا معرکہ پہلے فرض رمضان میں ہوا تھا یہ ۱۷واں روزہ تھا اور جمعہ کا دن تھا۔

اسی سال ماہ شوال میں غزوہ بنی قینقاع اور ماہ ذی قعدہ میں غزوہ سویق (ستو والا غزوہ ابوسفیان بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کی بوریاں اونٹوں سے پھینکتے گئے) پیش آیا۔

ہجرت کا تیسرا سال ۳ھ ۲۵۔۶۲۴ء

محرم میں غزوہ قرقرۃ الکدر ربیع الاول میں غزوہ انمار یا غطفان' جمادی الاولیٰ میں غزوہ بنی سلیم واقع ہوئے۔ ربیع الاول میں گستاخ رسول کعب بن اشرف یہودی کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کر دیا کتب احادیث میں تفصیل ہے جمادی الاخریٰ میں ابو رافع سلام ابوالحقیق یہودی کو ایذائے رسول کے جرم میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا اور آج تک مسلمان انہی دونوں صحابہ کے اتباع میں گستاخوں کا بھی حشر کرتے آئے ہیں راجپال ملعون سے لے کر رشدی شیطان تک سب کا یہی حشر ہوا ہے گو رشدی فی الحال (۲۰۰۰ء) زندہ ہے مگر تا کجے؟

غزوہ احد

مدینہ طیبہ کے متصل کوہ احد کے دامن میں شوال ۳ھ میں یہ واقعہ پیش آیا مدینہ سے نکلے تو تعداد ہزار تھی مگر تین سو منافقین نے ساتھ چھوڑ دیا بھلا منافق کب قربانی کے لئے

---

[1] سیرت ابن ہشام واقعہ بدر سیرت رسول عربی ص ۶۰۔۱۵۹

آمادہ ہوسکتا ہے مکہ میں مال تجارت بیچ کر پوری تیاری سے جنگ کا پروگرام بنایا گیا تین ہزار میدان میں اترے بدر کے مقتولوں کی رشتہ دار خواتین بھی ساتھ نکلیں۔ سرکار نے خواب میں مسلمانوں کا نقصان دیکھ لیا لہٰذا رائے تھی کہ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ ہو تجربہ کار صحابہ کی بھی رائے تھی مگر نوجوانوں نے کھلے میدان میں جوہر دکھانے کی اپیل کی جو منظور ہوئی۔ صف بندی ہوئی حضور نے کوہ عینین کے درے میں پچاس پیدل تیر انداز مقرر فرما کر حکم دیا جنگ کی جو بھی حالت ہو تم نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی ہے۔ ابو عامر اوسی مدنی تھا وہ قریش کی طرف سے میدان میں اس لئے اترا کہ اس کا قبیلہ اوس سرکار کا ساتھ چھوڑ کر کافروں سے مل جائے گا مگر ایسا نہ ہوسکا کافر فوج کا علمدار طلحہ گرجا کوئی ہے جو میرے ہاتھوں جنت جائے یا مجھے جہنم بھیج دے۔ سیدنا حیدر کرار نے آگے بڑھ کر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور جہنم جانے کی خواہش پوری ہوگئی۔ اس کا بھائی عثمان نکلا اور تلوار حمزہ کا شکار ہوگیا۔ ابو دجانہ کو سرکار نے اپنی تلوار عطا فرمائی انہوں نے دشمن کے لشکر کے چھکے چھڑا دیئے ہندہ سامنے آ گئی مگر شمشیر رسول سے عورت کو مارنا انہوں نے گوارا نہ فرمایا۔ یہی انداز حمزہ و علی کا تھا مگر حمزہ تو وحشی کے ہاتھوں شہید ہوگئے اسے آزاد کرنے کا لالچ دے کر حضرت حمزہ کو شہید کرایا گیا اس نے سامنے آنے کی بجائے پتھر کی اوٹ سے حربہ مارا جو حضرت کی شہادت کا باعث بنا۔ اسلام کے بعد وحشی نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور کہا کہ آج حمزہ کے قتل سے مجھے جو تکلیف پہنچی تھی دور ہوگئی حنظلہ ابوسفیان تک پہنچ گئے مگر ان کی تلوار کا وار شداد نے روک دیا اور حنظلہ پر وار کر کے انہیں شہید کر دیا یہ حالت جنابت میں تھے لہٰذا انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔[۱] بڑے بڑے سورما قتل ہوگئے قریش کا جھنڈا گر گیا ایک حبشی غلام صواب نے اٹھایا وہ بھی مارا گیا عورتیں بھاگ کھڑی ہوئیں پیانو پر پڑھنے لگیں یہ حال دیکھ کر درے میں متعین تیر انداز اپنی جگہ سے ہٹ کر فوج میں شامل ہوئے تاکہ بھاگتے کافروں پر وہ بھی حملہ میں شریک ہوں اور مال غنیمت میں حصہ دار بھی ہوں چند صحابہ کرام وہیں ڈٹے رہے خالد بن ولید اور عکرمہ نے یہ درہ خالی پا کر بھرپور حملہ کر دیا درے میں کھڑے چند صحابہ کرام شہید ہو گئے عقبی حملے سے مسلمانوں کا باہمی رابطہ کٹ گیا شیطان نے سرکار کی شہادت کا اعلان کیا

۱۔ سیرت ابن ہشام واقعہ احد سیرت رسول عربی ص ۱۷۶

افراتفری بڑھ گئی۔ حضرت حذیفہ کے والد خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت انس بن نضر یوں لڑے کہ اسی سے زائد زخم ان کے جسم پر تھے ان کی بہن صرف انگلیوں سے انہیں پہچان سکیں۔ حضرت فاروق اور طلحہ حیران تھے کہ کیا کیا جائے سرکار تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس نے کہا پھر ہم کیوں زندہ رہیں اٹھو مشرکوں پر پلٹ پڑو۔ کعب بن مالک کی نگاہیں سرکار پر پڑیں تو انہوں نے آپ کی حیات طیبہ کا اعلان کیا حضرت صدیق، فاروق، حیدر، طلحہ، زبیر وغیرہ آپ کے ساتھ تھے حملوں کا رخ آپ کی طرف تھا۔ جانثار انصار جانیں قربان کر رہے تھے پتھر سے حضور اکرم کا نچلا دایاں دانت مبارک شہید ہو گیا۔ چہرہ مبارک زخمی تھا خود کے دو حلقے رخسار میں گھس چکے تھے ایک گڑھے میں وجود اقدس گر چکا تھا مگر زبان پر یہ مقدس الفاظ تھے۔ ''اپنے نبی کو زخمی کرنے والے لوگ کیا فلاح پائیں گے۔'' دانتوں سے یہ حلقے حضرت امین الامتہ ابوعبیدہ بن جراح نے نکال تو لئے مگر دو دانت گر گئے صحابہ کرام چاہتے تھے کہ آپ کا خون زمین پر نہ گرے لہٰذا ابوسعید خدریؓ کے والد جناب مالک نے یہ خون پی لیا۔ سرکار نے خود بھی کپڑے سے پونچھ لیا کہ زمین پر گرا تو عذاب نازل ہو گا۔ زبان پر تھا ''اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ لاعلم ہیں۔'' صحابہ کرام نے ریکارڈ خدمات سرانجام دیں وہ ڈھال بن گئے۔ حضرت طلحہ ہاتھوں پر تیر روک رہے تھے ہاتھ شل ہو گیا سعد بن ابی وقاص تیر پھینکتے رہے دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ ابوطلحہ سینہ تان کر سامنے کھڑے رہے کہ جو تیر آئے انہیں لگے۔ حضرت شماس تیروں سے بذریعہ تلوار دفاع کر رہے تھے تیر لگ گیا زخمی حالت میں مدینہ لے جائے گئے دوسرے دن وصال ہو گیا۔ سرکار نے خود انہیں اپنی ڈھال فرمایا۔ میدان جنگ میں مسلمان شہداء کو مثلہ کیا جا رہا تھا ان میں حضرت حمزہ بھی تھے ہندہ ان کے جگر کے ٹکڑوں سے ہار بنا رہی تھی۔ بقول ابن ہشام اس نے کلیجہ چبایا بھی تھا اور پھر تھوک دیا تھا۔ مصعب بن عمیر نے اسلامی جھنڈا بلند رکھا شہید ہوئے تو جھنڈا حیدر کے پاس آیا۔ ابی بن خلف نے سرکار کو للکارا صحابہ کرام لپکے مگر سرکار نے اس کا کام خود تمام فرمایا صرف خراش گردن پر آئی مگر یہ ضرب تو رسول کی تھی اور کافر خود کہہ رہا تھا اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیں تو مر جاؤں گا۔ مقام سرف پر پہنچ کر یہ مر گیا۔ زخموں کو حضور حیدر نے سیدہ فاطمہ کی معیت میں دھویا راکھ سے انہیں بھرا۔

ابوسفیان پہاڑی سے پکارا کیا تم میں محمد ہیں؟ سرکار نے جواب نہ دینے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بولا ابوبکر ہیں؟ جواب نہ پا کر بولا۔ عمر ہیں؟ جواب نہ ملا تو کہنے لگا سب مارے گئے ہیں اب حضرت عمر نے للکارا کہ سب زندہ ہیں اللہ نے انہیں تجھے رسوا کرنے کے لئے زندہ رکھا ہوا ہے۔ اُعْلُ ھبل. ھبل اونچا رہ---- ابوسفیان کا نعرہ تھا۔ اللّٰہ اعلیٰ و اجل مسلمانوں کا جوابی نعرہ بنا۔ ابوسفیان نے اگلے سال کا وعدہ کر کے واپسی کی ٹھانی۔

کچھ مؤرخین غلط فہمی سے کہتے ہیں کہ مسلمان شکست کھا گئے ہم اسے شکست نہیں مانتے جس فوج کا جرنیل میدان میں ڈٹا ہوا ہے۔ ابوسفیان کو زخمی شیروں کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہو وہ اگلے سال کا وعدہ دے کر خود میدان چھوڑ رہا ہو وہاں مسلمانوں کی شکست کا اعلان کرنا سراسر غداری ہے۔ ہاں مسلمانوں کا اس جنگ میں کافی نقصان جانی ہوا مگر مسلمان مجاہدین جس بے جگری سے لڑے وہ کفار مکہ کو ہمیشہ یاد رہا ان کے سُورما بھی کھیت ہو گئے۔ مسلمان خواتین نے جس جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا اور جو صبر اختیار فرمایا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔۔

ہجرت کا چوتھا سال ۴ھ ۲۶-۶۲۵ء

عہد شکنی کی وجہ سے بنو نضیر اسی سال جلا وطن ہوئے۔ بنو قریظہ کو آپ نے امن عطا فرمایا۔ اسی سال جمادی الاولیٰ میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا مگر جنگ نہ ہوئی صلوۃ خوف اسی غزوہ میں سب سے پہلے پڑھی گئی۔

۵ ہجری ۲۷-۶۲۶ عیسوی

اس سال ربیع الاول کا غزوہ دومۃ الجندل تھا مگر جنگ نہ ہوئی شعبان میں غزوہ مریسیع پیش آیا بنو المصطلق مغلوب ہو گئے واقعہ افک اسی غزوہ سے واپسی پر پیش آیا تھا۔

غزوہ احزاب (خندق)

بنو نضیر خیبر میں جلا وطن ہو کر چلے گئے تھے قریش اور دیگر قبائل کو ساتھ لیا اور مدینہ پر چڑھ دوڑے حزب (گروہ) کی جمع احزاب ہے یعنی متعدد گروہ جنہوں نے مل کر حملہ کیا چونکہ مدینہ کے گرد خندق کھود کر مسلمانوں نے اپنا دفاع کیا لہٰذا غزوہ خندق بھی نام ہوا۔

قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئے عمرو بن عبدود خندق ساتھیوں سمیت عبور کر کے مبارزت کا طالب ہوا ذوالفقار حیدری نے اس کا سر کاٹ پھینکا تو باقی سب بھاگ گئے چھ مسلمان حضرت سعد بن معاذ اوس کے سردار سمیت شہید ہوئے۔ شدید آندھی سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگ گئے دیکچے الٹ گئے اور قریش قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی سب گروہ خائب خاسر واپس چلے گئے شدت قتال کی وجہ سے عصر و مغرب کی نمازیں قضا ہوئیں جنہیں باقاعدہ اذان و جماعت سے ادا کیا گیا۔ احادیث کی سب کتابوں میں واقعہ احزاب کی تفصیلات وجود ہیں۔

غزوہ بنی قریظہ

چونکہ بنو قریظہ بدعہدی کر کے احزاب سے مل گئے تھے لہٰذا حکم ربانی سے سرکار کونین تین ہزار کی جمعیت سے ان کی طرف بڑھے ان کے قلعوں کا پچیس دن محاصرہ رہا انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو ثالث مانا جو زخمی تھے اور ابھی تک زندہ تھے انہوں نے مردوں کے قتل اور عورتوں اور بچوں کی گرفتاری اور مال کو غنیمت قرار دینے کا فیصلہ دیا سرکار کے حکم کے مطابق قرار دیا۔[1] اب اسی فیصلے پر عمل ہوا۔ حضرت زینب سے اس سال سرکار نے نکاح فرمایا جس کا ذکر قرآن کریم نے رفع اعتراض کے لئے تفصیل سے فرمایا۔[2]

۶ ہجری ۲۸۔۶۲۷ عیسوی

اسی سال میں بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ کا وقوع ہوا۔ حضور کریم عمرہ کے لئے چودہ سو کی جمعیت میں نکلے مگر قریش کو یہ بات ناگوار تھی نامہ و پیام کا سلسلہ چلا آپ اس وقت مقام حدیبیہ میں تھے دس سال لڑائی نہ لڑنے کا معاہدہ دست حیدری سے لکھا گیا آپ نے لفظ رسول اللہ کاٹنے سے انکار فرمایا۔ جو مسلمان ہو کر آئے اسے واپس کیا جائے کی شرط بھی تھی موقع پر ابوجندل اسلام لا کر حاضر ہوئے مگر واپس کر دیئے گئے سرکار نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔ یہ صبر رنگ لایا اور آگے چل کر قریش خود اس شرط سے دستبردار ہو گئے۔

اسی موقع پر حضرت عثمان سرکار کے سفیر بن کر مکہ گئے تھے افواہ پھیلی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے لہٰذا بیعت رضوان ہوئی سرکار نے اپنا ایک ہاتھ حضرت ذوالنورین عثمان کا

---

[1] ملاحظہ ہو استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰۔
[2] القرآن ۳۳/۳۷ (۳) سیرت رسول عربی ص ۲۰۷-۸ بحوالہ زرقانی شرح مواہب

ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ سیدنا عثمان پر سرکار کو بے حد اعتماد تھا کہ اپنا ہاتھ ان کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ علم نبوی میں وہ زندہ تھے ورنہ مردہ کی بیعت کیسی؟

یہ بیعت والی خبر سن کر قریش خوفزدہ ہو گئے حضرت عثمان اور دوسرے اصحاب کو چھوڑ دیا۔ حضرت عثمان کعبے کے پاس سے گزرے تو آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ سرکار کے بغیر وہ کعبے پر نظر بھی نہیں ڈالیں گے۔

مکہ سے ابوبصیر ثقفی مدینہ میں آ گئے۔ سرکار نے واپس فرمائے انہوں نے راستے میں لے جانے والے ایک شخص کو مار دیا اور دوسرا واپس مدینہ آیا ابوبصیر بھی آ گئے عرض کیا سرکار نے تو حسب معاہدہ مجھے بھیج دیا اب آپ کی ذمہ داری ختم ہے سرکار نے انہیں فرمایا وعدہ پورا نہیں ہوا تو یہاں سے چلا جا وہ ساحل سمندر پر چلے گئے ابوجندل بھی یہاں آ گئے اب شام کا راستہ قریش کے لئے پرخطر ہو گیا انہوں نے خود آ کر یہ شرط ختم کرائی سرکار نے دونوں کو طلبی کا فرمان بھیجا ابوبصیر کے ہاتھ میں وہ فرمان تھا کہ وصال ہو گیا ابوجندل ساتھیوں سمیت مدینہ میں آ گئے اور دور فاروقی میں شام میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

۷ ہجری ۶۲۸-۲۹ عیسوی

سرکار نے ملکوں کے حکمرانوں کو دعوت اسلام کے خطوط مبارکہ لکھے یہ خطوط بلاغت کا شاہکار ہیں۔ دعوت اسلامی کا مخصوص انداز ان میں جلوہ فرما ہے۔ کچھ خطوط مختلف ملکوں سے مل گئے ہیں ان کی عبارات ذرا فرق کے بغیر وہی ہیں جو کتب حدیث میں موجود ہیں یہ حدیث کی کتابوں کی صحت کی بھرپور دلیل ہے۔ جن لوگوں کو یہ فرمان نامے بھیجے گئے ان میں قیصر' کسریٰ' اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ' مقوقس حاکم مصر' ہوذہ صاحب یمامہ' حارث گورنر شام' منذر حاکم بحرین اور عمان کے گورنر وغیرہ شامل تھے۔

قیصر نے ابوسفیان کو طلب کر کے حقائق معلوم کئے بند کمرے میں عمائدین سے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی مگر ان کے شدید ردعمل کی وجہ سے خالص سیاستدانوں کی طرح کہا میں تو تمہارے ایمان کا امتحان لے رہا تھا۔

کسریٰ نے گرامی نامہ پھاڑ دیا۔ سرکار نے فرمایا۔ "اے اللہ تو اس کے ملک کے

ٹکڑے کر دے جیسے اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے۔'' سیدنا فاروق کی افواج نے ایران کے ٹکڑے کر دیئے اور کسریٰ کا نام تک مٹ گیا شاہ حبشہ تخت سے اترا نامہ مبارک چوما آنکھوں سے لگایا ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھا اور اسلام لایا اسی کا جنازہ غائبانہ سرکار نے پڑھایا۔ اس نے حضرت ام حبیبہ کا نکاح سرکار سے کیا۔

مقوقس مصر نے دو قبطی لڑکیاں، خچر اور کپڑے تحفتاً بھیجے۔ ماریہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور سیرین حضرت حسان کو عطا ہوئیں خچر کا نام دلدل تھا۔ سرکار نے فرمایا ملک کی طمع میں اسلام سے یہ رکا ہے مگر ملک تو چلا جائے گا پھر ایسا ہی ہوا۔ مقوقس اور منذر کے نام لکھے ہوئے گرامی نامے مل گئے ہیں اور ترکی کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہیں۔

غزوہ ذی قرد

اسی سال قبیلہ غطفانی کے چالیس سواروں نے سرکار کی چراگاہ پر حملہ کر کے ابوذر کے صاحبزادے کو قتل کر کے اور ان کی بیوی کو گرفتار کر کے بیس اونٹنیاں لے گئے۔ حضرت سلمہ --- مشہور تیر انداز اور تیز رفتار پیچھے لگے مدینہ سے کمک بھی چلی وہ ذی قرد کے مقام پر پانی کے لئے اترے تو سلمہ بن اکوع نے جا لیا اور تیر برسائے ذو قرد کے قریب پہنچے تو عیینہ غطفانیوں کی مدد کو آیا مقابلہ ہوا تو غطفانی بھاگ کھڑے ہوئے شام کو حضور وہاں پہنچے تو سلمہ نے سوار مانگے کہ انہیں گرفتار کر کے لاتا ہوں سرکار نے فرمایا '' غالب ہو گئے ہو اب نرمی برتو'' حضرت ابوذر کی بیوی بھی واپس آ گئیں۔

غزوہ خیبر

یہود کے دل میں لاوا ابل رہا تھا سرکار ادھر بڑھے وادی رجیع میں اترے تا کہ غطفان کا راستہ بند ہو۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ اب مضبوط قلعہ قموص سامنے تھا مگر فتح نہیں ہو رہا تھا ارشاد ہوا کل جھنڈا اسے ملے گا جو فتح کرے گا حضور حیدر کا نام سویرے پکارا گیا عرض کیا گیا آشوب چشم میں مبتلا ہیں لعابِ دہن ڈالا گیا شفا ہوئی مرحب کا بھائی حارث مقابل ہوا مارا گیا مرحب نکلا ذوالفقار حیدری نے اسے کاٹ ڈالا دروازہ قوت حیدری کی نذر ہو گیا اور اسلام کا راستہ نہ روکا جا سکا۔ سب قلعے اب جلدی فتح ہو گئے۔ صفیہ بنت

حیی بن اخطب کو سرکار نے آزاد فرما کر نکاح فرمایا کیونکہ ان کا والد بھی خیبر کا رئیس تھا اور خاوند بھی بنی نضیر کا رئیس تھا حفظ مراتب کے لئے سرکار نے انہیں آزاد فرمایا اور پھر اپنے نکاح سے معزز فرمایا۔ بٹائی پر خیبر کی زمین یہود کی تحویل میں چھوڑی حضرت عبداللہ بن رواحہ--- شاعر رسول عربی-- بٹائی کے لئے گئے آدھا آدھا کر کے انتخاب کا حق یہود کو دیا تو وہ پکار اٹھے "ایسے ہی عدل سے زمین و آسمان قائم ہیں۔"

غزوہ وادی القریٰ

وادیٔ خیبر اور تیماء کے درمیان وادی القریٰ تھی کئی گاؤں تھے لہٰذا یہ نام--- دیہات والی وادی --- تھا دعوت اسلام کے خلاف آمادہ پیکار ہوئے مگر جلدی مغلوب ہو گئے۔ تیماء، فدک والوں نے بھی اطاعت کر لی۔ سلا کی بیوی زینب نے زہر آلود گوشت کی دعوت کی سرکار نے ساتھیوں سے کہا میرے ہاتھ والا گوشت کہہ رہا ہے کہ اس میں زہر ہے۔ وہ خاتون مواخذہ پر بولی کہ میرا خیال تھا اگر آپ نبی ہیں تو زہر اثر نہیں کرے گا۔ سرکارؐ نے معاف فرما دیا لیکن جب بشر بن براء زہر سے وصال پا گئے تو قصاص میں یہودیہ کو قتل کر دیا گیا۔[1]

۸ ہجری ۳۰-۶۲۹ عیسوی

غزوہ موتہ

حقیقت میں سریہ تھا لشکر کی زیادتی کی وجہ سے غزوہ کہا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ حضور کے سفیر کو موتہ میں جبلیل غسانی نے شہید کر دیا تھا۔ آپ نے تین ہزار فوج حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں بھیجی ارشاد تھا وہ شہید ہوں تو جعفر بن ابی طالب وہ شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ قائد ہوں گے۔ ثنیۃ الوداع تک خود فوج کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ہزار کے مقابل ایک لاکھ فوج تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا فتح یا شہادت ہم پیچھے نہیں جائیں گے۔

بے جگری سے معرکے میں اترے تینوں حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے

---

[1] مندرجہ بالا واقعات حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہیں بخاری سے لے کر مشکوۃ تک واقعہ خیبر میں نیز باب المعجزات میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

ادھر مدینہ میں سرکار سارا منظر ملاحظہ فرمار ہے تھے لوگوں کو سب حالات بتائے حضرت جعفر کا ایک ہاتھ کٹا تو علم دوسرے میں پکڑا وہ کٹا تو بغل میں دبا لیا اسی حال میں شہید ہوئے۔ بقول ابن عمر نوے سے زائد زخم جسم پر تھے مگر پشت پر کوئی نہیں تھا سرکار نے فرشتوں کے ساتھ جنت میں انہیں اڑتے دیکھا لہٰذا لقب طیار ہوا چونکہ دونوں بازو خون آلود تھے لہٰذا ذوالجناحین بھی آپ کو کہا گیا۔

قیادت اب خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں لشکر کفار میں حیرانی تھی کہ تین ہزار کس انداز سے دو لاکھ افواج سے لڑ رہے ہیں بارہ شہید ہوئے باقی صحیح و سالم واپس آ گئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس غزوہ نے عرب سے نکل کر عجم سے پہلی دفعہ پنجہ آزمائی کر کے آنے والے دور کی طرف واضح اشارہ دے دیا تھا یاد رہے کہ حبیل کی ایک فوج کے ساتھ قیصر کی ایک لاکھ امدادی فوج بھی تھی۔

فتح مکہ

مکیوں نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا۔ اب سرکار مکہ کی طرف بڑھے دس ہزار فوج ساتھ تھی مکیوں کی قوت مدافعت جواب دے چکی تھی ابوسفیان نے رات کو فوج کا معائنہ کیا دس ہزار فوج دور تک بکھیر دی گئی تھی ابوسفیان نے تعداد بہت زیادہ سمجھی اب یہ فوج شہر میں داخل ہو رہی تھی۔

یہ وہی شہر ہے جہاں سے ہجرت کی رات صرف صدیق اکبر کے ساتھ سرکار نکلے تھے آج بقول کتب ساوی دس ہزار قدوسیوں کی فوج اسی شہر میں داخل ہو رہی تھی مگر اعلان تھا سب کو امن ہے ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جانے والوں کو بھی امن ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ سردار انصار تھے علم ہاتھ میں تھا اور فرمار ہے تھے۔

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تَسْتَحِلُّ الْكَعْبَةُ. آج بڑے معرکے کا دن ہے آج کعبہ میں بھی جنگ حلال ہے۔

اب علم ان کے بیٹے کو عطا ہوا اور ارشاد ہوا ''آج کعبے کی عزت کا دن ہے اسے غلاف پہنایا جائے گا۔'' حضرت خالد جس راستے سے آئے تھے ان پر حملہ ہوا دو صحابی شہید ہوئے خالد کے جوابی عقابی حملے سے وہ تیرہ سے زائد لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے حضرت خالد

سے جواب طلبی ہوئی تو انہوں نے عرض کیا ابتداء کفار نے کی تھی۔ اب شاندار فوج کے ساتھ سواری کعبے کی طرف چلی جس میں تین سو ساٹھ --- بقول ابن خلدون تین سو پینسٹھ بت تھے کہ قبائل ۳۶۵ تھے اور سب کا بت الگ تھا --- بت نصب تھے آپ لکڑی بتوں کو مارتے جاتے اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھتے جاتے۔

بڑے بت کو توڑنا چاہا حضور حیدر آپ کا وزن نہ اٹھا سکے تو سرکار نے انہیں اٹھا لیا اور بت پاش پاش ہو گیا۔ کعبے کی کنجی حضرت عثمان بن طلحہ سے لے کر اندر تشریف لے گئے۔ سیدنا ابراہیم و اسماعیل ذبیح کے مجسمے ہاتھوں میں جوئے کے تیر لئے کھڑے تھے۔ سب تصاویر مٹا کر کعبے کو پاک فرمایا کہ وہ اس کے لئے بھی رحمت تھے یہاں نوافل کے بعد خطبہ دیا۔ یہ خطبہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

جاؤ تم آزاد ہو

فوجی برتری کے بعد فاتح مفتوحین سے جو سلوک کرتے ہیں دونوں عظیم جنگوں کے بعد ایک دنیا دیکھ چکی ہے۔ اب عراق نے امریکہ جو کچھ کر رہا ہے وہ کسے معلوم نہیں۔ مگر سرکار نے مجمع کو مخاطب کر کے ان کے مظالم یاد کرا کے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ انہیں اپنے اطوار کا پتہ تھا مگر لجاجت سے آپ کی اور آپ کے خاندان کی شرافت کا واسطہ دیا ارشاد ہوا ''جاؤ تم آزاد ہو'' سرزنش تک بھی نہیں فرمائی۔ اقتصادیات' تجارت' سیاست وغیرہ میں دخل نہیں دیا۔ اس سلوک نے ہر طرف ایک انقلاب آ گیا اسلام قبول کرنے کے لئے لوگ لپکے ابوسفیان اور ان کی بیوی تو پہلے ہی اسلام کا دامن پکڑ چکے تھے مگر قرآن نے فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والوں کا مرتبہ بہت بلند رکھا ہے۔[1] مکہ کی طہارت کے بعد ماحول کے بتوں کو سرایا کے ذریعے تباہ کرا دیا گیا۔ سرکارؐ نے مکہ والوں سے جو حسنِ سلوک فرمایا اس کا بھرپور اعتراف غیر مسلموں نے بھی کیا ہے ولیم میور نے لائف آف محمد میں سرکار کو بھرپور خراج عقیدت اس وسیع القلبی پر پیش کیا گیا ہے۔

غزوۂ حنین

ہر طرف فتح مکہ کا اچھا اثر تھا مگر مکہ و طائف کے درمیان قبیلہ ہوازن بہت

۱۔ القرآن --- الحدید ۱۰

افروختہ ہوا --- مالک بن عوف نصری قائد تھا سو سالہ رئیس چشم بھی مشورہ کے لئے ساتھ تھا عورتوں بچوں کو بھی ساتھ لایا گیا درید کو اعتراض تھا مگر اس کی بات نہ چل سکی۔

مسلمان بارہ ہزار تھے ابوجہل کے بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے دس ہزار درہم قرض لئے گئے غیر مسلم صفوان بن امیہ سے سو زرہیں مانگ کر لی گئیں آج مسلمانوں کے نوخیز لڑکوں کو کثرت پر ناز ہوا روشنی سے پہلے حملہ کر دیا دشمن گھات میں تھا۔ تیروں کی بارش ہوئی مسلمانوں کا پلہ تو بھاری تھا مگر مقدمۃ الجیش کے نوجوان زرہ تک بھی نہیں پہنے تھے ان کے پاؤں کیا اکھڑے فوج میں افراتفری پھیل گئی حضور خچر پر سوار تھے عباس نے رکاب پکڑ رکھی تھی اور آپ کے عم زاد ابوسفیان --- اموی نہیں --- نے رکاب تھام رکھی تھی۔ زبان پر تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ. اَنَا ابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ. میں سچ سچ نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس نے انصار سے بیعت رضوان والوں اور سورہ بقرہ کے قاریوں کو آواز دی مجمع یوں لپکا کہ باید و شاید۔ اب سرکار نے فرمایا ''اب تنور خوب گرم ہو گیا ہے'' بیخ کلیاں گھوڑے بھی دشمن کو نظر آنے لگ گئے۔ سرکار نے مشت خاک لے کر پھینکی۔ شَاهَتِ الْوُجُوهُ کا کلمہ زبان پر تھا بس کفر بھاگ کھڑا ہوا۔ قرآن نے تفصیل بیان کی ہے۔[1]

جنگ اوطاس

شکست خوردہ فوج کچھ اوطاس اور کچھ طائف میں جمع ہوئی سرکار نے ابوعامر کو اس وادی میں بھیجا وہ شہید ہوئے پھر ابوموسیٰ نے فوج کی قیادت کی اور فاتح ہوئے ابوعامر نے شہادت کے آخری لمحات میں سرکار کو سلام بھیجا اور طالب دعا ہوئے۔ سرکار نے فرمایا۔ ''اللہ! ابوعامر عبید کی مغفرت فرما اور اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے بہتوں سے اوپر رکھ۔'' اب صرف طائف والا حصہ باقی ہے۔

محاصرۂ طائف

جنگی قیدی اور اموال غنیمت جعرانہ --- مکہ سے بارہ میل --- بھیج کر سرکار خود طائف

۱۔ القرآن توبہ ۲۵ تا ۲۸

تشریف لے گئے۔ طفیل موسیٰ کو ذوالکفین بت توڑنے کا حکم ہوا بت جل گیا دوسی قبیلہ کے چار سو گرفتار ہو کر دبابہ اور منجنیق سمیت قید ہو کر طائف میں حضور کے سامنے پیش کر دیے گئے۔

بنو ثقیف نے طائف کے قلعے میں پناہ لے رکھی تھی۔ مسلمانوں نے پہلی دفعہ منجنیق استعمال کی مگر جوابی تیر کافروں نے برسائے۔ دبابہ --- چمڑے اور لکڑی کا ایک آلہ جس کی اوٹ میں قلعہ تک جاتے تھے' استعمال ہوا تو گرم لوہے کی سلاخوں سے اسے دشمن نے آگ لگا دی۔ سرکار نے اعلان کر دیا جو کافروں کا غلام قلعہ سے نکل کر ہمارے پاس آئے گا وہ آزاد ہے تیس غلام آ گئے ان میں حضرت حارث کنوئیں کی چرخی پر لٹک کر دیوار سے اترے۔ سرکار نے ان کی کنیت اسی وجہ سے ابوبکرہ رکھی۔ "لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔" یہ ضرر نہیں دے سکتی۔ حضور نے صحابہؓ کے مشورے پر محاصرہ اٹھا لیا۔ ثقیف کے تیروں کی وجہ سے غلاموں نے ان کے خلاف بددعا کی درخواست کی تو ارشاد ہوا "اللہ! ثقیف کو ہدایت دے کر لے آ۔" دعا کا اثر یہ تھا کہ وہ ۹ھ میں بطور وفد مسلمان ہو گئے۔

مال غنیمت بہت زیادہ تھا۔ سرکار نے مہاجرین اور نو مسلموں (طلقاء) کو دیا انصار کو عطا نہ فرمایا نوخیز جوانوں نے اسے محسوس کیا۔ سرکار نے خطبہ میں فرمایا لوگ مال لے کر جا رہے ہیں اور تم محمد کو لے کر جا رہے ہو اس فقرے پر کہرام مچ گیا۔ یا رسول اللہ رضینا --- رسول خدا! ہم راضی ہیں --- رو رو کر داڑھیاں بھیگ گئیں۔ آپ کی رضاعی بہن شیماء بھی قیدیوں میں تھیں آپ نے انہیں اپنی چادر بچھا کر اوپر بٹھایا وہ ایمان لائیں' غلام' لونڈی اور اونٹ دے کر آپ نے انہیں ان کی خواہش کے مطابق واپس بھیج دیا۔

آپ نے غنائم بہت انتظار کے بعد تقسیم فرمائے کہ ہوازن آ جائیں۔ نہ آئے تقسیم کے بعد آئے اسلام لائے اب عرض کرنے لگے یہ قیدی عورتیں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں کرم فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا دیر کی ہے بہر حال اب قیدی یا غنیمت سے ایک چن لو انہوں نے جنگی قیدیوں کی رہائی کو پسند کیا آپ نے فرمایا میں اپنے خاندان کے قیدی آزاد کر سکتا ہوں' دوسروں کے لئے ظہر کی نماز کے بعد درخواست کر دی ایسا ہی ہوا آپ نے غلاموں کو فرمایا "میں جنگی قیدی واپس کرنا چاہتا ہوں آپ لوگ اگر معاوضہ کے بغیر آزاد کر دیں تو بہتر ہے ورنہ آج کے بعد جو غنیمت ملے گی اس سے میں معاوضہ ادا کروں گا۔" سب

نے بلامعاوضہ چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے غنیمتوں کا شمار مختصراً یہ تھا۔ جنگی قیدی چھ ہزار' اونٹ چوبیس ہزار' بکریاں چالیس ہزار' چاندی چار ہزار اوقیہ۔

۹ ہجری ۳۱-۶۳۰ عیسوی

اس سال واقعہ ایلاء پیش آیا جس کی تفصیلات سب کتب حدیث میں اور جس کے احکام سب کتب فقہ میں موجود ہیں۔ کعب بن زہیر اس عرصہ میں اسلام لائے اور شہرہ آفاق قصیدہ پیش کیا۔

غزوۂ تبوک

یہ سرکار نبوت کا آخری دور دراز کا غزواتی سفر تھا مدینہ منورہ میں یہ خبر پھیلی کہ رومی اور عیسائی عرب مل کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں فوج تیار ہو چکی ہے' سرکار کریم نے عرب اور مکہ والوں سے جانی و مالی امداد طلب فرمائی رجب کا مہینہ تھا شدید گرمی تھی اور قحط نے لوگوں کی قوت توڑ دی تھی اس بناء پر اسے غزوۃ العسرہ بھی کہتے ہیں قرآن نے بھی اس وقت کو ساعۃ العسرۃ کہا ہے۔

اس فوج کی مالی تیاری میں سیدنا عثمان ذوالنورین سب سے آگے نکل گئے۔ صدیق و فاروق نے بھی بڑا ایثار فرمایا۔ قرآن پاک نے اس غزوہ سے پیچھے رہنے والوں پر شدید الفاظ میں تنقید کی ہے ان سے معاشرتی مقاطعہ بھی پوری قوت سے ہوا سرزمین ثمود سے گزر ہوا سرکار چادر مبارک سے منہ مبارک ڈھانپ کر گزرے وہاں کا پانی استعمال کرنے سے روکا۔

راستہ میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی ایک منافق بولا آسمان کی خبریں دیتے ہیں زمین پر اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں ہے سرکار کو یہ بات اللہ کریم نے بتا دی حضور نے ایک منافق کے حوالے سے بیان بھی فرمائی اور اونٹنی کی جگہ بھی بتا دی ارشاد ہوا اس کی نکیل درخت میں پھنس گئی ہے۔ وہاں جا کر نکال لاؤ صحابہ جا کر نکال لائے' حجر سے تبوک کی طرف بڑھے وہاں جا کر کوئی آثار جنگ کے نہ ملے تبوک والوں نے جزیہ پر صلح کر لی' ایلہ کے سردار اور اردگرد کے باقی سرداروں نے بھی جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کی۔

حضرت خالد کو چار سو سواروں کا دستہ دے کر گائے قلعہ کندی نصرانی کو زیر کرنے کے لئے بھیجا ارشاد ہوا "اسے نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے" وہ قلعہ بند تھا رات کو نیل گائے قلعہ کی دیوار کے پاس آئی دروازے کو سینگ مارنے لگی وہ قلعہ سے اتر کر اس کے شکار کے لئے نکلا تو خود مجاہدین اسلام کا شکار ہو گیا وہ پکڑ کر مدینہ طیبہ لائے اس نے جزیہ کی ادائیگی تسلیم کر لی۔

مسجد ضرار

یہ مسلمانوں میں تفریق کے لئے ضعفاء و مرضیٰ کے لئے مسجد قبا کے قریب منافقوں نے تعمیر کرائی تھی انہیں کافروں اور ابو عامر عیسائی وغیرہ کی حمایت حاصل تھی وہ خود میدان چھوڑ کر شام چلا گیا اور تفرقہ اندازی کے لئے اس مسجد کی تعمیر کی سازش کی تا کہ اس میں سامان حرب رکھا جا سکے انہیں قیصر کی فوج لانے کا حکم بھی دیا تا کہ مسلمانوں کو اس علاقہ سے نکال دیا جائے تعمیر کے بعد حضور کو وہاں نماز کے لئے کہا آپ نے فرمایا میں تبوک جا رہا ہوں واپسی پر بات ہو گی آپ واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذوادان پر پہنچے تو آیات قرآنیہ نے منافقوں کا بھانڈا پھوڑ دیا۔[1] حضور نے صحابہ کو بھیج کر مسجد جلوا دی۔ اس سال بے شمار بیرونی وفد بھی آئے عموماً اسلام کی آغوش میں پناہ لی۔ اسی سال صدیق کی قیادت میں حج ادا کیا گیا۔ آیات برأت حضور حیدر نے سنائیں۔

۱۰ ہجری ۳۲۔۶۳۱ عیسوی

یہ بھی وفود کا ہی سال رہا۔ یمن والے اور ملوک حمیر دامن اسلام میں آئے۔ اس سال سرکار علیہ السلام نے حج ادا فرمایا۔ حجۃ الوداع کا عظیم اسلامی چارٹر والا خطبہ ارشاد ہوا۔ دنیا بھر کے عظماء میں سے کسی نے اتنے اختصار اور جامعیت سے ایسا خطبہ کبھی نہیں پڑھا۔ آج اگر دنیا سے ساری قانون کی کتابیں ضائع ہو جائیں تو اس مقدس خطبے کو سامنے رکھ کر پھر آئین، قانون، دستور اور دیگر احکام مرتب کئے جا سکتے ہیں۔

سرکار نے حضور حیدر کو فرمایا۔ لا اراکم بعد عامی هذا۔ اس سال کے بعد تم لوگوں سے ملاقات نہ ہو گی۔ صدیق آپ کی ایک تمثیل کو سن کر رو دئے تھے صحابہ حیران ہوئے

۱۔ القرآن توبہ ۱۰۷ تا ۱۱۰

کہ سرکار تو کسی کی بات کر رہے ہیں مگر دراصل بات اپنے وصال کی تھی صحابہ کرام نے اس بات پر عظمت صدیق تسلیم کی۔اب اعلان ہوا کہ دین کی تکمیل ہو گئی ہے۔

۱۱ہجری ۶۳۲_۶۳۱ عیسوی

یہ سال وصال نبوی کا سال ہے۔سرکار علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا ولایت اسی تزکیہ کا نام ہے صحابہ گرامی سب کے سب حسب استعداد اس تزکیہ سے حصہ دار ٹھہرے مگر کچھ حضرات کا مقام بہت ہی اونچا تھا ان میں خلفائے راشدین' عشرہ مبشرہ' اصحاب بدر' حضرت ابوذر غفاری' جناب سلمان فارسی اور حضور مقداد وغیرہ ممتاز ترین شخصیات ہیں۔ خاندان نبوت اور اقرباء میں جضور حیدر سرفہرست ہیں حضرت ابن عباس' حضور جعفر طیار وغیرہ عظیم انسان ہیں اور تعلیمات محمدیہ کا کامل نمونہ ہیں۔ سلسلہ ولایت دو ہستیوں سے چلا سیدنا صدیق اکبر اور مولائے کائنات حضور حیدر کرار سے۔ چار معروف سلاسل میں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضور صدیق اکبر کے واسطے سے سرکار نبوت تک جاتا ہے اور باقی تینوں سلاسل گرامی --- چشتی' قادری اور سہروردی --- حضور حیدر کے وسیلے سے سرکار نبوی تک پہنچتے ہیں۔

تزکیہ ہی اصل تصوف ہے

ہم یہ اس لئے عرض کر رہے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جائے تصوف کی بنیاد ذات رسالت نہیں ہے دراصل تصوف تزکیہ کا نام ہے اور سرکار کا طرۂ امتیاز ہی تزکیہ ہے۔قرآن نے جگہ جگہ آپ کی صفت تزکیہ کا ذکر وَیُزَکِّیْھِمْ --- وہ ان کا تزکیہ فرماتے ہیں --- سے کیا ہے۔ ہاں صحابہ کرام کی ذاتیں مجمع الصفات تھیں تزکیہ بھی ان صفات میں سے ایک صفت تھی بعد میں آنے والوں میں وہ جامعیت نہ رہی لہٰذا کسی ایک ایک پہلو کے ماہرین پیدا ہونے لگے اور پھر تصوف بھی ایک فن کے ماہرین میں محدود ہو گیا لیکن ہمارے صوفیاء میں کبھی کبھی جامع الصفات شخصیات بھی پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے صحابہ کرام کی جامعیت کی یادیں تازہ کر دیں۔آیئے گیارہ ہجری کے سب سے اہم واقعہ وصال نبوی پر بھی چند گزارشات سنتے چلیں۔

وصال نبوی

یہ ۱۱ ہجری کا ماہ صفر تھا آخری دن تھے اور سرکار علیہ السلام کی طبیعت پاک علیل ہو رہی تھی مرض بڑھتا جا رہا تھا۔ سرکار سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔ امامت کے لئے صدیق اکبر کو حکم ملا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھیں کہ ایسا نہ ہونے پائے انہوں نے رکاوٹ ڈالنے کی کوششیں بھی کیں مگر سرکار نے شدت سے منع فرما دیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ نماز صدیق پڑھائیں گے۔ سیدنا حیدر نے یہی دلیل خلافت کے لئے یہ کہ کر پیش فرمائی کہ سید کل نے انہیں ہماری نماز کا امام بنایا ہے تو ہم انہیں اپنی دنیا کا بھی امام تسلیم کرتے ہیں۔ سرکار نے خود کھڑکی کھول کر صدیق اکبر کی امامت ملاحظہ فرمائی اور صحابہ کرام کے چہرے دوران نماز میں ہی سید کل کی طرف ہو گئے۔

یہ جمہور کے قول کے مطابق بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری کی سوموار کی صبح تھی اور حافظ ابن حجر حضرت ابو مخنف کے حوالے سے ۲ ربیع الاول کی صبح قرار دیتے ہیں اسی کو معتمد سمجھتے ہیں ہمارے مشائخ نے یہی تاریخ تسلیم کی ہے لہٰذا آستانہ عالیہ سیال شریف میں اسی تاریخ کو سید کل کا عرس پاک بڑے ہی اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ وہ سب عرسوں سے اعلیٰ رہے۔

سوال یہ ہے کہ اسے ثانی عشر (بارہ) کیوں سمجھ لیا گیا علامہ ابن حجر فرماتے ہیں لفظ ثانی تھا اس کے ساتھ غلطی سے عشر لگ گیا اور یوں ثانی عشر بن گیا۔

سرکار نے حضرت زید --- شہید موتہ --- کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو فوج کا کمانڈر بنایا تاکہ وہ شام کی طرف جائیں اور حضرت زید کے مجاہدات کو آگے بڑھائیں۔ اس فوج میں حضرت عمر بطور سپاہی شامل تھے یہ آخری فوج تھی جو سرکار نبوت نے تیار فرمائی تھی مگر اسے روانہ سیدنا صدیق نے فرمایا۔

اپنے غلاموں کو وصیت فرمائی

۱۔ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرنا۔ ۲۔ سفیروں اور ایلچیوں سے وہی انعام و اکرام والا سلوک جاری رکھنا جو میں کیا کرتا تھا۔

غلاموں پر شفقت

وفات شریف کے بالکل قریب یہ جملہ اکثر زبان اقدس پر جاری رہتا۔ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ --- نماز اور غلام --- اس سے پتہ چلتا ہے کہ تعلق باللہ اور غلاموں کی بہبود کا سرکار کو کتنا خیال تھا بالکل آخری لمحات میں زبان وحی ترجمان پر یہ مقدس الفاظ تھے۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کی کتنی حسین ترغیب ہے۔

وصال ہو گیا تو غلاموں کی نگاہ میں دنیا تاریک ہو گئی۔ کئی یہ حادثہ برداشت نہ کر سکے اور فوت ہو گئے' کھڑے ہوئے بیٹھ گئے' بیٹھے ہوئے لیٹ گئے۔

حضور حیدر نے غسل دیا دوران غسل جو کچھ انہوں نے کہا وہ آگے ان کے حالات میں آ رہا ہے۔ حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے فضل پہلو بدلنے میں حیدر کی مدد کر رہے تھے قثم بن عباس' اسامہ بن زید اور حضور کے غلام حضرت شقیر ان پر پانی ڈال رہے تھے سوائے حیدر کے سب نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی کہ حضور کے جسم اطہر پر نظر نہ پڑے تین سحول کے بنے ہوئے۔ سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ قمیص اور عمامہ نہیں تھے۔

سوموار صبح --- بقول دن ڈھلے --- وصال ہوا۔ بدھ کی شب آپ مدفون ہوئے۔

آپ کا جنازہ مبارک

چونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی اور موت میں قوم کے امام تھے لہٰذا آپ کے جنازہ کا کوئی امام نہ تھا۔ حسب ارشاد حضور حیدر آپ کا جنازہ یہ تھا کہ حاضر ہوں اور صلوۃ وسلام پڑھ کر باہر آ جائیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ آیت درود

ان اللّٰہ وملئکتہٗ یصلون علی النبی یآ ایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما۔ — یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوۃ بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

آپ کے جنازہ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ سرکار کو اسی لئے جلدی دفن نہیں کیا گیا کہ غلاموں کی خواہش تھی

۱۔ حیات القلوب ج ۲

دور دراز سے سب لوگ جنازہ میں شرکت کریں پھر لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ شدید گرم موسم میں سرکار اتنی دیر تک اپنے غلاموں میں وصال کے بعد رہیں اور موسم اثر نہ کرے تو پتہ چل جائے کہ وہ زندہ ہیں اور قبر اقدس میں بھی زندہ ہی رہنا ہے لہٰذا یہ جسد اقدس سدا سلامت رہے گا اور حضور کے اس ارشاد کی تصدیق ہو جائے گی۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق ۱؎

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے اللہ کا نبی تو زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے وہ تقسیم رزق کرتا ہے۔

حجرہ اقدس میں جتنے لوگ آ سکتے آتے درود و سلام پڑھتے آتے وہ اور نکل جاتے تو اتنے اور آ جاتے خواتین معصوم بچوں کو بھی اٹھا لاتیں تا کہ وہ بھی زیارت رسول سے مستفید ہوں۔

صدیق اکبر نے مجمع کو حدیث سنائی کہ نبی کا جہاں وصال ہوتا ہے وہیں وہ مدفون ہوتے ہیں لہٰذا آپ کے حجرہ اقدس میں' جائے وصال پر ہی حضرت ابوطلحہ انصاری نے لحد کھودی' حضرت عباس' حضرت علی قثم' فضل' قبر میں اترے لحد میں کچی اینٹیں لگائیں' قثم سب سے آخر قبر سے نکلے۔ قبر اقدس پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت انس واپس پلٹے تو سیدہ فاطمہ طیبہ نے فرمایا۔ "انس! تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ سرکار کی قبر کو مٹی سے بھر دیا۔ سیدہ نے درد بھرے اشعار میں مرثیہ کہا۔ سیدنا علی و سیدنا صدیق اور دیگر صحابہ نے منظوم و منثور مراثی کہے۔ وصال کے بعد ضمیر حاضر اور یا سے خطاب کیا لہٰذا امت آج تک یا رسول اللہ کہتی آ رہی ہے۔

وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا سب راہ خدا میں صرف فرما دیا سب مسالک کی کتابوں میں یہ عبارت ملتی ہے۔

ما ترک رسول للہ دِینَاراً وَلَا دِرْھَمًا وَلَا بَعِیْراً وَلَا شَاۃً ۲؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے نہ درہم و دینار چھوڑے اور نہ ہی کوئی اونٹ اور بکری چھوڑی۔

۱۔ نسائی ج ۱ ص ۱۳۹ ابن ماجہ ص ۷۶

۲؎ بخاری ج ۱ کتاب الوصایا ص ۳۸۲ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۳۵ء

ایک سفید خچر اور تلوار تھی جس میں قاعدہ وراثت جاری نہیں ہوا بلکہ حضور حیدر نے یہ لے لیں باقی اموال وقف تھے جن کی ولایت سرکار کے پاس تھی جو آنے والے خلیفہ کو تفویض ہونے تھے پھر ایسا ہی ہوا۔ سیدنا عمر نے مال بنونضیر وغیرہ کی تولیت سیدنا حیدر و سیدنا عباس کے حوالے فرما دی۔ فدک و خیبر اپنے پاس رکھا مزید تفصیلات بخاری اور دیگر کتب سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اموی حکام نے جو ترمیمات کی تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں ختم کر کے خلافت راشدہ والا نظام پھر فدک اور دیگر اموال میں بحال کر دیا حضور علیہ السلام کی کچھ اشیاء کچھ صحابہ نے بطور تبرک بھی اپنے پاس رکھی تھیں ان میں بال مبارک بھی تھے۔ مستعمل کپڑے بھی تھے جو آج تک کئی مقامات پر اسلامی دنیا میں محفوظ ہیں۔

آپ کے بعد مسند پر سیدنا صدیق اکبر آئے ساری امت نے انہیں اپنا مذہبی و سیاسی قائد مانا۔ اس کی تفصیلات بھی آگے آتی ہیں۔

ازواج مطہرات

گیارہ ازواج مطہرات سب کے نزدیک مسلمہ ہیں۔ چھ قبیلہ قریش سے چار غیر قریشی عربی اور ایک غیر عربی اسرائیلی ہیں۔ اسمائے عالیہ شادی کی ترتیب سے یوں ہیں۔

1۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ : لقب طاہرہ تھا ان کی زندگی میں حضور نے دوسری شادی نہیں فرمائی ہجرت سے تین سال پہلے پینسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ حضور نے خود قبر میں اتارا اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی۔

2۔ حضرت سودہ بنت زمعہ : قدیم الاسلام تھیں۔ خولہ بنت حکیم کی خواہش پر سرکار نے ان سے شادی فرمائی۔ خلافت فاروقی کے آخری حصے میں وصال ہوا۔ کچھ لوگوں نے ۵۴۔۵۵ ہجری کہا ہے۔ پانچ احادیث آپ سے مروی ہیں۔

3۔ حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر : کنیت اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کی وجہ سے ام عبداللہ تھی۔ بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں خولہ بنت حکیم کو حضور نے ان کی والدہ کے پاس خواست گاری کے لئے بھیجا تھا۔ والدین مہاجر تھے برأت آسمان سے نازل ہوئی۔ ان کے لحاف میں سرکار پر وحی نازل ہوتی رہتی قادر الکلام فصیح و بلیغ تھیں حضرت عمر اور حضرت عثمان ان سے مسائل پوچھنے کے لئے آدمی بھیجا کرتے تھے حضور حیدر کرار نے بھی کئی دفعہ آدمی

بیجے بے حد سخی تھیں لاکھ درہم آئے روزے سے تھیں سب تقسیم فرما دیئے ام الدرداء نے عرض کیا افطاری کے لئے ایک درہم تو رکھ لیتیں ارشاد ہوا یاد کرا دیتیں تو رکھ لیتی۔ دو ہزار دو سو دس احادیث آپ سے مروی ہیں۔ ایک سو چوہتر بخاری و مسلم نے چون بخاری نے اور اڑسٹھ مسلم نے روایت کی ہیں۔ ۵۷ھ میں وصال ہوا۔ عمر چھیاسٹھ سال تھی۔

4۔ حضرت حفصہ بنت عمر: وصیت کے مطابق رات کو جنت البقیع میں مدفون ہوئیں جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھایا۔ بعثت سے پانچ سال پہلے ولادت ہوئی ساٹھ احادیث آپ سے مروی ہیں شعبان ۴۵ھ میں وصال ہوا۔ یہ دور معاویہ تھا۔

5۔ حضرت ام سلمہ ھند و بنت ابی امیہ حذیفہ : بڑی صائبہ رائے تھیں ابوسلمہ کے وصال کے بعد حضورؐ نے دلجوئی فرماتے ہوئے نکاح فرمایا تین سو اٹھتر احادیث آپ سے مروی ہیں چوراسی برس کی عمر میں سب ازواج مطہرات کے بعد وصالؓ ہوا۔ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے دن سرکار کو انہوں نے ہی خواب میں دیکھا تھا۔

6۔ حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان : عبداللہ بن جحش سے نکاح ہوا دونوں نے ہجرت حبشہ فرمائی وہاں لڑکی ہوئی نام حبیبہ تھا عبداللہ عیسائی ہو کر مر گیا سرکار نے غربت و حالت پر رحم کھا کر پیغام نکاح بھیجا نجاشی نے ۷ھ میں نکاح کر دیا اور مدینہ شرجیل بن حسنہ کے ساتھ روانہ کیا کتب متداولہ میں پینسٹھ احادیث آپ سے مروی ہیں۔

7۔ حضرت زینب بنت جحش اسدیہ : بنی قضاعہ کے حضرت زید بن حارثہ سے سرکار نے نکاح کرایا آپ سرکار کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت زید اور ان کی شادی کا ذکر قرآن میں ہے۔ جب یہ شادی ناکام ہوگئی تو سرکار نے نکاح فرمایا آپ ناز فرماتی تھیں کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرمایا ہے۔ ان کا اشارہ زوّجنا کھا --- ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا --- کے مقدس قرآنی الفاظ کی طرف تھا۔ اللہ کریم نے حسین صورت سے نوازا تھا حضرت عائشہ کے ہم پلہ تھیں۔ بہت فیاض تھیں جو وظیفہ ملتا تقسیم فرما دیتیں اور معاش اپنے ہاتھ سے پیدا کرتیں۔ گیارہ احادیث مروی ہیں۔ بیس ہجری میں وصال ہوا۔

8۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ : مساکین کو کثرت سے کھانا کھلاتیں ام المساکین

کنیت ہوگئی ۳ھ میں احد میں خاوند شہید ہوئے تو نکاح نبوی میں آئیں صرف دو ماہ سرکار کے ساتھ رہ کر تیس سال کی عمر میں وصال ہوا حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ہی حیات نبوی میں واصل الی اللہ ہوئیں۔

9۔ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ : آپ کی بہن ام الفضل لبابہ کبری حضرت عباس کی بیوی تھیں سرف میں سرکار سے حضرت عباس نے نکاح کرا دیا اور یہیں ۵۱ھ میں وصال ہوا۔ ابن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چھہتر احادیث آپ سے مروی ہیں۔ جنازہ بڑے ادب سے اٹھانے کی تاکید ابن عباس نے فرمائی۔

10۔ حضرت جویریہ خزاعیہ : حارث بن ابوضرار کی صاحبزادی تھیں وہ بنو مصطلق کے سردار تھے لہٰذا آپ کو مصطلقیہ بھی کہا جاتا ہے۔ غزوہ مریسیع میں ان کا خاوند قتل ہو گیا۔ یہ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں مگر فوراً ان سے نو اوقیہ سونے پر کتابت کر لی پھر سرکار کی خدمت میں سخاوت کی امید لئے آئیں اپنے خاندان کی عظمت کا ذکر کیا سرکار نے سونا ادا کر دیا ثابت اس بات پر راضی ہو گئے۔ آزادی کے بعد سرکار نے نکاح فرما لیا' اب سرکار سے اس قوم کی رشتہ داری ہو گئی تھی لہٰذا صحابہ نے اس خاندان کے سب غلاموں کو سرکار کی وجہ سے آزاد کر دیا۔ عائشہ فرماتی تھیں اپنی قوم کے لئے ان سے بڑھ کر کوئی عورت بابرکت ثابت نہیں ہوئی حضور سے نکاح کے وقت عمر بیس سال تھی نام برہ تھا سرکار نے جویریہ رکھا سات احادیث منقول ہیں۔ ۵۰ھ میں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

11۔ حضرت صفیہ بنت حیی : آپ کا والد بنو نضیر کا سردار تھا ماں ضرہ بنت سموال تھیں سموال بنو قریظہ کا سردار تھا غزوہ خیبر میں قید ہوئیں دحیہ کلبی کو عطا ہوئیں ایک صحابی نے عرض کیا وہ سرداروں کی بیٹی ہیں صرف آپ کے لائق ہیں حضور نے دحیہ کو دوسری لونڈی دے کر انہیں آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ دس احادیث ان سے منقول ہیں ۵۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں وصال پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ازواج مطہرات میں خدیجہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد عائشہ ہیں۔ صرف حضرت عائشہ ہی کنواری تھیں۔ سیدہ ماریہ قبطیہ ہمارے نزدیک امہات المومنین میں شامل ہیں۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب عظمت سید المرسلینؐ و امہات المومنین ملاحظہ ہو۔

اولاد گرامی

سیدنا ابراہیم کے علاوہ باقی سب اولاد پاک حضرت خدیجہ کے بطن اقدس سے ہوئی صاجزادیاں چار تھیں اس پر امت کا اجماع ہے صاجزادے تین ہیں۔ قاسم' عبداللہ (انہیں طیب و طاہر بھی کہا جاتا ہے ان دولقبوں کی وجہ سے کچھ لوگوں نے دو صاجزادے سمجھ کر تعداد چار لکھی ہے) اور ابراہیم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

1۔ حضرت قاسم: حضرت قاسم کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ یہ بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔ بعثت سے پہلے ہی وصال ہوا ابن سعد دو سال عمر بتاتے ہیں کچھ حضرات نے تیرہ ماہ بتائی ہے۔

2۔ حضرت عبداللہ: حضرت خدیجہ کے سب سے چھوٹے صاجزادے ہیں بعثت کے بعد پیدا ہوئے بچپن میں وصال ہوا۔ یہی طیب و طاہر ہیں۔

3۔ حضرت ابراہیم: سرکار کی سب سے آخری اولاد ہیں ذوالحجہ ۸ھ میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔ مقام عالیہ میں آپ کی والدہ مقیم تھیں وہیں ولادت ہوئی لہٰذا عالیہ کا نام مشربہ ابراہیم بھی ہے ابورافع نے جب سرکار کو ان کی ولادت کی اطلاع دی تو آپ نے انہیں غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ ہوا بالوں برابر چاندی خیرات فرمائی اور حضرت خلیل علیہ السلام کے نام پر نام مبارک ابراہیم رکھا۔ دودھ کے لئے عالیہ میں ہی ام سیف کے حوالے فرمایا حضور اکثر وہاں تشریف لے جاتے۔ یہیں حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا۔ آخری لمحات میں سرکار وہاں تشریف لے گئے گود میں لیا سرکار کے آنسو بہہ رہے تھے چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھا۔ حضرت عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن ہوئے۔ فضل و اسامہ نے قبر میں اتارا قبر پر پانی چھڑکا گیا صحاح کی روایات کے مطابق عمر شریف سترہ اٹھارہ مہینے تھی اس دن سورج گرہن ہوا تو سرکار نے فرمایا یہ کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ہوتا یہ تو اللہ کی نشانی ہے۔

بنات طیبات

حضور کی صاجزادیں چار تھیں سب نے ہجرت فرمائی' قرآن پاک نے لفظ بنات آپ کی صاجزادیوں کے لئے استعمال فرمایا ہے جو جمع ہے اور اس کا اطلاق لازماً تین پر ہوتا

چاہئے کتب احادیث میں وضاحتہً چار کا ذکر ہے ان کے واقعات زندگی، ازدواج اور وفات کے تذکرے کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان کے فضائل و کمالات سے یہ کتب بھری ہوئی ہیں۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں تفصیلات ہیں امت کا اس پر اجماع ہے۔ پھر چار صاحبزادیوں کا انکار صرف سینہ زوری اور سچ کو جھوٹ بنانے کی بھونڈی کوشش کے سوا کچھ بھی نہیں سید کل علیہ السلام سے محبت کرنے والا بھلا سرکار کی اہل بیت --- صاحبزادیوں --- سے انکار کرسکتا ہے؟ انکار کی صورت میں وہ اہل بیت کا محب کیسے کہلا سکتا ہے۔

۱۔ سیدہ زینب : آپ سب سے بڑی تھیں۔ سرکار کی عمر شریف تیس سال تھی تو ان کی ولادت ہوئی اپنے خالہ زاد ابوالعاص بقیط بن ربیع سے بیاہی گئیں وہ ہالہ کے بیٹے تھے جو سیدہ خدیجہ کی بہن تھیں ابوالعاص قوم کے مجبور کرنے پر اسلام کی طرف نہ آئے تفریق ہوگئی مگر جب اسلام لائے تو سرکار نے اپنی صاحبزادی قدیم یا جدید نکاح سے ان کے سپرد فرما دی۔ آپ اکثر ابوالعاص کے اچھا داماد ہونے کا ذکر فرماتے تھے۔ حضرت زینب نے اسلام کے لئے بڑی تکالیف برداشت فرمائیں۔ ہجرت کے سفر میں بھی آپ کو اونٹنی سے گرا کر اذیت دی گئی ۸ھ میں آپ کا مدینہ میں وصال ہوا سرکار نے کفن میں اپنی چادر عطا فرمائی۔ قبر میں سرکار نے ابوالعاص کی معیت میں اتارا۔ آپ کے بیٹے کا نام علی تھا قریب نبوت وصال ہوا مگر ابن عساکر کا خیال ہے کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

آپ کی صاحبزادی حضرت امامہ تھیں سرکار کو ان سے بڑا پیار تھا نماز میں انہیں کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے۔ رکوع کے وقت اتار دیتے سجدے کے بعد پھر بٹھا لیتے۔ نجاشی کی تحفہ میں بھیجی ہوئی انگوٹھی بھی سرکار نے انہیں عطا فرمائی تھی زرین ہار تحفے میں آیا سب ازواج سے پوچھا کیسا ہے؟ عرض کیا گیا بہت عجیب اور خوبصورت ہے ارشاد ہوا محبوب ترین اہل کو عطا ہوگا۔ ازواج مطہرات کا خیال حضرت عائشہ کی طرف منتقل ہوا مگر ہار تو کھیلتی ہوئی معصوم شہزادی امامہ کو بلا کر ان کے گلے میں ڈال دیا گیا۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وصال کے وقت حسنین کریمین کی وجہ سے حضور حیدر کو وصیت کی کہ وہ امامہ سے نکاح فرمائیں کیونکہ وہ حسنین کریمین کی خالہ زاد تھیں پھر ایسا ہی ہوا مشہور شیعی کتاب حیات القلوب میں بھی تفصیل مذکور ہے۔

2۔ سیدہ رقیہ : ان کا پہلا نکاح اپنی چھوٹی بہن حضرت ام کلثوم سمیت ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا۔ رخصتی سے پہلے ہی ابولہب بگڑ گیا اب وہ اپنے لڑکوں پر دباؤ ڈالنے لگا اور ہر دونوں کو طلاق دلا دی۔

حضرت رقیہ کا نکاح حضور نے حضرت عثمان سے کر دیا وہاں عبداللہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بہت سارے عثمانی دنیا بھر میں انہی کی اولاد میں سے ہیں ہم نے اپنی کتاب عظمت سید المرسلینؐ میں ان کی اولاد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ چھہتر (۷۶) سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ سیدہ رقیہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان شریک بدر نہ ہوئے مگر آپ کا حصہ مال غنیمت میں برقرار رکھا گیا حضرت زید بن حارثہ فتح کی خبر لے کر مدینہ آئے تو آپ کو دفن کیا جا رہا تھا عمر مبارک صرف بیس سال تھی سرکار بدر میں تھے لہٰذا جنازہ نہ پڑھا سکے۔

3۔ سیدہ ام کلثوم : عتیبہ سے نکاح ہوا تھا وہ مخالف محبوب خدا تھا حضور کی قمیص پھاڑی تھی حضور نے فرمایا۔ "اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے۔" باپ کے ساتھ تجارت کے لئے شام کی طرف نکلا۔ راستے میں ایک راہب کے ہاں قیام تھا اس نے بتایا یہ درندوں کا علاقہ ہے ذرا محتاط رہنا۔ ابولہب نے کہا۔ میرے لئے تو مزید احتیاط ضروری ہے کہ محمد نے میرے بیٹے کو بددعا دے رکھی ہے لہٰذا صومعہ --- گرجا --- کے اوپر سامان جمع کر دو عتیبہ کا بستر اس کے اوپر لگاؤ اور خود اردگرد سو جاؤ۔ وہ اسی طرح سو گئے۔ رات کو شیر آیا سب کو سونگھ کر سامان کے اوپر چڑھا عتیبہ کو پھاڑ ڈالا۔ قافلہ والے شیر کو تلاش کرتے رہے مگر وہ نہ مل سکا۔

حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے تین ہجری میں ہوا اور نو ہجری میں وہ وفات پا گئیں۔ حضور نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ کم عمری میں ہی آپ کا بھی وصال ہوا۔ چونکہ حضور کریم کی دو صاحبزادیاں --- رقیہ۔ ام کلثوم --- آپ کے نکاح میں تھیں لہٰذا آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

4۔ سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا : نام مبارک فاطمہ لقب مبارک زہراء اور بتول ہیں۔ آپ عالمین کی خواتین کی سیدہ ہیں بعثت یا اس سے کچھ عرصہ پہلے

ولادت باسعادت ہوئی۔ ۲ھ میں حضور حیدر سے نکاح ہوا' تفصیلات ذکر حیدر میں آ رہی ہیں۔ آپ سرکار علیہ السلام کو سب اولاد سے محبوب ترتھیں تہجد کے بعد سرکار پہلے آپ کے گھر جاتے سفر سے آتے سب سے پہلے آپ کو ملتے۔ سفر پر جاتے ہوئے سب سے آخر میں آپ سے ملتے۔ آپ تشریف لاتیں تو سرکار کھڑے ہو جاتے آپ کے سر مبارک کو چوم لیتے آپ کو حضور نے اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دیا۔ لاتعداد فضائل آپ کی ذات پاک میں جمع ہیں حضور علیہ السلام کا سلسلہ اولاد صرف آپ کے ذریعے ہی آگے چلا حسنین کریمین اور حضرت حسن آپ کے صاحبزادے ہیں سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم صاحبزادیاں ہیں۔ سرکار کریم کے بعد چھ ماہ اس ظاہری دنیا میں رہیں اور تین رمضان ۱۱ھ کو دار آخرت کے لئے تشریف لے گئیں جنازہ حضرت ام المومنین عائشہ کی طرح رات کو ہوا۔

فقیر راقم الحروف نے ایک اور انداز سے سوچا آپ کے نام نامی لفظ فاطمہ کے اعداد ۱۳۵ بنتے ہیں جن کا اختصار ۹ ہے اور ۹ کا عدد غیر فانی ہے نو کو جہاں تک بڑھاتے جائیں اس کا حاصل ۹ ہی ہوتا ہے دوگنا کریں ۱۸ ہو گا آٹھ اور ایک جمع کریں پھر نو ہو جائے گا ۲۷ میں دو اور سات مل کر پھر نو ہیں یہی حال ۳۶ اور ۴۵ کا ہے۔

اب لفظ فاطمہ کا عدد بھی نو ہوا لہذا فیوض و برکات کے حساب سے وہ بھی غیر فانی ہیں ائمہ اہل بیت آپ کا فیض پھیلاتے رہے حسب تحقیق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صحابہ کرام تک کو ولایت قطب ولایت حضور حیدر کی طرف سے عطا ہوئی۔[1]

حضور کی باقی صاحبزادیوں کی طرح آپ بھی ابتدائی جوانی میں ہی وصال فرما گئیں سرکار کریم نے آپ کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد آپ ہی سب سے پہلے مجھے جنت میں آ کر ملیں گی۔

آیئے آخر میں شیعی حوالے سے بھی یہ بات واضح کرتے چلیں کہ سرکار علیہ السلام کی صاحبزادیاں چار تھیں مذہب شیعہ کی معتبر کتاب کلینی میں یہ عبارت موجود ہے۔

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۹-۳۱۵ ترجمہ از سید عبدالدائم جلدی مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی جنوری ۱۹۸۰ء کے تحت آیت وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (آل عمران آیت ۱۰۱)

۱. تزوج خديجة وهو ابن بضعة و عشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقية و زينب و ام كلثوم وولدله بعد المبعث الطيب ولطاهر وفاطمة عليها السلام. [۱]

آپ نے بیس سے چند سال اوپر کی عمر میں حضرت خدیجہ سے شادی کی ان میں سے بعثت سے پہلے آپ کے ہاں قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم کی ولادت ہوئی اور بعثت کے بعد ان کے بطن سے طیب اور طاہر اور فاطمہ علیہا السلام کی ولادت ہوئی۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طیب و طاہر حضرت عبداللہ کے القاب مبارکہ تھے۔
اصول کافی شیعہ بھائیوں کے نزدیک بخاری سے زیادہ معتبر کتاب ہے یہ حوالہ پیش کرنے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن ہم چاہتے ہیں کہ متاخرین شیعہ علماء کے سرخیل علامہ محمد باقر مجلسی کا بھی ایک حوالہ نقل کریں تو ملاحظہ فرمائیں۔

۲. و خديجة خدا اورا رحمت كند از من طاهر و مطهر بهم رسانيد كه او عبدالله بود و قاسم را آورد ورقيه و فاطمه و زينب و ام كلثوم ازوهم رسيد. [۲]

اللہ خدیجہ پر رحم فرمائے ان سے طاہر و مطہر، عبداللہ اور قاسم پیدا ہوئے اور رقیہ، فاطمہ، زینب اور ام کلثوم بھی انہیں سے تولد ہوئیں۔

حضور سید الاولین و الآخرین کی اولاد اطہار اور اصحاب امجاد نے افکار و انوار رسالت کو ساری دنیا میں عام کیا۔ علماء عظام، اولیائے کرام اور ماہرین علوم وفنون نے نور محمدی سے دنیا کو معمور کر دیا یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری رہے گا اور گلشن محمدی کی رعنائیوں سے دشمن غیظ وغضب کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ معروف معنوں میں عشرہ مبشرہ آپ کے خلفاء ہیں۔ [۳]

اللّٰهم صل وسلم و بارک علی سیدنا ومولانا محمد وعلى اله وصحبه بعدد ذرات الارض والسماء وبعدد قطرات الانهار والبحار و بعدد

---

[۱] اصول کافی ص ۲۷۸ از یعقوب کلینی
[۲] حیات القلوب ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ نولکشور از علامہ محمد باقر مجلسی
[۳] تذکرۃ الفقراء ص ۴۷ از احمد اختر گورگانی مطبوعہ چیون ہرکاش دہلی

نفوس خلقک من الاولین والآخرین و بعدد معلوماتک من یومنا هذا الی ابد الآباد وارحم علینا بجاهه الشریف ولا تحرمنا من شفاعته المقدسة وارزقنا زیارته الشریفة فی النوم والیقظة انک علی کل شئی قدیر۔

صبح ۹:۳۰ ہفتہ ۲۰ رمضان ۱۴۱۱ھ ۶ اپریل ۱۹۹۱ء

امام المتقین، امیر المؤمنین، یعسوب المسلمین، مصدر الولایۃ
منبع الھدایۃ، ابو الائمۃ

سیدنا ابوالحسن علی حیدر کرّار

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

تشریف آوری
مکہ مکرمہ

وصال اقدس
نجف اشرف
یکشنبہ (اتوار) ۱۹ رمضان شریف ۴۰ھ
جمعہ ۲۰ رمضان ۴۰ھ تاریخ الخلفاء
(معین اللہ)
جمعہ ۸ جنوری ۶۶۱ء
سوموار ۲۱ رمضان ۴۰ھ و تذکرۃ الفقراء ص ۴۷

ابوالائمہ امام اولیاء قائد صلحاء مولائے کائنات حضور علی مرتضٰی حیدر کرار رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا وہ مرکز ولایت اور منبع ہدایت ہیں جن کے وجود باجود سے ہی ولایت کے چشمے پھوٹتے ہیں اس مرکز سے کٹ کے اور اس صراط مستقیم سے ہٹ کے نہ کسی کو ولایت ملی ہے اور نہ قیام قیامت تک ملے گی آپ کی ذات بابرکات ہی ولایت محمدیہ کی قاسم ہے۔

بقول حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صحابہ عالی مقام علیہم الرضوان کو بھی ولایت محمدیہ حضور حیدر کرار کی طرف سے ملی۔[1] آپ خلق محمدی کا ایک شاہکار نمونہ ہیں۔ آپ کی ذات علوم احمدی کی امین ہے۔ تبھی تو عظیم المرتب صحابی حضرت ابوالدرداء نے ایک سوالی کو جواب دیتے ہوئے دمشق میں فرمایا اگر مجھے کسی بات کا علم نہ ہو تو میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے پوچھتا ہوں انہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو وہ حیدر کرار سے پوچھتے ہیں لیکن حیدر کرار تو کسی سے نہیں پوچھتے۔[2]

مرآۃ الاسرار کے مصنف روضۃ الشہداء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ نے تین دن تک اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نوش نہیں فرمایا تین دنوں کے بعد سرکار ابد قرار علیہ السلام نے آپ کو گود میں لے کر اپنی زبان اقدس آپ کے منہ میں ڈالی تو اسے آپ چوسنے لگ گئے۔ یہ پہلی غذا ہے جو امام اولیاء کے مقدس معدے میں جاتی ہے۔[3] یہ لعاب دہن کیا ہے؟ وہی آب حیات ہے جو علی کی آنکھوں میں لگے تو درد کافور ہوتا ہے صدیق کو سانپ کاٹ لے زخم پر لگے تو پیغام حیات بن جاتا ہے۔ یہ بے آب کنوئیں میں پڑے تو اس کا نسب نامہ کوثر سے ملا دیتا ہے۔ ہنڈیا میں پڑے تو اسے کثرت سے نوازتا ہے کوئی اسے چہرے پر مل لے تو اسے مجسمہ جاہ و وقار بنا دیتا ہے۔ روز اول علی کے معدہ میں چلا جائے تو اسے امام اولیاء اور ابوالائمہ بنا دیتا ہے۔

ولادت باسعادت اور خاندان عرش مقام

یہ معدن ولایت و مرکز عظمت و امامت کعبہ مکرمہ میں بروز جمعہ تیرہ رجب

---

[1] تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۱۵۔۳۱۶ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی

[2] مہر منیر از مولانا فیض احمد گولڑوی ص ۵۶۴ باب ۵ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی

[3] مرآۃ الاسرار ص ۱۷۸

الرجب کو اس دنیائے رنگ و بو میں قدم رنجہ فرما ہوئے۔ واقعہ فیل کو گزرے ہوئے تیس سال ہوئے تھے اور عربوں نے واقعہ فیل کو بھی اپنا سنہ شمار کرنے کا ایک واقعہ بنا دیا تھا۔ کعبہ میں ولادت کا شرف آپ کے علاوہ صرف حکیم بن حزام کو حاصل ہوا۔ ؎۱

حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں شجرہ عالیہ یوں ہے علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ کی والدہ مکرمہ کا اسم گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد ہے۔ جناب ابوطالب کی شادی اپنے چچا کے گھر ہوئی تھی لہٰذا آپ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں۔ ؎۲

آپ کی کنیت مبارک ابوالحسن تھی سرکار عرش وقار علیہ السلام نے ابوتراب کی کنیت سے نوازا یہی کنیت آپ کو محبوب و مرغوب تھی۔ حیدر (شیر) آپ کا لقب مبارک تھا۔ عموماً اسد اللہ کے لقب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ آپ مقام ارتضاء پانے کی وجہ سے مرتضیٰ بھی ہیں اور تاج اجتباء سے مزین ہونے کی وجہ سے مجتبیٰ بھی ہیں۔ آپ کے والد گرامی جناب ابوطالب نے سید کل علیہ السلام کی خدمات کا وہ شاندار ریکارڈ قائم فرمایا ہے جس کی مثال نہیں ہے اور یہی خدمات ہمارے آقا و مولا حضور حیدر کرار کو وراثت میں ملی ہیں۔ میدان جنگ میں پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے کو کرار کہا جاتا ہے آپ نے پوری زندگی میں کفر و شرک پر پلٹ پلٹ کر حملے فرمائے۔ لہٰذا آپ اسلام کے کرار قرار پائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کفر، شرک، فسق اور بدعملی کے خلاف آج بھی ہمارے آقا حیدر کی یہ کراری باقی ہے کہ آپ کے غلام اولیائے امت اب تک علم حیدری اٹھا کر کارزار حیات میں عمل حیدری کو دہرا رہے ہیں۔ آپ کو سرکار علیہ السلام نے امت کا مولیٰ قرار دیا۔ ارشاد ہے۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ. ؎۳ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے۔

مولیٰ کی طرف یائے نسبت لگے تو لفظ مولوی بنتا ہے ہمیں فخر ہے کہ ہمارے علماء کو مولوی کہا جاتا ہے جس کا مطلب مولا والا ہے ہمارے اولیاء مظہر حیدرؓ ہیں تو ہمارے علماء بھی اسی مولا والے ہیں لہٰذا ساری زندگی وہ بھی کرار کی کراریت کے علمدار ہو کر باطل کے

؎۱ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۵

؎۲ خلفائے راشدین ص ۲۴۲ از معین الدین احمد ندوی

؎۳ مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵ بحوالہ کلیات اقبال مثنوی اسرار و رموز

خلاف میدان جہاد میں ہیں۔

سرکار کریم نے ابوتراب کا لقب عطا فرمایا ہے چونکہ انسان کی اصل تراب (مٹی) ہے اور ابوتراب اس مٹی کا حاکم واب ہے لہٰذا کائنات محمدی کی تربیت ابوتراب کے ہاتھ میں ہے اسی نکتہ کو علامہ اقبال نے بڑے ہی دلکش اور خالص علمی و روحانی انداز سے بیان فرمایا ہے۔[1]

حضور حیدر کی والدہ مطہرہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور کریم کے بچپن میں جبکہ آپ دریتیم تھے بڑی شفقت سے پرورش وتربیت فرمائی سرکار علیہ السلام انہیں اپنی ماں فرمایا کرتے تھے جب ان کا وصال ہوا تو آپ نے کفن میں انہیں اپنی قمیص مبارک پہنائی ان کی قبر اقدس میں پہلے خود لیٹ کر اسے مقدس ومتبرک فرمایا اور اس کے بعد حضرت فاطمہ کو قبر میں اتارا گیا آپ نے فرمایا چچا جان کے بعد میں سب سے زیادہ انہی کا ممنون احسان ہوں۔[2]

تربیت و تعلیم

جناب ابوطالب کثیر العیال تھے اخراجات کا بوجھ کم کرنے کے لئے سرکار علیہ السلام نے حضرت عباس کو فرمایا ان کے بچوں کو ہمیں اپنی کفالت میں لینا چاہئے حضرت عباس حضرت جعفر طیار کو ساتھ لے گئے اور حضور حیدر مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے ''حصے'' میں آ گئے۔ کیا مقام ہے اس عظیم انسان کا جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا معلم و مربی مل گیا ہو۔ پانچ سال کی عمر میں مستقلاً حضور علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگ گئے۔

حضور علیہ السلام اور سیدہ خدیجہ کو محو عبادت دیکھا تو عرض کیا یہ کیا ہے؟ سرکار علیہ السلام نے دعوت الی اللہ دی ارشاد فرمایا خود غور کرو کسی سے تذکرہ نہ ہو پھر زیادہ غور کی ضرورت پیش نہ آئی اگلے دن وہ آغوش اسلام میں تھے۔[3]

سب سے پہلا مومن کون تھا؟ کسی نے آپ کا نام نامی لیا۔ کسی نے حضرت خدیجہ کا اسم گرامی بتایا کسی نے صدیق اکبر کا تذکرہ کیا کسی نے حضرت زید کی طرف اشارہ

۱؎ کلیات اقبال مثنوی اسرار و رموز

۲؎ سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص ۲۲۸

۳؎ زرقانی ج ۱ ص ۲۸۰ خلفائے راشدین ص ۲۴۳ مرآۃ الاسرار ص ۱۷۸۔۱۷۹

کیا۔ محقق امت امام ملت امام اعظم نے یوں تطبیق دی کہ مردوں میں مومن اول صدیق اکبرؓ ہیں' بچوں میں مولائے کائنات ہیں' عورتوں میں سیدہ خدیجہ ہیں اور غلاموں میں حضور زید بن حارثہ ہیں۔

آغوش اسلام میں آ کر مصطفیٰ علیہ السلام کی خدمت میں لگ جانا تو ایک فطری بات تھی آپ نے اس دعوت کو عام کرنے میں بھی بڑا کام کیا۔ قریبی رشتہ داروں کو سرکار نے کھانے پر بلایا کھانے کے بعد دعوت الی اللہ بھی دی۔ سب خاموش رہے جو بولا وہ حیدر تھے تین دفعہ دعوت کے جواب میں آپ ہی بولے۔ ارشاد نبوت ہوا۔ بیٹھیں آپ تو میرے بھائی اور وارث ہیں۔ [۱]

بچپن میں ہی سرکار علیہ السلام کے ساتھ کعبہ میں جاتے تو وہاں پڑے ہوئے بتوں کو توڑ پھوڑ کر عیب ناک کر دیتے تھے۔ [۲] یہ آغاز بتا رہا تھا کہ بتوں کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ پھر فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آ کر کعبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ حیدر مصطفیٰ علیہ السلام کے کندھوں پر ہیں اور کعبہ میں استادہ سب سے بڑے بت کو گرا اور توڑ رہے ہیں۔ [۳]

مکہ مکرمہ میں نبوت کے زیر سایہ طویل عرصہ گزار چکے ہیں۔ رحمت عالم علیہ السلام نے کچھ غلاموں کو حبشہ بھیج دیا ہے ان میں آپ کے عم زاد اور حضور حیدر کے بھائی جعفر طیار اور امیر المومنین عثمان ذوالنورین شامل ہیں کچھ لوگوں کو راہ مدینہ دکھائی ہے اور پھر خود بھی مدینہ طیبہ کا پروگرام بنایا ہے۔

ہجرت کی رات

اس تاریخ ساز رات میں دو حضرات سے خصوصی خدمت لینا مقصود ہے حضرت صدیق اکبر شریک سفر ہیں اور حضور حیدر آپ کے بستر پر کاشانہ نبوت میں محو خواب ہیں آج اس بستر پر سونا موت کو دعوت دینا ہے کہ دشمنوں نے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے رکھی ہیں نیزوں پر بھالے چڑھا رکھے ہیں مگر مصطفیٰ علیہ السلام کا شیدائی کائنات کا مولیٰ اس بستر پر

۱۔ خلفائے راشدین ص ۲۴۶ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰

۲۔ مسند امام احمد ج ۱ ص ۸۴

۳۔ خلفائے راشدین ص ۲۷۳

استراحت فرما ہے وہ گہری نیند سو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کسی سے ڈرنے کے عادی نہیں ہیں پھر سرکار علیہ السلام کا یہ ارشاد سمع نواز ہو رہا ہے کہ ''علی! آپ نے کافروں کی میرے پاس پڑی یہ امانتیں انہیں واپس کر کے مدینہ طیبہ میں مجھے آ کر ملنا ہے۔'' بھلا سرکار علیہ السلام اپنی زبان سے فرمائیں کہ مدینہ میں آ کر ملنا ہے اور کوئی کافر حیدر کو شہید کر سکے کیسے ممکن ہے؟ یہ وہ عقیدہ ہے جو حیدر کو حیدر بنا کر گہری نیند تلواروں کے سائے میں سلا دیتا ہے۔

بقول امام غزالی حیدر تو بستر محمدی پر سو گئے مگر جبریل کو حکم ہوا جاؤ تلوار لے کر حیدر کے سرہانے کھڑے ہو جاؤ آج وہ بستر محمدی پر سو رہے ہیں تم ان کی چوکیداری کرو۔[1]

یہی وہ قربانیاں، مصائب کی برداشتیں اور عشق محمدی کی جان نثاریاں ہیں جنہیں دیکھ کر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے ایک تاریخ ساز فقرہ کہہ دیا جس نے راہ ولایت کی ساری عظمتوں کو سمیٹ لیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

شیخنا فی الوصول والبلا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجهہ۔[2] وصول الی اللہ اور بلا و مصیبت کو برداشت کرنے میں ہمارے مرشد و شیخ حضور علی مرتضیٰ ہیں۔

انہی عظمتوں کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے امیر المومنین سید الموحدین فاروق اعظم فرماتے ہیں۔

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ۔[3] اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان دو جملوں میں ہمارے عظیم قائدین نے جس انداز سے عظمت حیدری کا ذکر کیا ہے وہ ہزارہا صفحات پر مشتمل کتابوں پر بھاری ہے۔ ہمارے معزز قارئین ان جملوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی گیرائی کا اندازہ فرما سکتے ہیں حضور حیدر عنفوان شباب

---

[1] احیاء العلوم

[2] مرآۃ الاسرار ص ۱۷۹

[3] خلفائے راشدین ص ۲۲۸ بحوالہ مستدرک و دیگر ادبیات سپرد مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ طبع ہوئی ۱۹۴۳ء۔۱۳۶۲ھ۔

میں رات مقدس بستر پر گزار کر کافروں کی سختیوں کے جوابات دے کر مشرکوں کو ان کی امانتیں پہنچا کر محبت و عشق کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ کا راستہ ہے جہاں سرور کل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پھر مدینہ میں زیارت رسول علیہ السلام سے نگاہ عشق کو مستفید فرماتے ہیں۔ یہ حضرت کلثوم بن ہدم کا گھر تھا جہاں سرکار مہمان تھے۔

غزوات و جہادات

چونکہ حضور حیدر ظاہری و باطنی جہادوں میں امت مرحومہ کے قائد ہیں لہٰذا ان سب غزوات میں آپ ہمیں شریک نظر آتے ہیں جہاں سرکار علیہ السلام تشریف لے جاتے ہیں صرف ایک غزوہ تبوک ہی ایسا ہے جس میں سرکار علیہ السلام نے آپ کو اہل بیت کے پاس چھوڑا اور ساتھ نہیں لے گئے حضور حیدر مغموم تھے کہ جہاد سے محروم ہو رہا ہوں کچھ منافقوں نے بھی طعن کا انداز اپنایا تو سرکار کریم علیہ التسلیم نے یہ فرما کر دلجمعی کرا دی۔

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ [1]

آپ کی منزلت و مرتبت میرے ساتھ ایسی ہی ہے جیسی ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (ہارون تو نبی تھے)

پہلا غزوہ بدر ہے جان نثار مدینہ سے نکلے ہیں دو سیاہ جھنڈے آگے آگے ہیں جن میں سے ایک حیدر کے ہاتھ میں ہے دشمن کی نقل و حرکت کے لئے چند حضرات آگے جاتے ہیں جن کی قیادت بھی حیدر فرماتے ہیں اور دشمن کی سب کیفیات آ کر سرکار کو بتاتے ہیں آگے بڑھ کر پھر اہم جگہوں پر قبضہ بھی کر لیتے ہیں۔ میدان جنگ میں مبارزت طلبی پر آپ مقابل کو جہنم رسید فرماتے ہیں جدھر بڑھتے ہیں صفیں الٹ دیتے ہیں آپ نے بائیس بہادروں کو قتل فرمایا جبکہ سب مقتول بہتر تھے۔ واقعہ بدر دو ہجری سترہ رمضان بروز جمعہ وقوع پذیر ہوا تھا۔

۳ھ میں احد کا واقعہ پیش آیا ہفتہ کا دن تھا یہاں بھی حضور حیدر کی روایتی جان نثاری جوبن پر تھی مشرک سپہ سالار ابوسعد بن ابوطلحہ نے مقابلے کے لئے شیر خدا کو للکارا

---

[1] بخاری ج ۱ کتاب المناقب مناقب علی ص ۵۲۶ نیز مشکوٰۃ ص ۵۶۳ متفق علیہ نیز ترمذی ج ۲ ص ۲۱۴

ضرب حیدری سے چند لمحوں بعد خاک پر تڑپ رہا تھا وہ ننگا ہو گیا تو آپ کو اس پر رحم آ گیا۔

اس غزوہ میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک اور ماتھا اقدس زخمی ہوا حضور حیدر چند صحابہ کے ساتھ آپ کو پہاڑ پر لے گئے خاتون جنت زخم دھو رہی تھیں اور حیدر پانی ڈال رہے تھے۔ چٹائی جلا کر زخم میں راکھ بھری تا کہ زخم کا منہ بند ہو جائے۔ [۱]

۴ھ میں بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا اس موقع پر بھی علم حضور حیدر کے پاس ہی تھا۔

۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا حضور حیدر پوری قوت سے شریک ہوئے عمرو بن عبدود نے للکارا تو آپ کو سرکار علیہ السلام نے دستار باندھ کر بھیجا۔ عمرو نے نام سنا تو کہنے لگا میں تم کو قتل نہیں کرنا چاہتا حضور نے فرمایا لیکن میں تو تمہیں جہنم رسید کرنا چاہتا ہوں اب وہ فوراً مقابل ہوا تھوڑی دیر مقابلہ جاری رہا پھر وہی ہوا جو میدان جنگ میں حیدر کے سامنے آنے والوں سے ہوتا تھا ذوالفقار حیدری نے اسے کاٹ دیا باقی بھاگ کھڑے ہوئے تا کہ اپنے لشکر میں پناہ لیں۔ خندق میں بھی مسلمانوں کی استقامت کام آئی اور کافر رسوا ہو کر چلے گئے۔ بنو قریظہ نے قریش کا ساتھ دیا تھا اب سرکار علیہ السلام ادھر متوجہ ہوئے اور علم اسلام پھر حضور حیدر کو عطا ہوا۔ ۶ھ میں بنو سعد نے یہود خیبر کی مدد کرنا چاہی سرکار نے حضور حیدر کو ایک سو کی جمعیت کے ساتھ بھیجا' آپ نے حملہ کر کے انہیں منتشر فرما دیا پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت ملا۔

سرکار علیہ السلام عمرہ کے لئے چودہ سو صحابہ کے ساتھ نکلے حدیبیہ پر رکنا پڑا یہ ۶ھ کا واقعہ ہے وہاں جو معاہدہ لکھا گیا وہ سرکار حیدر نے لکھا آغاز یوں تھا۔ **ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کافروں کو لفظ رسول اللہ پر اعتراض تھا۔ سرکار علیہ السلام نے کاٹنے کا حکم دیا مگر علی کی غیرت نے گوارا نہیں فرمایا قسم کھائی کہ ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر سرکار علیہ السلام نے خود لفظ کاٹا اور یہ بھی فرمایا کہ علی آپ سے بھی ایسا ہو گا اور پھر سچ ایسا ہی ہوا حیدر کرار کو امیر شام سے مصالحت کرتے لفظ امیر المومنین خود کاٹنا پڑا۔ حدیبیہ میں سرکار نے حضرت عثمان کے واپس نہ آنے پر بیعت لی حضور حیدر نے بھی یہ بیعت کی۔

۷ھ میں غزوہ خیبر پیش آیا سرکار علی نے بھرپور جہاد فرمایا۔ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا

سرکار نے فرمایا کل اسے جھنڈا دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے وہ فتح کرے گا، صبح تو ہو گئی جان نثاروں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ سرکار عرش وقار اس کا نام لیں۔ مگر لب اقدس پر نام علی مرتضٰی آیا آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ جب بلائے گئے تو لعاب دہن سرکار نے لگا دیا آشوب کا نام نہ رہا خیبر کا دروازہ شجاعت حیدری نے اکھاڑ پھینکا۔ کھائی پانی سے بھری تھی دروازہ اسی پر ڈال کر آپ نے لشکر اسلام کو پل مہیا فرما دیا مرحب جنگی رجزیں پڑھتا آگے بڑھا مگر بازوئے حیدر نے اسے کاٹ کر رکھ دیا آگے بڑھ کر سارا قلعہ مسخر فرما لیا۔[۱] قلعے کی مضبوط دیوار کے آہنی وزنی دروازے کو جھٹک کر دیوار سے نکالنا اور اسے اٹھا کر نالے کے اوپر رکھ دینا مولائے کائنات کی وہ کرامت ہے جس کے گواہ سینکڑوں صحابہ کرام ہیں اور اسلامی تاریخ کے اوراق ان کی شہادت سے بھرے پڑے ہیں۔

اب ۸ھ ہے۔ فتح مکہ کے لئے اسلامی فوج سید کل علیہ السلام کی قیادت میں آگے بڑھ رہی ہے رمضان کا مقدس مہینہ ہے دس ہزار قدوسی آپ کے جلو میں ہیں سعد بن عبادہ کے پاس علم ہے۔ ان کی زبان پر یہ رجز ہے۔

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الكعبة. آج معرکۃ الآراء جنگ کا دن ہے آج تو حرم کعبہ میں بھی جنگ جائز ہے۔

حضور علیہ السلام نے نہ صرف ایسا کہنے سے روکا بلکہ علم ان سے لے کر حیدر کو عطا فرمایا اور انہیں شہر میں داخلے کا حکم فرمایا وہ کداء کی طرف سے خونریزی کے بغیر شہر میں داخل ہو گئے۔ اب کعبہ پاک کیا جا رہا ہے بت توڑے جا رہے ہیں۔ سب سے بڑا بت لوہے کی سلاخ میں پیوست زمین پر نصب ہے اور بہت اونچا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے حیدری کندھوں پر چڑھ کر اسے گرانے کی کوشش فرمائی مگر وہ آپ کا بوجھ نہ سہار سکے تو سرکار نے خود انہیں اپنے کندھوں پر چڑھا لیا انہوں نے بت کو اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔[۲]

حضور نے بنو خزیمہ کی طرف حضرت خالد بن ولید کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ مگر وہ ان کی بات نہ سمجھ سکے صَبَأْنَا سے وہ لوگ مراد لے رہے تھے کہ ہم اسلام لائے اور خالد سمجھ رہے تھے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بے دین ہو گئے لہٰذا خالد نے انہیں قتل کیا اور قید بھی کیا

---

۱ بخاری ج ۲ باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۶/۶۰۵۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۴/۵۶۳

۲ بخاری ج ۲ کتاب القاری غزوہ فتح مکہ ص ۶۱۴۔۶۱۳ ایضاً

سرکار علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ نے حضور حیدر کو بھیجا آپ نے قیدیوں کو آزاد فرما دیا اور مقتولین کا خون بہا دیا۔[1] یاد رہے کہ جو آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اسے مشرک کہتے 'صابی ہو گیا ہے۔ یہ لوگ اسلام کی طرف بڑھے تو یہی لفظ استعمال کیا مگر حضرت خالد ان کی بات نہ سمجھ سکے اصل معنی مراد لے لیا کہ ہم بے دین ہو گئے۔ مشرک تو اپنے مذہب سے پھرنے اور اسلام قبول کرنے والے کو بے دین ہی سمجھتے تھے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ' غزوہ تبوک میں مولائے کائنات شامل نہیں تھے جو ۹ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اب عالم اسلام حج کی تیاری میں مصروف تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ امیر الحجاج بن کر تشریف لے جا چکے تھے کہ سورۂ برأت کا نزول ہوا کچھ حضرات کی خواہش ہوئی کہ یہ سورۃ تو صدیق اکبرؓ کے پاس بھیجنا چاہئے تھی کہ وہ کفار کو سنا دیتے حضور کریم نے فرمایا میرے خاندان کا کوئی آدمی ہی اس کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ مولائے کائنات کو بھیجا صدیق ملے تو پوچھا کیا آپ امیر حج بن کر آئے ہیں ارشاد ہوا نہیں امیر حج بدستور آپ ہیں میں سورۂ برأت پہنچانے آیا ہوں پھر آپ نے اعلان عام کے طور پر سورۂ مقدسہ کی آیات مجامع میں تلاوت فرمائی۔ اب کفار و مشرکین کے لئے حج ممنوع ہو گیا۔

سرکار علیہ السلام نے آپ کو طلب فرما کر دس ہجری رمضان میں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا مقصد تبلیغ اسلام تھا وہاں چند مہینے حضرت خالد کافی کوشش فرما چکے تھے مگر بات نہیں بن رہی تھی آپ کی تبلیغ چند دنوں میں رنگ لائی اور قبیلہ ہمدان ایمان لے آیا۔ یمن کی کایا پلٹ گئی۔

حجتہ الوداع

۱۰ھ اسی میں سرکار علیہ السلام حج کے لئے تشریف لائے حضور حیدر یمن سے اپنے آقا کے ساتھ حج کرنے کے لئے بڑھے احرام باندھنے لگے تو نیت یوں زبان پر آئی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُھِلُّ بِمَا اَھَلَّ بِهٖ نَبِیُّکَ. اے اللہ میں احرام میں وہی نیت رکھتا ہوں جو تیرے نبی کی نیت ہے۔

اس مقدس جملے میں محبت و اطاعت کی وہ مٹھاس حضور حیدر نے گھول دی ہے

---

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۴۶

جس کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں' پھر سرکار کے لئے لائی ہوئی قربانیاں آپ کی خدمت میں پیش فرمائیں مل کر حج کیا واپسی پر غدیر خم میں آپ کی عظمت کا خطبہ دیا تاکہ یمنی آپ کی سخت گیری کی جو شکایت کر رہے ہیں وہ ختم ہو جائے یہاں ہی وہ معرکۃ الآراء مقدس جملہ زبان نبوت سے نکلا جو آپ کی شان کا مظہر ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ. اسی پر سیدنا فاروق اعظم نے آپ کو مبارک باد کہتے ہوئے کہا تھا۔ آپ تو ہر مومن کے لئے ہمیشہ ہمیشہ مولا قرار پائے ہیں۔ [1]

حج سے واپسی ہوئی ۔ ۱۱ھ آ گیا حج میں سرکار نے اعلان فرما دیا تھا کہ اب پھر ملاقات نہ ہو گی۔ قال لا اراکم بعد عامی هذا قال لعلی ان لا اراکم الخ۔ مگر سال شروع ہوئے ابھی دوسرا مہینہ ہی جا رہا تھا کہ طبیعت پاک ناساز ہوئی صفر ختم ہوا طبیعت بحال نہیں ہوئی پیغام یار مل گیا۔ آپ ۲ ربیع الاول سوموار پہلے ٹائم میں اپنے مولا کریم سے جا ملے۔ بیماری کے عالم میں حضرت ابوسفیان نے مولائے کائنات کی خدمت میں عرض کیا۔ ''مجھے اندازہ ہے کہ آپ تشریف لے جانے والے ہیں خلافت کا مسئلہ حل کرا لیں۔'' مولائے کائنات نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا۔ ''آپ سے قبل از اسلام بھی کوئی اچھا کام نہ ہو سکا اور اب اسلام کے بعد بھی غلط راستے پر چلنا چاہتے ہیں۔'' [2]

صحیح بخاری میں سرکار کی بیماری کے دوران یہ بات حضرت عباس عم رسول سے روایت کی گئی ہے۔ ص ۱۷۱ پر علامہ علم شریف مرتضٰی نے بھی یہ روایت ایک اور انداز سے حضرت عباس سے ہی روایت کی ہے۔ حضور حیدر نے ایک تاریخ ساز فقرہ ارشاد فرمایا۔ ''صدیق کو سرکار نے ہمارے دین --- نماز --- کا امام بنایا ہے تو وہ ہی ہمارے سیاست کے بھی امام ہیں۔''

وصال اقدس کے بعد تجہیز و تکفین کا کام آپ نے اپنے ذمہ لیا۔ [3] غسل دیتے ہوئے جو گزارش سرکار کی خدمت میں پیش کی وہ ذرا ملاحظہ فرماتے چلیں تاکہ پتہ چلے مصائب برداشت کرنے کا کتنا بڑا حوصلہ آپ کو ودیعت ہوا تھا۔

۱۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۵ بحوالہ مسند امام احمد' ترمذی ج ۱ ص ۱۰۸
۲۔ تلخیص الشافی ج ۲ ص ۴۲۸ نیز نہج البلاغہ ج ۱ ص ۴۱۔۴۰ مصری
۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۱

وَلَوْلَا انک امرتَ بالصَّبْرِ وَنَهیتَ عَنِ الْجَزْعِ لَانفدنَا عَلَیکَ مَاءَ الشئون۔ [1]

اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع فزع سے نہ روکا ہوتا تو آج ہم آنکھوں کا سارا پانی --- آنسو --- آپ کے لئے بہا دیتے۔

محبت حیدر کسی اور کے لئے سرکار کے بعد آنسو باقی نہیں چھوڑنا چاہتی کیونکہ ان سے بڑھ کر اور کوئی محبوب نہیں ہے۔ حضور حیدر نے اپنے اس ارشاد میں خطاب کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ مولائے کائنات کے عقیدہ کے مطابق حضور علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کی سب باتیں سن رہے ہیں۔

وصال نبوی کے اثرات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ گرامی کو جو محبت تھی وہ مختلف اطوار سے ظہور پاتی رہتی تھی مگر جب وصال کی خبر پھیلی تو ایک قیامت آ گئی کئی حضرات سنتے ہی وصال پا گئے جو کھڑے تھے وہ بیٹھ گئے اور جو بیٹھے ہوئے تھے وہ لیٹ گئے۔ فاروق اعظم جیسا جری انسان ذہولی کیفیت کا شکار ہو گیا وہ فرمانے لگے آپ کا وصال نہیں ہوا ہے اور برسر اشہاد بآنگ دہل اس کا بصورت خطاب اعلان کرنے لگ گئے۔ صدیق اکبر نے قرآنی آیات پڑھ کر اس صدمۂ جانکاہ کو برداشت کرنے کی سب کو تلقین کی مولائے کائنات کا ارشاد ابھی ہم اوپر نقل کر آئے ہیں مگر جو آپ کے دل و دماغ پر گزر رہی تھی وہ تو حیدر کو ہی پتہ تھا۔ سرکار عرش وقار علیہ السلام آپ کے چچا زاد تھے۔ مدینہ طیبہ میں صحابہ میں مواخات کرائی تو حیدر کا بھائی کسی کو نہ بنایا وہ پریشان ہو کر آپ سے ملے کہ میرا تو کوئی آپ نے بھائی نہیں بنایا۔ ارشاد ہوا۔

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنیا وَالْآخرۃِ [2] — دنیا اور آخرت میں آپ میرے بھائی ہیں۔

پھر سرکار علیہ السلام نے خاتون جنت سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی شریک حیات بنایا۔ ان رشتوں سے بڑھ کر یہ رشتہ ہے کہ حضور علیہ السلام پر سرکار حیدر

---

[1] نہج البلاغہ ج ا ص ۴۶۳

[2] مشکوۃ شریف ص ۵۶۴ بحوالہ ترمذی

ایمان لائے' انہیں اپنا آقا بنایا زندگی ان کے اشاروں پر گزاری' ان کی اطاعت کو اپنی مرضی پر مقدم رکھا' خلوت و جلوت میں انوار نبوت سے اپنے دل و دماغ کو منور فرمایا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ "مجھے سرکار سے ایسا قرب تھا جو کسی اور کو حاصل نہیں تھا سحری کے وقت جاتا اگر سرکار کی اجازت ہوتی آپ فارغ ہوتے تو اندر کمرے میں چلا جاتا ورنہ واپس آ جاتا۔" [1]

سرکار کریم علیہ السلام علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی خلوتوں میں آپ کا سینہ بے کینہ بھرتے رہتے۔ ایک موقع پر صحابہ کرام دیکھ رہے ہیں اور سرکار کریم ان سے سرگوشیوں میں مصروف ہیں یہ سرگوشیاں پھیلتی جا رہی ہیں کئی حضرات کی زبان پر آتا ہے کہ آج اپنے چچا زاد سے سرگوشیاں بہت ہی لمبی ہو گئی ہیں۔ لیجئے اب سرکار علیہ السلام سب غلاموں کی طرف بڑھ رہے ہیں سب غلام مؤدب ہو گئے ہیں نگاہیں گردنوں سمیت جھک گئی ہیں کان ان کی زبان اقدس سے نکلنے والے موتی چننے کے لئے بے تاب ہیں یعنی گوش ہمہ تن گوش ہی نہیں بلکہ سارا وجود ہمہ تن گوش بن چکا ہے سرکار فرماتے ہیں۔ "یہ سرگوشیاں میری نہیں تھیں اللہ کریم ان سے سرگوشیاں فرما رہا تھا۔" [2]

یہ سرگوشیاں کیا تھیں؟

اولیائے امت کا خیال باکمال ہے کہ اسرار باطن تھے رموز ولایت تھے جو امام اولیاء سید اصفیاء کو دیئے جا رہے تھے' وصال نبوی پر وہ گوشہ نشین ہو گئے ان اسرار کو سمیٹنے بیٹھے توجہ کو مرکوز کرنے لگ گئے' سرکار کریم غار میں تشریف لے گئے تھے حضور حیدر کاشانہ فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا میں تشریف فرما ہیں یہ خلوت چھ ماہ پر پھیل جاتی ہے امت کا امام اولیائے گرامی کے لئے چلہ کا درس دے رہا ہے دنیا سے کٹ کر اللہ کریم سے لو لگانے کا انداز سمجھا رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ جہاد اصغر کے بعد جہاد اکبر کا درس اپنے آقا کے ارشاد کے مطابق دے رہا ہے کہ سرکار ایک غزوہ سے واپس مدینہ تشریف لا رہے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۶۵ بحوالہ نسائی شریف

[2] مشکوٰۃ ص ۵۶۴ بحوالہ ترمذی۔ وقال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقوم قدموا عن الجهاد "مرحبا بكم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر قيل يا رسول الله وما الجهاد الاكبر قال جهاد النفس

رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ [۱]   ہم جہاد اصغر سے اب جہاد اکبر کی طرف پلٹتے ہیں۔

یہ جہاد اکبر وہ مجاہدہ ہے جو ساری زندگی اپنے باطن کو منور کرنے کے لئے خواہشات نفسانی کے خلاف کیا جاتا ہے۔ اپنی مراد کو چھوڑ کر مراد ربانی کو قبول کیا جاتا ہے نامرادی جب مراد بن جائے تو مراد مطلق جل جلالہ کی دستگیریاں جلوہ فگن ہوتی ہیں۔ نیاز مندی کو در ناز پر لے جائیں وہ ذات اقدس سراپا ناز بنا دیتی ہے' مولائے کائنات نے وصال نبوی پر بھی انداز اپنا کر اولیائے امت کو وصول الی اللہ کا راستہ بتا دیا۔

سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا وصال نبوی سے کس طرح عہدہ برآ ہوئیں؟ ان کا اپنا ارشاد ہے کہ جو مصائب مجھ پر آئے ہیں اگر دنوں کو ایسے مصائب پیش آتے تو وہ تاریک راتیں بن جاتے۔ ان حالات میں بھی کرار کو سیدہ مطہرہ کے پاس ہونا چاہیے۔ مگر حیدر تو ایک بات اور بھی جانتے ہیں جس کا صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بھی علم ہے کہ اب سیدہ ظاہری دنیا میں کچھ عرصہ ہی مقیم رہیں گی کیونکہ سید کل علیہ السلام نے اپنے مرض وصال میں انہیں فرما دیا ہے کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے دوسری دنیا میں آپ ہی مجھے آ کر ملیں گی۔" [۲] حیدر ہر لحہ فاطمہ طیبہ کے پاس ہیں جو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے لئے پابرکاب ہیں اور صرف چھ ماہ بعد انہیں پیغام مل جاتا ہے اور وہ اپنے ابا جان کو لبیک کہتے ہوئے جنت کو مزین فرمانے تشریف لے جاتی ہیں۔

حیدر نے اس چھ ماہ کے عرصہ میں یہ خدمات سرانجام دی ہیں اور قرآن حکیم بھی تحریر فرما دیا ہے۔ لہٰذا جامعین قرآن میں آپ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ اب وہ فارغ ہو کر مسجد نبوی کی طرف بڑھ رہے ہیں تاکہ صدیق اکبر کی خدمت کے حق میں بیعت دے سکیں کیونکہ اس خلوت کو کچھ ذہنوں نے غلط رنگ دے دیا ہے اور انہیں صدیق اکبر کا مخالف بتانا شروع کر دیا ہے۔ اجماع امت کے خلاف بھلا امت کے اجماع کے طالب کیسے ہو سکتے ہیں؟ حیدر تو اکٹھا کرنے والے ہیں اکٹھا ہونے والوں کو الگ نہیں فرما سکتے۔ انہوں نے مسجد نبوی میں جا کر حالات کا نقشہ الفاظ میں کھینچ دیا ہے اور پھر صدیق اکبر کی خلافت پر بیعت

۱؎ احیاء العلوم امام غزالی ج ۲ ص ۳۴۳ مطبوعہ البابی الحلبی مصر

۲؎ مشکوٰۃ ص ۵۶۸ احیاء العلوم ج ۳ ص ۶۴ متفق علیہ بیہقی کتاب الزہد

خلافت فرما کر دائمی تصدیق فرما دی ہے۔ [1]

ہم سمجھتے ہیں بیعت خلافت تو روز اول میں ہی کر دی تھی یہ تجدید بیعت ہے تاکہ لوگوں کے ایک گروہ نے اپنی چشم خیال میں صدیق و حیدر کی تفریق کا جو نقشہ بنا رکھا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔

دعوت خلافت پر جواب

رہی یہ بات کہ آپ خود خلافت کے طالب تھے اور صدیق کے مخالف تھے قرین قیاس نہیں ہے آپ نے خود اس سلسلے میں جو ارشادات فرمائے وہ ملاحظہ فرماتے چلیں ہم ابھی اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت عباس اور ابوسفیان آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے آپ سے بیعت کا مطالبہ کرتے ہیں آپ جواباً انہیں فرماتے ہیں نہج البلاغۃ میں اس ارشاد کو یوں نقل کیا گیا ہے۔

ومن خطبة له علیه السلام لما قبض رسول الله صلی الله علیه وآله و خاطبه العباس و ابوسفیان بن حرب فی ان یبایعا له بالخلافة ایها الناس شقوا امواج الفتن لیسقن النجاة وعر جواعن طریق المنافرة و ضعوا عن تیجان المفاخرة افلح من نهض بجناح اوا استسلم فاراح هذا ماء آجن یغص بها اکلها و مجتنی الثمرة لغیر وقت اینا عها کان کالزارع بغیر ارضه [2]

یہ عبارت آپ کے اس خطبے سے ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور عباس و ابوسفیان نے آپ سے گفتگو کی کہ وہ دونوں آپ سے بیعت خلافت کرتے ہیں (آپ نے ان کے جواب میں فرمایا) اے لوگو! فتنے کی موجوں کو نجات کی کشتیوں پر سوار ہو کر پھاڑ دو منافرت کے راستوں کو چھوڑ دو فخر کے تاج ایک طرف رکھو جو بازوؤں کے ساتھ اڑا وہ کامیاب ہو گیا یا وہ کامیاب ہوا جس نے حقیقت کو مان کر راحت پالی یہ حکمرانی تو کڑوا گھونٹ ہے۔ جو شخص پکنے سے پہلے پھل چننا چاہتا ہے وہ اس کسان کی طرح ہے جو کسی کی زمین میں فصل بو رہا ہوتا ہے۔

---

[1] بخاری ج ۲ غزوہ خیبر ص ۶۰۹ خلفائے راشدین ص ۶۰۔۲۵۹

[2] نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۴۱۔۴۰ مطبوعہ ایرانی قم ص ۵۲

اس مقدس عبارت سے چند باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں : ۱۔صدیق اکبر کی مخالفت کو آپ فتنوں کی موجیں قرار دیتے ہیں اور ان موجوں کا توڑ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نجات کی کشتیوں پر سواری ہے۔ واضح بات ہے کہ نجات کی یہ کشتی صدیق اکبر کی خلافت ہے جسے تسلیم کرنے کے بعد یہ فتنے ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اسلام میں باہمی منافرت کو حضور حیدر ناپسند فرماتے ہیں اس باہمی نفرت سے مسلمانوں کی دھاک ختم ہوتی ہے لہٰذا حیدر جناب ابوسفیان اور اپنے چچا حضرت عباس کو اس راستے پر چلنے سے روک رہے ہیں۔

۳۔فخر کئی مقامات پر پسندیدہ نہیں ہوتا فخر وغرور اور برتری انسانوں میں خرابیاں پیدا کرنے کے اسباب میں سے ہیں اسلام نے اسی مفاخرت کی جڑیں کاٹیں جو جاہلیت نے پیدا کی تھیں حیدر نے بڑے جامع بلیغ اور مختصر انداز میں اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے باہمی مفاخرت کی بنیاد پر طلب خلافت کو اچھا نہیں سمجھتے۔

۴۔ بازوؤں اور پروں کے بغیر اڑا نہیں جا سکتا ابھی وہ پر نہیں اگے جو خلافت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہیں لہٰذا ابھی خلافت کو مان کر راحت پانے کا وقت ہے۔ اسی بات کو اگلے جملہ میں آپ پوری وضاحت اور قوت سے بیان فرماتے ہیں۔

۵۔ پھل پکنے سے پہلے توڑنے والا نقصان اٹھاتا ہے پھل بھی تباہ ہوتا ہے اور توڑنے والے کو فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی کسی کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں بیج ڈال دے اب نہ اسے زمین ملے گی نہ وہ کھیتی کا مالک بن سکے گا۔ ابھی خلافت کا وقت نہیں آیا وقت آئے گا تو ہمیں مل جائے گی۔ ہم قارئین کے سامنے اس پورے خطبے کا ترجمہ کرنے سے بوجوہ قاصر ہیں اہل علم اصل عبارت پوری تفصیل سے ملاحظہ فرما کر ئی حقائق تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہاں آپ نے اس خطبے میں اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ میں ڈر کر ایسی بات نہیں کر رہا ہوں میں موت سے اتنا زیادہ مانوس ہوں کہ بچہ اپنی ماں کے دودھ سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا تبرکا حضور حیدر کا یہ فقرہ ملاحظہ فرماتے چلیں۔

واللہ لابن ابی طالب اُنس بالموت من الطفل بِثَدْیِ امہ۔[1]

قسم بخدا ابوطالب کا بیٹا ...... حیدر کرار ...... موت سے زیادہ مانوس ہے اس سے بھی کہ جتنا بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے نکلنے والے دودھ سے مانوس ہوتا ہے۔

ذرا آگے بڑھیں تو حضور حیدر کی زبان حقیقت ترجمان سے ایک اور ارشاد بھی سنتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

فاما ان لا یکون حقی بل المسلمون فیہ شرع فقد اصاب السھم الثغرۃ واما ان یکون حقی دونھم فقد ترکت لھم طبت نفسا و نفضت یدی عنہ استصلاحاً[2]

اگر اس خلافت میں میرا حق نہیں ہے اور یہ سب مسلمانوں میں عام ہے تو پھر تیر نشانے پر لگ گیا (جس کی حکومت ہونی چاہئے تھی اسے مل گئی) اور اگر خلافت میرا ہی حق ہے باقی لوگ اس میں شریک نہیں ہیں تو میں نے خوشی و رضا سے یہ حق ان کے لئے چھوڑ کر ہاتھ جھاڑ لئے ہیں تاکہ امت میں صلح و صفائی رہے۔

یہاں امام عالی مقام سے سائل صدیق و فاروق کی مخالفت کرتے ہوئے امر خلافت میں مداخلت کا سوال کرتا ہے اور شیخین کریمین کے خلاف زبان طعن بھی دراز کرتا ہے آپ ان دونوں حضرات کا بھرپور دفاع فرماتے ہوئے اسے مسئلہ پوری تفصیل سے سمجھاتے ہیں مذکورہ بالا عبارت میں آپ نے دو صورتیں پیش فرمائی ہیں۔

۱۔ اگر خلافت میرا حق نہیں سب مسلمان اس میں برابر ہیں اور خلافت صدیق و فاروق کو مل گئی ہے تو پھر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے تیر صحیح نشانے پر لگ گیا ہے۔

۲۔ اگر خلافت میرا حق تھا اور غلط طور پر شیخین کریمین کو مل گئی ہے تو پھر بھی کسی کو اعتراض کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ میں نے خود یہ حق ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ یہ چھوڑنا بھی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں میں نے اپنی رضا سے یہ حق انہیں دے دیا ہے اسی میں امت

---

[1] نہج البلاغہ ج ۱ ص ۴۱ مطبوعہ مصر۔ نہج البلاغہ مطبوعہ قم ایران ص ۵۲

[2] ناسخ التواریخ ج ۲ کتاب دوم ص ۵۲۰۔۵۱۹ از سپہر کاشانی

کی بہتری اور بھلائی ہے۔

ہم اس موضوع پر بیسیوں حوالے نقل کر سکتے ہیں مگر ہماری کتاب اس بات کی اجازت نہیں دیتی یہ ایک تذکرہ ہے اللہ کریم کی توفیق شامل حال ہوئی تو اس موضوع پر مستقل کتاب لکھنے کی کوشش ہو گی۔

ہم یہاں صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین سے حضور امام الاتقیاء سلام اللہ علیہ کے تعلقات و روابط کیسے تھے اور بحمد للہ وہ ان حوالوں سے ثابت ہو گئے۔ آپ انہیں ہدایت والے امام اور امت کے قائد سمجھتے تھے ان کے وزیر و مشیر رہے ہر طرح کا تعاون فرمایا ان سے رشتہ داریاں قائم فرمائیں اپنے بیٹوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے ان کے وصال پر انہیں بھرپور خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کے دور کے اجتہادات کو قائم رکھا اور ان کے انداز حکمرانی کو نہیں بدلا۔ یہ سب باتیں واضح ثبوت ہیں کہ یہ سب حضرات شیر و شکر تھے اور قرآنی الفاظ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی عملی تفسیر تھے۔[1]

ازواج و اولاد پاک

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے آقا حیدر نے اپنا بچپن، لڑکپن اور جوانی سرکار علیہ السلام کے گھر بسر فرمائی۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد ۲ ہجری میں اپنی لخت جگر سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ طیبہ و طاہرہ سلام اللہ علیہا کو آپ کے حبالۂ نکاح میں دیا۔

حضور کریمؐ نے حضرت حیدر سے پوچھا کچھ مہر کی ادائیگی کے لئے ہے آپ نے عرض کیا ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہی ساری ملکیت ہے ارشاد ہوا گھوڑا تو جہاد کے لئے ہے ہاں زرہ بیچ دی جائے۔ یہ زرہ حضرت عثمان غنی نے چار سو اسی درہم میں خریدی۔ رقم آپ سرکار کے پاس لائے حضور اکرمؐ نے حضرت بلال کو بازار سے عطر اور خوشبو لانے کا حکم دیا پھر سرکار نے خود نکاح پڑھا دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر دعائے خیر و برکت دی۔[2]

---

[1] وہ آپس میں مہربان ہیں۔ (الفتح)

[2] سیرۃ ابن ہشام واقعہ بدر

نکاح سے دس گیارہ دن بعد رخصتی ہوئی اب حضرت حارث بن نعمان سے مکان لیا اور مختار کونین کی صاحبزادی جنت کی ملکہ کو حضور حیدر یہاں لائے۔[۱]

ذرا سیدہ کائنات کا جہیز بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ ایک کھردرے بان سے بنا ہوا پلنگ۔ ایک بستر۔ ایک چادر۔ دو چکیاں اور ایک مشکیزہ۔ چادر اتنی مختصر سی تھی سر ڈھانپنے سے پاؤں ننگے ہو جاتے۔ یہ تھا آخرت والوں کا سارا سامان۔ اس سامان میں حضور حیدرؓ کی طرف سے خاتون جنت کی حیات طیبہ میں کوئی بھی اضافہ نہ ہو سکا۔ اس زہد کے شہنشاہ کا انداز بھی آگے ذرا مفصل آ رہا ہے۔

دعوت ولیمہ

آپ کے پاس اب صرف ایک اونٹ تھا اذخر (ایک مخصوص خوشبودار سی گھاس جسے ہماری پنجابی میں کھوی کہتے ہیں) اس پر لا کر بیچتے تھے تا کہ دعوت ولیمہ کا کچھ سامان ہو سکے۔ حضرت حمزہ نے حالت نشہ میں اپنے ساتھیوں کو اس کے کباب کھلا دیئے۔ اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی حضور حیدر کو بے حد صدمہ ہوا۔ سرکار کریم نے بھی آ کر حضرت حمزہ اور ان کی محفل کو ملاحظہ فرمایا وہ اس وقت بھی نشہ میں تھے زرہ کی فروخت والی رقم سے مہر کی ادائیگی کے بعد مختصری رقم بچی تھی اب زہد و ورع کے تاجدار نے اسی سے کھجور، پنیر، جو کی روٹی اور سالن تیار کرایا یہی ولیمہ تھا مگر بقول حضرت اسماء اس دور میں یہ بے مثل ولیمہ تھا۔[۲]

سیدہ کائنات کی حیات طیبہ میں آپ نے دوسری شادی نہیں فرمائی کہ یہی منشائے رسول تھی۔ حضرت سیدنا حسن، حضور امام حسینؓ حضرت محسن، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم آپ کے بطن اقدس سے تھے۔

خاتون جنت کے وصال کے بعد کئی خواتین سے شادی فرمائی۔ حسنین کریمین کی دلجوئی کے لئے حضرت زینب بنت سید الانبیاء --- حسنین کی خالہ -- کی صاحبزادی امامہ سے بھی شادی فرمائی ان سے حضرت محمد اوسط پیدا ہوئے آپ کی سترہ لڑکیاں اور چودہ لڑکے تھے۔[۳] نو ازواج کے نام سیدہ سمیت خلفائے راشدین کے مصنف نے درج کئے ہیں۔

۱۔ اصابہ ج ۸ ص ۱۵۷
۲۔ زرقانی ج ۲ ص ۸
۳۔ خلفائے راشدین ص ۳۳۹۔۳۳۸

آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ عباس، جعفر، عبداللہ، عثمان، عبید اللہ، ابوبکر، یحیٰی، محمد اصغر، عمر (ان کی طویل زندگی تھی ینبوع میں پچاسی سال کی عمر میں وصال ہوا) محمد اوسط اور محمد ---جنہیں محمد بن حنفیہ کہتے ہیں--- رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ان ناموں میں ابوبکر۔ عمر اور عثمان کے نام ملتے ہیں خلفائے راشدین سے آپ کی محبت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے۔ آیئے آپ کا حلیہ اقدس بھی چشم تصور سے دیکھتے چلیں۔ گندمی رنگ، قد درمیانہ، حسین موٹی موٹی مقدس آنکھیں جن سے عظمت امامت ٹپکتی تھی۔ چہرہ کی رونق ایسی کہ نگاہیں گڑی رہ جائیں۔ مقدس چوڑا خوبصورت سینہ جس میں ولایت کا خزینہ دل دھڑکتا تھا سینہ پر مردانہ وجاہت والے بال، بازو اور بدن گٹھا ہوا کہ یہی مجاہدانہ شان ہے۔ ریش مبارک بڑی اور چوڑی کہ شانوں تک پھیلی ہوئی تھی آخری عمر میں بال مبارک سفید تھے صرف ایک دفعہ مہندی کا خضاب فرمایا تھا۔ سر کے بالوں کے متعلق روایات مختلف ہیں بال کم تھے۔ کبھی زلفیں بھی رکھی تھیں۔[1] ہمارا خیال ہے کہ بال ترشوا دیتے تھے کہ غسل کی حالت میں کوئی حصہ خشک نہ رہے۔

خلفائے راشدین نگاہ حیدر میں

ہم گزشتہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ --- سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم اور غنی اعظم (عثمان) رضی اللہ عنہم کے ساتھ مولائے کائنات کے مثالی تعلقات تھے باہمی رشتہ داریاں تھیں۔ ان کے مقدس ناموں پر آپ نے اپنے صاحبزادوں کے نام رکھے تھے، ان کا مشیر بننا قبول فرمایا تھا۔ ان کے شرعی فیصلوں کو اپنے دور خلافت میں قائم و دائم رکھا تھا۔ جب بھی اپنے دور میں ان کا ذکر فرمایا تو ہمیشہ ان کی ایمانی، روحانی اور سیاسی عظمتوں کو خراج تحسین پیش فرمایا۔ جب کچھ لوگوں نے کہا اصحاب ثلاثہ کی کامرانی آج کیوں نہیں ہے تو جواباً ارشاد ہوا۔ "ان کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تم ہو۔"[2]

صدیق و حیدر

ہم شیعہ بھائیوں کی معتبر کتب سے یہاں چند حوالے نقل کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمارا

۱۔ خلفائے راشدین ص ۳۳۸

۲۔ الکامل للمبرد ج ۲

دعویٰ مدلل و مبرہن ہو سکے۔

سیدنا حیدر کرار کے آخری لمحات حیات میں آپ کے کچھ غلام حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں۔

وفی الخبر المروی عن امیر المومنین علیہ السلام لما قیل لہ الا توصی فقال ما اوصی رسول اللہ فاوصی ولکن اذا اراد اللہ بالناس خیرا استجمعھم علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم۔ [۱]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی خبر میں یہ بات آتی ہے کہ جب آپ سے عرض کیا گیا کیا آپ وصیت نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ نے وصیت نہیں فرمائی کہ میں وصیت کروں لیکن اگر اللہ کریم نے بندوں سے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو وہ انہیں کسی بہتر انسان پر مجتمع کرے گا جیسا کہ نبی کریم کے بعد اللہ کریم نے سب سے بہتر انسان پر لوگوں کو جمع فرما دیا تھا۔

یہاں حضور حیدر کسی کے حق میں خلافت کی وصیت نہیں فرماتے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی یہی سنت ہے کہ آپ نے کسی کے حق میں وصیت نہیں فرمائی تھی۔ مزید ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بعد اللہ کریم سب سے بہتر انسان کو قائد بنا دے گا جیسا کہ نبی علیہ السلام کے بعد اس ذات بابرکات نے سب صحابہ کو سب سے بہتر انسان کے اردگرد جمع کر دیا تھا۔ یہ سب سے بہتر انسان واضح ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذات تھی اور مولائے کائنات ان متبرک الفاظ میں جس انداز سے ان کا ذکر فرما رہے ہیں وہ امام کا ہی حصہ ہے۔

فاروق و حیدر

خلافت فاروقی کے دوران اسلامی فوجیں قیصر و کسریٰ سے پنجہ آزمائی میں مصروف ہیں دنیا کی یہ دو سپر طاقتیں پوری قوت سے اسلام کی نوخیز ریاست کو مٹانے کے لئے میدان جنگ میں اتر چکی ہیں۔ فاروق اعظم چاہتے ہیں کہ رومیوں کے خلاف جنگ میں اپنی افواج کی خود قیادت فرمائیں حضور حیدر کرار سے جانے کا مشورہ لیتے ہیں مولائے

۱۔ تلخیص الشافی ج ۲ ص ۳۷۲ الشافی ص ۱۷۱

کائنات کے جوابی ارشادات میں سے چند فقرے یہ ہیں۔

وقد شاوره عمر بن الخطاب فی الخروج الی غزو الروم ...... انک متی تسر الی هذا العدو بنفسک فَتَلْقَهُمْ فتنکب لا تکن للمسلمین اقصی بلادهم. لیس بعدک مرجع یرجعون الیه. فابعث الیهم رجلا مجربا معه اهل البلاء والنَّصِیحَةِ فان اظهر الله فذاک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءً للناس و مثابة للمسلمین۔ [1]

فاروق اعظم نے غزوہ روم میں شمولیت کے سلسلہ میں آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا جب آپ بنفس نفیس اس دشمن کی طرف تشریف لے جائیں گے لڑائی میں اگر آپ پر کوئی افتاد آ پڑی تو اپنے ملک میں دور تک مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی (آپ خود تشریف نہ لے جائیں) کوئی ماہر جنگ ان کے مقابلے میں بھیج دیں اس کے ساتھ تجربہ کار اور مخلص لوگ بھی روانہ فرمائیں اگر اللہ فتح دے گا تو یہی مطلوب ہے لیکن اگر شکست ہوتی ہے تو ملت اسلامیہ کے لئے آپ پیچھے مرجع و ماویٰ تو ہوں گے۔

سیدنا حیدر جناب عمر فاروق کو نہ جانے کا مشورہ دیتے ہوئے حقائق کا یوں تجزیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جانے کی صورت میں اگر کفر غالب آتا ہے اور آپ شہید ہو جاتے ہیں تو مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہے گی لہٰذا رائے یہ ہے کہ تجربہ کار جرنل منتخب فرما کر اس کے ساتھ مقصد سے لگن رکھنے والے مجاہدین روانہ فرمائیں انشاء اللہ وہ غالب آئیں گے لیکن وہ اگر شکست کھا جاتے ہیں تو مسلمانوں کا مرجع آپ کی ذات تو موجود ہوگی جو نئی فوج مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کر سکے گی۔

اب ذرا دوسرے محاذ --- کسرائے ایران --- کی طرف چلتے ہیں فاروق اعظم ایک دفعہ پھر میدان جہاد میں اترنے کے لئے بیقرار ہیں امیر المومنین حیدر سے پھر مشورہ لیتے ہیں نہج البلاغۃ کی زبانی سنئے۔

---

[1] نہج البلاغۃ مطبوعہ قم ص ۱۹۳-۱۹۲

وقد استشاره عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسه ونحن علی موعود من الله...... والله منجز وعده و ناصر جنده و مکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فان انقطع النظام تفرق الخرز و ذهب ثم لم یجتمع بحذا فیره ابدا. والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیز ون بالاجتماع فکن قطبا و استدر الرحابالعرب اصلهم دونک نار الحرب، فانک ان شخصت من هذه الارض انتقضت علیک العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ما تدع ورائک من العورات اهم الیک مما بین یدیک ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا قطعتموه استرحتم فیکون ذلک اشد علیک وطعمهم فیک فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اقدر لمیسرهم منک وهو علی تغییر ما یکره واما ما ذکرت من

فاروق اعظم نے آپ سے بذات خود فارسیوں (ایرانیوں) سے قتال و جہاد کے لئے مشورہ طلب کیا تو فرمایا ہمیں اللہ نے وعدہ دے رکھا ہے اور اللہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا۔ معاملات کے قیم خلیفہ کا مقام و مرتبہ تو بالکل کوڑیوں کو پرونے والے دھاگے کی طرح ہے اس دھاگے میں سب کوڑیاں جمع ہوتی ہیں یہی لڑی ٹوٹ جائے تو سب کوڑیاں بکھر جاتی ہیں پھر وہ کبھی بھی اکٹھی نہیں ہو پاتیں۔ عرب آج اگرچہ کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ کثیر ہیں اتفاق کی وجہ سے غالب ہیں آپ چکی کا قطب بن کر عربوں کے ذریعے اس چکی کو چلائیں خود نہ جائیں انہیں جنگ میں اتاریں اگر آپ خود میدان جنگ کی طرف بڑھیں گے تو ہر طرف اور ہر گوشے سے عرب آپ کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے پھر میدان جہاد کے مسائل سے پیچھے رہ جانے والے مسائل آپ کے لئے زیادہ اہم ہوں گے۔ اگر کل میدان جنگ میں عجمی آپ کو دیکھیں گے تو چلا اٹھیں گے کہ یہ شخص عربوں کی جڑ ہے اسے اگر کاٹ دو گے تو آرام پاؤ گے اب پوری قوت اور لالچ سے آپ پر پلٹ پڑیں گے۔ آپ نے جو ذکر فرمایا ہے کہ کافر مسلمانوں کے خلاف

عددهم فانا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة. وانّما كنا نقاتل بالنصر والمعونة۔[1]	اکٹھے نکل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے اس اجتماع کو آپ سے زیادہ ناپسند فرماتا ہے رہی یہ بات کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے تو ہم نے کبھی بھی ماضی میں کثرت تعداد سے غزوات نہیں لڑے ہمارے سب جہادات میں اصل روح اللہ کریم کی نصرت و مدد رہی ہے۔

اس شاندار مشورہ سے چند حقائق ہمارے سامنے کھل کر آ جاتے ہیں۔

۱۔ فاروقی لشکر خدائی لشکر ہے اس کی مدد اللہ کریم فرمائیں گے کہ یہی اللہ کریم کا وعدہ ہے۔

۲۔ حضرت فاروق اعظم اسلامی دنیا کے وہ ہار ہیں جس کے ذریعے سب امت اکٹھی ہے اس لڑی کو ہر حال میں قائم رہنا چاہئے اگر یہ لڑی ٹوٹتی ہے تو سب کوڑیاں اور سب موتی بکھر جائیں گے۔ دوسرے لفظوں میں آپ نہیں چاہتے کہ فاروق اعظم شہید ہو جائیں اور اتحاد اسلامی کی لڑی ٹوٹ جائے۔

۳۔ عرب کم ہیں مگر اسلام نے اس کمی کو کثرت میں اور ان کے اتحاد نے قوت میں بدل دیا ہے اس اتحاد کا مظہر ذات فاروقی ہے جو اسلام کے خلیفہ ہیں لہٰذا اس مرکز کو ہر حال میں قائم رہنا چاہئے۔

۴۔ حیدر انہیں قطب قرار دیتے ہیں یہ بڑی ہی نفیس تشبیہ ہے قطب وہ لکڑی کا چھوٹا سا کیل ہوتا ہے جس پر چکی قائم ہوتی ہے اگر اسے نکال دیں تو چکی نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اسلامی دنیا کی چکی کا قطب فاروق اعظمؓ ہیں اگر انہیں نکال دیا جائے تو یہ چکی چلنا بند ہو جائے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فاروق خود میدان جنگ میں نہ جائیں ایک ماہر جنرل کی طرح چکی چلائیں اسے کسی صورت بند نہ ہونے

---

[1] نہج البلاغہ مطبوعہ قم ص ۲۰۳۔۲۰۴

دیں۔

۵۔ حضرت عمر اگر خود میدان جنگ میں اترے تو ساری امت اسلامیہ ان کے ساتھ چل پڑے گی اور عالم اسلام میں بے شمار مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ خواتین، بچے اور بوڑھے بے سہارا رہ جائیں گے اسلامی دنیا کے مختلف حصوں کا تحفظ ایک الگ مسئلہ ہوگا۔ حیدر کے ان جملوں سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ سارے عالم اسلام کا فاروق پر کتنا اعتماد ہے کہ ان کے میدان جہاد کی طرف بڑھنے کی صورت میں کوئی بھی پیچھے نہیں رہ سکتا۔ یہ ہے محبت فاروقی کا ایک نمونہ اور یہی قائد کی اصلی قوت بھی ہے۔

۶۔ حضرت حیدر نے آپ کو قطب سے تشبیہ دینے کے بعد ایک اور تشبیہ سے بھی نوازا یہ تشبیہ جڑ سے دی گئی ہے۔ جڑ ہی وہ اصل ہے جس پر تنا، ٹہنیاں، پتے، پھول اور پھل قائم ہوتے ہیں۔ اگر جڑ نہ رہے تو سب خشک ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شجر اسلام اور عظمت ملت کی جڑ بقول کرار فاروق ہیں انہیں ساری ملت کو سیراب کرنا چاہئے تاکہ ملت کے شجر پر بہار پر پھول کھلتے رہیں، کونپلیں مسکراتی رہیں، پھل اپنی مٹھاس بکھیرتا رہے۔ تاکہ باطل غالب نہ آ سکے۔

۷۔ آخر میں آپ فتح و شکست کا اصل راز ارشاد فرماتے ہیں اسلام کے ماضی کا حوالہ دیتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی کثرت عددی کے سہارے جنگ نہیں جیتی بلکہ ہمیشہ اللہ کی نصرت و معونت سے جنگ جیتی ہے اور اب بھی ہمیں اسی نصرت و معونت سے جنگ جیتنی ہے ہم سے اللہ کا یہی وعدہ ہے۔

سیدنا فاروق اعظم سے مولائے کائنات کو کتنی عقیدت تھی؟ ہم دو حوالے اوپر نقل کر کے اس کا جواب دے چکے ہیں لیکن حیدر تو ایک اور ایسی بات بھی ارشاد فرما رہے ہیں جس سے اس عقیدت کی گہرائیاں خدا جانے کہاں جا پہنچتی ہیں۔ ملاحظہ فرما کر ایمان کو تازہ کریں۔

وَرَوٰی جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر بن عبدالله لما غسل عمر و کفن دخل علی علیه السلام فقال صلی الله علیه ما علی الارض امرء احب الی من ان القی الله بصحیفته هذا المسجی بین اظهرکم.[1]

حضرت امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب فاروق اعظم کو غسل دے کر کفن دیا گیا تو حضور حیدر کرار تشریف لائے اور فرمایا اللہ ان (عمر) پر رحمتیں (صلوۃ) فرمائے آج زمین پر کوئی ایسا نہیں کہ میں اس کا نامہ اعمال لے کر اللہ کریم سے ملوں سوائے اس انسان کے جو تمہارے سامنے کفن پہنے ہوئے ہے۔

اس روایت کے راوی دو امام ہیں۔ سیدنا جعفر صادق جنہیں ملت شیعہ اپنا قائد مانتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ جعفری لکھتی ہے اور سیدنا محمد باقر جو پانچویں امام ہیں۔ روایت حضرت جابر سے لیتے ہیں اور حضرت جابر سنی و شیعہ دونوں کے ہاں معتبر راوی ہیں یہاں ان کا اعتبار اس لئے بھی مزید بڑھا ہوا ہے کہ ان سے دو امام اس روایت کو لے رہے ہیں۔

روایت کا انداز کتنا دلنشین ہے فاروق کفن میں ہیں یہ وہی فاروق ہیں جنہیں حیدر کرار اسلام کا قطب اور ملت کی جڑ قرار دے چکے ہیں۔ جی ہاں وہی فاروقؓ جنہوں نے عظمت قیصر اور شکوہ کسریٰ کی دھجیاں اڑا کر اسے ایک قصہ پارینہ بنا دیا ہے' جنہوں نے ہزار ہا مساجد اور مدارس تعمیر کرائے ہیں' جن کی خلافت نے قرآن و سنت کے دستور پر لاتعداد قوموں سے عمل کرایا ہے جو نظام اسلام کی حیثیت سے ملت کو ایک پلیٹ فارم پر لا چکے ہیں آج تاج شہادت پہنے دربار ربانی اور سرکار مصطفوی کی طرف جا رہے ہیں۔ نگاہ حیدر میں ان کی ساری تابانیاں' لمعانیاں اور ضیاء باریاں عطر بیز ہو رہی ہیں زبان ولایت کھلتی ہے اور فاروق کو کیسا تمغہ دیتی ہے اس خواہش کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ کریم سے ملاقات ہو تو اس عظیم انسان کا نامہ اعمال میرے ہاتھ میں ہو' پھر یہ بھی اعلان ہوتا ہے کہ ان کے بعد اب

۱۔ تلخیص الشافی ج ۲ ص ۴۲۸ نیز شافی

ایسا کوئی اور آدمی نہیں آئے گا جس کا نامہ اعمال ان جیسا ہو اور میں کہہ سکوں کہ مجھے بھی ایسے نامہ اعمال کی خواہش ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدت کی بھی انتہا ہے اور اظہار محبت کی بھی انتہا ہے' چشم بینا کے لئے عظمت فاروقی کا اس میں اتنا سامان ہے کہ کسی اور حوالے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ عظمت فاروقی کو بھی سلام اور رفعت حیدری کو بھی سلام۔ قرب کا یہ منظر بھی تاریخ نے دیکھا کہ عمر بیت المقدس جا رہے ہیں تو اقتدار اعلیٰ علیؓ کو دے گئے ہیں۔[1] پھر حیدر نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس نکاح کا ذکر شیعہ وسنی کتب میں شرح وبسط سے موجود ہے۔[2]

شیخین کریمین اور حیدر کرار

سیدنا حیدر کرار کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر اور حضور فاروق اعظمؓ کا مقام ومرتبہ کیا تھا؟ سیدنا امام جعفر صادق اپنے والد گرامی حضور محمد باقر سے یوں روایت فرماتے ہیں۔

وَرُوِیَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ محمد عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلاً مِنْ قُرَیْش جَاءَ اِلیٰ اَمِیْرِ الْمُومِنِیْنَ عَلَیْهِ السلام فقال سَمِعْتُه یَقُوْلُ فِی خُطْبَتِه آنِفاً اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِه خُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ. فَمَنْ هُمَا؟ قَالَ حَبِیْبَایَ وَ عَمَّاکَ اَبُوبکر وَعُمَرُ اِمَامَا الْهُدیٰ و شَیْخَا الاسلام ورجلا قریش والمقتدیٰ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ من اقتدیٰ بهما عصم و امن تبع آثارهما هدی اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.[3]

حضرت جعفر نے اپنے والد حضرت محمد (باقر) سے روایت کی ہے کہ ایک قریشی شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے یوں روایت کی کہ میں نے ابھی خطبے میں حضرت کو یہ فرماتے سنا ہے۔ ''اے اللہ! ہماری اصلاح بھی اسی چیز سے فرما جس سے تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ سوال ہوا کہ وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں میرے محبوب' تیرے دو چچے ابوبکر وعمر ہیں وہ دونوں ہدایت والے امام ہیں۔ اسلام کے دونوں بزرگ ہیں اور قریش سے دونوں معتبر آدمی ہیں۔ وہ دونوں سرکار

۱۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۶ طبری فتح بیت المقدس
۲۔ کافی۔ حیات القلوب ملاحظہ ہو
۳۔ تلخیص الشافی ج ۲ ص ۲۴۸ تلخیص الشافی از ابو جعفر طوسی

رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد قائد و مقتدا ہیں۔ جو ان کے پیچھے چلا وہ بچ گیا جس نے ان دونوں کی اتباع و پیروی کو اپنایا اس نے سیدھا راستہ پایا۔

حضور حیدر کے اس گرامی قدر ارشاد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ دونوں حضرات جناب حیدر کے محبوب بھی ہیں، امام حق و ہدایت بھی ہیں اور اسلام کے بزرگ و قائد بھی ہیں۔ رسول اقدس کے بعد وہی ہیں جو مقتدا اور رہنما ہیں، ان کی پیروی کرنے سے عصمت و تقدس ملتا ہے۔ ان کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے ان صفات کی وجہ سے ہی حضور حیدر یہ فرماتے ہوئے اپنے کریم رب سے عرض کرتے ہیں کہ ہماری اصلاح کے لئے بھی وہی اشیاء عطا فرمائی جائیں جن سے صدیق و فاروق کی اصلاح ہوئی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وہ تمغے ہیں جن کے بعد کسی اور تمغے کی ضرورت نہیں رہتی۔ حیدر کے ماننے والوں کا یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے کہ وہ شیخین کریمین صدیق و فاروق کے لئے وہی عقیدہ رکھیں جو مولائے کائنات ابو الائمہ حیدر فرما رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو حیدری قربت حاصل نہیں ہو سکے گی۔

اب ذرا یہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ جن لوگوں نے صدیق و فاروق کی مخالفت کی۔ ان سے سیدنا حیدر نے کیسا سلوک فرمایا۔

روی ابو جحیفة و محمد بن علی و عبد خیر و سوید بن غفلة و ابو حکیم و غیرھم و قد قیل انھم اربعة عشر رجلا ان علیا علیه السلام قال فی خطبة خیر ھذه الامة بعد نبیھا ابوبکر و عمر و فی بعض الاخبار انه علیه السلام خطب بذلک بعد ما اطلع ان

ابوجحیفہ، محمد بن علی، عبد خیر، سوید بن غفلہ اور ابوحکیم وغیرہ نے روایت کی ہے یہ بھی بتایا گیا کہ اس حدیث کے راویوں کی تعداد چودہ ہے۔ یہ سب کہتے ہیں کہ حضور حیدر نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا اس امت میں نبی علیہ السلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر ہیں۔ کچھ احادیث میں آیا ہے کہ یہ خطبہ سرکار حیدر نے اس وقت دیا جب آپ کو یہ

رجلا تناول ابابکر و عمر بالشتمة فدعابه و تقدم بعقوبه بعد ان شهدوا علیه بذلک۔[۱]

اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے ابوبکر و عمر کے خلاف بکواس بکی ہے۔ حضرت علی نے اسے بلایا جب اس کے خلاف شہادت دی گئی کہ اس نے بکواس کی ہے تو آپ نے اسے سزا دی۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔ حضور حیدر سیدنا صدیق اکبر اور حضور عمر فاروق کو نبی مکرم کے بعد سب امت سے افضل قرار دے رہے ہیں اور الحمد للہ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ ان کے معاند و مخالف کے خلاف مقدمہ قائم فرما رہے ہیں اور جب گواہ گواہی دے دیتے ہیں تو آپ اسے سزا دیتے ہیں۔ صحابہ کرام حضور حیدر کے نزدیک کتنے محترم ہیں یہ شہادت طلبی اور سزا اس کا منہ بولتا عملی ثبوت ہے۔

پھر یہ واقعہ کوئی ایک راوی بیان نہیں کرتا بلکہ چودہ حضرات اس واقعہ کو روایت کرتے ہیں جن میں سے پانچ کے نام علامہ ابو جعفر طوسی نے مندرجہ بالا عبارت میں نقل کر دیئے ہیں۔ ویسے بھی پانچ اور چودہ کی تعداد بڑی ہی لطافتیں اپنے ساتھ رکھتی ہے جو اصحاب دانش اور ارباب ذوق سے مخفی نہیں ہے۔ اس موضوع پر بے شمار روایات پیش کی جا سکتی ہیں لیکن اظہار حق مقصود ہے سب عبارات کا استقصاء مطلوب نہیں ہے۔ کبھی اشارہ اظہار سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

عثمان و حیدر

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم کی شہادت کے بعد جن حضرات کے نام بطور خلیفہ سامنے آئے ان میں حیدر کرار بھی تھے جب حضرت عبدالرحمان بن عوف ثالث قرار پائے اور انہوں نے نام عثمان کی توثیق فرمائی تو حضور حیدر نے مسلمانوں کے معاملات کو درست رکھنے اور قومی بہتری کے لئے خوش دلی سے ان کی خلافت کو تسلیم فرمایا۔ نہج البلاغہ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۲۸ ...... یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ روایت عام راوی کی نہیں سیدنا جعفر صادق اور سیدنا محمد باقر علیہم السلام کی ہے دونوں عصمت مآب امام ہیں۔

وَوَاللّٰہِ لَاُسلِّمَنَّ ما سَلِمتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِینَ[1] قسم بخدا جب تک مسلمانوں کے امور محفوظ رہیں گے میں لازماً اس خلافت کو مانتا رہوں گا۔

حضور حیدر اپنی ذات پر اصلاح امت اور اتحاد ملت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کاش آج بھی یہی جذبہ جاگ جائے اور اتحاد ملت اسلامیہ ایک زندہ حقیقت بن کر باطل کی یلغاروں کو پیغام فنا دے سکے۔

حضرت عثمان منصب خلافت پر آ گئے ہیں۔ بلوائی اور مفسدین کی ریشہ دوانیاں شروع ہیں مدینہ طیبہ ان کے نرغے میں ہے کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان سے اس سلسلہ میں بات کی جائے وہ دامن علی پکڑتے ہیں کہ آپ مہربانی فرما کر حضرت عثمان کو مطلع فرمائیں کہ عمال اور سرکاری کارندے زیادتیاں کر رہے ہیں ان کا ازالہ ہونا چاہیے حضور حیدر جناب عثمان کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ نے کافی طویل گفتگو فرمائی ہم چند فقرے نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

والله ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجهله ولا ادلک علی امرلا تعرفه، انک لتعلم ما نعلم، ما سبقناک الی شیئی فنخبرک عنه لا خلونا بشیئی فنبلّغکه ، و قدرئیت کمارئینا و سمعت کما سمعنا و صحبت رسول الله صلی الله علیه وآله کما صحبنا ، وما ابن ابی قحافة ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منک وانت اقرب الی ابی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.

قسم بخدا مجھے نہیں پتہ کہ میں آپ سے کیا کہوں، مجھے کوئی ایسی شے معلوم نہیں جس کا آپ کو پتہ نہ ہو، نہ کسی ایسے امر کی دلالت کر سکتا ہوں جو آپ کے علم سے باہر ہو، کسی چیز میں آپ سے ہمیں مسابقت حاصل نہیں کہ اس کی خبر آپ کو دیں۔ نہ آپ سے الگ کسی شے پر ہم مطلع ہوئے ہیں کہ وہ آپ تک پہنچائیں۔ جس طرح ہم نے دیکھا آپ نے بھی دیکھا۔ جیسے ہم نے سنا، آپ نے بھی سنا۔ جیسے ہمیں صحبت رسول علیہ السلام کا شرف ملا ویسے ہی یہ شرف آپ نے بھی پایا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی عمل حسن کی

[1] نہج البلاغہ مطبوعہ قم ص ۱۰۲

وشیجۃ رحم منھما. و قدنلت من صھرہ ما لم ینالا۔ [1]

ادائیگی میں آپ سے اولیٰ نہیں ہیں بلکہ آپ سرکار علیہ السلام کے والد گرامی سے گہری رشتہ داری میں ان سے زیادہ قریب ہیں پھر آپ کو تو سرکار کریم نے وہ شرف دامادی بخشا ہے جو ان دونوں حضرات صدیق و فاروق کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت کرار نے حضور عثمان کے علم، عمل، قربانیوں اور صحابیت کا جس جامع انداز میں ذکر فرمایا ہے وہ بلاغت کا شاہکار ہے اور کلام الامام امام الکلام کا کامل اظہار ہے۔ یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ مزید توضیح کی ضرورت نہیں ہے ہاں دو تاریخی واقعات کی طرف حضور حیدر نے اشارہ فرمایا ہے تو ہم ان کی توضیح کر دیتے ہیں۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ سے جتنی قرابت حضرت عثمان کو حاصل ہے وہ شیخین کریمین کو حاصل نہیں ہے حضرت ام الحکیم بیضاء بنت عبدالمطلب ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پھوپھی محترمہ ہیں اور آپ کے والد گرامی سیدنا عبداللہ کی سگی بہن ہیں۔ [2] اور سیدنا عثمان کی نانی ہیں۔

والد گرامی جناب عفان کی طرف سے پانچویں پشت میں حضرت عبد مناف پر دونوں خاندانوں کا سلسلہ ایک ہو جاتا ہے۔ اس طرح والدین کی طرف سے آپ شیخین کی نسبت سرکار علیہ السلام کے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں حیدری اشارہ ادھر ہی ہے۔

۲۔ سرکار علیہ السلام نے آپ کو شرف دامادی بخشا حضرت رقیہ کا نکاح آپ سے کر دیا ہجرت حبشہ میں یہ آپ کے ساتھ تھیں سرکار نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔ ۲ھ غزوہ بدر کے موقع پر ان کا وصال ہوا مخبر بدر کی فتح کی خبر لے کر گیا تو لوگ انہیں قبر میں اتار رہے تھے ان کی خدمت کے لئے نبی رحمت نے حضرت عثمان کو مدینہ میں چھوڑا تھا لہٰذا وہ بدر میں تشریف نہ لے جا سکے مگر رسول اقدس نے انہیں غزوہ میں شریک لوگوں کی طرح مال غنیمت سے حصہ دیا دوسرے لفظوں میں سرکار نے انہیں شریک غزوہ قرار دیا۔ ۳ھ میں

۱۔ نہج البلاغہ ایضاً ص ۲۳۴

۲۔ فتح الباری کتاب مناقب نیز خلفائے راشدین ص ۲/۷، نیز الکامل للمبرد ج ۲ مطبوعہ دار الفکر مصر

سرکار نے اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ۹ھ میں ان کا وصال ہوا لاولد تھیں البتہ حضرت رقیہ سے حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔[۱] سرکار آپ سے اتنے خوش تھے کہ فرمایا۔ ''اگر میری اور بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کو دیتا۔''

نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ص ۳۰۳ پر محشی علام نے پوری وضاحت کی ہے کہ ''سرکار کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم آپ کے حبالۂ عقد میں تھیں اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کہا جاتا ہے۔ یہ وہ فضل ہے جس میں شیخین شامل نہیں ان کا فضل یہ ہے کہ دونوں کی صاحبزادیاں --- عائشہ و حفصہ --- سرکار کے نکاح میں تھیں۔''

شیعی کتب میں بھی آپ کے ان دونوں نکاحوں کا ذکر موجود ہے اور معتبر شیعی کتابوں میں آپ کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ سنی حدیث و تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ دعویٰ بلا دلیل تو کوئی حجت نہیں ان مسلمات کے ہوتے ہوئے انکار بھی بغض و عناد کا بھونڈا اظہار ہے۔

بیعت خلافت اور مشکلات

سیدنا عثمان کی شہادت کے تین دن بعد تک مسند خلافت خالی رہی۔ لوگوں کے اصرار پر بھی آپ اس مسند پر آنے کو تیار نہ تھے مگر مہاجرین اور انصار نے جب مجبور کیا تو 21 ذوالحجہ بروز سوموار مسجد نبوی میں آپ نے لوگوں سے بیعت لی۔ ملک افراتفری کا شکار تھا حالات عجیب وغریب تھے۔ حضرت صدیق اکبر کو بھی بے پایاں مشکلات کا سامنا تھا مگر وہاں سب مخلصین تو ساتھ تھے۔ اب تو عجیب کیفیت تھی۔ ایک طرف قاتلان عثمان نے اودھم مچا رکھا تھا ان کی گرفتاری ضروری تھی دوسری طرف منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھی خون عثمان کا قصاص لینے کے لئے نعرہ بلند کر رہے تھے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا بھی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی معیت میں اسی قصاص کا مطالبہ فرما رہی تھیں۔ حقیقی قاتل کون تھے؟ حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ صرف محمد بن حضرت صدیق اکبر کو جانتی تھیں مگر وہ کہتی تھیں جب عثمان سے محمد کی بات ہوئی تو محمد قتل کے ارادہ سے باز آ گئے۔ دوسرے دو کو وہ بھی نہیں

۱۔ خلفائے راشدین ص ۲۴۰

جانتی تھیں۔[1]

دونوں طرفوں --- معاویہ و عائشہ --- کی طرف سے دباؤ بڑھ رہا ہے کہ قاتل ہمارے حوالے کیے جائیں مگر حیدر کہاں سے قاتل لائیں؟ ان کا تو کسی کو پتہ نہیں ہے۔ بلوائی بڑی گہری سازش تیار کر کے آئے تھے۔ عبداللہ بن سبا کی چالیں بڑی گہری تھیں۔ قاتل نشان مٹا دیتے ہیں مگر یہاں تو ایک بین الاقوامی سازش تھی۔ سازش کا مرکز یمن و ایران تھے مگر اس کا ظاہری رخ مصر کی طرف تھا۔ ہم ان تفصیلات میں نہیں جا سکتے۔ صفحات کتاب کی تنگ دامانی سدراہ ہے ہمارے اس اشارے سے اصحاب فکر نتائج اخذ کر لیں گے ہاں اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ اسلام کے خلاف یہ پہلی اتنی گہری سازش تھی کہ آج تک اس کے تاروپود اسلامی معاشرے کو بگاڑ میں مبتلا کیے ہوئے ہیں صدیوں کی تاریخ میں دو منافق سرفہرست ہیں ایک یہی عبداللہ بن سبا یہودی ہے جس نے اسلامؐ کا لباس پہن رکھا ہے اور دوسرا گاندھی ہے جو ہمارے بڑے بڑے زعماء کو ڈکار لئے بغیر ہضم کر گیا اور برصغیر کی ملت اسلامیہ کو وہ نقصان پہنچایا جس کی تلافی صدیوں میں نہیں ہو سکے گی۔ ہم نے ایک طویل مضمون میں ان حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حضرت عثمان کیوں حالات پر کنٹرول نہ فرما سکے۔

امیر المومنین حیدر کے سامنے اتنی مشکلات تھیں کہ اگر کوئی اور ہوتا تو حکومت سے الگ ہو کر گوشہ نشین بن جاتا مگر کیا حوصلہ ہے حضور کرار کا کہ ان حالات میں سینہ سپر رہتے ہیں اور خلافت راشدہ کے عظیم معیار پر پورا اترتے ہیں۔ انتہائی اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ سیدہ عائشہ اور ان کے حامیوں کے ساتھ بھی جنگ لڑنا پڑی اسے جنگ جمل کہتے ہیں کہ ام المومنین اونٹ پر سوار تھیں جناب معاویہ کے ساتھ بھی جنگیں لڑنا پڑیں لاتعداد مسلمان دونوں طرف سے شہید ہوئے حیدر سوچتے ہیں کہ جس خون کو اسلامی حکومت کی سرحد پر بہنا چاہئے تھا وہ اندرون ملک اپنی سرزمین کو رنگین کر رہا ہے اس پر مزید اضافہ یہ ہوتا ہے کہ جنگ صفین کے نتیجہ میں خود حیدری لشکر دو حصوں میں بٹ جاتا ہے ایک گروہ حضور حیدر کو کہتا ہے کہ آپ نے ثالثی مان کر اسلام کی مخالفت کی ہے لہٰذا توبہ کریں۔ یہ لوگ آپ کے

۱۔ خلفائے راشدین ص ۲۶۳-۲۶۲

بازوئے شمشیر زن ہیں مگر اسی سازش کی گہری کھائی میں گر گئے ہیں جو دشمنوں نے کھود رکھی ہے۔ انہیں اسلامی تاریخ خارجی کہتی ہے حیدر کی خارا شگاف تلوار انہیں کاٹ کر پھینک دیتی ہے مگر اس سے کمزور تو ملت اسلامیہ ہو رہی ہے۔

دمشق کا دربار خلافت راشدہ کا دربار نہیں وہ ایک دنیوی حکومت کا دارالسلطنت ہے لہٰذا حضور کی مخالفت میں وہ خالص سیاسی چالیں چلتا ہے قصاص کا دعویٰ تو ہوتا ہے مگر جب ساری اسلامی ریاست اس دربار کی تحویل میں چلی جاتی ہے تو خون عثمان کا قصاص انہیں بھول جاتا ہے اور جو لوگ ان کی معیت میں گزشتہ کئی سالوں سے حضور حیدرؓ کے خلاف نعرہ بازی سے اپنے گلے پھاڑ رہے تھے انہیں بھی سانپ سونگھ جاتا ہے۔ یہ تاریخی المیہ ہے جس پر غور ضروری ہے۔

حضور حیدر نے جناب معاویہ' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور دیگر اپنے سیاسی مخالفین سے خالص اسلامی انداز کا سلوک فرمایا کہیں بھی اخلاق محمدی اور شرع محمدی کے دامن پر داغ نہیں آنے دیا۔ مشکلات کو حیدری حوصلے سے برداشت فرمایا۔ عظمت اسلام کو چار چاند لگا دیئے۔ ملت کے اجتماعی مفاد کو مقدم رکھا۔ اگر اپنی ذات پر مشکل آئی تو اسے ملت کے مفاد میں برداشت فرمایا مگر ملت کے مفادات کو قربان نہیں ہونے دیا۔ دم عثمان سے اپنی برأت کا لاتعداد دفعہ اظہار فرمایا جس کا ذکر سنی شیعی کتب میں موجود ہے۔ نہج البلاغہ میں کئی جگہ یہ مضمون آیا ہے۔[1]

ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا کے احترام میں سر مو فرق نہیں آنے دیا۔ ہمارے اس کوہ وقار آقا نے اسلام کا جھنڈا اونچا رکھا اور سیاست محمدی کا نقشہ جما دیا۔ فقر محمدی کے پھول بکھیر دیئے' قرآن و سنت کی طرف انداز نبوی سے دعوت دی ہم سمجھتے ہیں کہ جو معیار خلافت آپ نے پیش فرمایا وہ صرف اور صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ نقوش تاریخ کو یوں سدھارا کہ مؤرخین عش عش کر اٹھے۔ راتیں یوں جاگ کر گزاریں کہ زہد و ورع کو ناز آ گیا۔ علم و حکمت کے یوں دریا بہائے کہ آج تک لوگ ان دریاؤں سے موتی تلاش کر رہے ہیں۔ ولایت کے اتنے اونچے پہاڑ پیدا فرمائے کہ آج ہمالہ ان کی گرد پا لگتا ہے۔ علیؑ کے

۱۔ نہج البلاغہ مطبوعہ قم۔ ص ۴۳۔ ۷۳۔ ۱۰۳۔ ۲۶۶ وغیرہ

انداز نرالے ہیں۔ ذرا آگے بڑھیں کچھ اور بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

حضرت امیر معاویہ سے آپ کی سیاسی رقابت ہے آپ نے اقتدار میں آ کر سب گورنر برخاست کر دیئے ہیں کہ عوام کو اصل شکایات ان گورنروں سے ہی تھیں ان معزول ہونے والے گورنروں میں حضرت معاویہ بھی شامل ہیں مگر وہ مرکز کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیتے ہیں خون عثمان کو بہانہ بنا کر امیر المومنین کے مقابلے میں آ جاتے ہیں۔ شکست کو سامنے دیکھ کر قرآن نیزوں پر چڑھا کر ثالثی کی تجویز لاتے ہیں پھر ثالثی میں دھوکا ہوتا ہے صوبہ شام کے لوگوں کو مرکز کا شدید مخالف بنایا جاتا ہے لوگوں کی زبانیں مرکز کے قائدٌ ملت کے امام امیر المومنین کے خلاف قینچی کی طرح چلوائی جارہی ہیں اور تو اور منبر و محراب کو بھی اسی ''قضیہ نامرضیہ'' کے لئے پوری قوت سے استعمال کیا جارہا ہے یہ سب باتیں علم مرتضوی میں ہیں یہاں آپ کے ساتھی بھی یہی انداز اپنا نا چاہتے ہیں کہ بین الاقوامی پروپیگنڈے کا یہی دستور ہے جو آج تک چل رہا ہے مگر ملت کے امام اگر اس راستے پر چل پڑیں تو وہ جانشین رسول علیہ السلام نہیں ہو سکتے۔ آیئے حیدر کے انداز عظمت کو ان کے اپنے فرمان سے پڑھتے چلیں۔ ملک کے سب شہروں میں گشتی مراسلہ بھیجا جاتا ہے۔

والظاهر ان ربنا واحد و نبينا واحد ودعوتنا فى الاسلام واحدة ولانستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستز يدوننا' الا مرواحد الا ما وختلفا فى دم عثمان و نحن منه براء.[1]

واضح بات ہے کہ ہمارا رب ایک ہے' ہمارا نبی ایک ہے' اسلام میں ہماری دعوت ایک ہے اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے آگے ہیں اور نہ ہی وہ ہم سے آگے ہیں سب معاملہ یکساں ہے اختلاف صرف خون عثمان میں ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں۔

یہ ہے وہ حق جس میں شک نہیں اور یہ ہے وہ عظمت حیدری جس میں کوئی کلام نہیں۔ یہ ہے حقیقی اسلام کی نمائندگی جس کا اظہار امام حق اور خلیفہ راشد فرما رہا ہے۔ ملت کے مجتمع رکھنے کی یہ وہ عظیم کوشش ہے جو عظمت ولایت کا تاجور ہمارے سامنے پیش فرما کر

۱۔ نہج البلاغہ ص ۴۴۸

ایک صراط مستقیم کی نشان وہی فرما رہا ہے جس پر امت کو اتحاد ملی کے لئے قیامت تک چلنا چاہئے۔

اگر در خانہ کس امت یک صرف بس امت

حیدر اور فتوحات

جن حالات سے خلافت حیدری دو چار ہوئی وہ فتوحات کے لئے سازگار نہیں تھے اگر آپ کو سازگار حالات مل جاتے تو حضرت فاروق کا دور فتوحات پھر پلٹ آتا۔ لیکن پھر بھی آپ نے اس سمت کئی قدم اٹھائے۔ سیستان اور کابل میں خودمختاری کا دعویٰ کرنے والے عربوں کو قابو فرما کر مزید علاقے فتح فرمائے۔ ۳۸ھ میں کچھ مسلمان جتھوں کو بحری راستے سے ہندوستان پر حملہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مسلمان رضا کار سپاہی بحری راستے سے کوکن پر حملہ آور ہوئے کوکن بمبئی کے قریب ہے یہ سارا علاقہ اس وقت سندھ شمار ہوتا تھا۔[1]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مولائے کائنات نے فتح ہند کا آغاز فرمایا آگے بڑھ کر اس کی تکمیل مختلف بادشاہوں نے کر دی۔ پھر انگریز آ گیا اس نے جاتے ہوئے ملک تقسیم کر دیا اب ہندو نے پاکستان کو دو ٹکڑے کر دیئے ہیں مگر انشاء اللہ پھر پورا ہندوستان اسلام کے زیر نگیں آئے گا اور شریعت محمدی کی حکومت قائم ہو گی۔

دور مرتضوی پر ایک طائرانہ نگاہ

ہم ضمناً عرض کر چکے ہیں کہ مولائے کائنات کی خلافت کن مشکلات سے دوچار تھی ان حالات میں معیار خلافت کو قائم رکھنا بے حد مشکل کام تھا مگر اس مشکل کو مشکل کشا نے حل فرما دیا اور اسلامی معیار کی عظمتوں کو قائم رکھا۔ سبائیوں' خارجیوں' باغیوں اور سیاسی مخالفوں کے نرغے میں رہ کر بھی اسلامی روایات کی تابانیوں میں اضافہ فرمایا۔ آپ کے سامنے انداز فاروقی تھا آپ اسی انداز کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ نجران کے یہودی جنہیں فاروق اعظمؓ نے حجاز سے جلا وطن کر کے نجران میں آباد ہونے کی اجازت دی تھی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے بڑی منت سماجت کی کہ انہیں سابقہ وطن حجاز میں آبادی کی اجازت

۱۔ فتوح البلدان بلاذری ذکر فتوح السند خلفائے راشدین ص ۸۹۔ ۳۸۸

دی جائے مگر آپ کا ارشاد تھا۔ "عمر سے زیادہ کون صحیح الرائے ہو سکتا ہے۔"[1] لہذا انہیں اجازت نہ مل سکی۔

آپ گورنروں اور عمال کی بھی نگرانی فرماتے ظلم کی کسی کو اجازت نہ تھی اپنے اعزاء و اقرباء پر بھی کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس جیسے عظیم آدمی کو بھی اس سلسلہ میں معاف نہیں فرمایا وہ بھی گورنری چھوڑ کر مکہ چلے آئے کئی اور گورنر بھاگ کر حضرت امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ ان واقعات کا علمی و فکری تجزیہ پڑھنے کے لئے قارئین مشہور مصری مفکر ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب "علی و نبوہ" کا مطالعہ فرمائیں عربی سے ناواقف حضرات اس کا اردو ترجمہ پڑھ لیں فاضل محقق نے کئی مسائل و معاملات پر بہت عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔

حضور حیدر بیت المال میں کچھ چھوڑنے کے قائل نہیں تھے جو آتا غرباء تک پہنچ جاتا حضرت عمر مصالح ملکی کے لئے کچھ رکھنے کے قائل تھے اپنی خلافت کے دوران جب بھی حضور حیدر سے مشورہ لیا آپ نے فرمایا کچھ چھوڑا نہ جائے جب آپ کی اپنی خلافت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے نظریہ پر عمل فرمایا۔[2]

اپنے دور حکومت میں آپ نے کئی قلعے اور پل تعمیر کرائے اصطخر کا قلعہ "حصن زیاد" بہت مشہور ہے۔ رفاہی کاموں میں بھی آپ اپنی مثال تھے۔

اسلامی خدمات تو آپ کا شعار خاص تھا۔ حیات نبوی میں یمن میں جس انداز سے آپ نے خدمات سرانجام دیں وہ ہم بیان کر چکے ہیں اپنے دور خلافت میں ایران اور آرمینیہ میں مرتد ہونے والے نومسلم عیسائیوں کی پوری قوت سے سرکوبی کی ان کی اکثریت تائب ہو گئی۔ خارجیوں اور سبائیوں کو بھی شدید سزائیں دیں کئی سبائی زندہ جلائے جو آپ کو خدا ماننے لگ گئے تھے۔ کئی لوگوں کے مکان جلا دیئے۔ چوری کے علاوہ بھی کچھ شدید جرموں پر ہاتھ کاٹے۔ جلانے کی سزا پر ابن عباس نے سرکار علیہ السلام کے حوالے سے اعتراض کیا تو آپ نے یہ سزا موقوف فرما دی۔ اگر کوئی ایک دفعہ اقرار جرم کرتا تو اسے کافی نہ سمجھتے ایک چور نے دوبارہ اقرار جرم کیا تب آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ارشاد تھا کہ

۱۔ خلفائے راشدین ص ۲۹۷ بحوالہ کتاب الخراج ابو یوسف و مصنف ابن ابی شیبہ غزوات
۲۔ علی و نبوۃ ص ۱۲۵۔۱۶۵ ڈاکٹر طہٰ حسین مصری ترجمہ عبدالحمید نعمانی نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۸ء پنجم

ناجائز حمل والی کو وضع حمل کے بعد سزا دی جائے پردے کا خیال رکھا جائے عورتوں کو بٹھا کر سزا دی جائے سزا رجم ہو تو ناف تک زمین میں گاڑ کر رجم کیا جائے۔ شرعی حدود کے ساتھ تعزیری سزائیں بھی تھیں جن کا رواج حضرت عمر کے دور میں بھی تھا۔[1]

منبع علوم کا فضل و کمال

حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات قدسیہ کا عکس صحابہ کرام ہیں حضور کی صفات پاک جتنی زیادہ کسی صحابی نے اپنے جسم و روح میں سموئی ہیں اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند ہوا ہے ممتاز ترین صحابہ کرام میں کثرت کے ساتھ صفات محمدی کا عکس جلوہ فگن تھا انہی عظیم المرتبت ہستیوں میں حضور حیدر کا مرتبہ عظیم تر ہے۔ آپ سرکار کے خلوت و جلوت کے ساتھی ہیں یہی وجہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ سے جب کسی نے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے انہیں حضور حیدر کے پاس بھیجا اور فرمایا سفروں میں وہی سرکار کے ساتھ ہوتے تھے لہٰذا اس مسئلہ کے وہی زیادہ واقف ہیں۔

قرآن اور حضرت علی

آپ نے قرآن پاک کی تعلیم خود ذات نبوت سے لی تھی۔ سرکار نے تفسیر کی تعلیم بھی انہیں خود دی تھی۔ یہ تو واضح بات ہے کہ اسلام کا مرجع اول قرآن پاک ہے اور قرآن کے متعلق حضور حیدر کا ارشاد ہے۔ ''میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں' کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔''[2] اسی علمی عظمت کی گواہ مشہور تفاسیر ہیں جن میں آپ سے بڑی کثرت کے ساتھ مفسرین عظام نے تفسیری روایات نقل کی ہیں۔ صحابہ کرام میں سے اس کثرت کے ساتھ روایات آپ کے بعد صرف حضرت عبداللہ بن عباس سے ہی مروی ہیں۔

قرآن پاک کے شان نزول سے گہری واقفیت کی بناء پر آپ نے نزول کے انداز پر بھی قرآن کو ترتیب دیا تھا جسے کتاب الفہرست میں ابن ندیم نے نقل کیا ہے۔ قرآنی آیات سے اجتہاد کرنے میں بھی آپ بے مثل تھے مختلف کتابوں میں ان اجتہادات کا ذکر

۱۔ خلفائے راشدین ص ۳۰۰ ۔ ۹۹۲

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲ قسم ثانی ص ۱۰۱

تفصیل سے ملتا ہے۔ خوارج نے جب قرآن سے اپنے نظریہ پر استدلال کیا تو امیر المومنین نے انہیں اپنے طرز استدلال اور اجتہادی انداز فکر سے مبہوت کر دیا علامہ ابن مبرد نے اپنی کتاب کے باب الخوارج میں ایسی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔

شان نزول کی بنیاد پر ہی آپ ناسخ و منسوخ کے بھی زبردست عالم تھے آپ ایسے واعظین کو ہرگز وعظ کی اجازت نہ دیتے جو ناسخ و منسوخ کا علم نہیں رکھتے تھے۔ علم تفسیر و تاویل، شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے موضوعات پر آپ سے اتنی روایات تفاسیر میں منقول ہیں کہ اگر کوئی محقق انہیں ہمت کر کے اکٹھا کر دے تو بڑی ضخیم کتاب مرتب کر سکتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان روایات کی کثرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ سرکار علیہ السلام کے وصال اطہر کے بعد تیس سال تک اس دنیائے رنگ و بو میں تشریف فرما رہے لہٰذا لاتعداد لوگوں نے آپ سے علم قرآن حاصل کیا اور آپ سے سنی ہوئی روایات بے شمار شاگردوں تک پہنچائیں اس طرح صحابہ اور تابعین کی ایک عظیم جماعت براہ راست سرکار ابوتراب سے فیض یاب ہوئی، تہذیب التہذیب میں ان حضرات کے ناموں کی فہرست موجود ہے یہی علوم تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور مفسرین تک پہنچے اور پھر سارے عالم اسلام میں پھیل گئے جن سے امت آج تک اکتساب فیض کر رہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔

یہی حال ان باطنی انوار کا ہے جو سرکار حیدر سے چلے اور سلاسل ولایت میں سے تین سلسلے --- چشتی --- قادری --- سہروردی --- براہ راست آپ کے اپنے سلسلے ہیں اور ہم پیچھے عرض کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام پھر بھی ان انوار کے حصول میں آپ سے ہی مستفید ہیں آپ کی تصدیق کے بغیر ولایت محمدیہ سے حصہ نہیں ملتا لہٰذا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بھی آپ کا فیض حاصل ہے تو ساری امت کی ولایت آپ سے ہی وابستہ ہے تبھی تو ارشاد ہوتا ہے۔

سلونی ماشئتم مادون العرش۔ [1] عرش سے ماوریٰ جو چاہو پوچھو۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۱۲۸

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کے ظاہر و باطن کو دو شکلوں میں آپ نے امت محمدیہ میں عام کیا۔ ظاہر قرآن کو علماء کا حصہ بنا دیا اور باطن قرآن کو اولیاء نصیبہ فرما دیا یہ ہے حضور حیدر کی قرآن فہمی۔

حدیث اور علی

حدیث نبوی میں بھی مہارت کا یہی انداز ہے بلکہ تدوین حدیث کے سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ ان چند صحابہ میں شامل ہیں جنہوں نے کسی مخصوص موضوع پر احادیث کو تحریر فرمایا آپ نے جو احادیث تحریر فرمائی تھیں انہیں لپیٹ کر اپنی تلوار کی نیام سے باندھ دیا تھا آپ نے اس کا نام صحیفہ رکھا تھا یعنی سابقہ انبیاء کے صحائف تھے تو یہ صحیفہ محمدی ہے جو شمشیر حیدری کے ساتھ وابستہ ہے بقول امام بخاری ان احادیث کا تعلق فقہی احکام سے تھا۔[۱]

ازالتہ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ نے تفصیل سے آپ کی مرویات پر بحث کی ہے آپ روایت حدیث میں اپنے پیش رو خلفائے گرامی کی طرح بڑے محتاط تھے لہٰذا آپ سے مروی احادیث کی کل تعداد ۵۸۶ ہے بیس احادیث بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہیں دس مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں ہیں نو بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں ہیں اس طرح صحیحین میں آپ کی مجموعی روایات انتالیس ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پانچ سو چھیاسی احادیث دین کا بہت بڑا حصہ ہیں لہٰذا یہ روایات کم نہیں ہیں۔ روایت حدیث میں آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر راوی ایک ہوتا تو اس سے روایت کے ساتھ قسم لیتے کہ اس نے یہ حدیث سرکار علیہ السلام سے خود سنی ہے۔

فقہ حیدری

رہی بات فقہ و اجتہاد کی' تو سیدنا حیدر اس میدان کے خصوصی شہسوار ہیں اجتہاد کے لئے جس ذہانت' سرعت فہم' باریک بینی' انتقال ذہنی اور فنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب آپ کی ذات مجمع صفات میں موجود ہیں' پھر قرب رسول علیہ السلام کی وجہ سے آپ

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۱۲۸

۲۔ بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم ص ۲۱ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی

سب مسائل سرکار سے پوچھتے تھے لیکن سیدہ سلام اللہ علیہا کی وجہ سے اگر کوئی مسئلہ براہ راست سرکار سے نہ پوچھ سکتے جس کا تعلق نجی زندگی سے ہوتا تو آپ بالواسطہ وہ مسئلہ بھی سرکار سے پوچھتے۔

بے شمار مسائل میں فاروق اعظم اور ام المومنین عائشہ جیسے ائمہ فن بھی آپ سے استفادہ کرتے۔ ایسے بے شمار واقعات کتب حدیث و سیرت میں موجود ہیں۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ کعبہ مشرفہ کے سنہری سامان و زیورات کی دور فاروقی میں کثرت ہو گئی کچھ حضرات کا خیال تھا کہ اگر یہ بیچ کر لشکر اسلام پر غرض جہاد سے لگا دیئے جائیں تو بڑے ثواب کی بات ہے بھلا کعبہ اقدس کو زیورات کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمر کو خیال آیا کہ رائے تو بہتر ہے مگر انہوں نے حضور حیدر سے مشورہ لیا آپ نے فرمایا جب قرآن سرکار پر اترا تو مال کی چار قسمیں قرار پائیں۔ ۱۔ مسلمانوں کے ذاتی مال۔ یہ وارثوں میں تقسیم ہو جائے۔ ۲۔ مال فے اسے مستحقین پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ۳۔ مال خمس اس کا محل و مصرف بھی قرآن میں مذکور ہے۔ ۴۔ مال صدقات اس کی حدود و مصارف بھی قرآن پاک میں وضاحت پا چکے ہیں۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو کعبے کے یہ زیورات بھی موجود تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا ایسا نہ بھول کر ہوا ہے اور نہ ہی بے خبری سے ایسا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ بھی ان زیورات کو جیسے ہیں ویسے ہی رہنے دیں یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ لولاک لا فتضحنا۔ (اگر آپ نہ ہوتے تو ہمیں فضیحت سے دوچار ہونا پڑتا) اور زیورات کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔[1]

ایسے بہت سے واقعات صحاح ستہ میں بھی مذکور ہیں اور آپ کا یہ ارشاد کہ لو لا علی لھلک عمر (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) اکثر کتابوں میں موجود ہے۔ فقہی میدان میں اجلہ صحابہ سے کئی مقامات پر اختلاف بھی ہے جسے آپ نے دلائل سے واضح فرمایا ہے حضرت عثمان کا نظریہ تھا کہ حج تمتع صرف ضرورت کے تحت جائز ہے اب جائز نہیں ہے مگر حیدر کا ارشاد تھا۔ کہ یہ ہمیشہ کے لئے جائز ہے۔ صحابہ کرام کی سوچ حیدر سے ملتی تھی۔

۱۔ نہج البلاغہ مطبوعہ قم ۵۲۳۔۵۲۲

آپ نے دور خلافت کوفہ میں گزارا۔ آپ کے سارے فیصلے وہیں ہوئے اور سارے عراق میں اس کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ فقہ حنفی کا مولد بھی کوفہ و عراق ہے لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فقہ حنفی پر حضور حیدر کی گہری چھاپ ہے اور حضرت ابن مسعود کی روایات کے بعد فقہ حنفی کا سب سے بڑا ماخذ حیدری ارشادات اور ان کے اجتہادی فیصلے ہیں۔

انہی فیصلوں کو دیکھ کر حضور فاروق فرمایا کرتے تھے اقضانا علی (ہمارے سب سے بڑے جج علی ہیں) حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی شاندار الفاظ میں حضور حیدر کو بحیثیت جج خراج تحسین پیش فرمایا۔ خود سرکار رسالت نے بھی اقضاھم علی فرمایا۔ مسند احمد، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ اور تاریخ الخلفاء وغیرہ کتب میں حضور حیدر کے بہت سارے فیصلے بڑی شرح و بسط سے درج ہیں جو قابل مطالعہ ہیں مگر ہم اس تذکرے میں ان کی تفصیلات درج کرنے سے قاصر ہیں شائقین فقہ مذکورہ کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔ صرف چند مثالیں خلفائے راشدین میں بھی "فضل و کمال" کے زیر عنوان مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔

آپ نے ایک عمل پسند انسان کی طرح صرف فلسفیانہ موشگافیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا انداز گفتگو اور طرز افہام میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ عوامی سمجھ سے دور کی باتیں نہ ہوں کہیں نا سمجھی میں وہ اللہ و رسول کے خلاف زبان درازی نہ کر بیٹھیں۔ آپ ایسے معانی کو بھی قبول نہیں فرماتے تھے جو عظمت رسالت کے خلاف ہوتے۔ عقل ناقص کے تابع شریعت نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو مسح موزوں کے نیچے ہوتا مگر سرکار علیہ السلام نے اوپر مسح فرمایا لہٰذا عقل کو آپ کے تابع ہونا چاہیے۔

علم تصوف اور حضور حیدر

ہم حضرت جنید کا ارشاد نقل کر آئے ہیں کہ اصول وجد میں قائد حیدر ہیں سلاسل ولایت میں سے تین آپ سے وابستہ ہیں حضرت حسن بصری کی خلافت پر اعتراضات کی بحث ان کے ذکر میں آ رہی ہے ہم اسی تحقیق کے مؤید ہیں کہ ان کی خلافت مسلمہ ہے اور ساری امت اس علم میں آپ سے مستفید و مستفیض ہے خلافت سے پہلے آپ نے اس فن کو

خوب وقت دیا بعد میں معروفیت مانع آئی مگر حیدری راتیں اپنے جلو میں جو انداز لاتی رہی ہیں اس کی شہادت صحابہ و تابعین کے ایک بڑے گروہ نے دی ہے۔

بلاغت و خطابت

حضور حیدر تقریر کے میدان کے عظیم شہسوار ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ قرآنی بلاغت اور محمدی فصاحت کو جس دلنشین انداز میں آپ نے اپنے کلام رفعت نظام میں جمع فرمایا ہے وہ بھی آپ کا ہی حصہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ صحابہ گرامی میں صرف اور صرف آپ کی ذات صاحب طرز ادیب ہے آپ کا ایک مخصوص انداز ہے جسے ہم نے بلاغت قرآن و فصاحت سنت کے مختصر مگر جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ الفاظ کا شکوہ' عبارات کی بندش' تشبیہات کی رعنائی' کنایات کا حسن' تلمیحات کا نکھار' قرآن و سنت سے استدلات کا نور آپ کے ہر خطبہ سے جھلکتا نظر آتا ہے علی خطاب فرما رہے ہوں تو پوری فضا مسحور دکھائی دیتی ہے معلوم ہوتا ہے بے جان چیزیں بھی وجد میں آ گئی ہیں اور پوری فضا جھوم رہی ہے۔

آپ کی جامع شخصیت نظم و نثر میں یکساں مہارت رکھتی ہے اگرچہ آپ کے کئی خطبات اور اشعار الحاقی بھی ہیں مگر صاحب نظر انہیں فوراً کلام حیدر سے نکال الگ کرتا ہے۔ اہل سنت کی بے شمار کتب میں آپ کے خطبات' ارشادات امثال و حکم بھرے پڑے ہیں اسی طرح شیعی کتب آپ کے زمودات سے مملو ہیں۔ نہج البلاغۃ تو آپ کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ کتاب میں الحاقی خطبات کافی ہیں اور شاید ان حضرات کے دلائل میں وزن بھی ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب فصاحت و بلاغت' اور بیان اور فن خطابت کا شاہکار ہے۔ مقامات جریری' مقامات بدیعی اور اسی انداز کی دوسری عربی کتابیں نہج البلاغۃ کی گرد کو بھی نہیں پا سکیں۔

ایک طویل عرصہ کے بعد مشہور عرب ادیب جناب حافظ نے آپ کے سٹائل کی نقل کی اور وہ بھی صاحب طرز قرار پائے۔ تیسرے ادیب مصر کے سابق وزیر اعظم غلول پاشا تھے جنہیں خطیب ایشیا و افریقہ کہا جاتا ہے اور دور جدید میں جن سے بڑا خطیب عالم اسلام اور مشرقی دنیا نے پیدا نہیں کیا۔ یہ سب انداز حیدر کے مختلف مظاہر تھے۔ حیدر بول رہے ہوں تو معانی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور الفاظ کا ایک طوفان ہے جو معانی کے پیچھے

پیچھے چلنے لگ جاتا ہے اور یہی خالص بلاغت کی تعریف بھی ہے۔

علم نحو

آپ فقہ و تصوف کی طرح نحو کے بھی امام ہیں بلکہ نحو کے آپ ہی بانی ہیں بنیادی چند قواعد جناب ابو الاسود دئلی کو تلقین فرما کر ارشاد ہوا اسے اب آگے بڑھا لو۔ پھر وہی چند بنیادی ہدایات ایک رفیع الشان علم کے لئے پیغام بہار بن گئیں۔ سیبویہ، اخفش اور جاحظ وغیرہم سے لے کر ابن حاجب، ابن مالک، جامی اور رضی وغیرہ اسی گلشن کے گلچین اور اسی سمندر کے موتی چننے والے ہیں، یہ حیدری عظمتوں کا مختصر سا علمی خاکہ ہے جو اس وسیع گلشن کی طرف صرف اور صرف اشارہ و کنایہ ہے۔

اخلاق عالیہ اور عادات طیبہ

کاشانہ نبوت میں تربیت پائی تھی لہٰذا اس دور کی عقیدتی گمراہی --- کفر و شرک --- اور عملی خرابی --- بدکاری و شراب وغیرہ --- سے آپ کا بچپن اور لڑکپن محفوظ رہے جب اسلام کی دعوت آئی تو وہاں فسق و فجور کے دریا تھم چکے تھے اور کاشانہ نبوت سے نکلنے والے انوار صحرائے عرب کو معطر و منور کر رہے تھے اہل بیت نبوی کو اللہ کریم نے عصمت مصطفیٰ کے دامن میں چھپا رکھا تھا لہٰذا اس مقدس گھرانے سے نجس و رجس کا گزر ہی نہیں ہو سکتا تھا اور لیذھب عنکم الرجس اھل البیت (تاکہ اے اہل بیت اللہ تم سے رجس کو دور فرما دے) کا فرمان خداوندی ان کی عظمتوں کا مظہر تھا۔

ساری کائنات کو دیانت و امانت کا درس ذات نبوی نے عطا فرمایا تھا اور مولائے کائنات کو تو اپنے بستر پر شب ہجرت چھوڑ کر ہی اس لئے آئے تھے کہ کافروں کو بھی امانتیں پہنچانے کا درس دینا تھا، یہی امانت کا درس لے کر جب حضور حیدر مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے تو قومی مال کا جس طرح تحفظ فرمایا وہ آنے والی نسلوں کے لئے مینارۂ نور ہے حسنین کے ہاتھوں سے نارنگیاں لے کر لوگوں میں تقسیم فرما دیں کہ وہ بیت المال سے تھیں۔[1]

بیت المال کے حصے کرنے کے بعد وہ حصے بھی قرعہ اندازی سے تقسیم فرما رہے ہیں کہ کمی بیشی کے ذمہ دار آپ نہ ہوں۔ مال میں ایک روٹی بھی آ گئی ہے مال کے سات

ا۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ بحوالہ ابن ابی شیبہ

ٹکڑے فرماتے ہیں تو روٹی کے بھی سات ہی ٹکڑے کر دیئے ہیں۔[1]

شہنشاہ زہد و ورع

ہم زہد کے کئی واقعات گزشتہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں دراصل سرکار مرتضیٰ دنیا سے منہ موڑ چکے تھے ان کی ادا شناس نگاہیں آخرت پر مرکوز تھیں۔ وہ محمدی کا سچا نمونہ تھے اور قیامت تک آنے والے فقراء کے قائد تھے لہٰذا دنیوی شکوہ ان کے گھر کے قریب سے ہو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت سے باہر ایک میدان میں فروکش ہو گئے۔ پھر ایک تاریخ ساز فقرہ ارشاد فرمایا کہ ''عمر بن خطاب نے ہمیشہ ایسے شاندار محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے مجھے بھی ضرورت محلات کی نہیں مجھے یہ کھلا میدان ہی کافی ہے۔''

فاطمہ طیبہ اپنے گھر تشریف لائی تھیں سامان جہیز کی تفصیل ہم عرض کر چکے ہیں مگر حضور حیدر اس سامان میں کسی چھوٹی سی چیز کا بھی اضافہ خاتون جنت کی حیات طیبہ میں نہیں فرما سکے۔ دور نبوت میں پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں بھوک کی شدت ہے ایک ضعیفہ کے باغ میں ڈول بھر بھر کر پانی ڈال رہے ہیں وہ ایک ڈول پر ایک کھجور دیتی ہے مٹھی بھر کھجوریں تو مل گئی ہیں مگر تنہا کھانے کی عادت نہیں ہے وہ دیکھو حضور حیدر رحمت عالم کی معیت میں کھجوریں تناول فرما رہے ہیں واقعہ سرکار کو بتا دیا ہے محنت علی میں بڑے شوق سے ذات نبوت شریک ہے۔[2]

دور خلافت میں یہ ادائیں اور نکھر آئی ہیں عبداللہ بن زید کھانے میں شریک ہیں پوچھتے ہیں ''امیر المومنین کیا جناب کو پرندوں کا گوشت پسند نہیں ہے؟'' فرمایا ''خلیفہ اسلام کو صرف دو پیالوں کا حق ہے ایک سے خود کھائے اور اپنے اہل کو کھلائے اور دوسرا خلوق خدا کے سامنے رکھ دے۔''[3]

وہ سب کچھ لٹا دینے کے عادی ہیں پاس کچھ نہیں ہے منبر پر ارشاد ہوتا ہے۔ ''کوئی میری تلوار کا خریدار ہے؟ قسم بخدا اگر میرے پاس تہبند کی قیمت ہوتی تو اسے نہ

۱۔ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ بحوالہ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶

۲۔ مسند امام احمد ج ا ص ۳۵

۳۔ ایضاً ص ۷۸

پچھا۔'' پھر مجمع سے ایک آواز آئی ''یا امیر المومنین! تہبند کی قیمت میں ادھار دیتا ہوں۔''[۱]
گھر کوئی نوکرانی تک نہیں ہے۔ خاتون جنت اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں اور جب رسالت مآب سے خادمہ کے لئے التجا کرتی ہیں تو وہاں سے تسبیح فاطمہ عطا ہوتی ہے جسے قیامت تک امت نمازوں کے بعد پڑھتی رہے گی۔ اس زہد و ورع کو جلا آپ کی عبادت کس طرح بخش رہی ہے۔ یہ بھی مولائے کائنات کا ایک نرالا انداز ہے۔

شوق عبادت پر قرآنی شہادت

یہ عبادت اللہ کریم سے ربط کا نام ہے لہٰذا انبیائے کرام نے اس کی ہمیشہ دعوت دی ہے حضور حیدر نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ راتیں اور دن عبادت میں گزارے ہیں قرآن نے ان کی اس ادا کو تراھم رکعا سجدا (اے مخاطب! تو انہیں رکوع و سجود میں ہی پائے گا) کے مقدس اور غیر فانی الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ مفسرین کرام نے اس مقدس جملے کا مظہر ذات علی کو قرار دیا ہے۔ یہ تو واضح بات ہے کہ رکوع اور سجود سب صحابہ کی مشترکہ صفت ہے اس اشتراک کے ہوتے ہوئے جب حیدری تخصیص آ جائے تو ان کی عبادت کو ایک خاص امتیاز مل جاتا ہے۔

صحابہ کرام نے آپ کی تقدس مآب عبادت کو کئی اندازوں سے خراج تحسین و آفرین پیش کیا ہے۔ ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

كَانَ مَا عَلِمْتُ صوّاماً قوّاما.[۲] جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ بہت روزے اور حد سے زیادہ رات کو قیام فرمانے والے تھے۔

زبیر بن سعید قرشی کا ارشاد ہے۔

لم ازھا شمیا قط کان اعبد عنه.[۳] میں نے کوئی ہاشمی بھی آپ سے بڑھ کر عبادت گزار نہ پایا۔

اسی عبادت کو سخاوت' راہ خدا میں خرچ کرنے کے شوق نے جو رعنائی عطا فرمائی

۱۔ خلفائے راشدین ص ۳۲۲
۲۔ ترمذی کتاب المناقب
۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۸

وہ بھی ذرا ملاحظہ کرتے چلیں۔ کوئی سائل آپ کے در اقدس سے خالی ہاتھ جائے ناممکن ہے رات بھر مزدوری فرما کر صبح گھر پلٹتے ہیں مزدوری کے ماحصل سے جو خرید لائے ہیں ایک تہائی پسوا کر حریرہ پکوا رہے ہیں ابھی حریرہ تیار ہوا ہے کہ دستک سنائی دی ہے دروازے پر ایک مسکین ہے لیجئے پکا ہوا سارا حریرہ اسے مل گیا ہے دوسری تہائی پکوانے لگ گئے ہیں اس کی تیاری پر ایک یتیم کی آواز آ گئی اور یتیم یہ حریرہ لے کر چلا گیا ہے اب صرف آخری ایک تہائی باقی ہے جو پک رہی ہے لیکن دروازے پر پھر دستک ہوئی ہے یہ ایک مشرک قیدی ہے جسے امیر المومنین حریرہ کا آخری حصہ دے کر خود فاقہ مستی کا لطف اٹھا رہے ہیں قیامت تک آنے والے اولیاء کو راہ مصطفیٰ سمجھا رہے ہیں حیدری قوت کا راز بتا رہے ہیں۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

اللہ کریم نے اس ادائے دلربا پر اپنی رضا کی یوں مہر لگا دی۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ [۱] وہ محض محبت ربانی کی خاطر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

عبادت و سخاوت کے ساتھ جب شجاعت بھی مل جائے تو انسانیت جگمگا جاتی ہے یہ وہ وصف ہے جو ہمارے آقا کی امتیازی صفت ہے جہاں شجاعت کا ذکر آتا ہے حیدری نعرہ فضاؤں میں بکھر جاتا ہے ہم غزوات میں آپ کی شجاعت کے واقعات بھی ذکر کر آئے ہیں اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ سرکار نے بہت سے معرکوں میں جھنڈا آپ کو عطا فرما کر آپ کی شجاعت و بسالت پر مہر تصدیق لگا دی۔

میدان جہاد میں جس نے للکارا ضربت حیدری نے اسے خاک و خون میں تڑپا دیا وہ ہرگز اس بات کو برداشت نہیں فرماتے کہ کوئی میدان میں اسلام کو للکارے اور پھر اپنے کندھوں پر سر لے کر صحیح سلامت واپس بھی چلا جائے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر اسے اپنے اوپر حملہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہ سارے جنگی حربے استعمال کر چکتا ہے تو جوابی کاروائی کرتے ہیں۔ جو لمحاتی ہوتی ہے اور کافر اپنے انجام کو پا لیتا

۱۔ القرآن الدھر ۷۶/۸

ہے بہادری شجاع لوگوں کو مغرور بنا دیتی ہے وہ انا ولا غیر کا نعرہ مارنے لگتے ہیں لیکن ہمارے آقا کی شجاعت اپنی ذات کے لئے نہیں رضائے ربانی کے لئے ہے لہٰذا یہاں اگر وہ کسی کو پچھاڑ دیتے ہیں اور وہ چہرہ انور کی طرف تھوک دیتا ہے تو آپ اس کے سینے سے اتر جاتے ہیں کہ اس نے ایک مکروہ فعل سے آپ کو غصہ دلایا ہے اب اسے قتل کرنے میں صرف رضائے ربانی نہیں رہی خواہش ذاتی بھی شامل ہو گئی ہے اور علی اپنی خواہش کے لئے کسی کو نہیں مارتے' ان کا حریف اگر ننگا ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں کہ حیا کا تقاضا یہی ہے جس شجاعت میں حیا شامل نہ ہو وہ تو وحشت بن جاتی ہے۔

تواضع و خاکساری

تواضع کی حسین صفت بھی آپ کے کُلاہ پاک کا ایک حسین پھول ہے۔ مزدوری بھی فرما رہے اور مسائل بھی سمجھا رہے ہیں۔ اونٹ چرا رہے ہیں اور ساتھ ہی علوم مصطفیٰ کے دریا بہا رہے ہیں۔ وہ دیکھو زمین کھودتے ہوئے بھی طلباء اور حاجت مندوں کے نرغے میں ہیں۔ کس بے تکلفی سے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ گھر سے نکل کر مسجد میں چلے گئے ہیں زمین پر استراحت فرما رہے ہیں پیٹھ کے نیچے چادر نہیں رہی مٹی لگ گئی ہے سرکار نبوت تلاش کرتے کرتے مسجد میں آ گئے ہیں اس حال میں پا کر ارشاد ہوتا ہے۔ قم یا اباتراب۔[1] (ابوتراب اٹھئے) پھر یہی کیفیت آپ کو سب سے زیادہ پسند آتی ہے اس کی معنوی گہرائی کی طرف ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں۔

ایام خلافت میں یہی سادگی' تواضع قائم رہتی ہے مختصر سا کرتہ ہے آدھے بازو کھلے ہیں موٹے کپڑے کی تہبند ہے وہ بھی عموماً نصف پنڈلی تک ہوتی ہے اکثر دو چادریں پہنتے ہیں ایک تہبند ہے اور دوسری اوپر کر رکھی ہے گویا حالت احرام میں ہیں اور اسی لباس میں کوزا ہاتھ میں لئے بازار میں گشت فرما رہے ہیں کسی کو تعظیماً اٹھنے اور کھڑا ہونے کی اجازت نہیں دیتے کہ یہ تعظیم حاکم کے لئے فتنہ کا سبب بنتی ہے اور حاکم کے لئے مومن کھڑا ہو تو اس کی ذلت کی گواہ بن جاتی ہے۔[2]

۱۔ بخاری ج ۱ ص ۶۳ باب نوم الرجل فی المسجد۔ قم اباتراب دو دفعہ فرمایا

۲۔ تاریخ طبری ص ۳۳۴۸

پیوند لگے کپڑے عموماً پہن لیتے تھے جب لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ایسے کپڑے نہ پہنیں تو فرمایا ایسے کپڑوں سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور پیروی کرنے والوں کے لئے اچھا نمونہ ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ سردی و گرمی کا آپ کی ذات اقدس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکار نے غزوہ خیبر میں آپ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اللّٰھم اذھب عنہ الحرو البرد۔ [1] میرے اللہ! ان سے گرمی و سردی کو دور فرما دے۔

اس کے بعد کائنات نے دیکھا کہ وہ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنے ہوئے ہیں۔ الفاظ محمدی اپنا ظاہری و باطنی اثر دکھایا کرتے ہیں لہٰذا آپ کے مقدس الفاظ کے سب مفاہیم اللہ کریم پورے فرماتے ہیں۔ وجود حیدر موسم کی گرمی و سردی سے بھی بچتا ہے اور انقلابات دہر سے ان کی روح اقدس اور ایمان کامل بھی سدا محفوظ ہو کر ولایت مآب اور غریب نواز بن جاتے ہیں۔

اصابت رائے و عظمت مشورہ

عہد نبوی میں ہی آپ سے رائے لی جاتی تھی اور پھر اسی رائے پر اعتماد کیا جاتا تھا سب مہمات و غزوات میں یہ مشورے جاری رہے۔ ہم عرض کر آئے ہیں کہ غزوہ طائف میں یہ مشورہ سرگوشی کی طویل شکل اختیار کر گیا اور پھر سرکار نے فرمایا "میں نہیں اللہ تعالیٰ ان سے سرگوشیاں فرما رہا تھا۔" یعنی زبان مصطفیٰ سے خدا کی آواز آ رہی تھی۔

حضرت ام المومنین پر جب منافقوں نے تہمت باندھی تو سرکار نے سیدنا حیدر سے مشورہ لیا تھا جس کی تفصیلات بخاری کے باب الافک میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

خلافت راشدہ میں بھی مشورات جاری رہی صدیق و عمر کو بڑے قیمتی مشورے دیئے سیدنا عثمان کو بھی لاتعداد دفعہ مشورے دیئے چند مشورے ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔

سیدنا فاروق ہر مشکل معاملہ میں مشکل کشا کی طرف رجوع فرماتے صائب مشورہ پا کر ایک دفعہ فرمایا لو لا علی لھلک عمر۔ اسی طرح ہم نہج البلاغہ کے حوالے پیچھے نقل کر آئے

۱۔ مسند امام احمد ج ۱ ص ۹۹

ہیں لولاک لا فتضحنا بھی زبان فاروق سے حضور حیدر کی شان اقدس میں نکلا۔ حضور نے جو مشورے سیدنا عثمان کو دیئے تھے اگر وہ پوری طرح قبول کر لئے جاتے تو شاید تاریخ وہ سانحہ نہ دکھا سکتی جو سیدنا عثمان کو پیش آیا مگر و کان امر اللہ مفعولا ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

اصابت رائے کے سلسلہ میں یہ پھر یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے فیصلے ایک مسلمہ ثبوت ہیں مگر جن لوگوں نے یہ فیصلے کرائے تھے جب وہ اعلیٰ ترین عدالت --- سرکار رسالت --- کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حیدری فیصلے پیش کر کے سرکار سے حکم پوچھا۔ ارشاد ہوا۔

ما اجد فیھا الا ما قال علی. میرا بھی اس سلسلہ میں وہی فیصلہ ہے جو علی نے کر دیا ہے۔

ایک اور حیدری فیصلہ سن کر زبان نبوت سے یہ کلمات صادر ہوئے۔

الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت.[1] شکر خدا ہے کہ اس نے ہم اہل بیت کو دانائی عطا فرما دی ہے۔

حضور حیدر کے مناقب و محامد پر بڑی ہی نفیس بحث حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں فرمائی جو ہے خاصے کی شے ہے اہل علم و فکر ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اخلاق عالیہ کن صفات مقدسہ کا نتیجہ ہوتے ہیں؟ اس پر علمائے اخلاق نے طویل بحثیں کی ہیں شاہ صاحب نے اخلاق حیدری کو تہذیب صفات کا نتیجہ قرار دیا ہے اور بڑی نفیس بحث فرمائی ہے۔ ولی را ولی می شناسد' کا حق ادا کر دیا ہے۔

حضور اکرم کی حیات طیبہ میں وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ

اَفَا ئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ.[2] اگر رسول کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گئے تو کیا تم الٹے پھر جاؤ گے۔

آنے والے غم کے طوفان کی طرف یہ جملہ اشارہ کر رہا ہے علی اسی وقت کہہ دیتے

۱۔ ازالۃ الخفاء ص ۲۶۹ از شاہ ولی اللہ

۲۔ القرآن۔ ال عمران آیت ۱۴۴

ہیں خدائے قدوس نے ہمیں ہدایت دے دی ہے کبھی بھی ہم کفر کی طرف واپس نہیں جا سکتے۔ کفر کی طرف جانا دور کی بات ہے غم میں کھو کر بھی جو کچھ آپ نے سرکار کو غسل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں یہی حضرت صدیق کا بھی کردار تھا۔ فاروق والہانہ پن میں سرے سے وصال کا ہی انکار فرما رہے تھے۔

حضرت معاویہ کی رائے

معاویہ نے آپ کے وصال کے بعد جناب ضرار اسدی سے کہا ان کے اخلاق کریمانہ بتاؤ انہوں نے طویل خطبہ آپ کے محامد پر جناب معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ چند جملے آپ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ ''ان کی ہر جانب سے علم کا سرچشمہ پھوٹتا تھا اور ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ انہیں دنیا کی دلفریبی و شادابی سے وحشت اور رات کی وحشت ناکی سے انس تھا --- وہ اگرچہ خود ہم سے بہت قریب ہو جاتے تھے مگر خدا کی قسم پھر بھی ان کی ہیبت سے ہم ان سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے --- میں اس بات کا گواہ ہوں کہ دن بھر جنگ میں مشغول رہنے کے باوجود میں نے رات ڈھلتے نہیں دیکھا ستارے ڈوب چکے ہیں مگر مارگزیدہ کی طرح مضطرب وہ کھڑے اپنی داڑھی پکڑے رو رہے ہیں دنیا کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے نہ چھیڑ' میری مشتاق نہ بن میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اب رجعت نہیں ہو سکتی' میں تو اس راستے کا راہی ہوں جو بہت طویل ہے اور زاد راہ کم ہے راستہ وحشتوں سے بھرا ہوا ہے۔'' یہ تقریر سن کر معاویہ بھی رو پڑے ہیں اور کہتے ہیں قسم بخدا ابوالحسن ایسے ہی تھے۔[1]

دشمنوں سے حیدری سلوک

آپ کے سامنے اسوہ رسول تھا سرکار نے فتح مکہ کے بعد کفار و مشرکین سے فرمایا تھا۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ تمہیں آج شدت و سختی سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔

سرکار نے یہ بھی فرمایا تھا۔ بہادر دشمن کو پچھاڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کو

۱۔ ازالۃ الخفا ایضاً ص ۲۶۸

زیر کرنے والا ہوتا ہے۔ حضور حیدر نے انہی ارشادات پر عمل کیا' گرے دشمن کو نہیں مارا۔ مغلوب دشمن پر زیادتی نہیں فرمائی۔ جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا بصرہ میں ایک حامی کے گھر تشریف فرما تھیں سب زخمی بھی وہاں اکٹھے ہو گئے حضور حیدر وہاں سیدہ عائشہ کو ملنے گئے ایک خاتون نے بے حد بدتمیزی کی مگر حقیقی شجاع نے بقول عظیم مورخ طہ حسین مصری درگزر فرمائی اور دشمن زخمی قیدیوں سے ذرا بھی تعرض نہیں فرمایا۔[1]

حضرت زبیر صحابی رسول بھی ہیں اور پھوپھی زاد بھی مگر جمل میں وہ مخالف لشکر میں ہیں ابن جرموز نے انہیں شہید کر دیا ہے سر لے کر حیدر کی خدمت میں آیا ہے کہ انعام وصول کرے۔ فرمایا۔ ''صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔'' پھر حضرت زبیر کی تلوار ہاتھ میں لے کر پرنم آنکھوں سے فرمایا۔ ''یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ سرکار رسالت مآب کے چہرے سے مشکلات کے بادل ہٹائے تھے۔''

جمل کے شہداء میں حضرت طلحہ کے صاحبزادے جناب محمد بھی شہید خاک پر پڑے تھے آپ نے نظر پڑنے پر سرد آہ بھر کر انہیں مخاطب کیا۔ ''اے قریش کے شکرے!''

آپ کا سب سے بڑا دشمن تو ابن ملجم ملعون ہے جو آپ کا قاتل ہے اس پر سختی نہ کرنے کا حکم دیا جس کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔ دشمنوں سے حسن سلوک کا یہ کتنا عظیم معیار ہے۔

بیت المال کا انتظام

ہم گزشتہ صفحات میں اشارہ کر آئے ہیں کہ سیدنا فاروق بیت المال میں کچھ رقم رکھنے کے قائل تھے تاکہ ناگہانی ضرورتوں کی کفالت کی جا سکے دنیوی سیاست اور دینی تقاضوں کے تحت ایسا کرنا بے حد ضروری بھی ہے لیکن حضور حیدر ایک اور صفت توکل علی اللہ کی تکمیل چاہتے ہیں لہٰذا دور فاروقؓ میں اکثر آپ یہ رائے دیا کرتے تھے کہ بیت المال میں کچھ بھی ہو پس خوردہ نہیں رہنا چاہئے ان کے اس مشورے پر ایک دو دفعہ سیدنا فاروقؓ نے عمل بھی فرمایا ذاتی زندگی کی حد تک تو پوری زندگی سیدنا فاروق ایسا ہی عمل فرماتے رہے۔

جب دور حیدر آیا تو اب انہوں نے اسی بات پر عمل فرمایا جس پر پہلے وہ خلفائے

۱۔ علی و نبوۃ واقعہ جمل ص ۶۱۔۶۰ ترجمہ از علامہ عبدالحمید نعمانی مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی بار پنجم ۱۹۷۸ء

گرامی کو مشورے دیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی ادا بڑی ہی دلبرانہ تھی' جو کچھ ہوتا تقسیم فرما دیتے پھر بیت المال کو دھو دیا جاتا اور آپ وہاں نفل ادا کرتے اکثر سب کچھ تقسیم فرما کر نفل پڑھ کر زبان حیدری سے یہ جملے نکل جاتے۔ "اے دنیا! میرے بغیر کسی اور کو دھوکا دے میں تیرے فریبوں میں نہیں آ سکتا۔" اس تقسیم میں کسی رشتہ دار' دوست یا تعلق والے کی تخصیص نہ رہتی تھی۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ فرماتی ہیں اگر بیت المال میں لیموں آ جاتے ہوں ان سے کوئی ایک دانہ اٹھا لیتا تو آپ چھین لیا کرتے۔ مال کو بالکل اسی طرح تقسیم فرماتے جو انداز صدیقی تھا اسی وقت پورے کا پورا تقسیم کر دیتے۔ حکومت و امانت میں متدین آدمی لاتے لیکن خیانت کا شبہ ہوتا تو قرآنی آیات کے حوالے سے شدت سے تنبیہہ فرماتے۔ آپ کے کئی عمال اسی وجہ سے بھاگ کر حضرت امیر معاویہ سے جا ملے۔ آپ کے بھائی حضرت عقیلؓ بھی حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔ ایک محفل میں جناب معاویہ نے ان سے اپنا اور حضور حیدر کا فرق مجمع کے سامنے دریافت کیا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا۔ "رضائے الٰہی تو اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ علی کے پاس ہے ہاں وسیع دسترخوان آپ کے پاس ہے۔" حضرت معاویہ ہنس پڑے اور فرمایا۔ ہاشمی انہیں سب سے کم عقل سمجھتے ہیں مگر دیکھو ان کا جواب کیسا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ جناب عقیل نے اس چھوٹے سے فقرے میں خلافت راشدہ اور حکومت دنیا کا بڑے دلکش انداز سے فرق واضح فرما دیا ہے۔[1]

ہم نے انتہائی اختصار سے کام لے کر حضور حیدر کے متعلق چند گزارشات پیش کی ہیں ان کے لئے تو ہزاروں صفحات بھی کم ہیں ان کے ذکر پاک کی پیاس ھل من مزید کی طالب ہے مگر ایک تذکرہ کی تنگ دامانی مزید لکھنے سے مانع ہے۔ آیئے اس ولایت مآب کی کچھ کرامات کا ذکر کریں اور پھر شہادت کے ذکر پر گزارشات کو ختم کر دیں۔

کرامات حیدری

آپ مجسمہ کرامات ہیں قیامت تک کے اولیاء کو کرامات آپ کے صدقہ میں عکس معجزات رسالت کے طور پر ملی ہیں۔ آپ وہ سمندر ہیں جس سے لاتعداد کراماتی دریا اور

۱۔ ایک اور انداز سے حضرت عقیلؓ کے واسطے کے بغیر یہ بات علی و نبوۃ ترجمہ عبدالحمید نعمانی کے ص ۱۳۴ پر مذکور ہے۔

نہریں نکلتی ہیں۔ یہ نہریں اور دریا آپ کے خلفاء اور قیامت آپ کے خلفاء ہیں، ہم صرف چند کرامات پر ہی اکتفا کریں گے۔

۱۔ ہم سمجھتے ہیں آپ کی میدان سیاست میں کرامت یہ ہے کہ انتہائی ناساز گار حالات میں خلافت راشدہ کا معیار قائم رکھا اور حالات کے سامنے سپر انداز نہیں ہوئے۔

۲۔ علمی کرامت یہ ہے کہ آپ کے علوم آج تک سینہ بسینہ اور کتاب بہ کتاب نقل ہوتے جا رہے ہیں ان کا آخری کنارا نہیں مل سکا۔

۳۔ آپ کی ولایت کی کرامت یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ ولایت حضور کے اپنے دور اقدس سے لے کر تا حال پوری رعنائی سے چل رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

کرامت جن معانی میں عموماً مروج ہے اس اعتبار سے بھی آپ کی لاتعداد کرامات ہیں۔ کچھ ملاحظہ فرمایئے۔

۴۔ امام بیہقی نے سیدنا سعید بن مُسیّب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ہم حضور حیدر کے ساتھ مدینہ طیبہ کے قبرستان سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے مردوں کو سلام کہنے کے بعد فرمایا۔ ''کیا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم تمہیں تمہارے بعد کی خبریں بتائیں۔'' ایک مردے نے کہا آپ ارشاد فرمائیں آپ نے ان کے گھروں کے حالات بتائے تو پھر مردے نے قبر کے سارے حالات تفصیل سے عرض کئے۔ حضرت سعید اور دوسرے ساتھیوں نے یہ ساری گفتگو سنی۔

۵۔ ایک شخص کو باپ نے برائی سے روکا وہ باز نہ آیا باپ نے اصرار کیا تو اسے خوب پیٹا وہ استغاثہ لے کر کعبہ مشرفہ میں پہنچا بددعا کی بیٹے کا پہلو فالج کا شکار ہو گیا باپ کی منت کی ماں نے کہا جہاں بددعا کی تھی وہیں دعا کے لئے جاؤں گا۔ بیٹے نے اونٹ دیا مگر باپ ایک وادی میں اونٹ سے گر کر مر گیا اب بیٹا رات کو درد انگیز اشعار پڑھ رہا ہے مولائے کائنات حسنین کو بھیجتے ہیں وہ اسے لاتے ہیں پہلو گھسیٹ رہا ہے واقعہ سناتا ہے قسم کھا کر کہتا ہے باپ راضی ہو گیا تھا مگر کعبہ تک پہنچ نہ سکا۔ حضور حیدر نفل پڑھ کر دعا فرماتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑا ہو گیا۔ فرمایا چل وہ چلنے لگ گیا ارشاد ہوا تو نے

قسم کھا کے والد کا راضی نامہ نہ بتایا ہوتا تو میں دعا نہ کرتا یہ واقعہ علامہ تاج الدین سبکی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب طبقات میں نقل فرمایا ہے۔

۶۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک محب کالے رنگ کے غلام نے چوری کی آپ کے سامنے اقرار کیا آپ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا وہ وہاں سے چلا راستے میں سلمان فارسی اور ابن الکواء رضی اللہ عنہم سے ملا انہوں نے پوچھا ہاتھ کدھر گیا وہ بولا امیر المومنین یعسوب المسلمین، ختن رسول اور زوج بتول حیدر کرار نے کٹوا دیا ہے۔ ابن الکواء نے فرمایا تیرا ہاتھ بھی انہوں نے کاٹا اور تو ان کے لئے ایسے القاب بھی استعمال کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا انہوں نے مجھے پاک کر دیا ہے اب جہنم سے بچ جاؤں گا۔ حضرت سلمان نے سرکار حیدر کو بات آ کر عرض کی۔ آپ نے اسے بلوا لیا کٹا ہاتھ کلائی کے ساتھ لگا کر اوپر رومال دے دیا۔ دعا دی تو آسمان سے آواز آئی۔ پردہ ہٹا دو۔ پردہ ہٹایا گیا تو ہاتھ پہلے کی طرح جڑا ہوا تھا۔

۷۔ کتاب الاعتبار کے مصنف جناب اسامہ بن منقذ نے ایک ایسے مریض کا ذکر کیا ہے جس کے منہ پر بہت بڑا پھوڑا تھا اسے اوپر باندھ کر وہ منہ میں روئی ڈال سکتا تھا یہ فرات کے مغربی کنارے انبار کے بالمقابل ایک قصبہ صندوریا کی مسجد کا خادم تھا یہ مسجد علی کہی جاتی تھی۔ آپ اسے خواب میں ملے تو اس نے اپنی مشکل پیش کی آپ نے فرمایا اسی دنیا میں جلد بازی سے وصولی چاہتے ہو؟ میری آنکھ کھل گئی تو پھوڑا منہ سے گر کر نیچے پڑا تھا اور میں بالکل تندرست ہو چکا تھا۔

۸۔ سرکار رسالت نے حضرت ابوذر غفاری کو بھیجا کہ حضور حیدر کو بلوائیں حضرت غفاری حیران ہوئے کہ حیدر کے گھر چکی تو چل رہی ہے مگر چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ سرکار عرش وقار کی خدمت میں آ کر واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گھومتے رہتے ہیں ان کی ڈیوٹی آل محمد کی معاونت کرنا ہے۔''

نمبر چار سے لے کر نمبر آٹھ تک کی پانچ کرامات ہم نے علامہ یوسف نبہانی کی کتاب جامع کرامات الاولیاء سے نقل کی ہیں اس کتاب کا ہم نے ترجمہ کیا ہے جو مطبوعہ ہے ہم نے یہاں انتہائی اختصار سے یہ کرامات نقل کی ہیں ان کی تفصیل ہمارے ترجمہ والی

کتاب کے ص ۴۴۲ سے ص ۴۴۸ تک ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

۹۔ یہ راقم الحروف کی خود بیتی ہے۔ ''میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا کہ ٹائیفائیڈ کا شکار ہو گیا ایک دفعہ ٹھیک ہو گیا مگر پھر دوبارہ مرض کا حملہ ہوا۔ والد گرامی بے حد پریشان تھے میں نے رات خواب میں حضور مولائے کائنات کی زیارت کا شرف پایا آپ نے مجھے تھوڑی سی خاک ایک صدف میں ڈال کر کھلائی' مرض چھٹی کر گیا میرے والد گرامی نے خواب سنا' پھر علمی مدارج پر میں چڑھنے لگا۔ جب بھی کوئی ایک مرحلہ ختم ہوتا تو حضرت والد فرماتے۔ ''خاک حیدری کی کرم فرمائیاں ہیں۔'' آج میں خود بھی ماضی پر نگاہ ڈالتے ہوئے اپنی بے بضاعتی اور کوتاہیوں پر نگاہ ڈالتا ہوں تو والد مکرم کے مقدس فقرے کی گہرائیوں میں کھو جاتا ہوں اور حضور حیدر کی کرم گستریوں اور بندہ پروریوں کو سلام کہنے لگتا ہوں۔ مشکل کشا کی مشکل کشائیوں کو سلام۔

شہادت طیبہ

شامیوں نے حیدری علاقہ پر جھڑپیں شروع کر رکھی تھیں لوٹ مار سے لوگ تنگ آ چکے تھے مولائے کائنات نے بڑی حد تک اس کا سدباب فرمایا لیکن ان حالات کو ختم کرنا ضروری تھا کیونکہ ملت اسلامیہ کافی عرصہ سے خانہ جنگی میں مبتلا تھی آپ نے جامع مسجد کوفہ میں بڑی اثر انگیز تقاریر فرمائیں کوفی جوش دکھانے لگ گئے مگر جب کوچ کا وقت آیا تو صرف تین سو آدمی رہ گئے اس سے آپ کو صدمہ ہوا آپ کو مشورہ دیا گیا کہ سختی کے بغیر کام نہیں چلے گا آپ نے اعلان کرایا کہ سب کو جانا ہو گا ابھی جانے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے کوفیوں کی بے وفائیوں کی وجہ سے اکثر آپ داڑھی کی طرف اشارہ فرما کر کہتے۔ خدا جانے وہ بدبخت کدھر گیا ہے جو اس کو اس (سر کی طرف اشارہ) سے رنگدار کر دے گا جس صبح آپ کی شہادت ہے اس شام کو بھی یہی ارشاد فرما رہے تھے۔

مکہ مکرمہ میں واقعہ نہروان کے بعد حج کے موقع پر کچھ خارجی اکٹھے ہوئے حالات پر طویل بحثیں کر کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ تین آدمیوں کو قتل کیے بغیر کام نہیں چلتا۔ اب تین رضا کار سامنے آئے حضور حیدر کے لئے عبدالرحمان بن ملجم نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت معاویہ کے لئے نزال نامی ایک شخص نے اپنا نام لیا۔ حضرت عمرو بن عاص کے لئے

عبداللہ نے اپنی خدمات پیش کیں تاریخ مقرر ہوگئی تاکہ تینوں ایک وقت پر شہید ہوں۔ امیر معاویہ کو تلوار اوچھی پڑی زخمی تو ہوئے مگر بچ گئے عمرو بن العاص بیماری کی وجہ سے مسجد نہ آئے جو شخص ان کی جگہ نماز پڑھانے آیا وہ شہید ہوگیا۔

ابن ملجم ملعون جب کوفہ پہنچا تو وہاں قطام نامی ایک حسین عورت اسے ملی یہ بھی حضور کی دشمن خارجیہ تھی اس نے ابن ملجم سے کہا میرا مہر خون حیدر ہے انہیں مار دو میں تم سے شادی کرلوں گی بات طے ہوگئی وہ اسے لعن طعن کرنے لگی کہ جلدی کیوں نہیں کرتا وہ اب اسے ساری کہانی سنانے لگا پھر دونوں انتظار میں دن گننے لگے اس ملعون نے کئی دفعہ ایسی حرکات بھی کیں مگر حضرت حیدر نے فرمایا جرم سے پہلے اسے گرفتار کیوں کیا جائے؟ یہ ہے وہ آزادی فکر وعمل جو مولائے کائنات نے دی رکھی تھی۔

پھر وہ دن بھی آ گیا جس کا اس خبیث اور اس کی محبوبہ کو انتظار تھا وہ کوفہ کی مسجد کے دروازے کی اوٹ میں تلوار سونتے کھڑا ہوگیا جونہی آپ اندر تشریف لائے اس نے پوری قوت سے وار کیا تلوار کھا کر زبان حیدری سے نکلا۔

فزت و رب الکعبۃ[1] پروردگار کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

طبری کا مصنف کہتا ہے کہ وہ بدبخت مسجد میں سو رہا تھا آپ نے اسے جگایا خود نماز میں مصروف ہو گئے سر نیاز مسجد میں رکھ کر اپنے کریم اللہ سے راز و نیاز میں مشغول ہو گئے تو اس نے سر مبارک پر تلوار سے وار کیا وہ گرفتار ہوگیا۔[2] آپ نے اس سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ ''دیکھو اگر میں اس کی ضرب کی وجہ سے مر جاؤں تو بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اس کی شکل وصورت بگاڑ کر مثلہ نہ کرنا کیونکہ سرکار نے تو باؤلے کتے کا مثلہ کرنے سے بھی روکا ہے۔''[3] آپ نے شرک سے بچنے' سنت نبوی قائم کرنے' تقویٰ اور صلاح بین المسلمین کی وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپس میں صلاح و اتحاد عام نمازوں اور عام روزوں سے افضل ہے یتیموں اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کی تاکید

۱۔ الکامل للمبرد ج ۳ باب الخوارج۔ اس باب میں آپکی شہادت اور خارجیوں کے طرز عمل اور پورے پروگرام کی تفصیل ہے۔ ج ۳ ص ۱۵۱۔۸۵

۲۔ طبری ص ۵۸۔ ۳۴۵۷

۳۔ نہج البلاغہ ۴۲۲

فرمائی۔ قرآن پر عمل کرنے‘ نماز قائم کرنے‘ کعبے کی عظمت کو بحال رکھنے اور زبان‘ مال اور جان سے جہاد جاری رکھنے کی بھرپور تاکید و وصیت کی۔[1] حسنین کریمین کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت محمد بن علی حنفیہ کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تلقین فرمائی۔ ارشاد تھا مجھے یہ موت اچانک نہیں آئی میری تو یہ حالت تھی گویا میں رات کو پانی طلب کرنے نکلا اور پانی مجھے مل گیا یا کسی چیز کی تلاش تھی اور وہ میں نے پالی‘ آخر میں ارشاد تھا۔

وما عند الله خير للابرار.[2] ابرار کے لئے وہ بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

بیس رمضان ۴۰ھ کو عظمت و کمال اور ہدایت و ولایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ حضور حسن نے تجہیز و تکفین کی اور جنازہ خود پڑھایا۔ عزی نامی جگہ میں مدفون ہوئے جسے اب نجف اشرف کہتے ہیں۔ روضہ اقدس مرجع انام ہے۔

آپ نے حسنین کریمین‘ حضرت کمیل اور حضور حسن بصری کے علاوہ بہت سے حضرات کو خلافت عطا فرمائی اور سلسلہ آج تک جاری ہے۔

ہم آخر میں آپ کے ایک خطبہ کے کچھ اقتباسات نقل کر کے سب مسلمانوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ ان پر عمل کیا جائے ہم اشارتاً کئی جگہ پر عرض کر آئے ہیں کہ آپ مسلمانوں کے اتحاد کے داعی تھے اور وصیت میں آتے خصوصاً اس پر اور دیگر عام نمازوں اور روزوں سے افضل قرار دیا تھا تعلیمات حیدری کو عام کرنے کی ضرورت ہے آپ کے گرامی قدر ارشادات جو ہر از علم و حکمت ہے نہج البلاغہ میں درج ہیں ان کا مطالعہ حرز جاں بنایا جائے۔ اہل سنت کے ہاں صحاح ستہ میں آپ کی روایات کو ملاحظہ کر کے یاد کیا جائے کہ یہ خدمت اسلام ہے اب ذرا خطبہ ملاحظہ ہو خوارج کو تو مخاطب فرماتے ہوئے آپ راہ راست کی تعیین یوں فرماتے ہیں۔

وسیهلک فی صنفین محب مفرط یذهب به الحب الی غیر الحق و مبغض مفرط یذهب به البغض الی غیر الحق و خیر الناس فیّ النمط الاوسط فالزموه

میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے محبت میں بڑھنے والا گروہ جسے محبت حق سے دور لے جائے اور دشمنی میں بڑھنے والا کہ وہ جسے دشمنی حق سے دور کر دے۔ میرے بارے میں سب سے بہتر میانہ رو لوگ ہیں تم

۱۔ نہج البلاغہ ص ۲۲۔۴۲۱

۲۔ نہج البلاغہ

والزموا السواد الاعظم فان يد الله علی الجماعته وایاکم والفرقته فاذا الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب الامن دعا الی هذا فاقتلوه ولو کان تحت عمامتی هذه۔[1]

اس تیسرے گروہ کے ساتھ ہو جاؤ۔ سواد اعظم مولد کو نہ چھوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ تفرقہ سے بچو کیونکہ جو جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جیسا کہ الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا حصہ ہوتی ہے۔ سنو جو بھی تفرقہ کی طرف دعوت دے اسے مار دو خواہ وہ میری اس پگڑی کے نیچے کھڑا ہو۔

ہمیں سرکار ولایت نے تین گروہوں کی نشاندہی کر دی ہے جسے وہ پسند فرماتے ہیں آیئے اس کی طرف لپکیں تا کہ مولائے کائنات کی نوازشات کے مستحق ہوں۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضی۔

خلفائے گرامی : وہ ملت کے امیر و امام تھے فیض یافتہ حضرات لاتعداد ہیں۔ چند خلفائے گرامی یہ ہیں۔

سیدنا امام حسن علیہ السلام۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ۔ حضرت کمیل۔ حضرت سلمان فارسی۔ حضرت اویس قرنی۔ قاضی شریح۔ حضرت یمین الدین شامی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

---

[1] نہج البلاغۃ مطبوعہ قم ص ۸۵۔۱۸۲ و شرح مفتی عبدہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۸

خواجہ بیکساں، امام عارفاں،

سیدنا خواجہ ابوسعید حسن بصری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

مدینہ منورہ ۲۱ھ

۶۴۲ء

وصال شریف

یکم رجب ۱۱۰ھ بصرہ

مادہ وصال علی ۱۱۰ھ

بقری؟ مصنف وفیات الاخیار، سہ شنبہ (منگل)

۵ رجب ۱۱۰

یکم شعبان ۱۱۰ھ

۹ نومبر ۷۲۸ء

۴، ۸ محرم ۱۱۲ھ تذکرۃ الفقراء

۱۱۱ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

از اخلاق احمد

ولادت باسعادت

سیدنا حسن بصری ۲۱ ھ میں اپنے والد گرامی حضرت ابوالحسن کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ کچھ حضرات نے ابو محمد اور ابوعلی بھی نقل کی ہے۔

طبقات کبریٰ کے مصنف امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ آپ کے والد میسان (بصرہ اور واسط کے درمیان ایک شہر) کے رہنے والے تھے قید ہو گئے انصار کی غلامی کا شرف پایا[1] اور ہجرت کے بارھویں سال حضرت صدیق اکبر کے دست حق پرست پر اسلام لائے۔[2]

حضور حسن بصری سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں پیدا ہوئے آپ کو امیر المومنین کی خدمت میں لے جایا گیا۔ فرمایا بڑا خوش شکل بچہ ہے اس کا نام حسن رکھا جائے۔

نشانی عظمت

آپ کی والدہ محترمہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں وہ کسی کام میں مصروف تھیں اور حضرت حسن بصری مسلسل رو رہے تھے سیدہ ام سلمہ نے از راہ شفقت اپنا مقدس پستان آپ کے منہ میں دے دیا تاکہ رونا چھوڑ دیں آپ نے دودھ کے چند قطرے پی لئے۔ یہ ام المومنین کے دودھ کے چند قطروں کا فیضان تھا کہ ہزارہا برکات و کرامات کا آپ پر نزول ہوا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ آپ کی پیشانی کا چمکتا نور ملاحظہ فرما رہی تھیں لہٰذا اکثر دعا فرماتیں۔ ''اے اللہ! اس کو خلقت کا راہبر بنا'' اس دعا نے شرف قبولیت پایا۔[3]

آپ خیر التابعین تھے اور حضور علیہ السلام کی امت کے شیخ و امام تھے[4] آپ نے ایک سو تیس صحابہ کرامؓ سے فیض صحبت حاصل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیشوائے خلق بنایا ہے۔[5]

۱۔ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی ص ۷۰
۲۔ مرآۃ الاسرار اردو ص ۳۴
۳۔ ایضاً
۴۔ قصص عارفان ج ۱ ص ۲۹۶ از مولانا احمد علی چشتی
۵۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۳۰

خلافت

مولائے کائنات حضور حیدر کرار سے باطنی فیض کی دولت وصول فرمائی۔ آپ کو سیدنا امام حسن اور سیدنا کمیل بن زیاد حضور حیدر کے غلام خاص نے بھی خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ یہ فیض حیدری کا اثر ہے کہ تصوف میں آپ کے اشارات بڑے لطیف ہیں اور انہی لطافتوں کے اسیر صوفیاء کرام ہمیشہ رہے ہیں۔ آپ سے بیشمار سلاسل تصوف نے فیض پایا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی سے پہلی ملاقات

حضور حیدر بصرہ تشریف لائے تو آپ نے واعظین کو وعظ کہنے سے بوجوہ روک دیا ان کے منبر توڑ دیئے حسن بصری کی مجلس میں خاموشی سے تشریف لائے اور پوچھا تم عالم ہو یا طالب علم؟ حضرت حسن نے عرض کیا میں کچھ بھی نہیں ہوں میری حیثیت صرف اتنی ہے کہ سرکار ابد اقرار سے جو مجھے ملا ہے اسے خلق تک پہنچا رہا ہوں حضور حیدر نے انہیں تقریر سے نہیں روکا ارشاد ہوا۔ "شاباشہ کلام جوان ہے۔" آپ مڑے تو حضرت حسن نے نور فراست سے امیر المومنین کو پہچان لیا۔ منبر سے اتر کر آپ کی طرف لپکے۔ عرض کیا امیر المومنین! خدا کے لئے مجھے وضو تعلیم فرمایئے۔ نگاہ حیدر نے نہ صرف ظاہر بلکہ باطن کی طہارت سے بھی نواز دیا۔ جہاں امیر المومنین نے کرم فرمایا اس جگہ کا نام باب السلطنت ہے حضور حیدر سے بہت ساری تربیت کی دولت سمیٹ کر ولایت کے گل رعنا بن گئے۔[1]

فرمایا ''ہم نے جو غذا ہاتھیوں کے لئے تیار کی ہے وہ چیونٹیوں کے منہ میں نہیں ڈال سکتے
محفل گرم ہوتی محبت کی آگ دلوں میں بھڑکتی آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں تو فرما
''رابعہ! یہ سب گرمی تمہاری ایک آہ جگر سوز کا صدقہ ہے۔''[1]

عاجزی و تضرع

بصرہ میں طویل خشک سالی نے ڈیرے ڈال دیئے دو ہزار لوگوں نے شہر سے نکل
کر نماز استسقاء کا اہتمام کیا۔ منبر رکھ کر حضرت کو اس پر بٹھایا دعا کی درخواست کی تو فرما
''اگر بارش چاہتے ہو تو مجھے بصرہ سے نکال دو اللہ تعالیٰ تمہیں بارش دے گا۔''[2] ابھی مقدس
زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ دریائے رحمت جوش میں آیا اور بارش برسنے لگ گئی۔

آپ کا نظریہ تصوف

پہلی دوسری صدی ہجری کا تصوف اسلام کی فطری تعلیمات کا مکمل عکاس تھا
قرآن و سنت کی تعلیمات پر یہ تصوف پوری طرح عمل پیرا تھا۔ اس تصوف میں بنیادی بات
یاد الٰہی تھی۔ اس دور کے صوفیہ دنیا میں رہ کر ترک دنیا پر کاربند تھے۔ جب دنیا سے یہ
حضرت نفور تھے اور توکل الٰہی ان کا مطمح نظر تھا' خوف خدا ان پر ہمہ وقت طاری رہتا تھا
ذات خداوندی اور اپنی ذات کے بارے ہر وقت سوچنا ان کا شعار تھا۔

اب ذرا ان کے زہد مع الخوف کی وضاحت ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی ۴۳۰ھ
کی زبان سے سنیئے فرماتے ہیں ''حسن بصری خوف الٰہی کے حلیف' حزن والم کے دوست
شب بیدار عبادت گزار' دنوں کو مجاہد و ریاضت کے علمدار' بیک وقت فقیہ زاہد' عابد دنیا سے بے
زار تھے۔ دنیا ان کی نگاہ میں فضول اور اس کی زینت ہیچ و ناکارہ تھی۔ وہ خواہشات نفس سے
بغاوت کے خوگر اور نفس کی تمناؤں سے نخوت برتنے کے عادی تھے۔''[3]

نفس کو صرف ایذا دنیا کافی نہیں بلکہ دل کا تصفیہ اور تنقیہ بھی ضروری ہے صرف
مجاہدہ و ریاضت دل کی صفائی کے لئے ضروری نہیں بلکہ فکر و تامل بھی ضروری عناصر ہیں

۱۔ ایضاً ص ۲۳۱
۲۔ ایضاً ص ۲۳۲
۳۔ انوار الاولیاء ص ۱۸۸۔۱۸۷ بحوالہ حلیۃ الاولیاء از رئیس احمد جعفری

ہیں زہد و تکشف کی دنیا کو تابناک بنانا ہوتا ہے یہ ہے وہ تصوف جس کی تابناکی میں
حضرت حسن بصری زندگی کی شاہراہ پر چلنے کے قائل ہیں انہی بنیادوں پر قائم آپ کے
نظریات نے لاتعداد عظیم اولیائے امت کو آپ کے حلقہ ارادت کا اسیر بنا دیا ہے اور بقول
صاحب مرآۃ الاسرار آپ کی ہدایت وارشاد کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔

غم واندوہ

حضرت بصری خوف خدا کے ساتھ غم و اندوہ کی بھی تصویر تھے آپ کی منور
آنکھیں ہر وقت نم آلود رہتیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ کا مقدس دل ہمیشہ اشکبار رہتا ہے۔
آپ کا نظریہ یہ تھا کہ عمل صالح کی نشوونما اور تربیت و ارتقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان
کم ہنسے اور زیادہ روئے۔ یہی قرآن وسنت کی تعلیم ہے لاتعداد احادیث اس مضمون کی شاہد
ہیں، دنیا سے دامن بچا کر انجام کے خوف سے لرزہ براندام رہنا ہمارے عظیم ولی اور مرکز
ولایت حضرت بصری کا شعار ہے۔ وہ فرماتے ہیں گریہ میں جو لذت ہے وہ ہنسی کو کبھی
نصیب نہیں ہوئی'' یہ خوف خدا اور خشیت الٰہی کا ہی نور ہے جو ہمارے حضرت کے ہاں تقویٰ
کے ارتقاء اور تکمیل میں سب سے بڑا عنصر اور معین و مددگار ہے یہی وہ اساس ہے جس پر
تقویٰ کا محل رفیع کھڑا ہے۔[1]

طبقات کبریٰ کے مصنف امام شعرانی حضرت حسن بصری کے خوف خداوندی کا
نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔ ''حضرت حسن بصری پر اس قدر خشیت الٰہی اور خوف خدا کی
دہشت طاری تھی کہ معلوم ہوتا تھا گویا جہنم کی آگ صرف انہی کے لئے تخلیق کی گئی ہے۔''[2]

غرض یہ کہ دور صحابہؓ و تابعین کے تابناک تصوف کی زندہ تصویر حضرت حسن بصری
کی ذات اقدس ہے وہ اس دور کے ترجمان بن گئے ہیں لہٰذا اس دور کی خصوصیات کا وہ
مجسمہ ہیں حضرات چشتیہ کے سب سلاسل آپ سے فیض یاب ہیں اور لاتعداد اولیائے امت
کے علاوہ بے شمار مجتہدین اور فقہاء و مفسرین نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا ہے یہ سلسلہ
ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

۱۔ انوار الاولیاء ص ۱۸۸ ملخصاً مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور بار ہفتم ۱۹۸۵ء
۲۔ طبقات الاولیاء شعرانی ترجمہ اردو ص ۱۸۸

اس شمع ہدایت نے نواسی ۸۹ سال کی ظاہری عمر پائی اور ۱۰۱۱ھ یکم رجب کو ہنستے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی۔ ایک بزرگ نے خواب میں زیارت کی تو پوچھا زندگی میں تو کبھی نہیں ہنستے تھے نزع کے وقت ہنسی کی وجہ کیا تھی۔ فرمایا "میں نے آواز سنی کہ ملک الموت! دیکھنا ابھی اس کا ایک گناہ باقی ہے مجھے اس خوشی سے ہنسی آ گئی۔ اور میں نے پوچھا کہ کون سا گناہ؟ اور جان دے دی۔"[1] بصرہ میں ہی آپ مدفون ہیں۔[2]

ملفوظات مقدسہ

۱۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا نشے میں رہتا ہے اس کا نشہ محبوب کے مشاہدہ کے وقت ہی اترتا ہے۔

۲۔ اسلام یہ ہے کہ تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور ہر مسلمان تجھ سے مامون و محفوظ رہے۔

۳۔ ہر مطیع خدا کی محبت تم پر لازم ہے جس نے نیکو کار سے دوستی کی گویا اللہ تعالیٰ کو اس نے دوست رکھا۔

۴۔ علماء کی پرہیزگاری دنیا اور مال میں ہوتی ہے۔

۵۔ دنیا تمہاری سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو وہ تمہیں لے کر چل پڑے گی لیکن اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تمہیں تباہ کر کے چھوڑے گی۔

۶۔ آدمی اللہ کریم کو جس طرح وہ چاہے گا بغیر احاطہ کے دیکھیں گے۔

۷۔ بندہ عاجز کی شان یہ ہے کہ گھر سے نکلے تو جس پر نگاہ پڑے اسے اپنے آپ سے افضل سمجھے۔

۸۔ لالچ عالم کو بدنما بنا دیتا ہے۔

۹۔ جس نے خدائے قدوس کے لئے عاجزی و تضرع کو اختیار کرتے ہوئے لباس تصوف پہنا اس کے قلب و نظر منور ہوئے جس نے لباس تصوف غرور و فخر کے لئے پہنا وہ سرکشوں کے ساتھ جہنم میں گیا۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۳۳

۲۔ نام و نسب صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی

۱۰۔ جسے قوت کے بعد راحت ملی وہ مردہ نہیں اصل مردہ وہ ہے جو زندوں میں رہ کر مردہ رہا۔

۱۱۔ فقیہہ وہ ہے جو دنیا سے پرہیز کرے اپنے گناہوں کا نگران اور اپنے پروردگار کی عبادت کا پابند ہو؟[1]

حضور حیدر اور حضرت حسن بصری

ایک اختلافی مسئلہ کی ہم توضیح ضروری سمجھتے ہیں۔ کچھ حضرات نے سلاسل اولیاء اللہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت حسن بصری کی ملاقات ہی حضور حیدر سے ثابت نہیں لہٰذا یہ سلسلہ ہی منقطع ہے؟ اسی اعتراض کے جواب میں حضرت فخر جہاں دہلوی نے فخر الحسن نامی کتاب عربی زبان میں لکھی تھی جس کا تفصیلی تذکرہ ان کے حالات میں آرہا ہے۔ ہم اس اعتراض کا جواب دیگر کتب سے دیں گے اور قارئین سے درخواست کریں گے کہ حضرت کی کتاب فخر الحسن کا مطالعہ بھی کیا جائے۔

پہلی بات یہ ذہن میں رکھی جائے کہ سارے کے سارے صوفیاء عالی مقام ملاقات اور حصول فیض کے قائل ہیں کسی ایک نے بھی عدم ملاقات کو تسلیم نہیں کیا۔

دوسری بات یہ ذہن میں رہنی چاہئے کہ محدثین کا ملاقات میں اختلاف ہے لیکن بہت سے محدثین بھی ملاقات کے قائل ہیں چند نام آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اپنی کتاب مختارہ میں ملاقات و روایت کا اقرار فرماتے ہوئے ان کی سند سے حضور حیدر سے روایت لی ہے۔

۲۔ حافظ جمال الدین مزی اور ۳۔ عسکری نے بھی ملاقات کا اقرار کیا ہے۔

۴۔ امام ترمذی اور ۵۔ امام حاکم نے آپ کی سند سے روایت لے کر اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۶۔ امام نسائی نے بھی وہی روایت آپ سے لی ہے جو ترمذی اور حاکم نے لی ہے۔

۷۔ زین الدین عراقی نے ترمذی کی اسی حدیث کی شرح میں ملاقات کا اعتراف

---

[1] طبقات کبریٰ ص ۷۱۔۷۰

فرمایا ہے۔

۸۔ حضرت ابوزرعہ بھی ملاقات کے اقرار ہیں۔ وہ فرماتے ہیں جب حضور حیدر کوفہ بطور خلیفہ تشریف لے گئے تو پھر ملاقات نہیں ہوئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جن حضرات نے حضور حیدر سے آپ کی ملاقات کی نفی کی ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں دراصل کوفہ میں مولائے کائنات کے تشریف لے جانے کے بعد ملاقات نہیں ہوئی ہے اس سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ سرے سے ملاقات نہیں ہوئی۔

۹۔ علامہ طحاوی نے بھی اپنی سند سے بواسطہ حضور حسن بصری مولائے کائنات سے روایت لی ہے۔

۱۰۔ اسی طرح امام دارقطنی نے اپنی کتاب میں کئی اسناد لی ہیں جن سے روایت حسن بن علی ثابت ہے۔

۱۱۔ علامہ ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب میں آپ کے واسطے سے حضور حیدر سے روایت لی ہے۔

۱۲۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں آپ کی سند سے کئی روایات لی ہیں۔

۱۳۔ امام دیلمی نے مسند الفردوس میں اپنی سند سے اس طرح روایت لی ہے۔

۱۴۔ حافظ ابن حجر۔

۱۵۔ مسند ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت حسن کی روایت کا حضور حیدر سے ذکر فرماتے ہیں۔

۱۶۔ حضرت محمد بن حسن صیرفی جنہیں امام سیوطی شیخ شیوخنا ہمارے استادوں کے استاد کہتے ہیں ملاقات وسماع کے بھرپور انداز سے قائل ہیں۔

۱۷۔ علامہ لالکائی نے اپنی کتاب المسنتہ میں بھی حضرت حسن کی روایت مولیٰ حیدر سے لی ہے۔

۱۸۔ حافظ ابوبکر بن مسدی نے بھی اپنی ''مسلسلات'' میں ملاقات' سماع اور فیض کا ذکر مفصلاً کیا ہے۔

ان اٹھارہ حضرات کا ذکر امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی

میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اسناد کے ساتھ مروی احادیث کا ذکر بھی موجود ہے۔[1]

امام جلال الدین سیوطی نے عقلاً و نقلاً حضور حیدر سے حضرت حسن بصری کی ملاقات اور سماع کو ثابت فرمایا ہے ذرا اس کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۱۔ اصول میں علماء نے اس بات کو مفصلاً بیان کیا ہے کہ جب مثبت اور منفی جمع ہو جائیں تو ترجیح مثبت کو دی جاتی ہے۔ کیونکہ اثبات میں علمی زیادتی ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت حسن کی ملاقات کا ہونا مثبت ہے اور ملاقات کا نہ ہونا منفی ہے قاعدہ کے مطابق مثبت کی ترجیح ہوگی لہٰذا ملاقات ثابت ہے جب ملاقات کے ثبوت کے دلائل آئیں گے تو علم میں اضافہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اثبات اپنے جلو میں نفی سے زیادہ علم لاتا ہے۔

۲۔ ابھی خلافت فاروقی کے دو سال باقی تھے کہ حضرت حسن بصری کی ولادت ہوئی۔ اس بات پر سب متفق ہیں۔ یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خیرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، حضرت ام سلمہ جناب حسن کو طلب دعا کے لئے صحابہ کرام کے پاس بھیجا کرتی تھیں تاکہ انہیں برکات صحابہ ملیں۔ ام المومنین سلمہ نے آپ کو حضرت فاروق اعظم کے پاس بھیجا تھا فاروق امت نے آپ نے کے لئے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ فقِہہُ الدِّین و حَبِبہُ اِلَی النَّاسِ — اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کا محبوب بنا

یہ واقعہ حافظ جمال الدین مزی نے اپنی کتاب التہذیب میں ذکر فرمایا ہے نیز عسکری نے اپنی کتاب المواعظ میں اپنی سند سے تحریر کیا ہے۔ مزی تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو حضرت حسن کی عمر چودہ سال تھی۔ یہ تو واضح بات ہے کہ جب ان کی عمر سات سال ہوگی تو انہیں نماز کا حکم گھر والوں نے دیا ہوگا وہ نماز باجماعت میں حاضر ہو کر حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پھر ان کے سماع کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ صحابہ کرام سے پانچ اوقات کی نمازوں میں ملتے تھے اور

---

[1] الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۰۴۔۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور ا از امام جلال الدین سیوطی نیز نام و نسب ص ۲۷۲۔۲۷۱ از حضرت نصیر الدین نصیر گولڑہ شریف۔

یہ سلسلہ شعور و سمجھ کے آغاز سے شروع ہو کر چودہ سالوں تک پھیل گیا۔ پھر حضور حیدر تو امہات المومنین کے مقدس گھروں میں حاضری دیا کرتے تھے حضرت ام سلمہ بھی ام المومنین تھیں اور حضرت حسن اپنی والدہ ماجدہ سمیت ان کے دولت کدہ میں رہ رہے تھے۔ یعنی اس صورت میں حضور کرار سے آپ کی کئی ملاقاتیں وہاں بھی ہوئی ہوں گی۔ سماع و فیوض کی دولت بھی ملی ہوگی۔

۳۔ حضرت حسن کا اپنا ارشاد بھی شاہد ہے کہ انہیں حضور حیدر سے سماع حاصل تھا علامہ حافظ مزی نے التہذیب میں طریق ابی نعیم سے اپنی سندیوں بیان کی ہے۔

ہمیں ابو القاسم عبد الرحمان نے یہ بات بتائی انہیں ابو حنیفہ محمد بن صفیہ واسطی نے یہ واقعہ بتلایا انہوں نے محمد بن موسیٰ جرشی سے واقعہ سنا انہوں نے ثمامہ بن عبیدہ سے معلوم کیا انہوں نے عطیہ بن محارب سے سنا وہ حضرت یونس بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں یونس بن عبید نے حضرت حسن بصری سے پوچھا جناب ابو سعید حسن بصری آپ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ حالانکہ آپ نے نبی علیہ السلام سے ملاقات نہیں کی پھر سرکار سے کیسے روایت متصل کرتے ہیں۔ انہوں نے جواباً فرمایا بھتیجے! تم نے ایسا سوال کیا ہے جیسا پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ اگر تمہاری قدر و منزلت میرے ہاں نہ ہوتی تو میں اس کا جواب تمہیں نہ دیتا۔ میں ایسے دور سے گزر رہا ہوں جس کا تمہیں پتہ ہے یہ دور حجاج بن یوسف کا تھا جب بھی تم مجھ سے سنو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے تو سمجھ لو کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی روایت ہے۔ میں اس مشکل دور میں علی حیدر کا ذکر زبان پر نہیں لا سکتا۔[1]

امام سیوطی کے نزدیک یہ تین عقلی و نقلی وجوہ ایسی ہیں جن سے حضور حیدر کرار سے حضرت حسن بصری کا سماع اور استفادہ ثابت ہوتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت حسن کی عمر کم تھی اور خلافت کے قابل نہیں تھی کوئی قابل توجہ بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ دور اول میں جس انداز سے علوم اسلامیہ کے سمندر موجزن تھے کم عمری کوئی مسئلہ نہ تھی اگر سترہ سال کی عمر میں محمد بن قاسم اور طارق ابن زیاد

۱۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۰۲۔۱۰۳ نیز حاشیہ تہذیب الکمال ترجمہ حسن بصری

عرب سے نکل کر سندھ اور جبرالٹر پر اسلامی جھنڈے گاڑ سکتے ہیں تو حسن بصری اس عمر کا کیوں اپنے گھر میں بیٹھ کر علم ولایت حاصل نہیں فرما سکتے؟ کیا امام بخاری نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں بخاری لکھنا شروع نہیں کر دی تھی؟ اور روضہ رسول علیہ السلام پر ایک کامل و اکمل صوفی کی طرح مؤدب نہیں بیٹھ گئے تھے؟ اور بعض روایات کے مطابق انہوں نے سرکار علیہ السلام سے کشفی طور پر احادیث کی صحت کے بارہ میں بھی نہیں پوچھا تھا؟ اگر یہ باتیں محدثین کے نزدیک سچ ہیں اور یقیناً سچ ہیں تو پھر اسی عمر کے ایک عظیم المرتبت ولی کے حصول فیض کا انکار کیسے کیا سکتا ہے۔ جب کہ وہ شاگرد' مرید اور خلیفہ بھی حضور امام الائمہ' امیر المومنین حیدر کرار کے ہوں کیا امام بخاری کو ایسا مرشد ملا تھا؟ اگر نہیں تو عظمت بخاری کو سلام کرتے ہوئے رفعت حسن بصری کو بھی آداب پیش فرما دیجئے کہ دیانت کا یہی تقاضا ہے۔

ہم اہل تحقیق کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ الحاوی للفتاولی ج ۲ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴ کا مطالعہ فرمائیں۔ امام سیوطی نے عنوان ہی رکھا ہے۔

اب ماہرین اسماء الرجال سے بھی کچھ ارشادات سنتے چلیں۔ تہذیب التہذیب اس فن کی مایہ ناز کتاب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قال ابن سعد ولد سنین بقیتا من خلافة عمرؓ ونشاء بوادی القری وکان فصیحاً ورائی علیا روی عن ابی بن کعب وسعد بن عبادة و عمر بن الخطاب و لم یدرکھم وعن ثوبان و عمار بن یاسر وابی ھریرة و عثمان بن ابی العاص و معقل بن یسار ولم یسمع منھم وعن عثمان وعلی سئل ابو ذرعة ھل سمع الحسن احداً من البدریین قال راھم رویة رای عثمان وعلیاً وقیل سمع منھما

ابن سعد کہتے ہیں خلافت فاروقی کے ابھی دو سال باقی تھے کہ حضرت حسن بصری پیدا ہوئے وادی قریٰ میں پرورش پائی بڑے فصیح تھے۔ حضرت علی کی زیارت کی تھی۔ انہوں نے ابی بن کعب سعد بن عبادہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے روایت کی مگر ان سے ملاقات کا شرف نہیں پایا۔ ثوبان' عمار بن یاسر' ابو ہریرہ عثمان بن ابی العاص اور معقل بن یسار سے بھی روایات بیان کیں مگر ان سے آپ کا سماع ثابت نہیں ہے حضرت امیر المومنین

حدیثاً قال لا رای علیّا بالمدینة وخرج علی الی الکوفه والبصرة ولم یلقه الحسن بعد ذلک و قال الحسن رئیت الزبیر بایع علیاً و قال علی بن المدینی لم یر علیاً الا کان بالمدینة[1]

عثمان اور حضرت امیر المومنین علی سے روایات کیں حضرت ابو زرعہ سے سوال ہوا کہ کیا حضرت بصری نے کسی بدری صحابی سے بھی کوئی حدیث سنی ہے انہوں نے جواب دیا انہوں نے بدری صحابی دیکھے تھے ان میں عثمان و حیدر شامل تھے۔ آپ سے پھر سوال ہوا کیا ان دونوں حضرات سے کوئی حدیث سنی تھی انہوں نے فرمایا نہیں حضرت حیدر کی انہوں نے مدینہ میں زیارت کی تھی پھر حیدر بصرہ کوفہ تشریف لے گئے تو پھر ان سے آپ کی ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت حسن کا اپنا ارشاد ہے میں نے حضرت حیدر سے بیعت کرتے ہوئے حضرت زبیر کو دیکھا تھا۔ حضرت علی مدینی کا ارشاد ہے کہ حضرت حسن بصری نے صرف اسی وقت حضور حیدر کی زیارت کی جب کہ حیدر مدینہ میں تشریف فرما تھے۔

اس طویل اقتباس سے یہ معلوم ہو گیا کہ ملاقات و زیارت سب کے ہاں مسلم ہے۔ اختلاف صرف سماع حدیث میں ہے اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سب نمازوں اور سب جمعات اور سب اجتماعات میں حاضری کی وجہ سے ہر دو حضرات عثمان و علی سے سماع نہ ہونا عقل کے خلاف بات ہے لہذا سماع کو ترجیح دیں گے اور عدم سماع کو تسلیم نہیں کیا جائے گا پھر اس مقدس دور میں تابعین کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اپنے نوعمر بچوں کو صحابہ کے سامنے

۱۔ تہذیب التہذیب ترجمہ حضرت حسن بصریؒ از علامہ ابن حجر قسطلانی نیز دلائل السلوک ص ۲۲۳۔۲۳۶ از غلام اللہ یار خان

پیش کریں اور ان سے دعائے برکت لیں یہ ہم اوپر حضرت حسن بصری کے سلسلے میں بھی ذکر کر آئے ہیں پھر ملاقات سب محافل میں ثابت کرنے کے بعد سماع کی نفی غیر تحقیقی بات بن جاتی ہے لہٰذا سماع ہی راجح ہے۔

ہم اوپر الحاوی للفتاوی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت بصری جہاں حضور علیہ السلام سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں وہ روایت دراصل بواسطہ سیدنا علی ہوتی ہے یہی بات تہذیب الکمال کے حاشیے پر تفصیل سے موجود ہے۔ یہ فن رجال کی چوتھی شہادت ہوگئی جس سے ملاقات اور سماع کے ساتھ روایت بھی ثابت ہوگئی۔

اتنے مورخین کی شہادت کے بعد اہل سلاسل اگر سب کے سب متفق ہو کر انہیں حضور حیدر کا خلیفہ کہتے ہیں تو یقیناً وہ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے یہ حدیث ثابت نہ مانی جائے تب بھی اتصال سلسلہ میں ذرا بھی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حضور حیدر کے شہزادے سیدنا امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خلیفہ حضور کمیل رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے استفادہ فرمایا ہے۔[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ حصول یقین کے لئے اتنے علمی، تاریخی اور فن رجال کے حوالے بہت کافی ہیں اگر کوئی صاحب مزید تحقیق چاہتے ہیں تو حضرت فخر جہاں دہلوی کی کتاب فخر الحسن اور اس کی مبسوط عربی شروح کا مطالعہ فرمائیں تفصیلات حضرت فخر چشتیہ دہلوی کے تذکرے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

خلفائے عظام

آپ نے بے شمار مخلوق کو فیوض و برکات سے نوازا۔ حضور سیدنا خواجہ عبدالواحد آپ کے ممتاز ترین خلیفہ تھے اور ہمارے سلسلے کے وہی آپ کے بعد شیخ محترم ہیں۔ باقی چند خلفاء کے نام مبارک یہ ہیں۔

خواجہ حبیب عجمی، حضرت شیخ عتبہ، حضرت شیخ محمد واسع، حضرت رابعہ بصریہ اور ابن رزین رحمۃ اللہ علیہم۔[2]

۱۔ مرآۃ الاسرار
۲۔ تذکرۃ الفقراء ص ۴۸

خواجہ ملت، محبوب ولایت

حضور خواجہ عبد الواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال شریف

۱۷۱ھ بصرہ

جمعرات ۲۷ صفر ۱۷۷ھ (وفیات الاخیار)

وتذکرۃ الفقراء جون ۷۹۳ء

تقویم تاریخی میں وفات یکم محرم ۱۷۷ھ

مطابق ۱۸ اپریل ۷۹۳ء

۱۷۰ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

از اخلاق احمد

سلسلہ خلافت

آپ سیدنا حسن بصری کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں ابو المجد حضرت کمیل بن زیاد نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ آپ نے راہ حق میں بے شمار مجاہدے فرمائے۔ آپ کے کمالات و کرامات بے شمار ہیں۔ امام یافعی نے تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی[1] طبقات کبریٰ میں نماز صبح کی بجائے نماز چاشت تک باوضو رہنے کا ذکر ہے۔[2]

اپنے دور میں ریاضت و مجاہدہ ترک و تجرید اور ذوق عشق میں آپ بے نظیر تھے۔[3]

کرامات

آپ کی لاتعداد کرامات سیر الاولیاء، روضۃ الریاحین اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ طبقات کبریٰ میں آپ کے ارشادات منقول ہیں۔ آپ نے کمیلی فیض حضرت ابو یعقوب سوسی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔

تربیت مریدین

تربیت مریدین میں آپ اپنی مثال تھے قرآن و سنت کی روشنی میں تربیت فرماتے انداز حیدری و حسنی آپ کا مخصوص انداز تھا دوران تربیت آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہو جاتا تھا سیر الاولیاء میں مذکور ہے کہ آپ کی خدمت میں درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی سب پر بھوک غالب تھی مگر غذا کا نام و نشان نہ تھا سب نے اس مجبوری اور سختی کی حالت میں آپ سے درخواست کی کہ ہمیں حلوہ چاہیے۔ حضرت خواجہ نے جب ساتھیوں کی مجبوری دیکھی تو آسمان کی طرف نگاہ نیاز اٹھا کر صاحب ناز محبوب سے عرض کی کہ یہ مشکل حل ہو فوراً دیناروں کی بارش برسنے لگ گئی فرمایا اتنے دینار ہی اٹھاؤ جن سے حلوہ خرید سکو زائد نہ لینا درویشوں نے ضرورت کے مطابق دینار لئے حلوہ خرید لائے مگر آپ نے اس

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۴۷
۲۔ طبقات الکبریٰ ص ۱۰۴
۳۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۴۷

سے کچھ بھی تناول نہیں فرمایا یہی فقر محمدی کا انداز ہے۔[1]

روضۃ الریاحین میں مذکورہ ہے کہ حضرت کے گھٹنے میں درد ہوا نماز نہ کھڑے ہو کر ادا فرما سکتے تھے نہ بیٹھے پھر خواب میں ایک محفل نے آپ کو اٹھا لیا کسی نے ہاتھ پھیرا تو درد جاتا رہا گویا کبھی نہ تھا۔

راقم الحروف کے والد گرامی حضرت سید محمد ابراہیم شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک کوکھ میں شدید درد ہوا۔ باہمت و شجاع ہونے کے باوجود نڈھال ہو گئے راتیں جاگ کر گزارتے تھے میرا طالب علمی کا دور تھا ایک دن صبح سویرے فرمانے لگے درد ٹھیک ہو گیا ہے ہم گھر کے سب افراد حیران تھے کہ درد کیسے ٹھیک ہوا جب کہ وہ کسی دوا سے ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا آج رات شہزادہ کونین امام ابن امام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا جمال دل آرا دکھا کر فرمایا کہاں درد ہے؟ پھر مقام درد پر فاطمہ طیبہ و طاہرہ کے لال نے ہاتھ پھیر دیا۔ بس درد کافور ہو گیا۔

حضرت ایک شخص کا ذکر فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کی محفل میں یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاَمۡوَالَھُمۡ وَاَنۡفُسَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ	یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض میں خرید لی ہیں۔

حضرت سیدنا عبدالواحد جنہیں شوق جہاد میدان میں لے جا رہا تھا دیکھتے ہیں کہ ایک یتیم پندرہ سالہ لڑکا جس کے پاس باپ کے بے شمار مال وراثت میں پہنچ چکا ہے آیت پڑھنے والے صاحب کے ساتھ کھڑا ہے آیت سن کر پوچھتا ہے حضرت کیا یہ آیت میں مذکور بات سچ ہے حضرت نے فرمایا ارشاد ربانی ہمیشہ صحیح ہوتا ہے لڑکا بولا پھر آپ گواہ رہیں میں نے اپنی جان اور اپنے مال کو بہشت کے عوض میں بیچ دیا ہے۔ اب لڑکا حضرت کی طرف بیعت کے لئے بڑھا آپ نے بیعت قبول فرمائی لڑکے نے ایک گھوڑے اور جنگی اسلحہ کے علاوہ سب مال راہ خدا میں دے دیا۔ سفر میں دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا

۱۔ سیر الاولیاء بحوالہ مرآۃ الاسرار ص ۲۳۷

رہتا۔ حضرت کی برکت اور جہاد کی عظمت سے شہادت سے پہلے اس نے جنت میں اپنا محل بھی دیکھ لیا اور اپنی وہاں کی شریک حیات کو بھی دیکھ لیا جس کا نام اسے عین الرضیہ بتایا گیا اپنے خواب (کشف) کا ذکر اپنے مرشد حضرت سیدنا عبدالواحد کے سامنے کر ہی چکا تھا کہ لشکر کفار سامنے آ گیا۔ روزہ بھی تھا اور جنتی بیوی نے اپنے ہاں افطاری کی خبر بھی دے دی تھی اب یہ شیر اسلام کفار پر جھپٹا جب عبدالواحد حملہ کر کے اس تک پہنچے وہ شدید زخمی ہو کر گر چکا تھا خاک وخون کے اس منظر میں وہ کھلکھلا کر ہنس رہا تھا قہقہے مارتا جنت کا راستہ لیا۔

حضرت عبدالواحد کے عقیدت مند راہ صحابہ کے راہی تھے اقتدار کی کجروی سے نفور تھے اپنی دنیا آپ تعمیر کر کے خدمت اسلام میں مصروف تھے یہ لوگ خلافت راشدہ کا انداز چاہتے تھے جو اقتدار والوں کو پسند نہیں تھا لہٰذا دونوں گروہوں کا طرز عمل الگ الگ تھا۔ امام حسین کی شہادت پاک نے اس طرز عمل میں اور دوری پیدا کر دی جو آج تک چل رہی ہے۔

ریاضت کی چاشنی

آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز چاشت ادا فرمائی ہے۔[1] یہی ان اہل اللہ کا انداز زندگی تھا جس کی طرف حق کے متلاشی پوری اسلامی تاریخ میں لپکتے رہے ہیں اور انہی نفوس قدسیہ کے انفاس راحت بخش کو تلاش کرتے رہے ہیں۔

ارشادات

۱۔ مومن کی مثال رحم کے اندر بچے جیسی ہے وہ باہر نہیں آنا چاہتا اور جب رحم سے باہر آ جائے تو پھر واپس رحم میں جانا نہیں چاہتا۔ مومن کی بھی دنیا سے نکلنے کے وقت یہی حالت ہوتی ہے۔

۲۔ بندہ کی بہترین حالت اللہ کریم سے موافقت ہے اگر دنیا میں طاعت ربانی کے لئے اس موافقت کو باقی رکھے۔ اللہ کریم اسے زندہ رکھے تو وہ زندگی کو پسند کرے اللہ تعالیٰ دنیا سے اٹھانا چاہے تو وہ اس پر خوش ہو جائے۔

۳۔ جس بندے کو دنیا سے کچھ حصہ عطا ہو اور وہ کسی دوسری چیز کا طالب بن

۱۔ طبقات کبریٰ امام شعرانی ص ۱۰۴۔۱۰۳ نفیس اکیڈمی کراچی

جائے تو اللہ تعالٰی اس سے اپنی معیت کا لطف چھین لیتا ہے اپنے قرب کو دوری سے اور ا
انس کو وحشت سے بدل دیتا ہے۔[1]

خلفائے گرامی

خلفائے گرامی بہت تھے۔ ممتاز ترین خلیفہ حضرت فضیل ہیں جو سلسلہ کے
مرشد ہیں۔

۱۔ ایضاً

مرشد اہل صفا، منبع جود وسخا

حضرت خواجہ

ابوعلی فُضیل بن عیاض

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

سمرقند

وصال شریف

محرم ۱۸۷ھ

مکہ معظمہ (جنت المعلیٰ)

جمعہ ۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ (وفیات الاخیار)

یکم مارچ ۸۰۳ء

۱۰۷ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلویؒ

نام ونسب

آپ کا نام نامی فضیل کنیت ابوعلی اور ابوالفیض ہے والد گرامی کا نام حضرت عیاض ہے۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے ماوراء النہر میں نشوونما پائی کچھ حضرات آپ کا وطن اصلی خراسان قرار دیتے ہیں۔

ابتدائی عمر

جوانی میں ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ آپ کی توبہ کے متعلق مشہور ہے کہ رات کی تاریکی میں کسی قافلے کو لوٹنے کے لئے گھات لگا کر بیٹھے تھے اور قافلے میں کوئی قاری قرآن پڑھ رہا تھا رات کی خاموشی نے قرآن کی حلاوت کو فضاؤں میں بکھیر رکھا تھا نور قرآن کی کوئی کرن حضرت فضیل کے دل کو چیر کر گیا تکلی کہ دل کی دنیا بدل گئی اور توبہ کے دروازے کھل گئے۔

آپ کا اعزاز

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان کی نورانی وعلمی محفل کی برکات کے مزے لوٹے اور کافی وقت امام عالی مقام کی خدمت میں گزارا گئی اور اساتذہ سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔[1]

سلسلہ بیعت اور خلافت

آپ نے مرشد برحق حضرت عبدالواحد بن زید کے دست حق پرست پر بیعت کی آپ کی اہلیت کو دیکھتے ہوئے حضرت نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ کے دور میں حضرات ابراہیم ادہم، بشر حافی، سفیان ثوری اور داؤد طائی رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے نابغہ روزگار لوگ موجود تھے دوسرے لفظوں میں تصوف کے باغ میں بہار آئی ہوئی تھی۔ آپ کو حضرت ابوغیاث بن منصور سلمی کوفی نے بھی خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا۔

آپ میدان ولایت کے شہسوار اور فقر محمدی کے درتابدار ہیں آپ کے نظریات

۱۔ ارباب طریقت ص ۵۵۴ نیز تفسیر عارفان ۲۹۷ از شیخ احمد علی چشتی

آنے والوں کے لئے مینار نور ثابت ہوئے۔

مشہور چشتی سلسلے سے ہٹ کر جو سلسلہ آپ کا حضرت ابو غیاث سے ملا' وہ یوں ہے۔ حضرت فضیل' حضرت ابو غیاث' حضرت منصور' حضرت معمر سلمی کوفی' حضرت محمد بن مسلم' حضرت حبیب نوفل' حضرت حبیب مطعم قریشی' حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔[1]

خلفاے گرامی

آپ کے بہت سارے خلفاء تھے۔ جنہوں نے عالم اسلام میں آپ کا فیض عام کیا اور آپ کا سلسلہ تصوف دنیا بھر میں پھیلایا ہم صرف چند حضرات کے اسمائے گرامی احاطہ تحریر میں لا رہے ہیں تا کہ پتہ چلے کہ کیسے کیسے نیرّ تابان آپ کی آغوش تربیت سے فیض لے کر نکلے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم قلندر بلخی' حضرت شیخ محمد زید شیرازی' حضرت بشر حافی' حضرت ابو رجا عطاری اور حضرت عبد اللہ سیاری رضی اللہ عنہم اجمعین یاد رہے کہ آپ کے سلسلہ عالیہ کی سب خلفاء سے بڑھ کر حضرت ابراہیم ادہم بلخی نے خدمت کی۔[2]

اولاد اطہار

آپ کا صرف ایک بیٹا علی نامی تھا۔ یہ بھی عظیم باپ کے عظیم فرزند تھے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ دو صاحبزادیں بھی تھیں۔[2] ان صاحبزادیوں کے متعلق وصیت فرمائی کہ مجھے دفن کر کے انہیں کوہ قبیس پر لے جانا اور عرض کرنا کہ ''اے مولا کریم! میں نے ان بچیوں کو آپ کے سپرد کر دیا۔'' آپ کے وصال کے بعد اسی طرح کیا گیا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ امیر یمن وہاں سے اپنے دو لڑکوں کے ساتھ گزرا دو لڑکیوں کو دیکھ کر لوگوں سے حال پوچھا جب حقیقت حال کا علم ہوا تو اسی وقت اس نے دونوں لڑکیوں کا عقد اپنے دونوں لڑکوں سے کر دیا اور حضرت کی صاحبزادیوں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا۔

آپ کو تیس سال تک کسی نے ہنستے نہیں دیکھا صاحبزادہ صاحب جونہی آیت سن

۱۔ ارباب طریقت ص ۵۵۴
۲۔ ایضاً

کر وصال پا گئے تو آپ نے فرمایا جو عشق الٰہی میں جان دے اسے اسی طرح جان دینی چاہئے کہ صرف ایک اشارے میں اس نے جان حق کے حوالے کی۔ آپ اس دن مسکرا پڑے لوگوں نے کہا یہ ہنسی کا کون سا مقام ہے فرمایا جب اس کی موت پر اللہ تعالیٰ راضی ہے تو پھر میں بھی راضی ہوں۔[1]

وصال اطہر

محرم ۱۸۰ھ میں حرم شریف میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر فردوس بریں میں گوشہ نشین ہو گئے۔[2] باب طریقت میں حاجی محمد ادریس آپ کی تاریخ وفات ۱۸۷ھ بتاتے ہیں۔ وصال شریف مکہ مکرمہ میں ہوا۔ سورہ القارعہ سن رہے تھے ایک نعرہ لگایا اور جان دے دی۔ جنت المعلیٰ میں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے مزار پُر نور کے قریب مدفون ہیں۔ صاحب مرآۃ الاسرار بھی محرم ۱۸۷ھ میں ہی آپ کا وصال بتاتے ہیں۔

نظریات وارشادات

۱۔ اہل فضل اسی وقت تک اہل فضل ہیں کہ اپنے فضل کو نہ دیکھیں۔

۲۔ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ باتیں کرے تو لوگ اسے غور سے سنیں وہ زاہد نہیں ہے۔

۳۔ دشمن کی غیبت تمہارے لئے مفید ہے کہ اس طرح اس کی نیکیاں تمہاری ہو جاتی ہیں۔

۴۔ دور آخر میں منافق ہی قبیلہ کا سردار ہوگا ایسے منافقوں سے پرہیز ضروری ہو گی اگرچہ یہ لاعلاج مرض ہوں گے۔

۵۔ قرآن جاننے والے کا کمال یہ ہے کہ خلق خدا کی ضرورتیں اس کے ہاتھ میں ہوں اور اس کی ضرورت کسی مالدار کے ہاتھ میں نہ ہو۔

۶۔ علمائے سو اور دنیا پرست علما نے دین کو ہر دور میں نقصان پہنچایا ہے اس سلسلہ میں حضرت کا یہ ارشاد خصوصی طور پر قابل توجہ ہے۔ "جہاں تک ہو سکے مولویوں سے دور رہو

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۶۴

۲۔ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی ص ۱۴۳ ترجمہ عبدالغنی وارثی

اگر یہ تمہیں دوست بنائیں گے تو تمہاری ناحق تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں گے اور اگر خفا ہوں گے تو تمہارے خلاف جھوٹی گواہی دینے سے دریغ نہیں کریں گے اور ان کی یہ گواہی تمہارے خلاف مان لی جائے گی۔" سفیان بن عیینہ ان کے پاس آ کر بیٹھے تو آپ نے فرمایا۔ "اے علماء! پہلے تم شہروں کے چراغ تھے اور لوگوں کو روشنی بخشا کرتے تھے اب تم خود تاریک ہو گئے ہو تمہیں اس وقت اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی جب حاکموں کے پاس جا کر ان سے مال لیتے ہو حالانکہ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ حاکم نے خود یہ مال کہاں سے لیا ہے ایسا مال کھا کر پھر مسند لگا کر حدثنی فلان کہتا کیسا ہے؟" سفیان بن عیینہ یہ سنکر سر دھنتے ہوئے کہہ رہے تھے ہم توبہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے مولوی منکسر المزاج اور رقیق القلب ہوتے ہیں مگر دنیا کے مولوی مغرور اور متکبر ہوتے ہیں اور عوام کو اچھا نہیں سمجھتے۔ غیبت ان کا شیوہ ہے۔

۸۔ حضرت شعیب بن حرب کے ساتھ دوران طواف ارشاد ہوا۔ "اگر آپ کا یہ گمان ہو کہ حج میں کوئی ایک آدمی بھی شریک ہے جو مجھ سے اور آپ سے برا ہے تو یہ بدترین گمان ہے۔" مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے برا شمار کیا جائے اور فروتنی و خاکساری اختیار کی جائے۔

۹۔ اگر ایسا بھائی تلاش کرتے ہو جس میں کوئی عیب نہ ہو تو پھر تم بھائی کے بغیر ہی رہ جاؤ گے۔

۱۰۔ جس نے قرآن پڑھا قیامت کے دن اس سے اسی طرح سوال ہو گا جیسے انبیاء کرام سے تبلیغ رسالت کا سوال ہو گا۔

۱۱۔ زاہدوں کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ حکام اور ان کے کارندوں کے سامنے جاہل قرار دیے جائیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

۱۲۔ جو اس بات کی خبر رکھے کہ کون سی چیز اس کے پیٹ میں جا رہی ہے تو وہ صدیق ہے اے مسکین! دیکھ تو کیا کھا رہا ہے۔

۱۳۔ عالم آخرت کے عالم کا علم چھپا رہتا ہے اور عالم ظاہری کے عالم کا علم کھلا رہتا ہے لہٰذا اخروی دنیا کے عالم کی پیروی کرو اور دینوی عالم سے الگ ہو جاؤ یہ تو اپنے علم

کے ذریعے تمہیں دنیا کے فریب اور آب و تاب میں پھنسا دے گا یہ عمل کا دعویٰ بغیر عمل کے کرتا ہے۔ اگر کچھ عمل کرتا بھی ہے تو اس میں خلوص و صدق نہیں ہوتا۔

۱۴۔ لقمان اگرچہ حبشی غلام تھے مگر سچ بولنے اور غیر متعلقہ چیزوں کے پیچھے نہ پڑنے کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کے جج بن گئے۔

۱۵۔ پل صراط پندرہ ہزار فرسخ (ایک فرسخ تین کوس) طویل ہے بھائیو! دیکھ لو وہاں کیا حالت ہوگی۔[1]

۱۶۔ میں عبادت حق محبت کی وجہ سے کرتا ہوں خوف کی وجہ سے نہیں۔

۱۷۔ دین کی اصل عقل ہے عقل کی اصل علم ہے اور علم کی اصل صبر ہے۔[2]

آرائے معاصرین و اولیائے عالی مقام

آپ اکابر اولیاء میں سے ہیں طریقت میں ماہر فن اور بحر حقیقت میں مستغرق ہیں آپ مرجع امام ہیں۔ کرامات و ریاضت میں عالی مقام رکھتے ہیں۔ حضرت فرید الدین عطار آپ کے طبقہ اولیٰ کے مایہ ناز بزرگ ہیں آپ کی کنیت ابوعلی ہے آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ نفحات الانس حضرت سفیان ثوری نے ایک رات آپ کی محفل میں گزاری تو اسے بہت پیاری محفل قرار دیا۔ آپ نے اس لئے اسے خراب محفل کہا کیونکہ دونوں باتوں میں ایک دوسرے کو خوش کرتے رہے اور حق گوئی نہ ہو سکی۔[3]

قرآن نے تقدیر بدل دی

آپ چونکہ رات کی تاریکی میں قرآن کی اس آیت کی مسیحائی کا شکار ہوئے تھے۔

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکرا اللہ	کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت قریب نہیں آیا کہ ان کے دل خدائے برتر کے ذکر سے خاشع ہو جائیں۔

۱۔ ایضاً ص ۱۴۲۔۱۴۳ مرآۃ الاسرار ص ۲۶۴

۲۔ طبقات

۳۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۶۲۔۲۶۱

اب توبہ کا دروازہ کھل گیا آپ سب حقداروں کو تلاش فرما کر راضی کر رہے تھے جن کا مال لوٹا تھا۔ اسی تلاش میں ایک یہودی کے پاس گئے۔ اس نے کہا میں نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ میرا مال واپس کرو گے تو راضی ہوں گا جب تک مال نہ ملے راضی نامہ نہیں ہو سکتا ہاں اس وقت یہ کام کرو کہ میرے سرہانے کے نیچے سونا پڑا ہے وہ اٹھا کر مجھے دے دو جونہی آپ نے سرہانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر سونا نکال کر یہودی کو دیا وہ مسلمان ہو گیا آپ نے اس سے مسلمان ہونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا کہ میں اپنی کتاب میں پڑھ چکا ہوں جو صدق دل سے توبہ کرتا ہے اس کا ہاتھ لگنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے میں نے تمہارے امتحان کیلئے سرہانے کے نیچے مٹی رکھ دی تھی وہی تمہارے ہاتھ میں سونا بنی ہے پتہ چل گیا کہ تمہارا مذہب بھی سچا ہے اور تمہاری توبہ بھی مقبول ہے۔

مکہ مکرمہ میں

ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ آپ نے صحبت امام اعظم کا شرف بھی پایا ہے اور وہاں بے شمار اولیائے گرامی کی محافل سے بھی مستفید و مستفیض ہوئے ہیں کوفہ سے پھر آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کو شعار بنایا دربانی میں کھو گئے یہ گوشہ نشینی اس حد تک محبوب تھی کہ فرمایا کرتے تھے۔ ''میرا دل چاہتا ہے بیمار ہو جاؤں کیونکہ بیماری کی حالت میں نہ نماز باجماعت کے لئے جانا پڑے اور نہ کسی کو دیکھ سکوں۔'' مزید ارشاد فرماتے ہیں ''میں اس شخص کا شکر گزار ہوں جو میرے پاس سے گزرے اور مجھے سلام نہ کرے'' اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ غلبہ حال میں سلام کا جواب بھی مشکل ہوتا ہے۔ آپ کی یہ بھی خواہش ہوتی تھی کہ بیماری میں ان کی عیادت کو کوئی نہ آئے۔ آپ رات کو خوش ہوتے تھے کہ حقیقی خلوت کے مزے لوٹنے کا یہی وقت ہوتا تھا دن تشویش سے گزرتا کہ لوگ تنہائی کو توڑ دیتے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تنہائی حقیقت میں علمبردار وصال یار ہوتی ہے لہٰذا اولیائے امت نے خلوتوں کو عموماً جلوتوں پر ترجیح دی ہے ہاں اگر جلوتوں سے اسلام کی عظمت اجاگر ہوتی ہو تو پھر وہ جلوت کے تخت میں ہمیں نظر آتے ہیں۔

شاہ دروازۂ فقیر پر

فضل برمکی وزیر کو ساتھ لے کر ہارون الرشید جیسا عظیم ملک کا مختار بادشاہ رات کو دروازے پر حاضر ہوا آپ تلاوت قرآن میں محو تھے دروازہ کھٹکھٹانے پر آپ نے پوچھا۔ کون ہے؟ فضل نے کہا امیر المومنین ہیں۔ ارشاد ہوا ان کا میرے ساتھ کیا کام اور میرا ان سے کیا مطلب؟ بڑی منت وساجت کے بعد دیا بجھا کر آپ نے دروازہ کھولا۔ اندھیرے میں ہارون نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کے ہاتھ سے لگ گیا ارشاد فرمایا نرم ہاتھ ہے اگر دوزخ سے بچ گیا۔ ہارون یہ سن کر غشی کی حد تک رویا۔ پھر نصیحت کے لئے عرض کیا۔ ارشاد ہوا آپ کے دادا حضرت عباس عم رسول نے کسی صوبے کی گورنری کی درخواست دی تھی تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا تھا چچا جان! اطاعت حق اس سے بہتر ہے۔ مزید نصیحت کے طلب کرنے پر ارشاد ہوا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت سالم اور محمد بن کعب سے اقتدار کے بعد راہ عمل پوچھی تو انہوں نے کہا' بڑوں کو باپ' جوانوں کو بھائی اور عورتوں کو بہن سمجھو۔ اٹھتے وقت ہارون نے ہزار دینار پیش کئے تو فرمایا۔ میری نصیحت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوا ظلم کا آغاز تم نے یہیں سے کر دیا ہے میں تیری نجات کی کوشش کر رہا ہوں اور تو مجھے ہلاکت کی دعوت دے رہا ہے۔[1]

ذریعہ معاش

آپ نے ہمیشہ سقائی اختیار فرمائی لوگوں کو پانی بھر کر دیتے تھے اور اسی سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچہ پورا فرماتے تھے۔ تنگی معاش کو محبت خداوندی کا مظہر سمجھتے تھے معاش کی کشائش اور دولت کی فراوانی ان کے نزدیک عداوت ربانی کا دوسرا نام تھا۔[2]

۱۔ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی ص ۱۴۳

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۶۴۔۲۶۳

سید الاصفیاء سند الاولیاء

حضرت خواجہ ابراہیم بلخی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
مکہ مکرمہ
۱۵۹۔۱۷۹ھ
۷۷۵ء۔۷۷۶ء

وفات شریف
شنبہ (ہفتہ)
۲۲ جمادی الاولیٰ ۲۶۲ھ بغداد
(وفیات الاخیار) تذکرۃ الفقراء
ارباب طریقت نے شام میں وصال لکھا ہے
فروری ۸۷۷ء۔
۱۸۰ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

نام نامی اور سلسلۂ نسب

آپ کا نام نامی ابراہیم اور کنیت ابو اسحاق ہے آپ کا لقب امام الارض ہے ا
لقب سے بھی آپ کی عظمت ٹپکتی ہے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجد
بلخ کے بادشاہ تھے بادشاہت آپ کو وراثت میں ملی تھی جسے راہ خدا میں چھوڑ دیا۔ عزلت نشی
اور صحرانوردی شروع فرما دی۔ آپ فاروقی النسب ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابراہیم بن
ادہم بن سلیمان بن منصور (ناصر) بلخی بن عبد اللہ بن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین۔

تعلیم

آپ نے مختلف اساتذہ سے قرآن و سنت اور اس دور کے دیگر سب علوم پڑھے
آپ بلند پایہ یہ عالم دین تھے حضرت فضیل کی طرح آپ کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ آپ نے
امام الائمہ حضرت امام اعظم سے اکتساب علم کیا۔ دراصل امام اعظم اپنے دور میں مرجع علماء و
طلباء تھے آپ کی علمی شہرت کے سامنے آسمان علم کے بڑے بڑے آفتاب و ماہتاب ماند پڑ
چکے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت ابو القاسم بغدادی جیسی نابغہ روزگار شخصیت بھی شامل
ہے۔

بیعت و خلافت

آپ نے مرشد پاک حضرت فضیل بن عیاض کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی' اس
گوہر تابدار کو نگاہ مرشد نے بہت جلد آسمان ولایت کا درخشاں آفتاب بنا دیا اور خرقہ خلافت
عطا فرما کر مخلوق کی رہنمائی کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے حضرت ابراہیم بلخی'
حضرت فضیل' حضرت عبدالواحد' حضرت حسن بصری' حضرت امیر المومنین حیدر کرار رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اکثر حضرات نے حضرت حسن بصری اور حضرت کرار کے درمیان حضرت
حسین کا واسطہ بھی رکھا ہے۔[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ جن حضرات کے نزدیک حضرت حسن بصری اور حضور مولائے
کائنات علی کے درمیان سلسلہ خلافت ثابت نہیں ہو سکا اور یہ نیا راستہ نکال لائے ہیں۔ ہم

۱۔ ارباب طریقت از محمد ادریس بھوجیانی ص ۵۵۶

نے حضرت حسن بصری کے حالات میں اس کا تفصیلی تجزیہ کر دیا ہے جن حضرات نے حضرت بصری کا سلسلۂ خلافت قائد کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوڑا ہے انہیں تاریخی ثبوت پیش کرنے چاہئیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے حضرت ابی عمران موسیٰ شیخ ابو عتاب منصور بن معمر سلمی اور حضرت معمر جبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی فیض حاصل فرمایا۔ یہ شیخ معمر صحابی ہیں آپ کا مزار اردبیل اور جیلان کے درمیان واقعہ ہے اسی شیخ کامل کی ملاقات اور کسب فیض کی وجہ سے بہت لوگوں نے حضرت ابراہیم کو تابعین میں شمار کیا ہے۔[1]

حضور حیدر کرار کے چاروں خلفاء کا فیض آپ کی ذات میں جمع ہو گیا تھا مناقب صدیقی، مناصب اویسی، فیضان جیلی، نغمات خضری، برکات شرعی اور تصرفات امامی کا مجموعہ آپ کی ذات والا صفات تھی[2] انہی صفات کاملہ کو آپ نے اپنے خلفائے گرامی میں منتقل فرمایا جو آگے چل کر چشتیت کے قصر رفیع کی تعمیر میں کام آئیں۔

حضرت ابو سفیان ثوری اور حضور ابو یوسف غسولی کی صحبت پاک سے بھی آپ نے لطف اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات بادشاہت چھوڑنے کا ذریعہ بنی۔ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک بدوی آپ کے محل کی چھت پر پھر رہا تھا آپ نے طلب فرما کر پوچھا شاہی چھت پر کیوں چڑھے ہو؟ اس نے جواب دیا گم شدہ اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا شاہی محل میں اونٹ کہاں سے آئے؟ بدوی بولا پھر اس محل میں خدا بھی نہیں مل سکتا۔ اس فقرے نے آپ کے دل کو چیر کر رکھ دیا۔ بادشاہت چھوڑ کر صحرا نوردی شروع کر دی۔ مرآۃ الاسرار کے مصنف نفحات الانس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ شکار کھیل رہے تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ تم اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو آگاہی پا کر آپ نے توبہ کر لی۔ لطائف اشرفی کے مصنف سید اشرف جہانگیر سمنانی کا ارشاد ہے کہ سیدنا خضر نے آپ کی رہبری کی اور آپ کی تربیت میں رہے۔[3]

زہد و ورع

آپ نے راہ خدا اپنائی اور بلخ کی بادشاہی چھوڑی اس راستے کے کٹھن مراحل کو

۱۔ قصر عارفان از مولانا احمد علی چشتی ص ۲۹۸

۲۔ ایضاً

۳۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۸۷

بڑی ہمت سے طے فرمایا۔ جسمانی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والا زندہ خیال نہیں کرتا تھا۔ ہوا کا ذرہ سا تیز جھونکا لگتا تو آپ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکتے اور گر جاتے۔[۱]

وہ خشک و تلخ لقمے کو تر کھجوروں مرغن غذاؤں پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ تر کھجوروں میں تو بھڑیں لپٹی ہوتی ہیں اور وہ کاٹ کھاتی ہیں وہ زہد کی وجہ سے کسی ایسے آدمی کا ہدیہ تک قبول نہیں فرماتے تھے جو ہر حال میں دوستدار نہ ہوتا۔

آپ عمل کی دنیا میں سہل پسندی کے قائل نہیں تھے بڑے بڑے اعمال شاقہ اور سخت ریاضتیں فرماتے اور اسی عمل کو بھاری سمجھتے جو جسم کے لئے بہت دشوار ہوتا۔ عمل میں جان لڑانے والے کو آپ کامران سمجھتے اور غیر عامل کے متعلق فرماتے وہ خالی ہاتھ آخرت کی طرف گیا ہے۔[۲]

گوشہ تنہائی اتنا محبوب تھا کہ اکثر بیمار ہونے کی آرزو فرماتے تاکہ نماز باجماعت واجب نہ رہے اور وہ نہ لوگوں کو دیکھیں نہ لوگ انہیں دیکھ سکیں اسی عزلت نشینی کی وجہ سے آپ اپنے دروازے کو باہر سے مقفل کرا دیتے تاکہ جو آئے دروازہ بند پا کر واپس چلا جائے۔[۳]

اس زہد و ورع نے آپ میں وہ کمال فروتنی' خاکساری اور عاجزی پیدا کر دی تھی کہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں بیان فرمائی۔

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ.	وہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو زمین میں علو و برتری نہیں چاہتے۔

کہ اگر تم اپنے جوتے کے تسمے کو بھی اپنے بھائی کے جوتے کے تسمے سے بہتر سمجھو گے تو یہ بھی شیخی اور غرور ہوگا دوسرے لفظوں میں آپ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں کہ اس طرح آخرت کے گھر سے محرومی ہوگی۔[۴]

آپ اگر رزق حلال نہ پاتے تو مٹی کھا لیا کرتے تھے مہینہ بھر یہ انداز جاری رہتا اسے بھی نفس کی اعانت کا ذریعہ سمجھتے فرماتے کہ نفس کی اعانت کے خوف سے مٹی چھوڑ رہا

---

۱ تا ۴ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی ص ۱۴۵

ہوں ورنہ مرتے دم تک مٹی ہی کھاتا رہتا۔[1] یہی زہد تھا۔ کہ آپ کے ایک وضو سے پندرہ نمازیں پڑھا کرتے یعنی تین دن اور تین راتیں مسلسل باوضو رہتے رزق حلال ملتا تو بھی اسے بہت کم کھاتے فرماتے حلال میں فضول خرچی کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔[2]

وصال اقدس

شجر ولایت کو طویل عرصہ تک اپنے خون جگر سے سینچنے کے بعد ۲۶ جمادی الاولیٰ ۲۶۲ھ (تذکرہ فخر جہاں دہلوی میں تاریخ وصال ۱۸۰ھ ہے ہم اسے ہی قرین قیاس سمجھتے ہیں) میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر جنت اعلیٰ میں تشریف لے گئے شام میں انتقال ہوا اور یہیں آرام فرما ہیں۔

آپ کا خصوصی امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی صحبت پاک سے بھی استفادہ فرمایا[3] حضرت امام نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ حضرت امام محمد باقر کے خرقہ عطا فرمانے کا ذکر مرآۃ الاسرار کے ص ۲۸۷ میں بھی موجود ہے۔

خلفائے عالی

آپ سے لا تعداد انسانوں نے خلعت و خلافت حاصل کی تبرکا چند نام پیش خدمت ہیں۔ حضرت سدید الدین حذیفہ مرعشی، حضرت شفیق بلخی، حضرت ابراہیم بن شیبہ ہروی، حضرت علی بن بلکار بصیری، حضرت خلف ایوب بلخی رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت یحییٰ تو آپ کے خادم تھے اور خلیفہ بھی۔

اولاد امجاد

بقول مصنف ارباب طریقت آپ کی اولاد نہیں تھی[4] قصر عارفاں کے مصنف سات بیٹے بتاتے ہیں۔ حضرت شفیق بلخی آپ کے بیٹے تھے آج جو لوگ آپ کی اولاد ہونے کے داعی ہیں۔ ان ہی شفیق کی اولاد ہیں۔[5]

---

۱ تا ۲۔ الطبقات الکبریٰ امام شعرانی
۳ تا ۴۔ ارباب طریقت ص ۵۵۶
۵۔ قصر عارفاں ص ۶۶

فرمودات

۱۔ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ اسے سب سے زیادہ فکر نیکی اور عبادت کی ہوتی ہے اور اس کا زیادہ تر کلام اللہ کریم کی مدح وثنا میں ہوتا ہے۔

۲۔ تین آدمیوں کی بیقراری قابل ملامت نہیں ہے۔ بیمار مسافر اور روزہ دار۔

۳۔ قیامت کے دن بندہ سے ایسے لوگوں کے روبرو محاسبہ ہوگا جو اسے پہچانتے ہوں گے تاکہ اس کی خوب رسوائی ہو۔

۴۔ جس شخص نے علم، عمل یا بخشش کے ذریعے اپنی شہرت چاہی اس نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہی نہیں کی۔

۵۔ علم کی جستجو صرف عمل کے لئے کرو علم نہ ہونے کی وجہ سے کئی لوگ غلطی میں پڑ گئے۔ کئی لوگ صرف علم کے پیچھے پڑے رہے علم تو پہاڑوں جتنا ہو گیا مگر عمل کا وجود چیونٹی جیسا رہا۔

۶۔ ایک عالم نصیحت کا طالب ہوا تو فرمایا "دم بنو سر نہ بنو کیونکہ دم بچ جایا کرتی ہے اور سر کٹ جایا کرتا ہے۔"

۷۔ حضرت اوزاعی نے لکھا کہ آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں ارشاد ہوا۔ "چڑیا جب دوسری جنس کے پرندوں میں ملنا چاہتی ہے تو پرندے اسے تنہا چھوڑ کر اڑ جایا کرتے ہیں۔"[1]

معاصرین اور اولیاء کی نگاہ میں

۱۔ امام اعظم آپ کو سیدنا ابراہیم بن ادہم کہہ کر بلاتے تھے شاگردوں نے حضرت امام اعظم سے پوچھا یہ آپ کی سرداری انہیں کہاں سے مل گئی تو ارشاد ہوا کہ وہ ہر وقت حق تعالیٰ کے حضور میں مشغول ہیں۔ جب کہ ہمارے اور کام بھی ہیں۔

۲۔ مفاتیح العلوم (علموں کی چابیاں) تو ابراہیم ہیں۔ حضرت جنید بغدادی[2]

۱۔ الطبقات الکبریٰ ص ۱۴۶۔۱۴۵

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۸۔۲۸۷

ریاضت کی رعنائیاں

آپ ایک طویل عرصہ جامع مسجد بصرہ میں معتکف رہے تین راتوں اور تین دنوں کا مسلسل روزہ رکھ کر یوں افطار فرماتے کہ لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگنے چلے جاتے مگر اس حالت میں جب کرامات کا ظہور ہونے لگا تو جنگل کی طرف نکل گئے۔ (شرح آداب المریدین) [1]

نیشاپور کے مشہور غار میں بھی آپ نو سال مقیم رہ کر ریاضت و عبادت میں مصروف رہے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ آپ غار کے اندر محبوب حقیقی جل جلالہ سے راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ ہر جمعرات کو غار سے نکل کر لکڑیوں کا گٹھا اکٹھا کر کے شہر جا کر فروخت کرتے اور جو کچھ ملتا اس سے روٹی خرید کر آدھی خیرات فرماتے۔ جمعہ کی نماز شہر میں ادا فرما کر واپس غار میں چلے آتے اور پورا ہفتہ اسی مختصر سی غذا پر گزار دیتے۔ بلا ارادہ کرامات کا ظہور ہونے لگ گیا لوگ ہجوم کر آئے تو آپ نے اس غار کو بھی خیر باد کہا اور مکے کا راستہ لیا۔

مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے جنگل میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے اسم اعظم کی تعلیم دی۔ یہ سفر بھی ایک مثالی اور نرالا سفر تھا۔ ہر قدم پر آپ دوگانہ نفل پڑھتے جا رہے تھے۔ لہٰذا یہ سفر چودہ سال کے طویل عرصے میں تکمیل پذیر ہوا۔ مکہ مکرمہ میں مشائخ استقبال کے لئے حاضر ہوئے آپ نے حضرت فضیل کی خدمت میں وقت گزارا۔ پچاس سال حرم مکرم میں مجاور و معتکف رہے۔ [2]

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے زہد و ورع میں نئی نئی راہیں تلاش فرمائیں۔ حضور غوث اعظم کے باب میں مجاہدات، حضور بابائے چشتیت فرید الملۃ کی نماز معکوس اور امام بخاری کا انداز تصنیف انسانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

آپ بہت سخی تھے حضرت سفیان ثوری نے ایک دفعہ کہا کہ دو آدمیوں کے لئے اتنی روٹی کیوں آپ نے منگوائی ہے تو فرمایا اور لوگ کھالیں گے کھانے کی چیزوں میں تو اسراف نہیں ہوتا۔ [3]

۱، ۲۔ ایضاً ۲۸۸

۳۔ ایضاً ۲۸۹

عظمت ولایت کی بہار سامانیاں

حضرت بایزید بسطامی ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کنارہ دریا پر بیٹھے کپڑے میں پیوند لگا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا بلخ کی حکومت چھوڑی اب اس حال میں ہیں اس سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟ آپ نے سوئی دریا میں پھینک کر فرمایا سوئی لاؤ۔ بس کہنے کی دیر تھی کہ ہزاروں مچھلیاں منہ میں سونے کی سوئی اٹھائے سطح پر آ گئیں آپ نے فرمایا مجھے اپنی لوہے کی سوئی درکار ہے۔ ایک کمزور سی مچھلی وہ سوئی لے کر پانی کی سطح پر آ گئی۔ اب آپ نے اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ یہ کمترین درجہ ہے جو اس راہ میں مجھے ملا ہے اعلیٰ درجہ تجھے دکھا نہیں سکتا کیونکہ تجھ میں اس کے دیکھنے کی ہمت نہیں ہے۔[1]

روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ قوت لا یموت کے لئے تھوڑا سا کام کر کے پھر ذکر و فکر کی دنیا میں اتر جایا کرتے تھے ایک دن کسی باغ میں تھوڑا سا کام کر کے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے تو سانپ نے آ کر آپ کو گرمی سے بچانے کے لئے ایک بڑا چوڑا پتہ منہ میں لیا اور اسی درخت کے نیچے آ کر آپ کو پنکھا ہلانے لگا عین اس کیفیت میں آپ کا ایک شاہی دور کا وزیر آیا جو آپ کی ظاہری دنیا میں خستہ حالی پر افسوس کرنا چاہتا تھا وزیر موصوف یہ انداز دیکھ کر حیران رہ گیا سانپ تو نظر سے اوجھل ہو گیا مگر آپ وزیر کے دل کی بات بھانپ گئے۔ فرمایا۔ خدام بادشاہ کو بے دلی سے پنکھا ہلاتے ہیں اور جب بندہ خدا کا ہو جائے تو سانپ اپنی رضا سے ایسا کرتے رہتے ہیں اور تنخواہ بھی نہیں مانگتے۔

وصال میں اختلاف

بقول حضرت فرید الدین عطار جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ گم ہو گئے لہٰذا معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ آپ کا مزار اقدس کہاں ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل کے قریب مدفون ہیں۔ بعض حضرات آپ کا مزار حضرت لوط علیہ السلام کے مزار اقدس کے پاس شام میں بتاتے ہیں۔

نفحات الانس میں بھی شام میں وصال درج ہے۔ تاریخ وفات بھی ۱۶۱ھ دوسری روایت میں ۱۶۶ھ اور تیسری میں یکم شوال ۱۸۷ھ ہے۔[2]

۱۔۲ مرآۃ الاسرار ص ۲۹۰

اولاد میں اختلاف

بقول حضرت فرید الدین عطار آپ کا ایک بیٹا تھا اس کی کم عمری میں اسے بلخ چھوڑ کر آپ گھر سے نکل آئے تھے بچہ بڑا ہوا تو پوچھا میرا والد کون ہے؟ والدہ نے ساری بات بتا کر کہا وہ اس وقت مکہ میں ہیں لڑکا مکہ پہنچا حضرت سے ملا آپ نے پوچھا تمہارا مذہب کیا ہے؟ لڑکے نے جواباً عرض کیا دین محمدی پر ہوں۔ آپ نے الحمدللہ کہا۔ بچے پر بڑی شفقت فرمائی لیکن غیب سے ندا سنی ہماری دوستی کا دعوی کرتے ہو اور دل بیٹے سے لگا رکھا ہے۔ آپ نے جواباً عرض کیا الٰہی! جو آپ کے اور میرے درمیان حجاب بنے اسے اٹھا لے۔ زبان تھی یا تلوار کہ ادھر فقرہ ختم ہوا ادھر لڑکا مر گیا۔ آپ کی کوئی اولاد باقی نہ رہی اور نہ ہی آپ نے دوران سفر کسی جگہ شادی کی۔ حضرت شقی بلخی کے والد گرامی حضرت ابراہیم بلخی اور بزرگ ہیں وہ حضرت ابراہیم ادہم کے ہم عصر تھے ان کا مزار بلخ میں موجود ہے ان کی اولاد اپنے آپ کو حضرت ابراہیم ادہم سے منسوب کرتی ہے ورنہ اکثر معتبر کتب میں یہی تحریر ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم کی اولاد نہیں تھی [1]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۸۹

قائد سلسلہ ولایت، فخر اولیائے امت

حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت اقدس

وفات شریف
یکشنبہ (اتوار)
۱۴ شوال ۲۵۴ھ ۸۶۸ء مرعش (شام)
۲۰۷ھ ۳۲۔۸۲۲ء طبقات کبریٰ
۲۷۲ھ (ارباب طریقت) ۲۸۔۸۸۵ء
۶۸۸ھ تذکرہ سید سکندر شاہ گیلانی
۲۵۲ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

اسم گرامی

آپ کا نام سدید الدین اور لقب حذیفہ ہے۔ والد گرامی حضرت ابن قتادہ انطا کی ہیں۔ مرعش (شام) کے رہنے والے ہیں۔

تعلیم

اس دور کے تعلیمی نصاب کی فاضلانہ انداز سے تکمیل فرمائی۔ بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ ان چند گنے چنے مشائخ میں شامل ہیں جنہوں نے ظاہری علوم اور باطنی اسرار کی سب بلندیاں سر کیں اور اسلام کی خدمات کا شاندار ریکارڈ ورثے میں چھوڑا۔

بیعت وخلافت

تکمیل تعلیم کے بعد قلندرانہ صفت کے مرد حق کو مرشد بنانے کے متلاشی تھے۔ یہ شوق حضرت ابراہیم بن ادھم قلندر بلخی کی خدمت عالیہ میں انہیں کشاں کشاں لے گیا۔ آپ کے علمی وعملی کمال کو دیکھ کر حضرت ابراہیم نے بیعت بھی فرمایا اور خرقہ خلافت بھی عطا کیا۔ آپ کئی اور مشائخ کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔ خصوصاً اپنے دادا پیر فضیل اور حضرت بایزید بسطامی سے صحبت بھی رہی اور اکتساب فیض بھی کیا۔ آپ نے بہت زیادہ وقت حضرت ابراہیم بن ادہم کے ساتھ گزارا۔ انہوں نے آپ کو حضرت خضر امام محمد باقر اور حضرت فضیل سے ملنے والا سارا فیض عطا فرما کر مسند ولایت پر بٹھا دیا۔[1]

آپ نے بے حد ریاضتیں فرمائیں زہد وعبادت کا وہی انداز جاری و ساری رکھا جو مشائخ سے وراثت میں ملا تھا۔

خلفائے گرامی

حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری آپ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ بے شمار اور حضرات کو بھی خلافت سے نوازا کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام شافعی کو بھی آپ نے خلافت عطا فرمائی تھی مگر امام شافعی نے خرقہ خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا تھا۔[2]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۰۵

۲۔ ارباب طریقت ص ۵۵۷

اس دور میں یہ رواج عام تھا۔ کہ مختلف صوفیاء کرام سے خلافت لی جاتی تھی سیر و تواریخ میں دور اول میں ایسی بیسوں مثالیں موجود ہیں۔ اگر امام شافعیؒ جیسے جامع العلوم اور نابغہ روزگار مفکر نے بھی حضرت حذیفہ کے ساتھ ساتھ خاندان نبوت کے گوہر تابدار، علوم مرتضوی کے علمدار سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روحانی رابطہ ضرور قائم فرمایا ہوگا۔ اہل سنت ائمہ عموماً اہل بیت سے رابطے کی ہمیشہ کوشش فرمایا کرتے تھے فاتح اعظم سیدنا فاروق اعظم سے لے کر حضرت امام الائمہ امام اعظم تک ایسی بہت سی مثالیں کتب حدیث و تاریخ میں موجود ہیں۔

تربیت واصلاح

مریدین کی تربیت میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے طریقت کے شہباز آپ کے سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مرید ظاہری و باطنی تجرد کے قائل تھے۔ سفر و حضر میں یہ لوگ ذکر جہری کرتے تھے۔ جو مل جاتا کھا لیتے اور لوگوں میں تقسیم بھی کر دیتے تھے۔ اہل دنیا سے میل جول رکھنا ان حضرات کو پسند نہ تھا۔ مرآۃ الاسرار کے مصنف تاریخ وصال چودہ شوال بتاتے ہیں مگر ارشاد فرماتے ہیں کہ سن معلوم نہیں ہو سکا۔[1]

حضرت حذیفہ کی بے شمار کرامات مختلف حضرات نے نقل کی ہیں۔ آپ یگانہ روزگار اور چشتیت کے مرشد گوہر تابدار تھے۔ حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے اور تابدار حکمات و آبدار ارشادات سے قوم کی رہنمائی فرمائی۔

آپ سے جب سوال ہوا کہ حضرت ادہم کی عجیب بات سناؤ تو فرمایا۔ سفر مکہ کے دوران کئی دنوں سے ہم بھوکے تھے شہر کوفہ میں پہنچے تو ایک ویران مسجد میں اترے حضرت ابراہیم بن ادہم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے بھوک لگی ہے میں نے عرض کیا۔ حال حضرت سے مخفی نہیں ہے۔ آپ نے قلم دوات طلب فرما کر لکھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَنْتَ مَقْصُوْدُ بِکُلِّ حَال کچھ اور کلمات لکھ کر کاغذ مجھے تھما کر فرمایا۔ باہر جاؤ جو شخص سب سے پہلے ملے اسے دو مجھے ایک سانڈنی سوار ملا۔ اس نے پڑھ کر کہا۔ لکھنے والے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۰۶

صاحب کدھر ہیں؟ میں نے کہا فلاں مسجد میں ہیں۔ اس نے چھ سو دینار کی تھیلی مجھے دے دی اور خود اپنی راہ لی۔[1]

وصال پاک

۲۰۷ھ میں بیت رضوان کو آپ نے اپنا کاشانہ بنایا۔[2] ارباب طریقت کے مصنف نے آپ کے وصال کا سال ۲۷۲ھ قرار دیا ہے (ص ۵۵۷) مصنف وفیات شوال ۲۵۴ کے قائل ہیں۔

بقول احمد اختر مصنف تذکرۃ الفقراء وصال ۱۴ شوال ۲۷۶ھ ہے۔

ارشادات گرامی

۱۔ اگر کوئی قسم سے کہے کہ اے حذیفہ! تیرا عمل اس شخص جیسا نہیں ہے جسے ''یوم الحساب'' پر ایمان ہو تو میں اسے کہوں گا کہ تو سچا ہے تجھے قسم کے کفارے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ اگر تجھ کو اس کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے بہترین اعمال کے باوجود بھی عذاب کر سکتا ہے تو پھر تو ہلاک ہونے والا ہے۔

۳۔ اچھے اعمال میں مجھے سب سے عزیز عمل گھر میں بیٹھنا لگتا ہے اگر میرے پاس کوئی تدبیر ایسی ہوتی کہ فرائض کی ادائیگی کے لئے گھر سے باہر جانا چھوٹ جاتا تو میں ضرور اس تدبیر پر عمل کرتا۔

۴۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کسی بھائی سے ملاقات میں تصنع اور بناوٹ کرنی پڑتی ہے تو میں ضرور اس بھائی سے ملتا لیکن تصنع سے بچنا ضروری ہے لہٰذا اسے میرا سلام ہی پہنچا دینا۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۰۶۔۳۰۵
۲۔ الطبقات الکبریٰ

قائد بالیقین، امین الحق والدین

حضرت خواجہ ابوہبیرہ بصری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال اقدس	ولادت باسعادت
یکشنبہ (اتوار)	بصرہ
۲۸۲ھ ۸۹۵ء بصرہ	قریباً ۱۶۷ھ
۱۸ شوال (وفیات)	۸۴-۷۸۳ء
۷ شوال ۲۸۷ھ ۹۰۰ء (ارباب طریقت)	
وتذکرۃ الفقراء	
۲۸۸ھ تذکرہ سید سکندر شاہ	
۲۷۹ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی	

نام نامی

امین الدین اسم گرامی اور ابو ہبیرہ کنیت تھی بصرہ کے رہنے والے تھے آپ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

تعلیم و بیعت

مروجہ علوم کے مایۂ افتخار فاضل تھے سیدنا حذیفہ مرعشی کے محبوب خلیفہ تھے زہد و ورع کی جیتی جاگتی تصویر تھے روحانیت میں مرجع انام تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک سجادہ کو مزین فرمایا اور خلق خدا کو راہ خدا دکھائی۔ آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی۔ اس طرح آپ کی ولادت پاک کا سال قریباً ۱۶۷ھ بنتا ہے۔

خلفائے گرامی

وہ دور دورِ تصوف و ولایت تھا علوم محمدی اور عرفان احمدی کا سمندر موجزن تھا آپ کے بھی کئی خلفاء تھے شہرت کا مقام رفیع سیدنا ممشاد کریم الدین علی دینوری کو عطا ہوا اور انہوں نے یہ سلسلہ عالیہ آگے بڑھایا۔ حضرت امام فن تھے سلسلہ میں انہیں صاحب مذہب مانا جاتا ہے اور آپ کے مریدوں کو ہبیریاں کہا جاتا ہے یعنی آپ سلسلہ ہبیریہ کے بانی ہیں۔

وصال اقدس

آپ نے ۷ شوال ۲۸۷ھ کو ایک سو بیس سال کی عمر میں دنیائے فانی کو چھوڑا۔
آپ کا مزار اقدس بصرہ میں ہے۔ بقول مصنف مرآۃ الاسرار سن وصال معلوم نہیں ہے۔

انداز ولایت

آپ اور آپ کے عقیدت مند رات دن باوضو رہتے۔ نماز حضور قلب سے پڑھتے۔ غیر کا ذکر آپ کی محفل میں ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ دل کی صفائی کا ہر وقت خیال رکھتے۔ تین چار دنوں کے بعد جنگل سے کوئی پھل یا سبزی لا کر افطاری کرتے۔ مراقبہ اور محاسبہ دستور العمل تھا۔ انوار الٰہی تھے اور ان کے باطنی نگاہیں تھیں۔ تجرد کی حالت میں صحراؤں میں رہتے تھے مخلوق اور ان کی آبادیوں سے دور، باطن کو غیر سے پاک کیا تھا تو ظاہر میں بھی اس

سے نفور تھے۔

حضرت کے مریدوں کے کمالات حد و عد سے باہر ہیں تو آپ کی ذات کی عظمتوں کی حد کیا ہوگی؟ کشف و کرامات کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ تھی ویسے بھی مشائخ چشتیہ کے ہاں سلوک کے پندرہ مقامات ہیں پانچویں مقام پر کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے اگر سالک یہیں کھو جائے تو اگلے دس مقامات سے محروم ہو جاتا ہے۔ آخر میں فنائے دنیا ہے شوق و محبت مہمیز کا کام دیتے ہیں اور سالک خفائے مطلق تک اللہ کریم کی نوازشات سے پہنچ جاتا ہے۔ بندہ اور حق کے درمیان حسب ارشاد اولیاء ستر نورانی اور ستر ظلمانی پردے حائل ہیں۔ یہ بے حد ریاضت و مجاہدات اور ترک ماسوی اللہ سے اور شوق و محبت سے راستے ہٹتے ہیں۔ اگر عشق اس ساعت میں ساتھی نہ ہو تو یہ راستہ کبھی بھی طے نہیں ہوتا۔ یہ راستہ صرف وہی لوگ طے کر سکتے ہیں جو "عشق است امام من" کا نعرہ مستانہ لگا کر علائق و روابط کو چھوڑ کر خواہشات خود پرستی سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو رہتے ہیں اور زندگی اتباع رسول میں گزار دیتے ہیں۔ اپنے عمل کو عمل مصطفی ﷺ کی نقل سے زندہ و تابندہ بنا دیتے ہیں۔

جامع کمالات ولایت، خواجہ اہل دل

حضور خواجہ کریم الدین
علی ممشاد دینوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
دینور (کرمان)

وفات شریف
چہارشنبہ (بدھ)
۱۴ محرم ۲۹۹ھ
ستمبر ۹۱۱ء تذکرہ دینور حضرت فخر الدین دہلوی
۲۹۸ھ ۔ ۹۱۰ء
تاریخ مشائخ چشت و تذکرۃ الفقراء
۲۹۶ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

اسم گرامی

آپ کا نام نامی علی یا علو ہے۔ لقب کریم الدین ہے مگر مشہور ممشاد علی دینوری کے نام سے ہیں۔ آپ دینور علاقہ کرمان (ایران) کے رہنے والے ہیں۔ مگر آپ کی نشوونما مردم خیز شہر بغداد معلیٰ میں ہوئی۔

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت امین الدین ابوہبیرہ بصری کے ہاتھ پر بیعت فرمائی بہت سے علماء اور مشائخ سے اکتساب فیض کیا۔ علوم تصوف کے بے مثل شہسوار تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ انہی کمالات کے پیش نظر حضرت امین الدین نے خرقہ خلافت آپ کے ذمہ کیا اور آپ نے مسند ارشاد پر بیٹھ کر علم ولایت وتصوف کے دریا بہا دیئے۔

مشاہدات و مقامات میں بے مثل اور مجاہدات و ریاضات میں کامل تھے وقت کے سب مشائخ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات کے قائل تھے۔ صفائی باطن میں آپ بے حد کوشاں تھے اور اپنے مرشد کی روایات کا بھرپور تحفظ بھی کیا اور انہیں اپنے مریدوں میں بھی خوب پھیلایا۔

خلفائے عالی مقام

آپ کے بہت سے خلفاء میں سے چند نام یہ ہیں۔ سیدنا خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی۔ حضرت ابو عامر خواجہ ابو احمد بغدادی و خواجہ ابو محمد اور حضرت شیخ احمد اسود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (تذکرۃ الفقراء ص ۴۸)

وفات شریف

بقول مصنف ارباب طریقت آپ کا وصال ۴ محرم ۲۹۹ھ ہے۔ صاحب وفیات نے چودہ محرم لکھا ہے۔ بقول صاحب وفیات مزار اقدس دینور میں ہے۔ صاحب مرآۃ الاسرار بھی ۱۴ محرم بتاتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں سن معلوم نہیں ہے۔ ایک اور جگہ ضمناً ذکر میں سن وصال ۲۹۹ھ لکھا ہے۔[1]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۲۹

زہد و ورع

سیر اولیاء میں لکھا ہے کہ ساری عمر دن میں آپ نے کبھی کچھ نہیں کھایا اور نہ آرام سے سوئے۔ پیدا ہوئے تو بھی صرف رات کو والدہ ماجدہ کا دودھ پیا کرتے تھے۔ دن کو کوئی چیز منہ میں نہیں لیتے تھے۔ یہ ساری عمر کا روزہ تھا جسکے افطار کے لئے دیدار الٰہی ہی ذریعہ تھا۔ دولت عرفان روز اول سے ساتھ لائے تھے۔ آپ ان مقدس الفاظ کا مصداق تھے کہ مَنْ سَعَدَ سَعَدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّه (سعید اپنی والدہ کے پیٹ سے ہی سعید ہوتا ہے) اس سعادت کو حضرت بسطامی نے یوں ارشاد فرمایا۔ کسی نے پوچھا اس راہ میں مرد کے لئے کیا بہتر ہے۔ فرمایا دولت مادرزاد۔ سوال ہوا اس کے بعد۔ ارشاد ہوا دل دانا۔ سائل نے کہا وہ نہ ہو تو پھر؟ آپ نے فرمایا چشم بینا۔ سائل نے پوچھا اگر میسر نہ ہو تو پھر؟ آپ نے فرمایا گوش شنوا (سننے والا کان) اس نے پوچھا اگر وہ بھی نہ ملے تو پھر؟ آپ نے فرمایا تنِ توانا۔ وہ پھر عرض کرنے لگا اگر وہ بھی میسر نہ ہو تو پھر؟ آپ نے فرمایا اسے مرگ مفاجات (اچانک موت) ہی آئے۔

ذوق سماع

سماع کا بے حد ذوق تھا اپنے مشائخ کے عرس کرتے اور سماع کی محفل منعقد کراتے۔ کسی نے جب پوچھا کہ سماع اور وہ بھی عرس کے دن؟ اس کی سند کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سرکار عرش وقار علیہ السلام حضور مرجع ولایت حیدر کرار اور ہمارے سب مشائخ سے سماع ثابت ہے۔ رہی بات عرس کے دن کی تو اس دن صاحب عرس کو وصال ربانی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ان کی شادی کا دن ہوتا ہے میں اسی شادی کو پا کر سماع کی محفل لگاتا ہوں تاکہ مجھے بھی وصال ربانی ملے۔ صاحب مراۃ الاسرار آپ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کرتے ہیں۔[1]

علم و فضل

حقدمین سمجھتے تھے کہ علوم ولایت میں آپ آسمان کے تارے توڑ لاتے ہیں۔
آپ جیسے صاحب حال بہت کم لوگ ہوئے ہیں جوانمردی و سخاوت آپ کا خصوصی حصہ تھا۔
آپ کے حکیمانہ اقوال ان کے ہم عصروں' تذکرہ نگاروں اور مؤرخوں نے لکھے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۴۴۔۳۴۳

ہیں۔ بقول مصنف ارباب طریقت ''آپ بہت بڑے عالم دین اور روحانیت میں اکمل تھے' متبع شریعت اور عاشق رسول تھے۔ سلسلہ چشتیہ آپ کے ذریعہ آگے جاری ہوا۔'' (ص ۵۵۸)

ارشادات ونظریات

۱۔ طریق حق دور و دراز ہے معیت ربانی بڑی مشکل شے ہے اگر اگلوں پچھلوں کی حکمتیں تم میں جمع ہوں اور تم مقربین اولیاء کے احوال کا دعوئی بھی کرو تو جب تک تمہارا باطن اللہ کریم سے تسکین نہ پائے اور اللہ کے وعدہ اور اپنے مقسوم کے بارے میں اس کی ضمانت پر اعتبار نہ کرو تم عارفوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جس کا مقصود اللہ تعالیٰ ہے اس تک نہ قدر کا ہاتھ پہنچتا ہے اور نہ خطروں کے قبضہ کی اس تک رسائی ہوتی ہے۔

۲۔ اس شخص کا حال سب سے بہتر ہے جس نے مخلوق کی رویت (ملاقات و زیارت) کو اپنے نفس سے نکال دیا ہے اور خلوتوں میں اپنے باطن کی نگہداشت اللہ کریم کی معیت کی وجہ سے کی ہے سب کاموں میں اسی کی ذات پر بھروسہ کیا ہے۔

۳۔ ارواح انبیاء علیہم السلام کشف و مشاہدہ کی حالت میں ہیں اور ارواح اولیاء کرام علیہم الرضوان قرب و اطلاع کی حالت میں ہیں۔

۴۔ بیس سال سے میں اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھو بیٹھا ہوں بیس سال سے کسی چیز کے لئے کن فیکون (ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے) محض ادب ربانی کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے دل کی طرف متوجہ ہو کر توجہ الی اللہ کرتے ہیں اب صرف توجہ ربانی ہی معمول رہ گیا ہے۔ کن فیکون کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو دعا کرتے تھے اللہ کریم اسی وقت قبول فرما لیتے تھے اب اپنی مراد چھوڑ دی ہے اور مراد خداوندی میں فنا ہو گئے ہیں اور دعا بھی چھوڑ دی ہے۔ اب صرف توجہ الی اللہ اور اس کی رضا پر راضی ہیں۔

۵۔ ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک شخص تھا جو اپنی خوراک گھٹاتے گھٹاتے ایک مٹھی پر لے آیا تھا اور اس کے بعد اس کی غذا صرف پانی تھی۔

۶۔ آپ سے کسی نے پوچھا۔ فقیر جب بھوکا ہو تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا نمازیں پڑھے۔ سائل نے کہا۔ اگر نماز پر بھی قادر نہ ہو تو کیا کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

سو جائے۔ اس نے پوچھا اگر سو بھی نہ سکے؟ آپ کا جواب تھا اللہ کریم فقیر کو تین حالتوں سے باہر نہیں جانے دیتا۔ قوت عطا فرماتا ہے یا غذا بہم پہنچاتا ہے یا پھر اسے اپنے پاس بلا لیتا ہے۔

۷۔ دوران سیاحت آپ کو ایک بوڑھا آدمی ملتا ہے اس میں نیکی کی علامات پا کر آپ پوچھتے ہیں۔ مجھے کوئی کام کی بات بتائیں وہ جواب دیتا ہے اپنی ہمت کی نگہداشت کرو کیونکہ ہمت ہی سب باتوں کا پیش رو ہے جس کی ہمیشہ دوست ہوئی اور جس نے ہمت میں اپنے آپ کو سچا ثابت کر دیا اس کے باقی سب احوال و اعمال درست ثابت ہوتے ہیں۔[۱]

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۲۰۷۔۲۰۶

قطب چشتیہ، غوث صمدیہ حضرت خواجہ

شریف الدین ابو اسحاق چشتی شامی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت عالیہ

وصال گرامی

۲۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ عکہ شام

سوموار ۳۱ اگست ۹۵۰ء وفیات الاخیار

۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ (ارباب طریقت)

۳۰ ستمبر ۹۵۰ء

۳۲۰ تذکرہ سید سکندر شاہ و تذکرۃ الفقراء

۳۲۹ھ ـ ۹۴۰ء تاریخ مشائخ چشت

۳۲۳ھ تذکرہ خواجہ فخر الدین دہلوی

نام نامی

سیدنا خواجہ شریف الدین ابو اسحاق شامی ملک شام میں اس عالم ظاہری میں تشریف لائے۔

پہلے چشتی

آپ سب سے پہلے چشتی کہلائے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے آپ ہی بانی، سالار اعظم اور سرخیل ہیں۔ آپ کے مرشد حضرت دینوری نے پوچھا۔ نام کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا ابو اسحاق شامی۔ حضرت نے فرمایا۔ آپ آج سے چشتی ہیں۔ شہر چشت والوں کی ہدایت کا ذریعہ آپ ہوں گے۔ قیامت تک اب اس سلسلہ کے لوگوں کو چشتی کہا جائے گے۔ تربیت فرما کر آپ کو چشت بھیج دیا گیا۔ اب سلسلہ چشت اہل بہشت چل پڑا۔[1]

بیعت وخلافت

آپ نے خواجہ خواجگاں سیدنا علی ممشاد دینوری کے مقدس ہاتھ پر بیعت کی حضرت نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ ہی ان کے خلیفہ اعظم قرار پائے اور ان کے بعد مسند آرائے سلسلہ عالیہ ہوئے۔ اپنے سلسلہ کے عالی تمام مشائخ کی طرح آپ بھی اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین تھے۔ روحانی دنیا کے آفتاب تھے۔ شریعت مطہرہ کی پیروی میں یکتائے روزگار تھے۔ چشتیوں کے وجد و سماع کی علامت تھے۔ سید کل علیہ السلام کی محبت پاک سے آپ کا وجود معمور تھا۔ خدائے قدوس کے خوف کا مجسمہ تھے۔ زہد و تقویٰ آپ کا شعار تھا۔ احکام شرع کی پابندی آپ کو جان سے عزیز تھی۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ آپ اپنے کمالات و مکاشفات کو شدت سے چھپاتے تھے۔[2]

پانچ چشتی حضرات کو سلسلہ والے پنج تن کہتے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی شامی۔ ۲۔ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی۔ ۳۔ حضرت خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ حضرت خواجہ مودود چشتی۔

اللہ کریم کے فضل و کریم اور محبوب رحیم علیہ التسلیم کی نگاہ بے کس پناہ سے چشت

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۷۱ بحوالہ لطائف اشرفی

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۷۴ بحوالہ سیر الاولیاء

کا چھوٹا سا گاؤں مشرق و مغرب کا مرجع بن گیا یہاں سے ولایت کے ٹھاٹھیں مارتے دریا دنیا کو سیراب کرنے کے لئے پھیل گئے۔ حضور اجمیر سے لے کر دہلی مہار شریف' تونسہ شریف' سیال شریف' گولڑہ شریف کے انداز کے بے شمار مراکز تو صرف برصغیر میں قائم ہوئے۔ دنیا بھر میں چشم تصور انداز دیکھ سکتی ہے۔

خلفائے گرامی

خلفاء کی ایک کثیر تعداد تھی مگر خصوصی توجہ سیدنا خواجہ ابو احمد ابدال پر تھی بذات خود چشت شریف تشریف لے گئے اور انہیں نہ صرف مرید کیا بلکہ اجازت و خلافت سے بھی نوازا اور ارشاد فرمایا۔ ''آج کے بعد تمہارے مریدوں کو چشتی کہا جائے گا۔'' پس پھر یہی لفظ چشتی آگے چل نکلا۔ چشتیت نے اسلاف کی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اتباع شریعت کے حسین گلشن کو آباد و شاد کیا۔ خواجہ تاج الدین' خواجہ ابو یوسف' خواجہ مودود' خواجہ حامی وغیرہ بھی آپ کے خلفاء ہیں۔ (تذکرۃ الفقراء)

چشتیوں کی خصوصیات

پہلے چشتی کی نسبت سے ہم چشتیوں کی کچھ خصوصیات لکھنا چاہتے ہیں تاکہ صنادید و اراکین سلسلہ میں انہیں دیکھا جا سکے۔

۱۔ سنت کے مطابق کسی جگہ کو منتخب کر کے دعوت الی اللہ کا مرکز بنانا۔

۲۔ ماسوی اللہ سے دل موڑ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑنا اور اس کے لئے صفائے باطن کا راستہ اختیار کرنا۔

۳۔ سلسلہ پر مستحکم رہتے ہوئے شکوک و شبہات سے بچنا۔

۴۔ ریاضت سے منہ نہ موڑنا۔

۵۔ استغناء اور فقر کو غنا سے افضل سمجھنا۔

۶۔ مہمان کی خدمت کرنا۔

۷۔ سماع اور اہل سماع کو عزیز جاننا۔

۸۔ مشائخ کے عرس شوق و ذوق سے کرنا۔

۹۔ لوگوں کو اپنے آپ سے افضل سمجھنا۔

۱۰۔ سب سے حسن سلوک کرتے ہوئے صلح کل کو اپنانا۔

۱۱۔ وحدت الوجود پر مہارت مگر عوام سے اخفا۔

۱۲۔ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ۔

۱۳۔ وہ ہو ذکر کہ جو ذکر شروع ہو موت تک ساتھ رہے ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختم کرنے کا اشارہ ہو تو اور بات ہے۔

۱۴۔ صحو و سکر مل کر چلیں صرف سکر کی نذر نہ ہوں۔

۱۵۔ تواضع، اخلاق حمیدہ اور عقل کا ساتھ رہے۔

۱۶۔ علم لدنی کے موصوف بن کر حضور دل کی دولت سے مالا مال ہوں۔

۱۷۔ سب سے اہم یہ کہ اتباع رسول علیہ السلام اور سرکار عرش وقار کی محبت ہر بات پر حاوی رہے۔

دور حاضر میں حضور شیخ الاسلام سیالوی کو ہم نے ان سب صفات کا موصوف پایا۔

وصال شریف

مقام عکہ (شام) میں ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۴ھ میں آپ عالم بالا کی طرف رجوع فرما ہوئے۔

خواجہ خواجگاں

حضرت ابدال ابو احمد چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

چشت شریف

۲۶۰ھ

وصال اقدس

چہار شنبہ (بدھ)

۳ جمادی الاولیٰ ۳۵۵ھ چشت شریف

یکم جمادی الثانی ۳۶۶ھ (وفیات)

یکم جمادی الثانی ص ۳۵۵

(ارباب طریقت)

۲۵ مئی ۹۶۶ء تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

نام ونسب

حضرت خواجہ کی کنیت ابو احمد تھی آپ اسی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا لقب قدوۃ الدین ہے۔ والد گرامی کا نام نامی سلطان فرستافہ (اسم سلطان سرساف' قصر عارفاں) ہے شجرہ نسب یوں ہے۔ ابو احمد بن فرستافہ بن سید ابراہیم بن سید یحییٰ بن سید حسن علی سید مجید المعانی بن سیدنا ناصر الدین سید نور اللہ بن سید حسن المثنیٰ بن سید امام حسن بن مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔[1]

آپ حسنی سید ہیں۔ ولادت باسعادت چشت شریف میں ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ (مرآۃ الاسرار ص ۳۹۹)

مرآۃ الاسرار میں اسم گرامی فرستانہ لکھا ہے۔ فرستافہ باقی حضرات نے تحریر کیا ہے۔

چشتیہ کے پہلے ابدال

خاندان چشت اہل بہشت کے آپ پہلے انسان ہیں جنہیں مقام ابدال ملا بعد میں آپ کے طفیل کئی اور حضرات بھی اسی سلسلہ میں ابدال ہوئے۔ زندگی کے آخری مقدس دور میں اپ قطب ابدال کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ ذلک فضل اللہ یئوتیہ من یشاء۔ آپ کا یہ منصب سب طبقات کے نزدیک مسلم ہے۔ آپ بھی اپنے اسلاف گرامی کی طرح مایہ صد افتخار عالم تھے سب ظاہری علوم میں یکتائے روزگار تھے علوم باطنی میں سدا بہار تھے۔ آپ کا آستانہ مرجع خلائق تھا چشت شریف کی مہک دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہی تھی۔ چشت عالم اسلام کے چشتی اولیاء کا مرکز بن چکا تھا یہاں کے انوار دنیا بھر میں تقسیم ہو رہے تھے اور اولیائے چشت یہاں کے اصحاب سجادہ کی ہر بات قرآن و سنت کے بعد قول فیصل کی حیثیت سے مان رہے تھے۔

ابھی ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت ابو اسحاق کو حضرت دینوری نے فرمایا تھا کہ تمہارے مرید چشتی کہلائیں گے۔ مگر چشتیت کا یہ سلسلہ آگے صرف حضرت ابو احمد سے ہی

---

[1] ارباب طریقت ص ۵۵۹
[2] قصر عارفاں ص ۲۹۹

چلا۔ اب سارا سلسلہ اپنے ناموں کیساتھ چشتی لکھتا ہے خواہ وہ اجمیر شریف سے وابستہ ہو' نظامی ہو' صابری ہو' تونسوی ہو' سیالوی ہو' گولڑوی ہو' جلال پوری ہو یا کوئی اور آستانہ ہو' قبولیت عامہ صرف اور صرف لفظ ''چشتی'' کو حاصل ہے۔

والد گرامی کی توبہ

آپ کے والد کا ایک شراب خانہ تھا۔ ایک دن آپ وہاں گئے دروازہ بند کر دیا سب جام و ساغر توڑ دیئے لوگوں نے والد کو خبر دی وہ چھت پر آئے اور آپ کو ایک بڑا پتھر دے مارا مگر ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ پتھر فضا میں معلق ہو گیا اب عقل عشق کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے بغیر کوئی چارہ نہ پا سکی۔ والد نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور آئندہ راہ راست اختیار کیا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابو اسحاق چشتی صرف آپ کی تربیت کے لئے چشت میں تشریف لائے تھے کہ آپ کی تربیت مکمل ہوئی تو وہ بھی واپس شام چلے گئے اور اپنی مسند حضرت ابو احمد کے سپرد کر گئے۔ آپ کی عمر مبارک پچانوے سال تھی۔ آپ نے سلسلہ کی خوب خدمت کی اور کناف عالم میں چشت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

خلفائے عالی مرتبت

خلفاء تو آپ کے بہت سارے تھے مگر سلسلہ آگے آپ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ مجاز حضرت' ابو محمد ناصر الدین چشتی سے چلا۔ دیگر مشاہیر میں خواجہ محمد فدا بندہ شامل ہیں۔

وصال پاک

آپ یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ کو چشت شریف میں ہی واصل بحق ہوئے۔ چشت ہرات کا ایک گاؤں ہے جہاں آپ کے خاندان' عظمت نشان کی قبریں مرجع خلائق ہیں۔ بقول مصنف مرآۃ الاسرار چشت کا قصبہ ہرات سے تین کوس دور واقع ہے۔

نشان عظمت

آپ کے والد امیر آدمی تھے اور اپنے علاقہ کے سلطان تھے آپ کی ایک ہمشیرہ

بھی تھیں جنہیں اللہ کریم نے صلاح و تقویٰ کی دولت سے نواز رکھا تھا حضرت ابو اسحاق چشتی اکثر ان کے گھر تشریف لاتے اور پاکیزہ کھانا تناول فرماتے ایک دن انہیں فرمانے لگے کہ آپ کے بھائی فرستانہ کے ہاں ایک شان و عظمت والا بیٹا پیدا ہوگا آپ ان کے حرم میں رہیں خیال رکھیں کہ آپ کی بھابی ایام حمل میں بے حد محتاط رہیں کوئی حرام شے ان کے پیٹ میں نہ جانی چاہئے یہ پاکیزہ باطن خاتون حضرت کا حکم بجا لائیں خود اپنے ہاتھوں سے محنت کرتیں رسیاں بٹ کر بیچتیں اور اپنی بھابی کو رزق حلال و طیب مہیا فرماتیں۔ پھر ۲۶۰ھ میں وہ مہمان تشریف لے آیا جس کا انتظار تھا اب بھی یہی خاتون آنے والے کی کفیل ٹھہریں حضرت ابو اسحاق شامی جب کبھی ان کے گھر تشریف لاتے تو فرماتے اس بچے کی مہک بتا رہی ہے کہ اس کی وجہ سے سارے خاندان کو عظمتیں ملیں گی۔ بچپن میں ہی آپ سے عجیب معاملات مشاہدہ میں آتے۔

رجال غیب کی محفل میں

ابھی عمر مبارک کا بیسواں سال تھا کہ والد ساتھ لے کر شکار کو نکلے دوران شکار میں والد گرامی دیگر ساتھیوں سے الگ ہو گئے۔ پہاڑ میں عجیب منظر دیکھا چالیس حضرات حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی کے ساتھ کھڑے تھے ماحول کے روحانی اثر نے آپ کو بے حد متاثر کیا گھوڑے سے اترے اور حضرت شامی کے قدموں پر گر گئے۔ اسلحہ اور گھوڑا سب چھوڑا۔ ظاہری و باطنی مقاصد سے منہ موڑا۔ امیرانہ لباس کو خیر باد کہا ادنیٰ لباس کو زیب تن کیا تن پر من غالب آ گیا۔ رجال الغیب کے ساتھ چل دیئے۔ باپ اور خدام کی سب تلاشیں اور جستجوئیں بیکار گئیں۔ ایک عرصہ کے بعد کسی نے اطلاع دی کہ آپ تو حضرت شیخ المشائخ ابو اسحاق شامی کے ساتھ فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں۔ خدام کی ایک جماعت بے قرار والد نے بھیجی کہ انہیں ساتھ لایا جائے۔ انہوں نے واپس لانے کی کوشش ناکام ہوتی دیکھیں تو ڈرانے دھمکانے پر آ گئے مگر یہ حربہ بھی ناکام رہا۔ کیونکہ محبت الٰہی کا نشہ سختیوں کی ترشیوں سے اترنے والا نہیں ہوتا۔ جو یہ شراب پی لیتا ہے وہ کسی اور شراب کا طالب نہیں رہتا۔

باپ کو پتہ چل گیا کہ ان کا انداز زندگی اور ہے لہٰذا انہوں نے بھی آپ کے

راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا یعنی ظاہری دنیا کے سلطان نے سلطان باطن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس سلطان باطن کی شاہی صرف اپنے باپ کے علاقہ تک محدود نہ تھی بلکہ اکناف عالم میں اس کی عظمتوں کا ڈنکا بج رہا تھا اور آج تک بج رہا ہے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کرامات' مکاشفات' درجات اور مشاہدات سے نوازا احدیت میں گم تھے اور اپنے محبوب کے رازوں کے رازداں بھی تھے اور راز دار بھی۔ آپ کے قطب ابدال ہونے پر سب اصحاب باطن کے اتفاق ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

مردِ حق نما، امام اولیاء

خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

چشت شریف

۱۰ محرم

وفات شریف

دوشنبہ (سوموار) ۵ جولائی ۱۰۳۰ء بصرہ

یکم رجب ۴۲۱ھ

۴ ربیع الثانی ۴۱۱ھ (چشت)

ارباب طریقت و تذکرۃ الفقراء

۲۸ جولائی ۱۰۲۰ء

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۴۰۴ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

نام نامی

آپ کی کنیت ابو محمد تھی اپنے والد گرامی حضرت ابو محمد کی طرح کنیت ہی سے مشہور تھے۔ لقب ناصر الدین اور ناصح الدین تھا۔ تاریخ ولادت دس محرم ہے۔ چشت شریف میں ہی ولادت ہوئی۔

بیعت و خلافت

اپنے والد گرامی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے خرقہ خلافت عطا ہوا اور چشتیوں کے اس عظیم مرکز میں سجادہ پر بیٹھ کر لا تعداد لوگوں کو رشد و ہدایت کی دولت سے نوازا۔

آپ کا علمی مقام بہت بلند ہے علوم ظاہری میں اپنے مشائخ کی طرح بے مثل تھے اور باطنی علوم میں اپنے مشائخ کے سچے جانشیں تھے۔[۱] آپ کی کرامات بہت مشہور تھیں کمالات کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر تھا۔ درجات کی بلندی اور مشاہدات کی فراوانی میں معروف تھے۔

جہاد ہندوستان میں شرکت

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابو احمد ابدالی سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان میں تشریف لائے تھے مگر قصر عارفاں کے مصنف اس بات کے منکر ہیں ان کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ ابو محمد سلطان کے ساتھ ستر سال کی عمر میں ایک غیبی اشارہ پا کر جہاد ہند میں شریک ہوئے آپ کی برکت سے غزنوی فتوحات ہوئیں کیونکہ مستقبل میں خطہ ہند چشتی حضرات کی روحانی سلطنت بننے والا تھا اور ان حضرات نے یہاں تربیت گاہیں کھولنا تھیں۔ کئی چشتی حضرات اکناف عالم میں شاہوں کے ساتھ جہاد کے لئے گئے اور پھر واپس چشت شریف چلے گئے۔ محمود دوسری دفعہ ہندوستان کی طرف لپکا تو اس نے حضرت کو ساتھ چلنے کی درخواست پیش کی مگر اب آپ شامل سفر نہ ہو سکے محمود کا دل رکھنے کے لئے اپنے خلیفہ خاص حضرت خواجہ محمد شکور سالمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ بہت ساری فتوحات ہوئیں حضرت خواجہ سالمی یہاں وصال فرما گئے آج تک مزار منبع انوار ہے حضور فرید الدین گنج شکر اور خواجہ نظام الدین اولیاء بھی اس مزار پر حاضر ہوتے رہے۔ مصنف قصر عارفاں خود بھی تسکین قلب کے لئے وہاں اکثر حاضری دیتے رہے ہیں۔[۲]

۱۔ ارباب طریقت ص ۵۶۷ نیز مرآۃ الاسرار ص ۴۲۰
۲۔ قصر عارفاں ص ۳۰۰۔۲۹۹

بقول مصنف ارباب طریقت حضرت ابو محمد کی برکت سے سومنات فتح ہوا تھا۔ (ص ۵۶۰)

صاحب مرآۃ الاسرار بھی ستر سال کی عمر میں چند احباب کے ساتھ آپ کو محمود غزنوی کی مدد کے لئے ان کی معیت میں شامل جہاد قرار دیتے ہیں آپ نے بنفس نفیس بھرپور انداز سے جہاد فرمایا۔ مشرک غالب آنے لگے تو لشکر اسلام نے ایک جنگل میں پناہ لی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شکست ہونے والی ہے حضرت نے آواز دی۔ اے کاکو! کام کر۔ اب لوگوں نے دیکھا کہ کاکو آ گئے ہیں اور پرجوش انداز سے جنگ لڑ رہے ہیں پھر لشکر اسلام مضبوط ہوتا ہے اور کافر شکست کھا جاتے ہیں۔ یہ کاکو صاحب تو چشت میں تھے ان کا نام محمد کاکو تھا۔ عین اس وقت جب حضرت نے انہیں جنگ کا حکم دیا وہ چشت ہی سے پتھر پھینک رہے تھے اور کہہ رہے ہیں حضرت نے حکم دیا ہے اور میں تعمیل کر رہا ہوں۔[۱]

چونکہ برصغیر اولیائے چشت کے زیر تصرف تھا لہٰذا ہند پر پہلا حملہ محمود نے کیا تو حضرت ابو محمد ساتھ تھے اور جب ہند میں باہر سے آ کر مستقل حکومت قائم کرنے کے لئے شہاب الدین نے حملہ کیا تو حضرت اجمیری نے رائے پتھورا کو گرفتار کرایا اور یوں ہندوؤں کی عظمت خاک میں مل گئی۔[۲]

زندہ کرامت اور اس کی تائید

حضرت کا ایک مرید استاد مردان نامی سنجان خواج کے قصبہ کا باشندہ تھا حضرت کے وضو کا انتظام اس کے ہاتھ میں تھا حضرت نے اسے حکم دیا کہ اب واپس وطن چلے جاؤ وہ رونے لگ گیا کہ آپ سے جدا رہ نہیں سکتا ہوں حضرت نے فرمایا۔ بے فکر ہو کر چلے جاؤ جب ہمیں ملنا چاہو گے جسمانی حجابات اور مکانی مسافتیں راستے سے ہٹ جایا کریں گی اور گھر بیٹھے ہی زیارت کرتے رہا کرو گے۔ جب وہ صاحب سنجان پہنچے تو جب چاہتے حضرت کو اور شہرت چشت کو دیکھتے رہتے۔ مرآۃ الاسرار کے مصنف خواجہ شیخ عبد الرحمان چشتی (۱۰۰۵ھ تا ۱۰۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ "یہ واقعہ پڑھ کر مجھے کچھ تردد ہوا کیونکہ بات کچھ مشکل بھی تھی اور بعید از قیاس بھی۔ لیکن جب ۱۰۶۵ھ میں حضور امام الہند خواجہ معین الدین اجمیری

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۲۴۱ بحوالہ نفحات الانس نیز تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۲

۲۔ ایضاً

کے آستانہ پر حاضری دی تو آپ نے بے حد نوازشات فرمائیں۔ اب میں نے استاد مردان والی بات حضرت کی خدمت عالیہ میں پیش کی حضور نے کرم گستری فرماتے ہوئے میری عرضداشت قبول فرمائی۔ اب جونہی شوق ملاقات طاری ہوتا تو سارا اجمیر شریف روضہ اطہر سمیت نظر نواز ہو جاتا۔ میں تو اس نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ الحمد اللہ کہ ہمارے مشائخ کا تصرف حیات و ممات میں برابر ہے۔" [1]

حضرت خواجہ ابو محمد کی بات دوبارہ اپنے انداز سے ولی ہند نے پوری کر دکھائی تاکہ اصحاب سلسلہ پر کوئی اعتراض باقی نہ رہ سکے۔

عظمت استغناء

آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے کپڑا سی رہے تھے کہ شہزادہ آپ سے ملنے آ گیا آداب و نیاز کے بعد آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے حدیث پاک سنائی کہ ملک کے کسی گوشے میں ایک بڑھیا بھی بھوکی سو گئی تو قیامت کے دن حاکم کا دامن پکڑ لے گی۔

شہزادہ نے تحائف پیش کیے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ ہمارے خواجگان نے کبھی ایسے تحائف قبول نہیں فرمائے۔ مجھے بھی ان کی ضرورت نہیں ہے یہ فرما کر نگاہ ناز آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ "الٰہی اپنے بندوں کی دولت ان لوگوں کو دکھا دے" ہزارہا مچھلیاں اپنے مونہوں میں دینار لے کر پانی کی سطح پر آ گئیں آپ نے فرمایا "اللہ کریم نے ہمیں یہ خزانے عطا فرما رکھے ہیں ہمیں آپ کی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔" [2]

شان مجاہدہ

سیر الاولیاء کے مصنف فرماتے ہیں۔ اکثر آپ عالم تحیر میں رہتے۔ سالہا سال تک اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا۔ عبادت میں مصروف رہے آرام نہیں کیا۔ مجاہدہ کے شوق میں نماز معکوس اپنے گھر کے کونے میں ادا فرماتے رہے اس نماز کو فرید چشتیہ نے بھی ادا فرمایا۔ ان کے ذکر میں اس کی تفصیلات آ رہی ہیں۔ [3]

آپ صرف چوبیس سال کی عمر میں تھے جب والد گرامی نے اپنا قائم مقام بنایا۔ اس وقت آپ ظاہری علوم کے ساتھ باطنی حقائق کے بھی عارف ہو چکے تھے۔ [4]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۴۲۵ (۲) ایضا ص ۴۲۱ (۳) ایضا ص ۴۲۰ (۴) ایضا بحوالہ نفحات الانس

خلفائے گرامی

آپ کے کئی خلفائے گرامی تھے مگر سلسلہ عالیہ آپ کے بھانجے حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے چلا۔ یہ آپ کی اسی زاہدہ بہن کے بیٹے تھے جو زندگی بھر آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ حضرت نے خود پینسٹھ سال کی عمر میں شادی کی مگر کوئی لڑکا جوان نہ ہوا۔ حضرت ابو یوسف کو فرزند کی طرح پال کر خلافت عطا فرمائی۔ تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔

قائد اولیائے کاملین، ناصر الملۃ والدین

خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
چشت مقدس
۳۷۵ھ
۹۸۵-۸۶ء

وصال شریف
دوشنبہ (سوموار) ۳ رجب ۴۵۵ھ-۱۰۶۳ء
چشت شریف (وفیات)
جمعرات ۴ ربیع الثانی ۴۵۹ھ
جمعرات ۲۲ فروری ۱۰۶۷ء مرآۃ الاسرار
وارباب طریقت و تذکرۃ الفقراء
تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

نام ونسب

آپ بھی اپنی کنیت ابو یوسف سے ہی مشہور ہیں لقب مبارک ناصر الدین ہے۔ ولادت باسعادت ۳۷۵ھ میں خواجہ محمد سمعان کے دولت کدہ میں ہوئی آپ کی والدہ گرامی سیدنا ابو احمد ابدال کی صاحبزادی تھیں۔ آپ حضرت خواجہ ابو محمد ناصر الدین کے حقیقی بھانجے تھے۔

بیعت وخلافت

آپ نے اپنے ماموں حضرت ابو محمد ناصر الدین کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی انہیں آپ سے بے پناہ محبت تھی کہ آپ کو منہ بولا بیٹا (متبنیٰ) بنا لیا تھا۔ حضرت نے ہی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ اپنے اسلاف مشائخ کی طرح بہت بڑے عالم تھے۔ زہد و ورع اور روحانیت میں یکتا تھا۔ لا تعداد انسانوں نے آپ سے فیض پایا۔[1] بقول مصنف قصر عارفاں قطب الجانیب حضرت قطب الدین زواجی سے بھی آپ کو خلافت ملی تھی (ص ۳۰۱)

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت ابو محمد نے پینسٹھ سال کی عمر میں شادی کی آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے بھی چالیس سال کی عمر تک بھائی کی خدمت کی اور شادی نہیں فرمائی۔ ایک رات حضرت ابو محمد نے اپنے والد گرامی خواجہ ابو احمد کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں۔ ''شافلان میں ایک صاحب محمد سمعان ہیں عالم بھی ہیں اور صالح بھی۔ اپنی بہن کی شادی ان سے کر دو۔''

حضرت نے تلاش کر کے اپنی پاک دامن بہن کا نکاح ان سے کر دیا اب محمد سمعان بھی چشت شریف میں مقیم ہو گئے یہیں ان کے گھر ہمارے ممدوح اور چشتیت کے نیر تاباں نے آنکھ کھولی چونکہ ماموں ہی مربی بھی تھے اور مرشد بھی۔ پھر وہ لاولد بھی تھے لہٰذا پوری تندہی سے اپنے بھانجے کو اپنے مشائخ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار فرمایا۔[2]

۱۔ ارباب طریقت ص ۵۶۱

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۶۲-۳۶۳

خلفائے گرامی

آپ کے خلفاء کافی تعداد میں ہیں۔ مشہور خلفاء میں سے ایک تو حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی ہیں جن سے سلسلہ چشتیہ آگے چلا اور دوسرے حضرت تاج الدین ابو الفتح ہیں یہ دونوں حضرت کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت مودود چشتی کو علوم کے حصول کی خصوصی وصیت فرمائی اور اپنی مسندان کے حوالے کی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک چوراسی سال تھی۔ (نفحات الانس) خواجہ عبداللہ انصاری عظیم خلیفہ ہیں۔

وصال اقدس

آپ کا وصال مبارک بھی اپنے اسلاف کی طرح چشت شریف میں ۴ ربیع الثانی ۴۵۹ھ کو ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ سرزمین چشت میں بڑے بڑے مجاداران ولایت محو خواب ناز ہیں۔

مجاہدات کی عظمتیں

بچاس سال کی عمر میں محبت الٰہی کا شدید غلبہ ہوا ترک دنیا کا بھی بہت خیال آیا آپ بار بار خواجہ ابو اسحاق چشتی اور خواجہ حاجی مکی کے مزارات پر آجاتے تھے۔

آپ نے چلہ خانہ بنانے کی کوشش فرمائی ہاتف غیب نے آواز دے کر جگہ بتائی مگر وہاں زمین بہت سخت تھی اب آپ نے خود کھودنا شروع فرمایا چاشت سے عصر تک خود کھود کر چلہ کی جگہ بنا دی اور بارہ سال تک اس میں مجاہدات فرمائے۔ فنا و سکر کی حالت اکثر طاری رہتی خادم وضو کرا رہا ہے اور آپ گھنٹوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں اور پھر ظاہر ہوئے ہیں اور وضو پورا فرما رہے ہیں یہاں ہرات سے خواجہ عبداللہ انصاری اولیائے چشت کے مزارات پر حاضری کے لئے آئے تو آپ سے بھی ملے واپس ہرات تشریف لے گئے تو اکثر مجالس و محافل میں آپ کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔[1]

مجاہدات کی کثرت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک رات میں پانچ قرآن ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔[2]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۴۶۲۔۴۶۳

۲۔ ایضاً بحوالہ سیر الاولیاء

ایک کرامت

لوگ مسجد کی چھت ڈال رہے تھے مگر شہتیر چھوٹا تھا وہاں سے آپ کا گزر ہوا لوگوں کو پریشان پا کر دیوار پر چڑھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شہتیر رکھا تو وہ دیوار سے ایک گز بڑھ گیا۔[1]

---

[1] ایضاً بحوالہ سیر الاولیاء

سید الاصفیاء، سند الاتقیاء

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
چشتی شریف
۴۳۰ھ
۳۹۔۱۰۳۸ء

وصال شریف
جمعہ یکم رجب ۵۳۷ھ چشت شریف
۲۰ جنوری ۱۱۴۳ء
۵۲۷ھ ارباب طریقت
۸ مئی ۱۱۳۳ء تذکرہ سید سکندر شاہ
تذکرہ الفقراء
تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

نام ونسب

اسم گرامی قطب الدین مودود ہے حضرت خواجہ خواجگان ابو یوسف ناصر الدین چشتی کے فرزند ارجمند ہیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک یاد کر لیا۔ آٹھ سال کی عمر میں والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ ۴۳۰ھ میں ولادت باسعادت ہوئی۔

بیعت وخلافت

اپنے والد گرامی کے مرید اور خلیفہ تھے خلفائے خواجہ میں سب سے ممتاز ہیں۔ علوم ظاہری میں بھی اپنے اسلاف گرامی کی طرح زبردست ماہر تھے۔ روحانیت بھی وراثت میں پائی تھی لاتعداد لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا چرچا سارے ملک میں مہک رہا تھا۔[۱]

حضرت شیخ الاسلام زندہ پیل جام ابو نصر احمد بن ابو الحسن جام باشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر اجازت بیعت مرحمت فرمائی تھی حضرت زندہ پیل اپنے دور کے نابغہ اور عالم بے بدل تھے ان کی ولایت مسلمہ تھی اکابر وقت میں ان کا شمار تھا صاحب تصرف تھے لاکھوں انسانوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی حضرت زندہ پیل حضرت ابو سعید ابو الخیر فضل اللہ مہینی کے خلیفہ راشد تھے۔[۲] ابتداء میں حضرت زندہ پیل سے آپ کی مخالفت ہوئی مگر آگے چل کر موافقت میں بدل گئی کیونکہ حضرت جام بقول مصنف نفحات الانس آپ کی تربیت پر معین فرمائے گئے تھے آپ کے والد ماجد آپ کی کم عمری میں انتقال فرما چکے تھے۔ آپ نے ہی حضرت مودود کو علوم ظاہری کے حصول اور اس کے بعد سلسلہ کے احیاء کے لئے حکم دیا۔ آپ نے صرف چار سال میں علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ (مرآۃ الاسرار ص ۵۰۲)

خلفائے گرامی

سب ممالک میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔ تبرکا چند درج ذیل ہیں۔

خواجہ ابو احمد چشتی (فرزند ہیں) خواجہ حاجی محمد شریف زندنی (جن کا سلسلہ آگے

۱۔ ارباب طریقت ص ۵۶۲

۲۔ قصر عارفان ص ۳۰۱

چلتا ہے) خواجہ شاہ سنجان رکن الدین محمود' خواجہ ابو نصر شکیبائی' خواجہ دہاز زاہد' خواجہ شیخ حسن خواجہ سبز پور آذر بائیجانی' خواجہ عثمان رومی (حضرت بایزید کا خرقہ بھی ان تک پہنچا ہے) خواجہ شیخ احمد بدرون' خواجہ محمد شام اور خواجہ ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [۱]

آپ کے خلفیہ شاہ سنجان رفع حاجت کے لئے بہت دور نکل جاتے اور کہا کرتے چشت شریف مرجع اولیاء ہے یہاں رفع حاجت نہیں ہونی چاہئے باہر ہی طہارت کرتے اور باطہارت واپس آتے حضرت نے انہیں شاہ سنجان کا لقب دیا جس پر انہیں ناز تھا۔ (مرآۃ الاسرار ۵۰۲)

وصال اقدس

یکم رجب ۵۲۷ھ کو یہ شہباز طریقت وحقیقت عالم بالا کی طرف محو پرواز ہوا عمر مبارک ۹۶ برس تھی اپنے اسلاف گرامی کے ساتھ دفن ہوئے مزار اقدس مرجع انام ہے۔

وصال کا بڑا تفصیلی تذکرہ مرآۃ الاسرار کے مصنف نے ذکر فرمایا ہے ہم اپنے قارئین کرام کے سامنے سعادت سمجھ کر نقل کر رہے ہیں۔ ''وصال کا وقت آیا تو ایک بارہیبت شخص حاضر ہوا ریشمی ٹکڑے پر لکھا ہوا پیغام حضرت خواجہ کے ہاتھ میں دیا آپ نے مطالعہ فرما کر آنکھوں پر رکھا اور جان مشاہدہ حق فرماتے ہوئے جان آفرین کے حوالے کر دی۔ تجہیز و تکفین کے بعد لوگوں نے جنازہ اٹھانا چاہا تو ساری کوششوں کے باوجود جنازہ نہ اٹھا سکے۔ لوگ حیران تھے پھر ایک خوفناک آواز آئی لوگ آواز سن کر بکھر گئے اب مردان غیب آئے اور انہوں نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ پھر مخلوق خدا نے جنازہ کی نماز پڑھی جنازہ ہوا میں اڑتا ہوا چلا لوگ پیچھے پیچھے چل دیئے حضرت خضر کی پسندیدہ جگہ پر جنازہ اترا اور آپ وہیں مدفون ہوئے بہت سے کافر یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہوئے یہ واقعہ سلطان فخر الدین سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلام سلجوقی کے دور کا ہے وصال ۵۲۷ھ ہے۔'' [۲]

آپ کی کرامات

سیر الاولیاء میں تحریر ہے کہ بدخشان کا ایک پیرزادہ حاضر ہوا اور بیعت وکلاہ کی

۱۔ مناقب المحبوبین

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۰۶۔۵۰۵

درخواست کی آپ نے اس کے باطن کو اس قابل نہ پایا سب احباب نے سفارش کی اسے کلاہ دلا دی۔ آپ نے فرمایا او جوان! اس کلاہ کے آداب سے غافل نہ ہونا ورنہ بات بگڑ جائے گی۔ وہ بدخشان جا کر لذات نفسانی میں گرفتار ہو گیا حضرت کو اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ کلاہ اپنا کام کیوں نہیں کرتی؟ چند دنوں میں ہی ایک تہمت میں حکومت نے اسے گرفتار کر کے آنکھیں نکال دیں [1]

حضرت عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک محفل میں چالیس جہانوں کا ذکر فرمایا ایک صاحب آپ کی محفل میں موجود تھے۔ آپ اس شخص سمیت غائب ہو گئے پھر ظاہر ہوئے تو اس درویش نے بتایا آپ کے ارشاد پر مجھے شک ہوا لہٰذا آپ مجھے لے کر غائب ہوئے وہ چالیس جہان مجھے دکھا لائے ہیں حضور معین الملۃ اجمیری فرماتے ہیں درویش میں یہ طاقت ہونی چاہئے کہ کوئی اس کے کلام میں شک کرے تو وہ مشاہدہ کرا سکے [2]

قارئین گرامی کو ایک بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہمارے اولیائے عالی مقام عالم مثال میں سب اشیاء کا مشاہدہ کرا دیتے ہیں عالم مثال پر مفصل بحثیں مختلف اعاظم امت نے اپنی کتابوں میں فرمائی ہیں۔ متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ نے اس پر عمدہ اور نفیس بحثیں کی ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ، ے علم میں یہ کیفیات کیوں نہیں آتیں بالکل بے معنی ہے اس لئے کہ ہمارا علم محدود ہے علوم الٰہیہ لا محدود ہیں اولیائے امت ان لامحدود علوم کی سیاحت فرماتے ہیں اور اللہ کریم ان پر یہ دروازے وا فرماتا ہے ان کے افہام وادراک جن اشیاء کو پا لیتے ہیں وہ ظاہری علوم سے ماورا ہیں لہٰذا ظاہری علوم (بالخصوص فلسفہ، منطق، سائنس اور دیگر انسانی علوم) کے پیمانوں سے ان باطنی ربانی کیفیات کا ادراک نہیں ہو سکتا نہ ہی احاطہ ممکن ہے اتنا ضرور ہے کہ جن حضرات کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازتا ہے۔ وہ تسلیم کر لیتے ہیں اور معاندین خشک استدلالات کے سہارے اپنے مزعومات کا ڈھنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۰۲

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۰۵

محرم اسرار، منبع انوار

حضرت خواجہ حاجی محمد شریف منیر الدین زندنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

وصال اقدس

چہار شنبہ (بدھ) ۶ رجب ۵۵۴ھ

۲۵ جولائی ۱۱۵۹ء زندنہ بخارا

۶۱۲ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

تذکرۃ الفقراء

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

نام و نسب

آپ کا نام نامی محمد شریف ہے مگر آپ کو حاجی شریف کہا جاتا ہے آپ کا لقب مبارک منیر الدین ہے۔ زندان کے رہنے والے تھے۔ بخارا کے قریب زندان واقع ہے آپ کی ولادت باسعادت اندازاً ۴۶۶-۴۹۲ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ اپنے دور کے عظمائے ملت سے ظاہری علوم کی تکمیل فرمائی۔

بیعت و خلافت

خواجہ خواجگان حضرت قطب الدین مودود سے بیعت کی حضرت نے آپ کو خرقہ خلافت و اجازت سے نوازا۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ چالیس سال ویرانے میں آپ گوشہ نشین رہے جنگلوں کے درختوں سے جو پھل یا پتے گرتے آپ وہی تناول فرماتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے نفور تھے ملنے والا دنیا کا ذکر کرتا تو آپ ملاقات ہی نہ کرتے۔[1]

علم و سیاحت

اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین تھے۔ دنیوی و دینی علوم کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی علوم میں بھی بے مثل تھے۔ شہرت سے شدید متنفر تھے۔ اس لئے وطن چھوڑ کر طویل عرصہ سیر و سیاحت میں بسر فرمایا۔ دنیا جہاں میں گھومتے رہے۔ حیات طیبہ کے آخری حصے میں واپس وطن تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے دریا بہا دیئے۔ ایک شخص نے خدمت عالیہ میں نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے یہ صحرا جو تم دیکھ رہے ہو خزانہ غیب سے بھرا پڑا ہے اس شخص نے صحرا پر نگاہ ڈالی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہاں سونے کی ایک ندی رواں دواں تھی۔[2] آپ نے غالباً اس لئے اسے یہ مشاہدہ کرایا کہ آئندہ کوئی اور نذرانے سے شہباز حقیقت کو دام میں لانے کی کوشش نہ کرے بھلا جن کی آستینوں میں 'ید بیضا'' ہو وہ سونے اور چاندی کو لے کر کیا کریں گے اقبال نے کتنی سچی بات کہی۔

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے — انہی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۳۰

۲۔ ایضاً ص ۵۳۰

خلفائے عالی مقام

خلفاء کی کثیر تعداد تھی شہرت دوام کا تاج آپ کے خلیفہ راشد سیدنا خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کو ملا جن سے یہ سلسلہ عالیہ آگے چلا اور برصغیر میں اسی خاندان نے عظمت اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

ایک کرامت

سیر الاولیاء کے مصنف فرماتے ہیں کہ سلطان سنجر سلجوقی کی موت کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ کریم نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا۔ دنیا میں جو میں نے نیک و بد اعمال کئے تھے سب میرے سامنے لائے گئے دوزخ کے فرشتوں کو حکم ہوا یہ جہنم کا حق دار ہے اسے وہاں لے چلو پھر دفعتاً ارشاد ہوا فلاں دن اور فلاں وقت دمشق کی مسجد میں اس نے حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کی تھی لہٰذا ہم نے اسے بخش دیا ہے۔ جنت لے چلو۔ حضرت زندنی کو تنہائی اور تجرد بے حد پسند تھا۔ ترک دنیا آپ نے اختیار کر رکھی تھی۔ بڑی ثابت قدمی سے اس راہ پر گامزن رہے۔[1]

وصال پاک

۹ رجب ۵۸۶ھ۔ ۶۱۲ھ کو وصال ہوا تاریخ وصال میں اختلاف ہے مگر وصال پاک کے وقت عمر شریف ایک سو بیس سال تھی۔ وصال زندنہ ملک شام میں ہوا۔[2] مصنف قصر عارفاں لکھتے ہیں کہ آپ اگرچہ ہندوستان نہیں آئے مگر قنوج کے شرفاء آپ کے مزار کی مضافت شہر قنوج میں نشاندہی کرتے ہیں سید الاقطاب کے مصنف کا ارشاد ہے کہ وہ کئی دفعہ آپ کی زیارت کے لئے مزار پر حاضر ہوئے ہیں۔[3]

اگر آپ کی تاریخ وفات ۵۸۶ھ ہو اور عمر مبارک ایک سو بیس سال ہو تو تاریخ ولادت ۴۶۶ھ قرار پاتی ہے اگر وصال شریف ۶۱۲ھ ہو تو ولادت کا سال ۴۹۲ھ ہونا چاہئے۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۳۱۔۵۳۰

۲۔ ارباب طریقت ص ۶۳۔۵۶۲

۳۔ قصر عارفان ص ۳۰۱

حقائق و معارف میں آپ یکتائے روزگار تھے اس موضوع پر آپ کے بے شمار ارشادات ہیں جو کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ آپ کے معارف کو آپ کے خلفاء نے عموماً اور خواجہ خواجگان حضرت عثمان ہارونی نے خصوصاً اپنے دل میں جگہ دی۔

خصوصی خلافت سیدنا عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کو عطا ہوئی کلاہ چارتر کی انہی سے جاری ہوا۔ جو آج تک پھیل رہا ہے۔[1]

---

[1] تذکرۃ الفقراء حضرت احمد اختر گرگانی

امام ارباب طریقت، قائد اصحاب شریعت، خواجہ خواجگاں

حضرت عثمان ہارونی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت سراپا سعادت

ہارون۔ خراسان

وصال اطہر

دوشنبہ (سوموار) ۱۶ شوال ۶۰۳ھ مکہ مکرمہ

۱۴ مئی ۱۲۰۷ء

ارباب طریقت ۱۶ شوال ۶۰۷، ۶۱۷ھ

تذکرہ سید سکندر شاہ

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۱۶ شوال ۶۰۷ھ ۳۱ مارچ ۱۲۱۱ء

۱۲ شوال ۶۱۷ھ ۱۲ ستمبر ۱۲۱۷ء

۶۰۷ھ نام ونسب

اسم گرامی و مولد

نام نامی عثمان اور کنیت ابو النور ہے بخارا سے متصل ہارون میں ولادت شریفہ ہوئی۔ کچھ لوگوں نے علاقہ خراسان و عراق بھی لکھا ہے مگر گاؤں کا نام سب نے ہارون (ھرون) ہی لکھا ہے۔

علمی مقام

آپ اعلیٰ ترین علمی مقام پر فائز تھے۔ علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے روحانی مراتب کے شہسوار تھے۔ آپ کے خلفاء آپ کی روحانی عظمت کی زندہ دلیل ہیں بالخصوص حضور اجمیری، آپ قرآن پاک کے حافظ تھے اور روزانہ دو قرآن پاک ختم فرماتے۔ ایک دن کو ایک رات کو۔

خلافت و ارشاد

خواجہ محمد شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے اور آپ نے ہی خرقہ ارشاد و خلافت عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی لا تعداد مخلوق کو فیض عطا فرمایا۔ اپنے دور کے سب مشائخ عظام کی صحبت پائی سب کے فیوض کا آپ مجمع ہیں۔ سب علوم وفنون میں آپ انتہاء پر ہیں۔ آپ کے تصرفات کا ایک زمانہ گواہ ہے حضرت اجمیری کے لئے آپ فرماتے۔ "ہمارا معین الدین حق تعالیٰ کا محبوب ہے اور مجھے فخر ہے کہ وہ میرے مرید ہیں۔"[1]

حضرت اجمیری نے انیس الارواح میں اپنی پہلی ملاقات اور بہت سے اور اد و وظائف کا ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا ہے۔ وہ سب ان کے حالات میں آ رہا ہے۔ بے شمار مشائخ کی زیارت کے وقت ولی ہند آپ کے ساتھ رہے۔

خلفائے گرامی

خلفاء کی طویل تعداد ہے مگر گل سرسبد امام الہند سیدی خواجہ معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں حضرت اجمیری کو خود آپ نے سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کی

1۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۵۴

خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ نے آپ کو ولایت ہند عطا فرمائی۔ حضرت عثمان کی دعا یہ تھی کہ مولا کریم! مقام تجرید و تفرید میں معین الدین نے میری خدمت کی ہے اسے وہ ولایت عطا ہو جو کسی کو نہ ملی ہو۔ یہ خصوصی ولایت آپ کو اس دعا سے عطا ہوئی آپ کو آواز آئی معین الدین کو ولایت ہند عطا ہو گی۔ جو آج تک کسی کو نہیں ملی مگر پہلے مدینہ حاضری دے اسی اطلاع کے بعد حضرت معین معین الملۃ کو لے کر آپ حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے وہاں سے سند ولایت لی اور ہندوستان تشریف لائے۔ پھر ہندوستان میں وہ اسلامی انقلاب آیا جس کی پہلے مثال نہ تھی رائے پتھورا مسلمان بادشاہ کے ہاتھ میں قید ہوا اور اسلامی اقتدار کا جھنڈا لہرانے لگ گیا ولایت معینی رنگ لائی۔[1]

خواجہ سعد اور خواجہ محمد ترک نامور خلفاء ہیں۔

وصال پاک

آپ کا وصال شوال ۶۰۷ھ ۔ ۶۱۷ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ کعبہ مکرمہ اور جنت معلٰی خواجہ نجم الدین صفریؒ کے درمیان مزار ہے۔[2] آپ نے دعا کی تھی کہ میری قبر کا نشان ہمیشہ رہے واحد بخش سیال مترجم مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ۱۳۷۱ھ ۔ ۱۹۵۱ء کو انہوں نے حضرت کے مزار کی زیارت کی وہ سابق شریف مکہ کے محل کے صحن میں ہے جس پر لکڑی کا چبوترہ ہے یہ سب آپ کی دعا کی قبولیت کی علامت ہے۔ سیال صاحب کے ساتھ حضرت سید محمد ذوقی بھی تھے۔[3]

آپ کی دعائے خاص

ہمیشہ دعا مانگا کرتے کہ "میرا وصال مکہ مکرمہ میں ہو اور خواجہ اجمیری میری زندگی میں پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔" اللہ کریم نے آپ کی دونوں آرزوئیں پوری فرما دیں۔[4] ہم تفصیل اوپر بیان کر چکے ہیں۔

آیئے اب آپ کی حیات طیبہ کے چند ایسے واقعات کا ذکر کریں جو کرامات بھی

۱۔ ایضاً ص ۵۶۱

۲۔ ارباب طریقت ص ۵۶۲

۳۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۶۱

۴۔ ارباب طریقت

ہیں اور پیغام انقلاب بھی۔

پانی نے سر پر اٹھالیا

سیر الاولیاء کے مصنف نے حضرت معین الملت کے حوالے سے لکھا ہے کہ "میں سفر میں حضور ہارونی کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچے تو کشتی نہ تھی' حضرت خواجہ نے مجھے حکم دیا آنکھیں بند کرلو میں نے تعمیل ارشاد کی اور بلا تکلف پانی پر آپ کے ساتھ چلتا گیا میں نے عرض کیا ہم پانی سے کیسے نکل آئے تو فرمایا میں نے پانچ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھ لی تھی۔"[۱] پتہ چلا سورہ فاتحہ کی برکات عظیم ہیں اور پڑھنے والے کی زبان کی عظمتوں کو بھی سلام ہم سمجھتے ہیں کہ پانی نے دونوں شہباز ان اسلام کے مقدس جوتوں کو سر پر اٹھانے کا موقع پالیا تو سر پر رکھ کر خدمت بجالایا۔

نگاہ ولی کی تاثیر

حسب تحریر سیر الاولیاء ایک ضعیف ونحیف بوڑھا حضرت عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا بیٹا چالیس سال سے گم تھا کہنے لگا۔ حضرت! بہت پریشان ہوں چالیس سال سے بیٹا گم ہے اس کی زندگی و موت کا کوئی پتہ نہیں ہے از راہ کرم آپ اس کے لئے فاتحہ پڑھ دیں کہ اللہ اسے بخش دے۔ حضرت نے سر جھکا لیا سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ سب فاتحہ پڑھو مگر اس نیت سے کہ اس کا لڑکا واپس آ جائے۔ فاتحہ پڑھ کر بوڑھے کو ارشاد ہوا۔ جاؤ گھر تمہارا بیٹا آ گیا ہے وہ گھر پہنچا تو لڑکا موجود تھا۔ اسے ساتھ لیا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ لوگوں نے اس سے ماجرا پوچھا۔ کہنے لگا مجھے لوگوں نے ایک جزیرے میں زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا حضرت کی شکل و صورت کا ایک آدمی آیا۔ زنجیروں پر نگاہ ڈالی تو وہ ٹوٹ کر گر گئیں۔ میرا ہاتھ انہوں نے پکڑا اور یہاں آ کر چھوڑ دیا ہے۔[۲]

دشمنوں پر بھی نوازشیں

سیر الاولیاء میں بحوالہ حضور معین الملۃ اجمیری یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت اجمیری کا ہمسایہ تھا اور حضرت ہارونی کا مرید تھا وہ فوت ہو گیا جنازہ کے بعد اس کے مزار پر

۱۔ ارباب طریقت

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۵۸

حضرت اجمیری نے مراقبہ فرمایا فرشتے تو آئے مگر ساتھ حضرت ہارونی بھی آ گئے اور فرمایا یہ میرا مرید ہے لہٰذا اس پر سختی نہ کرو فرشتوں کو حکم ہوا نہیں بتا دو یہ آپ کا مخالف ہے یہ سن کر حضرت خواجہ نے فرمایا مخالف تو ضرور تھا لیکن اپنے آپ کو میرے حلقہ سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اب فرشتوں کو حکم ہوا اسے چھوڑ دو عثمان کی بدولت ہم نے اسے بخش دیا ہے۔[1]

آگ گلزار بن گئی

سیر العارفین کے حوالے سے مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ جب حضرت اجمیری اپنے مرشد گرامی سے اجازت لے کر چلے گئے تو حضرت ہارونی کے دل میں محبت موجزن ہوئی وہ پیچھے چل دیئے مگر یہ سفر تو اللہ کریم ایک خاص مقصد سے کرا رہے تھے۔ راہ چلتے ایک جگہ پہنچے جہاں آتش پرست رہتے تھے آتش کدہ دہل رہا تھا سینکڑوں من لکڑیاں روزانہ وہاں جل جاتی تھیں آپ نے کہیں قریب ہی ندی کے کنارے درخت کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے اور اپنے خادم فخر الدین کو ارشاد فرمایا۔ '' گاؤں جا کر کچھ آٹا اور آگ لاؤ روٹی پکاؤ تاکہ افطاری ہو سکے۔'' خادم نے آٹا تو خرید لیا لیکن جب آگ لینے آتش پرستوں کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ آگ کے اردگرد گھیرا ڈالے بیٹھے ہیں انہوں نے آگ دینے سے انکار کر دیا خادم نے آ کر حضرت کو سارا واقعہ عرض کیا حضرت جوش اسلام لے کر اٹھے وہاں خود تشریف لے گئے دیکھا تو مختیا نامی سردار اپنے سات سالہ بچے کو گود میں لئے بیٹھا ہے اور اس کے چیلے آگ کی پوجا کر رہے ہیں۔ آپ نے مختیا کو فرمایا یہ آگ تو تھوڑے سے پانی سے بجھ جاتی ہے اسے پوجنے کا کیا فائدہ؟ یہ بیچاری تو مخلوق ہے خالق مطلق کی پوجا کرو جس کا کوئی فائدہ بھی ہو اس نے جواب دیا ہمارے مذہب میں اس کا بڑا درجہ ہے لہٰذا ہم اس کی پوجا کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم طویل عرصہ سے اس کی پوجا کر رہے ہو ذرا اس میں ہاتھ ڈالو کیا اب بھی تمہیں جلاتی ہے؟ وہ بولا جلانا اس کا خاصہ ہے کوئی اس کے قریب نہیں جا سکتا آپ نے معاً اس کی گود سے لڑکا اٹھا لیا آگ کی طرف لپکے آتش پرستوں میں ہلچل مچ گئی۔ آپ نے بسم اللہ شریف کے بعد پڑھا۔ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ اب آپ آگ میں تھے بچہ آپ کے پاس تھا کوئی آتش پرست آگے نہ بڑھا پورے چار گھنٹے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۵۵۹

آپ آگ میں رہے آگ نے بال بھی بیکا نہ کیا۔ آپ بچے سمیت باہر تشریف لائے۔ بچے سے ان آتش پرستوں نے پوچھا آگ میں تو نے کیا دیکھا وہ بولا! وہاں صرف باغ تھا یا پھول تھے اور تو کچھ نہ تھا۔ یہ ولایت ابراہیمی کا حسین ظہور دیکھ کر سب آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ حضرت نے سردار مخیشا کا نام عبد اللہ اور اس کے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ دونوں کی خوب تربیت فرما کر مقام ولایت وارشاد تک پہنچا کر خلق کی ہدایت کے لئے چھوڑا۔ حسب ارشاد مصنف سیر العارفین آپ وہاں اڑھائی سال تک مقیم رہے۔ اب آتش کدہ کی جگہ ایک حسین مسجد نے لے لی۔ سیر العارفین کے مصنف نے خود یہ جگہ دیکھی اور وہاں عبد اللہ اور ابراہیم کے مقبروں کی بھی زیارت کی۔[1]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۰۔ ۵۵۹ بحوالہ سیر العارفین

امام الہند، خواجہ خواجگاں

حضرت خواجہ سید معین الدین حسن اجمیری سنجری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

۵۳۶

سنجر (سیستان)

۵۳۰ سلطان الہند

وصال مبارک

۶ رجب ۶۳۳ھ ۱۶ھ مارچ ۱۲۳۶ء اجمیر شریف

تقویم تاریخی ص ۱۵۹ نام ونسب

تذکرہ سکندر شاہ

دوشنبہ (سوموار) ۶ رجب ۶۳۲ھ ۳۵-۱۲۳۴ء

(وفیات) سلطان الہند

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

چھٹی صدی ہجری

یہ صدی عالم اسلام کے لئے ابتلاء کی صدی تھی خطائی تارتاریوں نے خراسان، ایشیائے کوچک اور اردگرد کے علاقوں میں تباہی پھیلا رکھی تھی خطائیوں کا ایک گروہ غزہ کے نام سے معروف ہے اس ناہنجار گروہ نے ہر طرح کے مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ ۵۳۶ھ میں سلجوقی بادشاہ سلطان سنجر کو تاتاریوں نے شکست فاش دی اور اس کی طرف سے لڑنے والے حاکم سیستان کو زندہ گرفتار کر لیا سلطان سنجر خود بچ نکلا اور بے سروسامانی میں بھاگ کھڑا ہوا تاتاریوں نے خراسان کے شہروں کو تباہ برباد کر دیا۔ مساجد میں پناہ لینے والوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا ہسپتال میں گھس گئے اور مریضوں کو ڈاکٹروں سمیت قتل کر دیا۔ لائبریریوں کو آگ لگا دی گئی، خواتین کی عصمت دری کی گئی، علماء و مشائخ کو چن چن کے قتل کیا گیا۔

برصغیر میں دولت غزنویہ کا اسی دور میں خاتمہ ہوا اور غوری خاندان نے تخت اقتدار بچھایا لہٰذا برصغیر بھی شدید انقلاب کی زد میں تھا۔ باقی اسلامی دنیا کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

ولادت باسعادت

ان ہی روح فرسا حالات میں ہمارے خواجہ عالی مقام حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجر (سیستان) میں حضرت خواجہ غیاث الدین حسن کے گھر ۵۳۶ھ میں دنیائے ظاہر میں تشریف لائے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ والدہ مکرمہ کا اسم گرامی بی بی ماہ نورام الورع تھا آپ کے والد گرامی ملک کے بااثر شخص اور صاحب مال و منال تھے۔ ظاہری دولت کے ساتھ ورع وتقویٰ کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ سیستان کی تباہی سے بے حد متاثر ہوئے اور سیستان کو خیر باد کہہ کر خراسان تشریف لے آئے۔ یہیں حضرت معین الدین کا بچپن گزرا۔ خراسان بھی انقلابات کی زد میں تھا لہٰذا یہاں بھی حضرت غیاث الدین مطمئن نہ تھے پھر ۵۴۹ھ میں سلطان سنجر کا دوسرا معرکہ خطائی ترکوں کے ساتھ ہوا جس میں سلطان خود گرفتار ہو گیا۔ ملک کو خطائیوں نے پامال کر دیا۔ علماء و مشائخ بھی نیست و نابود کر دیئے گئے۔ ہزارہا مشائخ و علماء کو شہید کیا گیا۔ اس دور کے عظیم شافعی مجتہد علامہ محمد بن یحییٰ بھی شہید ہوئے۔ یہ اپنے دور میں مرجع انام تھے اور علمی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مشرق

ومغرب کے طلبہ کا جمگھٹا ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔ علامہ عبد الرحمان بن عبد الصمد آکاف تو خود شاہ سنجر کے بھی مرکز عقیدت تھے وہ بھی شہید کر دیئے گئے امام قشیری کے نواسے حضرت احمد بن حسین، امام علی صیاغ، احمد بن حامد، قاضی ساعد، حضرت حسن بن عبد الجید رازی اور دیگر لاتعداد علماء وصلحاء تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یہ سارے حالات حضرت معین الملۃ نے اپنے بچپن اور لڑکپن میں ملاحظہ فرمائے۔ ایسے حالات انسان کو دنیائے فانی سے دل برداشتہ کر دیا کرتے ہیں مگر معین الدین نے ان حالات سے متاثرین کے زخمی دلوں کا علاج کرنا ہے۔

والد گرامی کا وصال

ابھی زندگی کی پندرھویں بہار ہی تھی کہ والد گرامی خواجہ سیدؒ غیاث الدین اس دنیائے فانی سے تشریف لے گئے۔ ماحول تو ویسے ہی تباہی کی نذر تھا اس واقعہ نے گھریلو معاملات کو بھی دگرگوں کر دیا۔ ہمیں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کے اور بہن بھائی تھے یا نہیں۔ اتنی بات تاریخ بتاتی ہے کہ وراثت میں حضور کو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی آپ نے بذات خود باغ کی دیکھ بھال شروع کی اور پن چکی کو بھی چالو رکھا۔ کتنا عرصہ اس انداز کو آپ نے جاری رکھا؟ تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ غالباً اس عرصے میں سلطان سنجر کے لڑکے سلطان محمود سلجوقی نے تاتاری غزویوں سے پھر مقابلہ کیا بے حد تباہی پھیلی۔ امام الحرمین ابو المعالی جوینی کا مکان بھی اس دفعہ جلا دیا گیا شہر آگ کی نذر ہو گیا۔ حضور معین الملۃ نے یہ منظر بھی اپنی نگاہ پاک سے دیکھا۔

انقلاب قلب ونظر

ایک دن آپ آبائی باغ میں اپنے کام میں مصروف تھے کہ وہاں کے ایک بزرگ ابراہیم قندوزی نامی آپ کے باغ میں آ گئے۔ یہ مراحل عرفان طے کر چکے تھے مگر اب انداز مجذوبانہ تھا۔ حضرت معین الملۃ اپنی روایتی مہمان نوازی کی وجہ سے انہیں ملے ہاتھ چوم لئے بٹھایا تازہ انگوروں کا خوشہ سامنے لا رکھا۔ مجذوب نے بھی محسوس کیا کہ ایک معرفت کے متلاشی انسان سے ملاقات ہوئی ہے لہٰذا ذوق حقیقت چکھانا چاہیئے بغل سے کھلی کا ایک ٹکڑا

نکالا دانتوں سے تھوڑا سا کاٹ کر ہاتھ بڑھا کر حضرت خواجہ کے منہ مبارک میں ڈال دیا۔ یہ ٹکڑا حلق سے کیا اترا دنیا ہی بدل گئی' حجابات نظروں کے سامنے سے ہٹ گئے دنیا کی وقعت ختم ہو گئی روابط محبت سب انسانوں سے کٹ گئے باغ اور پن چکی بیچ کر سارا اثاثہ فقیروں اور محتاجوں میں بانٹ دیا۔ حقیقت کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔

آغاز سفر اور حصول علم

سمرقند اور بخارا کے مختلف دینی مدارس میں قیام فرمایا۔ یہاں سب سے پہلے قرآن پاک یاد کیا اور پھر دینی علوم کی تکمیل کی ان ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد مغرب کی طرف سفر اختیار فرمایا تا کہ ان شہروں میں پہنچ سکیں جہاں مقامات مقدسہ بھی ہیں اور اولیائے ملت کے مزارات بھی واپسی پر نیشاپور اپنے وطن اصلی سے بھی گزر ہوا مگر کسی عزیز یا دوست کے لئے وہاں نہیں ٹھہرے اس سفر میں ہارون بھی تشریف لے گئے۔ یہ گاؤں علاقہ نیشاپور میں ہے یہاں حضرت شیخ عثمان خیرات محمدی بانٹنے میں مصروف تھے ان میں آپ کو وہ کمالات نظر آئے کہ حلقہ ارادت میں شامل ہونے کی آپ نے درخواست کی۔

حضرت عثمان ہارون سے بیعت اور مشاہدہ کائنات

حضرت معین الملۃ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ایک ایسی صحبت میں جس میں بڑے بڑے معظم و محترم مشائخ کبار جمع تھے میں ادب سے حاضر ہوا اور روئے نیاز زمین پر رکھ دیا۔ مرشد نے فرمایا۔ ''دو رکعت نماز ادا کرو۔'' میں نے فوراً تعمیل کی ارشاد ہوا۔ ''روبقبلہ بیٹھ'' میں ادب سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا پھر ارشاد ہوا۔ ''سورہ البقرہ پڑھ'' میں نے خلوص عقیدت سے پوری سورت پڑھی۔ تب فرمایا ''ساٹھ بار کلمہ سبحان اللہ کہو'' میں نے اس کی بھی تعمیل کی ان مدارج کے بعد حضرت مرشد قبلہ خود اٹھ کھڑے ہوئے' میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا'' میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔'' ان جملہ امور کے بعد مرشد قبلہ نے ایک خاص وضع کی ترکی ٹوپی جو کلاہ چہارترکی' کہلاتی ہے میرے سر پر رکھی خاص اپنی کملی مجھے اوڑھائی اور فرمایا۔ ''بیٹھ'' میں فوراً بیٹھ گیا۔ اب ارشاد ہوا۔ ''ہزار بار سورہ اخلاص پڑھو'' میں نے اس کو بھی ختم کر دیا تو فرمایا۔ ''ہمارے

مشائخ کے طبقات میں بس یہی ایک شب و روز کا مجاہدہ ہے۔ لہٰذا جا اور کامل ایک دن رات تک مجاہدہ کر۔" اس حکم کے بموجب میں نے پورا دن اور ایک ساری رات عبادت الٰہی اور نماز و طاعت میں بسر کی۔ دوسرے دن حاضر ہو کر روئے نیاز زمین پر رکھا تو ارشاد ہوا۔ "بیٹھ جا" میں بیٹھ گیا پھر ارشاد ہوا "اوپر دیکھ" میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دریافت فرمایا "کہاں تک دیکھتا ہے" عرض کیا "عرش معلیٰ تک" تب ارشاد ہوا "نیچے دیکھ" میں نے آنکھیں زمین کی طرف پھیریں تو پھر وہی سوال کیا۔ "کہاں تک دیکھتا ہے" میں نے عرض کیا "تحت الثریٰ" تک" حکم ہوا "پھر ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھ" اور جب اس حکم کی بھی تعمیل ہو چکی تو ارشاد ہوا "آسمان کی طرف دیکھ اور بتا کہاں تک دیکھتا ہے" میں نے دیکھ کر عرض کیا "حجاب عظمت تک" اب فرمایا "آنکھیں بند کر" میں نے بند کر لیں ارشاد ہوا۔ "اب کھول دے" میں نے کھول دیں تب حضرت نے اپنی دونوں انگلیاں میری نظر کے سامنے کیں اور پوچھا "کیا دیکھتا ہے" عرض کیا "اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں" جب میری زبان سے یہ جملہ سنا تو ارشاد فرمایا "بس اب تیرا کام پورا ہو گیا" پھر ایک اینٹ کی طرف دیکھ کر جو سامنے پڑی تھی حکم دیا "اسے اٹھا" میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے فرمایا "انہیں لے جا کر درویشوں میں خیرات کر" چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔[1] اڑھائی سال حضرت سید صاحب اپنے مرشد عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے۔ یہ سارا عرصہ عبادات و ریاضت، زہد و تقویٰ اور مجاہدہ نفس سے بھرپور تھا۔ خدا جانے مرشد کامل نے اس طویل عرصہ میں رموز باطنی کی کون کون سی منازل طے کرائی ہوں گی جب کہ اٹھارہ ہزار جہان تو اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے چشم زدن میں دکھا دیئے تھے۔

دنیائے اسلام کے سفر اور اولیاء و علماء سے ملاقاتیں

آپ جب تعلیم اور بیعت سے فارغ ہوئے تو دنیائے اسلام کے سفر پر چل نکلے ہم تذکرہ نگاروں کو ایک بات پر متفق پاتے ہیں کہ حضور قطب الہند خواجہ اجمیری جہاں بھی تشریف لے گئے بہت کم عرصہ قیام فرمایا اور آگے چل دیئے۔ شہباز اسلام جہاں جاتے دلوں کو مسخر فرماتے۔ اسلام کی دعوت دیتے، تبلیغی مشن کی تکمیل کرتے، خلفاء کے حوالے وہ

ا۔ انوار الاولیاء ص ۲۵۱

علاقہ فرماتے اور آگے بڑھ جاتے۔

خراسان' سمرقند' بخارا سے ہوتے بغداد شریف تشریف لے جاتے ہیں۔ یہاں سے شام کو اپنے قدوم لزوم سے نوازتے ہیں۔ کرمان' ہمدان' تبریز' استرآباد' خرقان' چشت' ہرات' سبزوار کے علاوہ کئی اور علاقوں کو بھی نوازتے ہیں۔ غزنی میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دی تو ۱۱۸۶ء میں حضور کو خلافت عطا ہوئی۔ جانشینی کا اعلان ہوا تبرکات نبوی جو خواجگان چشت کے پاس امانت کے طور پر آرہے تھے آپ کے حوالے کر دیئے گئے۔ اب اسی سال (۱۱۸۶ء) آپ اپنے گرامی مرتبت مرشد کے ساتھ عرب شریف کے مسافر بنے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں حاضری دی واپسی پر پھر بخارا' اوش' بدخشاں' بغداد' سیستان' دمشق اور سنجر کی سیاحت فرمائی اور بغداد تشریف لائے۔

اصفہان واپسی ہوئی تو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ سے بیعت کی ان کی معیت میں ۱۱۸۹ء کو پھر عرب شریف کا سفر حج فرمایا۔ جب حج کے بعد در محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی تو اجمیر شریف جانے کا حکم ہوا اجمیر شہر اس ماحول اور چاروں طرف کے پہاڑوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ اسی سال ۱۱۸۹ء واپس بغداد تشریف لائے۔ ۱۱۹۰ء میں چشت' سبزوار' قلعہ شادماں' لاہور' ملتان سے ہوتے ہوئے اجمیر شریف تشریف لائے۔

۱۲۰۲ء میں پھر بغداد شریف حاضری دی وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر براستہ بلخ' غزنی' لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے۔ کچھ دن ہی اجمیر شریف میں گزار کر عازم خراسان ہوئے اور ۱۲۱۵ء میں براستہ دہلی اجمیر واپس ہوئے۔[۱]

اندرون ملک بھی کئی سفر فرمائے۔ ۱۲۱۵ء میں حضرت قطب زمانہ عثمان ہارونی دہلی تشریف لائے تین سال وہاں مقیم رہے سلطان التمش کو نہ صرف مرید فرمایا بلکہ خلافت بھی عطا ہوئی تو اس عرصہ میں حضرت امام الہند بھی اپنے مرشد کی خدمت میں وہاں تشریف لائے۔[۲]

معین الہند میں ڈاکٹر عظیم الحق شارسا لکھتے ہیں کہ یہاں ہر دو حضرات سے سیاح

۱۔ چشتی خانقاہیں ص ۱۵۔۱۳ انوار الاولیاء ص ۲۶۲۔۲۵۳ ملخصاً
۲۔ گنج الاسرار بحوالہ چشتی خانقاہیں ص ۱۵

دوراں حضرت شیخ سعدی شیرازی نے بھی آ کر ملاقات فرمائی تھی۔[1] تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور حضرت سعدی نے خود لکھا ہے کہ وہ چین سے سیاحت کرتے ہندوستان آئے تھے۔ اگرچہ اس دور میں اکثر علماء و صلحاء نے دور دراز کے سفر حصول علم و ولایت کے لئے کئے ہیں اور ہمارے محدثین عالی مقام نے صرف ایک ایک حدیث کے سماع کے لئے طویل سفر اختیار فرمائے ہیں۔ مگر خواجہ غریب نواز کے سفر بھی بے مثل ہیں۔

خواجہ غریب نواز کے طویل سفر

آپ چشم تصور وا فرمایئے آپ کا وطن کہاں ہے۔ شام اور مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کہاں ہیں۔ خراسان، غزنی، لاہور، ملتان اور دہلی کتنے فاصلے پر ہیں اور پھر دور حاضر نہیں ہے کہ موٹر، ریل، کار یا بحری و ہوائی جہاز استعمال کر لئے جائیں۔ اس دور میں تو گھوڑا مل جائے تو نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حضورت غریب نواز یہ طویل سفر طے فرماتے ہیں کبھی تنہا، کبھی کسی عقیدت مند کے ساتھ اور کبھی اپنے مرشد کی خدمت کرتے ہوئے۔

پھر یہ سفر محض سیاحت کے لئے سفر برائے سفر نہیں ہیں۔ اسلامی دنیا شدید کرب اور اذیت سے گزر رہی ہے۔ کہیں مسلط ہے تو کہیں غیروں کی تلوار نے اسلامی دنیا کو شکار گاہ بنا رکھا ہے حضرت نے ان زخمی دلوں اور مجروح جسموں پر پھاہا بھی رکھنا ہے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دینی ہے اور غیر مسلموں کو اسلام کا غلام بھی بنانا ہے۔ حضور خواجہ نے اپنے مقدس سفروں سے یہ سب مقاصد بطور احسن حاصل فرمائے۔

اجمیر شریف اور ہندوستان کا انتخاب کیوں؟

برصغیر شروع سے راہ توحید سے بھٹک گیا یہاں بتوں کی حکومت رہی اور یہاں کے باسیوں نے ایسی کوئی شے نہیں چھوڑی جسے معبودیت کے عرش پر نہ بٹھایا ہو۔ لید بھی معبود قرار پائی اور اعضائے تناسل بھی مرجع عبادت بنے۔ اسلام کے بعد شعوری و لاشعوری طور پر سب کائنات توحید کی طرف پلٹی لیکن دنیا بھر میں صرف ہندو قوم ایسی تھی جس نے بتوں کی چوکھٹ نہ چھوڑی۔ اگرچہ مسلم فاتحین یہاں بھی آئے اور ان کے جلوس میں لاتعداد صلحاء و علماء نے بھی اس خطہ ارضی کو اپنے قدوم سے نوازا مگر علاقہ بہت وسیع تھا آبادی بہت

۱۔ گنج الاسرار بحوالہ چشتی خانقاہیں ص ۱۵

تھی اور مسلمانوں کا ابر رحمت زیادہ تر مغربی علاقوں میں برسا۔ حضور معین الملۃ کو اس لئے سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمیر بٹھایا کیونکہ وہ ملک کا مرکز تھا۔ وہاں بیٹھ کر شمال اور جنوب سے یکساں رابطہ رکھا جا سکتا تھا۔ جس طرح سطح ارضی کا مرکز مکہ مکرمہ ہے اسی طرح بلا تشبیہ برصغیر کا مرکز اجمیر شریف ہے۔ ضروری تھا کہ مرکزی شخصیت ہی مرکز نواز ہو۔ پھر جغرافیائی طور پر اجمیر شریف کے اردگرد راجپوتانہ کی ریاستیں تھیں یہ حکمران اور ان کی رعایا' اسلام اور توحید کے سخت خلاف تھیں ضروری تھا کہ کفر کے مرکز میں شمع توحید روشن کی جائے۔

ذرا اندازہ فرمایئے کہ برصغیر کے سارے کفرستان کو روندتے حضور امام الہند اجمیر شریف جا پہنچے وہ سنجر سے تشریف لائے ہیں۔ بے وطن مسافر ہیں' نہ فوج پاس ہے نہ پولیس' کا تعاون حاصل ہے' نہ کوئی رشتہ داری ہے نہ کسی کی طرف سے غمگساری ہے۔ نہ کوئی ہمنوا ہے اور نہ کوئی مدح سرا' سارے بھارت کے کفر کو للکارنا ہے' اسلام کی طرف بلانا ہے' بے تیغ لڑنا ہے اور برصغیر میں تخم لا الہ بونا ہے' کتنا مشکل کام ہے؟ صرف تصور سے پتہ پانی ہوتا ہے مگر راہ عشق کا مسافر محبت رسول کی زرہ بکتر پہنے میدان جہاد میں اتر آیا ہے۔

دوران سفر اہل اللہ سے ملاقات

حضرت امام الہند رضی اللہ عنہ نے اپنے طویل سفر میں بہت سے عظمائے ملت سے بھی ملاقاتیں فرمائیں بہت سے حضرات سے استفادہ فرمایا اور لاتعداد لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ بغداد شریف میں حضرت ابوالنجیب ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی سے بھی ملاقات کا تذکرہ کچھ تذکرہ نگار حضرات نے کیا ہے۔[1] بقول مصنف انوار اولیاء ممکن ہے کہ آپ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے ہوں۔[2] حضرت ابوالنجیب سہروردی اپنے دور کے بے مثل فقیہہ اور بے نظیر ولی تھے۔ بغداد میں حضرت اجمیری کی ملاقات خواجہ خواجگاں اوحد الدین کرمانی سے بھی ہوئی تھی وہ ان دنوں سلوک کے ابتدائی مراحل میں تھے انہوں نے حضرت کی شمع ولایت سے اکتساب نور فرمایا حضرت نے اپنے حلقہ ارادت میں بھی داخل کیا اور خرقہ خلافت

۱۔ چشتی خانقاہیں ج ۱۳

۲۔ انوار الاولیاء ص ۲۵۳

سے بھی نوازا۔

یہ دور (۵۸۶ھ) شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کا بھی ابتدائی دور تھا۔ انہوں نے بھی حضرت اجمیری سے ملاقات فرمائی اور اکتساب فیض کیا آپ ہی سلسلہ عالیہ سہروردی کے بانی ہیں اور دنیائے تصوف کی عظیم کتاب عوارف المعارف کے مصنف ہیں۔

آپ جب سرزمین ہمدان تشریف لے گئے تو وہاں کے عبادت گزاروں کے قائد حضرت شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات ہوئی۔ تبریز میں ان دنوں مسند سجادگی بچھائے حضرت ابوسعید فیض کے دریا بہا رہے تھے۔ سرکار اجمیری نے وہاں بھی کچھ دن قیام فرما کر ان کی مقدس محفل سے سرور حاصل فرمایا بقول حضرت نظام اولیاء ابوسعید اپنے دور کے عظیم ولی تھے جن سے لا تعداد لوگوں نے کسب کمال فرمایا آپ کے ستر مرید ولایت کا تاج سر پر سجائے ہوئے تھے مشہور صوفی حضرت جلال الدین تبریزی آپ کے خلفاء میں شامل تھے۔[1]

آپ جب بادیہ پیمائی فرماتے اصفہان پہنچے تو مشہور زمانہ ولی ربانی حضرت شیخ محمد اصفہانی سے بھی ملے دونوں نے ایک دوسرے کے انوار سے استفادہ کیا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی ان دنوں حضرت شیخ محمود کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ حضرت اصفہان میں وارد ہوئے ملاقات ہوئی تو بختیار کو اپنا ہی نہ بنایا نوازشوں کی بارش فرما دی اپنے لئے مخصوص دوتائی اوڑھنے کو عطا فرمائی۔ یہ خرقہ ولایت پا کے آپ کے دنیا بدل گئی یہی وہ خرقہ ہے جو بابائے چشت فرید الملت کو ملا پھر حضور نظام کے حصے میں آیا اور آگے چل کر شاہ نصیر کے پاس پہنچا۔

حضور آگے بڑھ کر خرقان تشریف لے گئے دو سال تک اس علاقے کو نوازا۔ ہزارہا دلوں کو منور فرمایا استر آباد تشریف لے گئے وہاں حضرت ناصر الدین استر آبادی کے صحبت فیض سے مستفیض ہوئے یہ دو واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی سے وابستہ تھے آپ ہرات تشریف لائے تو رات حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری کے روضہ پاک میں گزارتے صرف ایک درویش کو یہاں آپ کے پاس آنے کی اجازت ہوتی تھی عشاء کے وضو سے

۱۔ انوار الاولیاء ص ۲۵۴

اکثر یہاں نماز صبح پڑھا کرتے تھے۔ جب مہک پھیلی اور مجمع لگا تو آپ نے ہرات کو چھوڑا اور سبزوار کو سبز فرمایا۔

جب آپ نے غزنی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو وہاں شمس العارفین سلطان المشائخ عبد الواحد سے ملے دونوں نے ایک دوسرے سے انوار لئے حضرت عبد الواحد مشہور زمانہ شیخ نظام الدین ابوالموید کے مرشد تھے۔

برصغیر میں ورود کے بعد جب لاہور تشریف لائے تو حضور داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار اقدس پر معتکف ہوئے۔ آج بھی وہ حجرہ اقدس مرجع انام ہے جہاں آپ نے چلہ کشی فرمائی۔ آپ نے حضرت ہجویری کی شان میں یہ غیر فانی شعر کہا۔

گنج بخش فیض عالمؑ مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

بغداد شریف میں بقول مصنف ''چشتی خانقاہیں'' آپ کی دو دفعہ ملاقات حضور سیدنا غوث اعظم سے ہوئی۔[1] صاحب انوار اولیاء نے اس بنیاد پر ملاقات کو غلط قرار دیا ہے کہ آپ کے بغداد تشریف لے جانے سے دو سال پہلے ۵۶۱ھ میں آپ وصال فرما گئے تھے۔ بہرحال ہم عصر ہونے کا سب کو اعتراف ہے اور اکثر مورخین نے حضرت اجمیری کے اسفار کے سن بیان کرتے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس سن کے سلسلے میں بھی غلطی کی ہو اور حضرت اجمیری کا سن ورود بعد میں ۵۶۱ھ سے پہلے ہو اور سرکار بغداد سے ملاقات ہوئی ہو۔

ان طویل سفروں میں سرکار اجمیر کی ملاقات کچھ دنیا داروں سے بھی ہوئی ہم صرف دو کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پھر اقتدار کا نشہ ہرن ہو گیا

حضرت دوران سفر جب سبزوار پہنچے تو شہر سے باہر ایک باغ میں سفر کی کوفت دور کرنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں حوض کے کنارے سامان رکھا غسل فرمایا دو رکعت ادا فرما کر تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے اچانک شور وغوغا ہوا کہ علاقہ کا حاکم یادگار محمد باغ

ا۔ چشتی خانقاہیں ص ۱۳۔۱۲

کی سیر کے لئے آ رہا ہے یادگار محمد ان دنوں سبزوار کا حاکم تھا یہ باغ اسی نے لگایا تھا۔ پرفضا جگہ شہر سے باہر تلاش کی تھی وہ اسماعیلی شیعہ ہے اور صحابہ دشمنی میں ساری حدیں پھلانگ گیا تھا اگر کسی مسلمان کا نام ابوبکر یا عمر ہوتا تو اس کی شامت آ جاتی نیزہ بازی اور صحابہ دشمنی اس کا شعار تھا۔

حضرت کے ساتھ جو خادم تھا اس نے جونہی خبر سنی تو حضرت کی تنہائی میں دخل انداز ہو کر عرض کیا ہمیں باغ سے باہر جا کر رکنا چاہئے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا اگر تم جانا چاہو تو باہر اس درخت کے نیچے جا کر ٹھہرو میں تو یہاں رہوں گا۔ خادم درخت کے نیچے جا بیٹھا شاہی کارندوں نے حضرت کے قریب ہی شاہ کے لئے قالین بچھا دیا حضرت سے کچھ کہنے اور وہاں سے اٹھانے کی ان میں جرأت نہ ہوئی۔

یادگار صاحب آ گئے۔ حضرت کو یوں اپنے قریب پا کر اقتدار کے ماتھے پر بل پڑ گئے خادموں سے کہا اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہیں نکال دیا؟ حضور اجمیری نے سر مبارک اٹھا کر ایک نگاہ غضب اس پر ڈالی اس پر رعشہ طاری ہو گیا ہانپتے زمین پر گر گیا بے ہوشی طاری ہو گی۔ اس کے نوکر دوڑے حضرت کے پاؤں مبارک پکڑ لئے عرض کیا شاہ کی بے ادبی معاف فرمائیں۔ یہ آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ آپ نے رحم فرمایا جلال کم ہوا اپنے خادم کو جو درخت کے نیچے تھا اشارہ کر کے بلایا۔ ارشاد ہوا حوض سے پانی لو اس کے منہ پر ڈالو۔ پانی پڑنے کی دیر تھی کہ اسے ہوش آ گیا۔ غرور کا فتور دامن چھوڑ چکا تھا قدموں پر سر رکھ کر عاجزی سے عرض کرنے لگا۔ آج سے ممنوعات شرع کو چھوڑتا ہوں آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرتا ہوں میرا قصور معاف فرما دیجئے۔ آپ نے شفقت فرما کر اٹھایا اور نرمی سے فرمایا۔ ''خاندان رسالت علیہم السلام کی محبت کا دعویٰ کرنا اور ان حضرات کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ کرنا بالکل بے معنی بات ہے۔'' پھر آپ نے ائمہ اہل بیت کے فضائل اس انداز سے بیان فرمائے کہ یادگار کو زندگی میں پہلی دفعہ یادگار رونا آیا اس کے ساتھیوں پر یہ گریہ زاری طاری تھی سب نے توبہ کی۔ واقعہ بیان کر کے تاریخ فرشتہ کے مصنف نے یہ شعر نقل کیا ہے۔ ؎

آنچہ زری شود از پرتو آں قلب سیاہ   کیمیائے ست کہ در صحبت درویش است

ترجمہ: درویشوں کی صحبت میں ایسا کیمیا دستیاب ہوتا ہے جس کے صرف ہونے سے سیاہ دل خالص سونا بن جاتا ہے۔

یادگار اٹھا وضو کر کے نماز شکرانہ ادا کی بیعت کی درخواست کی جو حضور نے قبول فرمالی۔ اس کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ اس کے متعلق لوگوں کا نظریہ بھی بدل گیا کل اسے برا کہنے والے آج اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے۔

سارے سامان کی اس نے فہرست بنائی حضرت کی خدمت میں پیش کرنے پہ سارا سامان قبول کرنے کی درخواست کی جسے آپ نے بڑی بے اعتنائی سے رد فرما کر کہا۔ "جو چیزیں جبراً لوگوں سے لی تھیں انہیں واپس کرو تاکہ قیامت کے دن لوگوں کا ہاتھ تمہارے دامن و گریبان پر نہ پڑے۔" اب جناب یادگار اصل مالکوں کی تلاش میں سرگرداں تھے سامان بھی واپس کر رہے تھے اور معذرت بھی کر رہے تھے۔ لوگوں کا سامان واپس کرنے کے بعد جو بچا وہ فقیروں کی نذر کر کے دنیا سے جان چھڑائی بیوی کو بھی طلاق دے کر حضرت کے ہمرکاب ہو لیا۔ حصار کے علاقہ تک وہ ساتھ تھا حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ اب وہ باکمال انسان بن گیا ہے تو ارشاد ہوا۔ "اب ہمارے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں ہے یہاں ٹھہر جاؤ دعوت اسلام دو اور مخلوق کی ہدایت نفع رسانی کا سبب بنو۔" نو آموختہ باز کو آپ نے وہاں چھوڑا اور خود آگے چلے گئے۔ اگلی منزل بلخ تھا جہاں ایک اور شکار آپ کا منتظر تھا۔

فلسفے کا غرور جاتا رہا

بلخ میں ایک فلسفی عالم علامہ حکیم ضیاء الدین رہتے تھے ان کا مشغلہ فلسفہ و حکمت کا درس تھا مگر تصوف اور صوفیاء کے سخت خلاف تھے تصوف کو وہ ہذیان کہتے اور صوفیاء کو عقل و تمیز سے عاری ذہنی مریض سمجھتے۔ بلخ کے قریب ایک پرفضا گاؤں میں ان کا باغ تھا اور یہیں ان کا مدرسہ بھی تھا۔

حضرت دوران سفر میں تیر کمان' چقمان اور نمکدان ساتھ رکھتے تاکہ ضرورت کے وقت شکار کر کے تناول کیا جا سکے۔ یہ رزق حلال ہوگا۔ جس کی شریعت کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ آج شکار کے لئے نکلے ہی تھے کہ حکیم ضیاء الدین کے علاقہ سے گزرتے ایک کلنگ کا شکار فرمایا۔ خادم کو بھوننے کا حکم دے کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ حکیم

صاحب اسی دوران وہاں سے گزرے آپ کی عبادت اور خادم کے کام کو دیکھا وہ کسی ارادے سے رک گیا سمجھ رہا تھا ایک صوفی مل گئے تفنن طبع کا سامان مل گیا ہے ذرا ذہن تازہ کرنے کے لئے زبان کی ترکش سے الفاظ کے چند تیر نکال کر صوفی صاحب کو نشانہ بنائیں گے۔ ادھر حضور نے سلام پھیرا ادھر وہ سامنے براجمان ہو گیا۔ خادم نے بھونا ہوا شکار بھی سامنے لا رکھا۔ حضرت نے شکار کی ایک ٹانگ توڑی اور حکیم صاحب کے سامنے رکھ دی اور دوسری ران خود تناول فرمانے لگے۔ پرندے کی ٹانگ سیدھی حضرت حکیم کے دل پر لگی مدہوشی کا عالم طاری ہو گیا فلسفہ و حکمت کے مسائل ساتھ چھوڑ گئے۔ دل کا زنگ اتر گیا اب حضرت نے اپنا جھوٹا گوشت اس کے منہ میں ڈال دیا۔ ادھر گوشت حلق سے اترا ادھر ہوش کی دولت مل گئی۔ آج فلسفہ نہیں درس حقیقت مل رہا تھا۔ آنکھیں کھل گئیں ماضی تاریک نظر آیا اس سے توبہ کی اپنے طلبہ سمیت حضرت کا مرید ہوا۔ ہر طرف اس حکیم کی توبہ کا شہرہ ہوا مخلوق کا دراجمیری پر تانتا بندھ گیا آپ نے راہ خلوت اختیار فرمائی اور حکیم صاحب کو وہاں اپنا خلیفہ بنایا بلخ کا علاقہ ان کے حوالے فرمایا۔ قیام بلخ کے دوران آپ حضرت شیخ ابو حضرویہ کی خانقاہ میں فروکش رہے۔ جو مرجع خلائق اور متبرک مقام تھا۔

آپ کے دور میں حکام

تین طاقتیں افغانستان اور اس کے نواح میں اس عرصے میں برسرپیکار تھیں۔ ایک تو ترکوں کے تاتاری گروہ کا وہ حصہ تھا جس کا ذکر ہم غزو کے نام سے پیچھے کر آئے ہیں۔ انہوں نے ہر طرف لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ دوسری طرف سلطان محمود غزنوی کی پانچویں چھٹی پشت کی برسراقتدار اولاد تھی اور تیسری طرف غوریوں کے عروج کا دور تھا۔ ۶۰۔ ۵۵۸ھ کے درمیان حضور معین الملۃ غزنی تشریف لاتے ہیں۔ ۵۵۵ھ میں خسرو شاہ کا انتقال ہوا یہ سلطان محمود کی چھٹی پشت میں تھا یہ جونہی برسراقتدار آیا تھا تو علاء الدین حسین غوری نے غزنی کا محاصرہ کیا تھا مگر برفباری اور خراب موسمی حالات کی وجہ سے ناکام پلٹا۔ ۵۵۶ھ میں غوری کو موت کا پیغام مل گیا اور دوبارہ حملہ نہ کر سکا بیس سال کی عمر میں اس کا بیٹا سیف الدین محمد تخت نشین ہوا جوانی کے ولولوں میں پہلے غزویوں پر چڑھ دوڑا انہوں نے ایک دن فوج سے الگ پا کر اسے قتل کر دیا اور فوج سامان تک چھوڑ کر

بھاگ گئی۔ غوریوں کو یوں تباہ کرنے کے بعد اب غزوی لوگ غزنوی حکومت کو ختم کرنے کے لئے غزنی پر حملہ آور ہوئے۔ یہ ۵۵۹ھ کا واقعہ ہے وہاں ملک شاہ کا اقتدار تھا مقابلہ کی ہمت نہ تھی وہاں سے نکل کھڑا ہوا لاہور میں آ کر پناہ لی غزویوں نے غزنی کو خوب لوٹا اپنا نائب چھوڑ کر واپس چلے گئے اب ملک شاہ واپس پلٹا اور غزنی سے غزو کے نمائندہ کو نکال کر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ حضرت اجمیری ان حالات میں اس علاقہ میں تشریف لائے تو آپ کا بے حد روحانی اثر عوام و خواص نے قبول کیا۔ غزو کے ہاتھوں مارا جانے والا سیف الدین محمد اپنے دور اقتدار میں ہرات رہا۔ ہرات میں بطور فاتح داخل ہوا فوج نے شہر لوٹنا چاہا تو اس نے اپنا سامان ڈھیر کر دیا کہ میرا سامان لوٹ لو۔ مسلمانوں کے مال پر دست درازی نہ کرو۔ اسماعیلی اور باطنی فرقوں کو بھی اپنے ملک سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی روایتی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا۔

ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے اکثر حصوں پر غزنوی حکومت تھی مگر سندھ' سواحل بحیرہ عرب پر قرامطی تسلط جما کر مصر کی فاطمی حکومت سے روابط بڑھا رہے تھے۔

شہاب الدین غوری کا طوطی بھی بول رہا تھا اور وہ ہندو راجاؤں سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا۔ ۵۸۷ھ میں آخر وہ رائے پتھورا اور دیگر راجاؤں سے ٹکرایا مگر شکست کھا گیا واپس جا کر اس نے کپڑے تک نہیں اتارے جن میں وہ زخمی ہوا تھا اور ایک سپاہی اسے زخمی حالت میں گھوڑے پر ڈال کر میدان جنگ سے نکال کر لے گیا تھا۔ شہاب الدین غوری نے سارے شاہی لوازمات چھوڑ دیئے اپنی بیوی کے قریب بھی نہیں گیا۔ ۵۸۸ھ میں وہ پھر پتھورا اور برصغیر کی متحدہ قوت کے سامنے تھا مگر اب حضرت اجمیری کی دعائیں ساتھ تھیں وہ کامیاب ہوا۔ آیئے آپ کو پتھورا سے حضرت اجمیری کے اختلاف کی وجہ بھی مختصراً بتاتے جائیں۔

حضرت اجمیری اور رائے پتھورا

حضور اجمیری جب اجمیر تشریف لائے تو یہ رائے پتھورا کی حکومت کا زمانہ تھا مؤرخین نے آپ کے تاریخی واقعات میں بہت سی غلطیاں کی ہیں اور مختلف سن غلط درج کئے ہیں ہم ان کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے انوار اولیاء میں وضاحت سے اس بات کا

اعتراف کیا گیا ہے۔

آپ نے جب اجمیر کی فضاؤں میں نغمہ توحید کی جوت جگائی تو آپ کا طرز تبلیغ اتنا اچھوتا اتنا نرالا اور اتنا پیارا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کھنچی چلی آئی۔ پتھورا کو یہ انداز تو ناگوار گزر رہی رہا تھا مگر ایک واقعہ نے اس کی عداوت کو کھول کر رکھ دیا۔ ہوا یوں کہ حضرت کا ایک مسلمان معتقد پتھورا کے دربار میں رسائی رکھتا تھا پتھورا کے سامنے اس نے حضرت کے اخلاق کریمانہ کا بڑی محبت سے ذکر کیا۔ یہ ذکر اس کے لئے بہت مہنگا ثابت ہوا۔ پتھورا قدم قدم پر اس کی مخالفت کرنے لگ گیا مگر یہ مسلمان سمجھا کہ شاید حضرت کی سفارش سے بات بن جائے حضرت سے آ کر عرض کیا راجہ میری مخالفت پر کمربستہ ہے کہیں شدید گرفت میں نہ آ جاؤں اگر حضور مناسب سمجھیں تو میری سفارش فرما دیں۔ حضرت نے نہایت نرمی سے راجہ تک بات پہنچا دی مگر وہ مزید بگڑا اور اس مسلمان ملازم سے کہنے لگا۔

''یہ شخص یہاں آیا ہے اور طرح طرح کے کرشمے دکھا کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے انہیں گمراہ کیا ہے اور اب سرکاری معاملات میں مداخلت کر رہا ہے اسے یہ حق کس نے دیا ہے۔''

چونکہ یہ بات پتھورا نے بھرے دربار میں کہی تھی لوگوں نے سارا واقعہ آ کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا۔ ''وہ تو ہمیں یہاں سے نکالے گا یا نہیں نکالے گا البتہ ہم نے اسے زندہ پکڑ کر بادشاہ اسلام کے حوالے کر دیا ہے۔''

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ سلطان شہاب الدین غوری پتھورا سے زخمی ہو کر شکست کھا گیا وہ پوری تیاری سے بدلہ لینے کے لئے پھر ۵۸۸ھ میں میدان میں اترا۔ پتھورا برصغیر کے راجاؤں کی اجتماعی قوت سے میدان جنگ میں پہنچا تو ظاہری وسائل اور افرادی قوت اس کا ساتھ دے رہی تھی بقول مصنف تاریخ فرشتہ پتھورا کی فوج تین لاکھ افراد پر مشتمل تھی تین ہزار ہاتھی تھے، ڈیڑھ سو راجے اس کے ساتھ تھے تراوڑی کے میدان جنگ میں مقابلہ ہوا۔ کھانڈے راؤ راجہ دہلی سمیت کئی راجے غوری فوج نے میدان میں کاٹ کر رکھ دیئے۔ رائے پتھورا نے بھاگنے میں عافیت سمجھی مگر دریائے گنگا سے آگے نہیں بڑھ سکا کہ کسی نے گرفتار کر کے شہاب الدین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلطان غوری نے اسے موت کی نیند سلا کر ہندو راجاؤں کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ حضرت امام الہند کی پیش گوئی

پوری ہو گئی۔ مؤرخین نے یہ نہیں بتایا کہ پھر سلطان غوری حضرت اجمیری کی خدمت میں حاضر ہوا یا نہیں مگر قیاس کہتا ہے وہ ضرور حاضر ہوا ہو گا۔

غوری نے قطب الدین ایبک کو سارے علاقہ میں اپنا نمائندہ بنایا اور خود واپس چلا گیا ایبک نے شہر اجمیر کا داروغہ (کمشنر) سید حسن مشہدی خنگ سوار کو بنایا یہ صاحب شیعہ تھے مگر حضرت اجمیری سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت کے لئے تبلیغ اسلام کا راستہ صاف کرنے میں بڑا کام کیا تھا۔

حضرت اجمیری اور تبلیغ اسلام

ہم گزشتہ صفحات میں حضور اجمیری کے سفروں کا مختصر سا حال بیان کر آئے ہیں قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت اسلامی دنیا کے جن جن حصوں سے گزرے گلشن انسانیت کے لئے باد بہاری بن کے گزرے' کتنے دل ہیں جنہیں ان کی مشام جاں کو معطر کرنے والی مہک نے غنچوں کی طرح واہونا سکھایا۔ کتنے دماغ تھے جنہیں پژمردہ علوم ظاہری کے جال سے نکال کر انوار باطنی سے منور فرمایا۔ یہ ابرنیساں صحراؤں' پہاڑوں' میدانوں' سبزہ زاروں' مرغزاروں' دریاؤں' گلستانوں اور سنگلاخ چٹانوں پر ایک انداز سے برسا۔ سب کو سیراب کیا۔ خود رخصت ہوا کہ درویشان خدامست کم آمیز ہوتے ہیں تو اپنی جگہ کئی جانشین چھوڑ آیا جنہوں نے محبت رسول اور عشق ربانی کی شمع روشن رکھی۔ غزنی' ہرات' قندھار' خراسان' سیستان' بغداد' شام اور حجاز میں اس امام چشتیہ نے اسلام کی بنسری یوں بجائی کہ سب نے محسوس کیا کہ' گفتہ او گفتہ اللہ بود محبت کی آگ تھی جو ان کے انفاس قدسیہ سے نکل نکل کر صحراؤں کو گلستانوں میں تبدیل کر رہی تھی ان کی زبان ولایت ترجمان سے جو نکلتا عاشقان راہ خدا کو جلا بخشتا چلا جاتا۔

حضور نے جو طویل سفر فرمائے ان کا جذبہ محرکہ تبلیغ اسلام تھی اور بلا مبالغہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ امت مرحومہ میں بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنہوں نے آپ جتنے طویل سفر راہ خدا اور رضائے مصطفیٰ میں کئے ہوں گے اسلامی دنیا کے تھوڑے سے مغربی حصے کو چھوڑ کر سارے عالم اسلام کو آپ کے قدوم میمنت لزوم نے نوازا ہر جگہ خلفاء چھوڑے جو آسمان ولایت پر ستاروں کی طرح چمکے لہٰذا ہم یہ کہنے میں سو فیصد حق بجانب ہیں کہ آپ کی

ذات شیخ شیوخ العالم ہے اور آپ وہ سمندر ہیں جس کے دامن میں ہزاروں دریا موجزن ہیں آج تک نور و سرور اور رشد و ہدایت کے اس سمندر کا فیضان جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گا۔

پھر برصغیر جو شرک میں دنیا بھر سے ممتاز ہے آپ اسی کا انتخاب فرماتے ہیں واضح بات ہے جہاں اندھیرا سب سے زیادہ ہوتا ہے وہاں ہی نور کی تابانیاں اپنی عظمت اجاگر کرتی ہیں جنگ کا لطف ہی وہاں ہوتا ہے جب دونوں مقابل و مبارز ہم پلہ ہوں۔ برصغیر پر تو آپ کی خصوصی نوازشات ہیں آپ کا دامن رحمت جس نے رحمت مصطفیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ کو مستنیر کیا تھا سارے برصغیر پر چھا گیا۔ گاؤں شالوں بتوں کے تھانوں دھرمسالوں اور شرک کے دیگر مراکز و مصادر سے اشہد ان محمدا رسول اللہ کے حسن بخش نغمے بکھرنے لگے اللہ اکبر کی ایمان بخش صداؤں نے ہند کے بے نواؤں کو نوا اور گداؤں کو تاج سخا پہنا دیا۔

آپ پورے برصغیر پر نگاہ ڈالیں رنگون سے پشاور تک آپ کے غلاموں اور غلاموں کے غلاموں کے دربار سدا بہار سجے ہیں۔ اگلے صفحات میں ہم دنیائے اسلام کے جن شیروں اور ملت اسلامیہ کے جن شہبازوں کا ذکر کرنے والے ہیں ان سب نے معین الملۃ سے اکتساب نور کیا ۔۔ آپ کی غلامی کو سرمایہ افتخار جانا ہے آپ کی عظمتوں کو عقیدت و محبت سے سلام کیا ہے۔ آپ کے در اقدس کی خاک پاک کو آنکھوں کا نور اور دل کا سرور سمجھا ہے اجمیر کی سرزمین پر وہ ننگے پاؤں چلے ہیں یہاں پھولوں کے ساتھ عقیدت کے آنسوؤں کے ہار بھی انہوں نے پروئے ہیں۔

دہلی، دکن، بنگال، کشمیر، بہار، اڑیسہ، سندھ اور پنجاب کے مراکز عموماً اور حضرت فخر دہلوی حضور نور محمد مہاروی سیدی پیر پٹھان، غریب نواز پر سیال لجپال، حضور مہر چشتیہ گولڑوی، حضور حیدر جلالپوری، حضرت معظم مرولوی اور دیگر سدا بہار چشتی آستانے خصوصاً کس گلشن کے گل رعنا ہیں ان سب کے ہاتھ میں امام المشائخ حضور اجمیری کا دامن اقدس ہے جو عطائے رسول ہیں، علمدار اسلام ہیں، داعی توحید ہیں، چشتی نے وحدت کا یوں گیت گایا ہے کہ گلشن اسلام کی ٹہنیاں اس کی جان بخش اداؤں سے تاحال جھوم رہی ہیں۔

برصغیر کے اولیائے گرامی کا رخ اجمیر شریف کی طرف ہے آپ کی شاندار تبلیغ نے وہ رنگ جمایا کہ ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہندو بھی یا خواجہ یا خواجہ کہتے آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر توحید کی ارغوانی شراب سے مست ہو گئے۔ ہزار ہا نہیں بلکہ لکھوکھا انسانوں نے آپ کے طفیل اسلام کے دامان رحمت میں پناہ لی۔ آپ کی محبت مہک بن کے یوں پھیلی کہ پورے برصغیر کے مشام جان کو معطر کر دیا عوام کے ساتھ خواص' علماء کے ساتھ اولیاء اور حکام کے ساتھ شاہان دنیا آپ کی طرف لپکے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے ایک انگریز مؤرخ آپ کی انہی دلربا اداؤں کو دیکھ کر پکار اٹھا کہ ہندوستان میں دو حکمران ہیں ایک تاج برطانیہ کا نمائندہ وائسرائے ہند ہے اور دوسرا اجمیر شریف کے روضے کے اندر اپنی قبر میں مقیم اسلام کا نمائندہ ہے جو اپنے وصال کے بعد بھی دلوں پر حکومت کر رہا ہے مگر اسے کیا خبر تھی کہ

خراج کی جو گدا ہو وہ سروری کیا ہے

آیئے آپ کو بتاتے چلیں کہ حضور کے وصال پاک کے بعد بھی شاہان دنیا اور قائدین حکومت کس کس انداز سے آپ کی مقدس دہلیز چومنے حاضر ہوئے۔ ہم سب عظماء کا ذکر کرنے سے قاصر ہیں صرف کچھ حضرات کا ذکر کریں گے محض اس لئے کہ پتہ چل سکے کہ اسلام کا شہباز اپنی قبر انور میں بیٹھ کر کس انداز کی حکومت کر رہا ہے۔

دنیا کے تاجور بے تاج بادشاہ کے حضور میں

برصغیر اور باہر سے لاتعداد بادشاہوں' حاکموں' اقتدار کے ستون اور قوموں کے لیڈروں نے ایمان وسکون اور جاہ سرکار اجمیری دیکھنے کے لئے آستانہ قدسیہ پر حاضری دی کچھ نام ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سلطان شہاب الدین غوری۔

۲۔ سلطان محمود خلجی نے روضہ اقدس کے سرہانے مسجد صندل خانہ تعمیر کرائی خواجہ نعمت اللہ کو سیف خان کا خطاب دے کر والی اجمیر بنایا راجپوتوں کا غرور خاک میں ملایا۔

۳۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی حاضر ہوا آپ کی دعا سے گجرات کا بادشاہ بنا۔

۴۔ سلطان شمس الدین التمش نے حاضری دی اور مسجد اڑھائی دن کا جھونپڑا تعمیر کرائی اس مسجد کی کرسی برصغیر نہیں بلکہ ایشیا کی سب مسجدوں سے اونچی ہے اس کرسی کی

پچیس سیڑھیاں ہیں۔[1]

۵۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نے کئی دفعہ حاضری کی سعادت پائی اکبر نامہ میں علامہ ابو الفضل وہاں ایک مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کا ذکر کرتے ہیں۔ بقول صاحب معین الارواح ۱۵۶۴ء میں وہاں عتبہ بوسی کر کے فاتحہ خوانی کی۔ ۱۵۶۷ء میں فتح کی خوشی میں اکبر اعظم نے پیدل سفر کیا دس دن قیام کیا بڑی دیگ نذر کی جس میں سومن چاول پکتے ہیں دیگ کا محیط چھتیس فٹ اور قطر ساڑھے بارہ فٹ ہے۔ ۱۵۶۹ء میں فتح کر کے پھر سلامی دی اور نیاز پیش کی۔ جب جہانگیر پیدا ہوا تو اکبر پاپیادہ پھر سلامی کے لئے حاضر ہوا۔ اکبری مسجد اسی سفر میں تعمیر کرائی۔ شہر کے اردگرد چاردیواری کی تعمیر کا حکم دیا۔ مسجد کا محراب چھپن فٹ بلند تھا۔ گنبد کے گوشوں پر مرمریں مینار اور صحن مسجد میں ہشت پہلو حوض بھی تعمیر کرایا۔[2]

۱۵۷۱ء میں اکبر کے ہاں دوسرا بیٹا مراد پیدا ہوا تو پھر آستانہ عالیہ پر حاضری دی اس کا ایک اور بیٹا حضور کے مجاور دانیال کے مکان میں پیدا ہوا تو اس کا نام شہزادہ دانیال رکھا گیا یہ ۱۵۷۲ء کا واقعہ ہے۔ بڑی دیگ بھی اکبر نے ہی نذر کی تھی۔ اکبر ۱۵۶۲ء سے ۱۵۸۰ء تک قریباً بارہ دفعہ بڑی نیاز مندی سے دربار سدا بہار میں حاضری دیتا رہا۔ عمارات و مساجد تعمیر کرائیں۔ مجاوروں کو دس دس ہزار روپے تقسیم کئے۔ گنبد نما ہشت پہلو چھتری تعمیر کرائی اور طرح طرح کے نذرانے امام الہند کی خدمت عالیہ میں پیش کئے۔

۶۔ اسی دربار سدا بہار میں ۱۵۴۴ء میں ہمیں شیر شاہ سوری سر جھکائے نظر آتا ہے

• پھر وہ طواف روضہ بھی کرتا اور غرباء و مساکین پر دولت لٹاتا بھی دکھائی دیتا ہے وہ یہ سب اس لئے کر رہا ہے کہ اس نے راجہ مال دیو حاکم ماروائی کو شکست دے دی ہے وہ دیکھتا ہے کہ تاراگڑھ کی پہاڑی پر پانی بہت کم ہے وہ حکم دیتا ہے کہ چشمہ حافظ جمال سے قلعہ پر پانی پہنچایا جائے یہی پانی شیر چشمہ ہے اسی سال پھر سوری فوت ہوا اور سہسرام میں مقبرہ بنا۔

۷۔ جہانگیر نے ۱۰۲۴ھ۔ ۱۶۱۵ء میں شرف زیارت پایا۔ تو اسی چشمہ کے قریب محل تعمیر کرا دیا تاریخ تعمیر "محل شاہ نورالدین جہانگیر" ۱۰۲۴ھ ہے۔

جہانگیر بیمار ہو گیا اس نے حاضری کی منت مانی وہ کس طرح حاضر دربار ہوا۔ اپنی

۱۔ چشتی درگاہیں ص ۱۷

۲ ایضاً ص ۱۸

"توزک" میں لکھتا ہے کہ باطنی غلام تو پہلے ہی تھا اب دونوں کان چھدوا کر ایک ایک موتی پر مشتمل حلقے کانوں میں ڈال کر آپ کا غلام بن کر اعتراف غلامی کرتا اجمیر شریف جا پہنچا۔ حضرت کے پوتے خواجہ حسین کو ششماہی ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ اکبر نے بڑی دیگ نذرانہ پیش کی جہانگیر نے وہاں ایک اور دیگ نذر کی جسے چھوٹی دیگ کہتے ہیں۔ جہانگیر شہر سے تین میل دور سواری سے اترا اور سب امراء و جرنیلوں سمیت پیدل دربار میں حاضری دی چھوٹی دیگ میں اسی من چاول پکتے ہیں۔ اس کا محیط ساڑھے بائیس فٹ اور قطر آٹھ فٹ دو انچ ہے۔

۱۸ نومبر ۱۶۱۳ء سے ۱۰ نومبر ۱۶۱۶ء تک تو وہ اجمیر شریف میں ہی مقیم رہا۔ نو مرتبہ اس قیام میں سارے لوازمات سمیت حاضری دی۔

۸۔ شاہ جہاں یہ بادشاہ اپنے دور حکومت میں پانچ دفعہ حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا۔ ۱۶۳۸ء میں شاہ جہانی دروازہ (کلمہ دروازہ) تعمیر کرایا اس دور میں دو لاکھ چالیس ہزار روپے کی لاگت سے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی یہ دونوں عمارتیں ۱۰۴۷ھ میں تعمیر ہوئیں۔ ۱۸۴۶ء میں تبرکات نبوی دہلی سے لاکر اسی مسجد کی زینت بنائے گئے تھے۔ انا ساگر سے شاہ جہان پیدل چل کر حاضر ہوا۔ شاہجہان نے کئی عمارات بھی تعمیر کرائیں۔

۹۔ شہزادی جہاں آراء بیگم اپنے والد شاہجہان کے ساتھ یہ عالمہ اور فاضلہ شہزادی دربار عالیہ میں حاضر ہوئی۔ انا ساگر میں ٹھہری مگر چارپائی پر نہیں سوئی اور نہ پشت روضہ اقدس کی طرف پھیری۔ ۱۴ رمضان کو دربار عالیہ میں حاضر ہوئی۔ مزار کا حسب روایات خاندان مغلیہ طواف کیا اپنی پلکوں سے جھاڑو دی خاک پاک کو سرمہ بنایا' عطر قبر مبارک پر ملا' چادر جو سر پر رکھ کر لائی تھی چڑھائی کہتی ہے خود مختار ہوتی تو زندگی یہیں بسر کرتی' روتی ہوئی درگاہ سے نکلی رات بیقراری میں کٹی اور والد کے ساتھ آگرہ روانہ ہوگئی اسی شہزادی نے بیگمی دالان سنگ مرمر کی چھت والا بنوایا۔ ایک اور جگہ بھی اپنی حاضری اور غلامی کا اقرار بڑے پر شکوہ الفاظ میں کرتی ہے اور حضور کے طویل القاب و آداب اس کے دل میں گہری محبت کا پتہ دیتے ہیں۔ خود کہتی ہیں۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست [۱]

۱۔ مونس الارواح از جہاں آرا بیگم بحوالہ چشتی خانقاہیں ص ۲۹۔ ۲۸

ترجمہ: میری گردن میں دوست نے رسی ڈال رکھی ہے جہاں اس کا جی چاہتا ہے مجھے لئے پھرتا ہے۔

۱۰۔ شہزادہ داراشکوہ قادری خود اپنی کتاب ''سفینۃ الاولیاء'' میں لکھتا ہے کہ میں حضرت اجمیری کی دعا سے پیدا ہوا ہوں میرے والد کی تین بیٹیاں تھیں حضرت کی منت مانی تو ساگر جمال (اجمیر شریف) میں میری ولادت ہوئی اجمیر اقدس کے ماحول کا بھی شہزادے نے شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔[۱]

داراشکوہ کے بھائی شہزادہ شجاع بھی اپنے بھائی دارا کی طرح دربار عالیہ پر حاضر ہوا۔ شاہ جہان کی لڑکی حور النساء بھی بڑی عقیدت سے وہاں گئی وفات کے بعد اس کی قبر بھی روضہ شریف کی دیوار سے ملحق بنائی گئی توزک جہانگیری اور شاہجہان نامہ میں اس کی پوری تفصیل ہے۔ سنگ مرمر کا چھوٹا سا مقبرہ اس کا بنایا گیا ہے۔ وفات ۲۵۰م؁ بدھ ۲۹ جمادی الاول کو ہوئی تھی۔

۱۱۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر۔ ۲۰ جمادی الثانی بمطابق ۱۶۵۸ء آپ کے دربار عالیہ میں حاضر ہوئے۔ پانچ ہزار روپے مجاوریں وغیرہ کو دیئے۔ وہاں نظام سقہ کے مزار پر زرین شامیانہ دیکھ کر فرمایا ''شمع پیش آفتاب پرتو ندارد'' اور سب آرائش و زیبائش ختم کرا دی۔ ۱۶۸۱ء میں پھر اورنگ زیب دارا کی شکست کے بعد حاضر دربار ہوا۔ شاہنواز اور شیخ میر کو روضہ اقدس میں دفن کرایا جو جنگ میں قتل ہو گئے تھے۔

۱۲۔ مرزا چمن بیگ بن مرزا عادل بیگ صوبیدار مالوہ نے مہاراجہ مادھوجی سندھیا کی طرف سے حاضری دے کر عیدگاہ تعمیر کرائی عیدگاہ کا طول ایک سوتیس گز اور عرض چالیس گز ہے۔ مشرقی سمت پانچ دروازے ہیں۔

۱۳۔ ۱۷۹۳ء میں امیر الہند نواب والا جاہ رئیس کرناٹک نے حاضری دی اور دالان کرناتکی تعمیر کرایا ۱۴۔ نواب فیض اللہ خان بنگش رئیس فرح آباد نے توشہ خان کے باہر والے دروازے پر کیواڑوں کی جوڑی چڑھائی۔

۱۵۔ حضور فخر الملۃ والدین فخر دہلوی کے خلیفہ گرامی حضرت شاہ نیاز احمد متوفی

۱۸۳۵ء حاضر سرکار ہوئے اور مناقبیہ نظم پیش کی۔ آخری شعر ہے۔

قرب حق اے نیاز اگر خواہی ساز وِرد زباں معین الدین

ترجمہ: اے نیاز اگر تجھے قرب حق کی خواہش ہے تو ہر وقت اپنی زبان کا ورد ''معین الدین'' بنا لے۔

۱۶۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نے حضور منقبت میں شاندار نظم لکھی ایک بند عقیدت کے اظہار کے لئے پیش خدمت ہے۔

فلک پہ ہے جو کہ ہل سکتا نہ ہو جوں نقش پا
تم اٹھاؤ تو وہیں ہو وہ سنبھل کر اٹھ کھڑا
عیسیٰ جاں بخش تم ہو اور فقیر راہنما
درد مندوں کی دوا ہونا تواں کے ہو عصا
یا معین الدین چشتی دستگیری لازم است

۱۷۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی حاضر سرکار ہو کر نظم پیش کرتے نظر آتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو

لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اور اس در کی قسم
آیا ہوں پئے حاجت طلبی سلطان الہند غریب نواز
یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آل نبی اولاد علی سلطان الہند غریب نواز

۱۸۔ امیر حبیب اللہ شاہ افغانستان نے ۱۹۰۷ء میں شرف نیاز حاصل کیا۔ برطانوی حکام سارے لوازمات کے ساتھ حاضر تھے مگر امیر حبیب اللہ سیدھے روضے میں گئے کسی کی طرف توجہ نہیں کی دروازے بند کر کے ڈیڑھ گھنٹے تک اندر رہے بعد میں متولی حضرات اور باقی لوگوں سے مصافحہ اور بات چیت کی۔

۱۹۔ میر عثمان علی خان نظام دکن نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو شرف حضوری حاصل کیا۔ ہزارہا افراد کو کھانا کھلایا ہزار ہا روپے تقسیم کئے صدر دروازے کی تعمیر کا حکم دیا۔ ۱۹۱۳ء کو دوبارہ حاضری دی اس وقت یہ دروازہ زیر تعمیر تھا اس دور میں پچاس ہزار روپے خرچ آئے۔ یہ ستر

فٹ بلند ہے محراب دروازہ کی چوڑائی سولہ فٹ اور دورویہ دالان سمیت لمبائی بہتر فٹ ہے۔
پانچ وقت یہاں شہنائی بجتی ہے ہر گھنٹہ گھڑیال بھی اعلان کرتا ہے سترہ آدمی وہاں نظام کی طرف سے خدمت گار متعین تھے جن کی تنخواہ دولت آصفیہ دیتی تھی۔ ۱۹۴۷ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ نظام نے بہت سی عمارات کی مرمت کرائی۔ عرس کے دنوں میں دو دیگیں اور روزانہ ایک وقت کا ھریسہ کا لنگر بھی نظام کی طرف سے پیش کیا جاتا تھا۔

مزار شریف کے بائیں چاندی کی تختی پر سونے سے یہ شعر کندہ کرا کے خدمت عالیہ میں پیش کیا۔

گر بگزرم بخاطر پاک تو باک نیست خاشاک ہیں کہ برسر دریا گزر کند

ترجمہ: اگر حضور کے مقدس دل میں میرا گزر ہو تو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ خس و خاشاک بھی تو دریا کی بالائی سطح پر تیرتے رہتے ہیں۔

دیوان صاحب کی ایک حویلی ایک مہاجن کے پاس رہن تھی وہ بھی نظام نے واگزار کرادی۔ ایک قدیم قلمی قرآنی نسخے کے شایان شان چوکی اور نقرائی صندوق مہیا کیا۔

۲۰۔ نواب بشیرالدولہ آسمان جاہ مدارالمہام دولت آصفیہ نے بچے کے لئے منت مانی اسی سال کی عمر میں بچہ اللہ کریم نے حضور کی دعا سے عطا فرمایا بچے کا نام معین الدولہ رکھا گیا اسی ہزار روپے کے اخراجات سے محفل خانہ تعمیر ہوا یہ عمارت ۴۶ مربع فٹ ہے۔ ۱۸۹۱ء میں مکمل ہوئی عرصہ تکمیل تین سال تھا۔

۲۱۔ حضور جس مقام پر نماز پڑھتے اسے مسجد قلندری کہتے تھے بعد میں اولیاء مسجد کے نام سے معروف ہوئی یہاں سیٹھ محمد بخش بہاری نے تین دروازوں پر مشتمل مروین شاندار عمارت قیام پاکستان کے بعد تعمیر کرادی۔

۲۲۔ والئی رام پور نواب مشتاق علی خان نے بیگمی دالان کی دیواروں اور کھمبوں پر سنہری کام کروایا۔ روضہ اقدس کے گنبد کے اندرونی حصہ میں لاجوردی کام بھی اسی نواب کا کارنامہ ہے۔

۲۳۔ ۱۹۰۹ء نواب حامد علی خان والی رام پور باوجود شیعہ ہونے کے جاورہ جاتے ہوئے اپنی سپیشل ٹرین رکوائی دروازے کے سامنے بیگمی دالان کی طرف سر جھکائے روتے

رہے اور ایک گھنٹہ تک رو کر منتیں کرتے رہے۔ نواب محمد خان جاگیردار دھولپور بھی ان کے ہمراہ تھے۔

۲۴۔ نواب کلب علی خان والی رام پور اور ان کے بھائی نواب حیدر علی خان نے بھی اندرون گنبد زردوزی کا شامیانہ اور سنہری تاجدار عکس لگوایا۔

۲۵۔ نواب ابراہیم خان والی ریاست ٹونک نے بھی اندرون گنبد زردوری کا شامیانہ نذر کیا۔

۲۶۔ گول میز کانفرنس لندن سے پہلے ۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی جوہر اور ۱۹۳۹ء میں ریاست حیدر آباد کے فارن منسٹر سر محمد یعقوب حاضر سرکار غریب نواز ہوئے۔

۲۷، ۲۸، ۲۹۔ ۱۹۴۳ء میں جل پائی گوڑی (بنگال) کے نواب غلام کبریا نے بیگمی دالان کی پٹی ٹھیک کرائی۔ ۱۹۴۲ء میں ہی دربار عالیہ کے خادم سید عبدالحمید نے زائر بن کی آرائش کے لئے پچاس ہزار کے خرچہ سے حمیدیہ دالان تعمیر کرایا۔ پنجشنبہ کی محفل میں یہاں خواتین بیٹھتی ہیں۔

۳۰۔ ۱۹۴۶ء کو سردار عبدالرب نشتر نے آستانہ قدسیہ پر حاضری دی سردار نشتر مرحوم قیام پاکستان کے بعد پنجاب کے گورنر رہے۔

اب چند وہ نام بھی ملاحظہ فرماتے جائیں جو غیر مسلم ہیں مگر حضور اجمیری کی محبت انہیں کشاں کشاں اجمیر شریف لے گئی۔

۳۱۔ جارج پنجم کی بیوی ملکہ میری نے ۱۹۱۱ء میں دربار مقدسہ پر حاضری دی اور پانچ سو روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ دربار سے کچھ رقم دلائی محفل خانہ کے قریب حوض کی چھتری اسی رقم سے تعمیر ہوئی۔

۳۲۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم دولت آصفیہ دکن اپنے بال بچے سمیت ۲۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوئے مورچھل کی خدمت بجالائے شاعر تھے خود کہتے ہیں تخلص شاد تھا۔

مورچھل جھیلنے کی خدمت مل گئی شاد کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہ خواجہ اجمیر سے لو کلید گنج قسمت مل گئی

۳۳۔ وائسرائے ہند لارڈ لنڈن ۱۹۰۲ء میں حاضر سرکار ہوئے اتنے متاثر ہوئے کہ لکھا۔ ''میں نے ہندوستان میں ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا۔''[1]

۳۴۔ مہاراجہ گوبند سنگھ والئی ریاست دیتا ۱۹۱۲ء میں عطر آلود پھولوں کی چادر سر پر رکھ کر حاضر دربار ہوئے بحالی کی درخواست کی۔ نگاہ لطف سے بحال ہوئے تین دفعہ حاضری مکمل کی۔

۳۵۔ ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی پھولوں کی چادر لے کر حاضر ہوئے۔

۳۶۔ ۱۹۴۵ء میں پنڈت جواہر لال نہرو حاضر ہوئے اور غلام حسین طوطی قوال سے درگاہ معلٰی میں قوالی سنی۔ ۱۹۴۷ء میں فسادات کے موقع پر بھی نہرو حاضر دربار ہوئے تقریر کی اور دربار کی عمارت کی حفاظت کا حکم دیا۔

۳۷۔ شری راج گوپال اچاریہ گورنر جنرل بھارت نے ۱۹۴۹ء کو حاضری دی یہ فروری کی نو تاریخ تھی۔

۳۸۔ بیس نومبر ۱۹۵۰ء کو جنرل کیری آپا کمانڈر انچیف افواج بھارت عتبہ بوسہ کے لئے حاضر ہوئے۔

۳۹۔ ۱۳ فروری ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ بھارت نے بھی شرف حضور پایا۔

۴۰۔ وزیر اعظم ملائشیا تنکو عبدالرحمان دوران تعلیم بی اے کے امتحان میں بری طرح پھنس گئے حضور اجمیر سے خواب میں ملاقات ہوئی آپ نے نہ صرف امتحان سے کامیابی کی بشارت دی بلکہ مستقبل میں وزیر اعظم ہونے کی خوشخبری بھی سنائی پھر ملایا سنگاپور وغیرہ سے مل کر ملائشیا بنا کل کا طالب علم عبدالرحمان اس کا وزیر اعظم ہوا اور بھارت کا دورہ کرنے آیا تاکہ سرکار اجمیر کی درگاہ غریب پناہ میں حاضری دے سکے۔ پھر دل کی مراد پوری ہوئی اور جناب تنکو عبدالرحمان آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہو گئے۔

ہم صرف چند نام ہی ذکر کر سکے ہیں۔ برصغیر' بنگلہ دیش' پاکستان' سری لنکا' افغانستان' آسام' ملائشیا اور دیگر بہت سے ممالک کے عظماء' علماء' اولیاء' اور سیاست دانوں کا

۱۔ چشتی خانقاہیں ص ۴۴

ذکر نہیں کر سکے۔ داستان محبت پہلے ہی طویل ہو گئی ہے۔ لہٰذا اسے ختم کرتے ہیں۔

شادی مبارک اور اولاد پاک

حضور اجمیری نے طویل عرصہ تک شادی نہیں فرمائی تبلیغ میں مصروف رہے اور انسانیت کی بہبود کے لئے کام کیا ایک رات سو رہے تھے کہ سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمال جہاں آراء سے نوازا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ سید الرسل علیہ السلام نے فرمایا کہ

معین الدین تو معین دین هستی	معین الدین تم دین کے معین و مددگار
منتے از سنن من ترک کرده	ہو اور پھر بھی میری سنتوں میں سے ایک سنت (یعنی نکاح) چھوڑ رکھی ہے

عجیب اتفاق ہے کہ اسی رات ملک خطاب حاکم قلعہ بیلی نے کافروں پر حملہ کیا اور اس علاقہ کے ایک راجہ کی پاکدامن لڑکی اس جہاد میں اس کے ہاتھ لگی حضرت خواجہ کا مرید تھا لہٰذا آپ کی خدمت میں پیش کی حضور نے انہیں شرف قبولیت سے نوازا اور ان کا نام بی بی امتہ اللہ رکھا۔[1]

اس حرم محترمہ کے علاوہ آپ نے سیدہ بی بی عصمت صاحبہ سے نکاح فرمایا۔ یہ حضرت سید حسن خنگ سوار کے چچا حضرت سید وجیہ الدین مشہدی کی صاحبزادی تھیں ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت حسین خنگ سوار طویل عرصہ سے اجمیر شریف کے گورنر تھے اور حضرت سے بے حد عقیدت تھی آپ کے تبلیغی مشن میں ان کا تعاون بھی شاہ اجمیر کو حاصل تھا۔

اس رشتہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت محدث دہلوی اخبار الاخیار میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت وجیہ الدین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔

فرزندم وجیہ الدین! اشارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم برایں	بیٹا وجیہ الدین! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ پاک یہ ہے کہ تم اس

۱۔ انوار الاولیاء ص ۲۶۶ بحوالہ اخبار الاخیار

است کہ ایں دختر را بخواجہ معین الدین حسن سنجری بسپاری ودر حبالہ اودرآری — لڑکی کو خواجہ معین الدین حسن سنجری کے حوالے کرو۔ ان کے نکاح میں لاؤ۔

حضرت وجیہ الدین نے معین الملۃ سے اپنے خواب کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا میری تو عمر ڈھل گئی ہے چل چلاؤ کا وقت آ چکا ہے لیکن یہ سید المرسلین علیہ السلام کا ارشاد ہے تو لازماً پورا کرنا پڑے گا۔[1]

ان سے بھی شادی ہو گئی حضور کے تین صاحبزدے اور ایک صاحبزادی ہوئی صاحبزادی صاحبہ کا نام نامی سیدہ بی بی حافظہ جمال تھا جن کا نکاح حضرت سید شیخ رضی سے ہوا دو صاحبزادے ہوئے جو بچپن میں ہی وصال پا گئے مائی صاحبہ اپنی قبر مبارک ناگور میں مندلا تالاب پر واقع ہے۔

صاحبزادگان گرامی کے مقدس نام یہ ہیں۔ حضرت سید فخر الدین، حضرت شیخ سید حسام الدین اور حضرت شیخ سید ابوسعید۔

حضرت ابوسعید کے متعلق سب راوی متفق ہیں کہ وہ حضرت بی بی عصمت کے بطن اقدس سے تھے۔ باقی دونوں صاحبزدوں کو حضرت سید محمود گیسودراز اور اہل اللہ کی ایک جماعت حضرت بی بی عصمت کے بطن سے سمجھتی ہے جب کہ حضرت شمس الدین طاہر اور کچھ اور حضرات دونوں کو بی بی امۃ اللہ کے بطن سے سمجھتے ہیں۔ شیخ سید حسام الدین کے متعلق مشہور ہے کہ وہ غائب ہو کر زمرۂ ابدال میں شامل ہو گئے۔ حضور اجمیری کے بڑے صاحبزادے سید فخر الدین کا مزار اقدس اجمیر شریف سے سولہ کوس دور سردار میں مرجع خلائق ہے جہاں اجمیر شریف سے بھی ڈالیاں جاتی ہیں۔ پاکستان میں حضور اجمیر کی طرف سے حضرت فخر الدین کا عرس مبارک بھی چشتی مناتے ہیں راقم الحروف فقیر نے بھی ان کے کئی محافل عرس میں شرکت کی ہے۔ اجمیر شریف جانے والے احباب ذکر کرتے ہیں کہ مزار اقدس کی جگہ بڑی حسین اور دلکش ہے تالاب پر مزار واقع ہے۔

اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری میں لکھا ہے کہ آپ کی اولاد نہیں تھی یہ دعویٰ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

---

[1] انوار الاولیاء ص ۲۶۷ بحوالہ اخبار الاخیار

وصال پاک

بہتر سال تک آپ نے اپنے انوار قدسیہ سے خطہ پاک اجمیر کو منور فرمایا

مؤرخین نے آپ کی تاریخوں میں لغزشیں کی ہیں آپ کے طویل سفروں کو دیکھتے ہوئے آدمی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ آپ صرف اٹھارہ سال کی عمر میں اجمیر شریف تشریف لائے ہیں۔ ہاں تاریخ وفات میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ ۶ رجب ۶۳۲ھ کا دن تھا کہ آپ کی طبیعت اقدس پر سفر آخرت کے آثار نمودار ہوئے رات ہوئی تو آپ عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ شمسی حساب سے ۲۱ مئی ۱۲۳۶ء ہے۔ ادھر وصال فرمایا ادھر پیشانی اقدس پر یہ جملہ حاضرین نے پڑھا۔

ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ ‏ یہ اللہ کے حبیب ہیں جنہوں نے محبت خداوندی میں جان دی ہے۔

سیر اولیاء میں لکھا ہے کہ شب وصال کئی اولیائے امت کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف باریابی بخشا اور فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کے دوست معین الدین نے آج وفات پائی ہے اس کے استقبال کے لئے ہم آئے ہیں۔''[۱]

بقول مصنف سیر الاولیاء حضور سلطان الہند کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ شرک گڑھ ہندوستان کو اسلامستان میں تبدیل کر دیا جو لوگ اسلام لائے قیامت تک ان کی اولادیں مسلمان ہوں گی اور ان کے اعمال صالحہ کا ثواب معین الملۃ کو ملتا رہے گا کتنا پیارا شعر ہے۔

آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں ‏ اکنوں خروش نعرہ اللہ اکبر است

ترجمہ: جس سرزمین سے مشرکوں کے نعروں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں آج وہاں اللہ اکبر کے نعرے کی گونج سنائی دیتی ہے۔[۲]

یہ عام اولیاء کی نہیں بلکہ اخص الخواص کی خصوصیت ہے کہ ان کے صدقے میں ملت کفر ملت اسلام میں تبدیل ہو جاتی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کی مقبولیت و محبوبیت کا مقام بہت رفیع ہے اور آج تک مقام رفیع پر آپ کی عظمتوں کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔

۱۔ انوار الاولیاء بحوالہ سیر الاولیاء ص ۲۶۸

۲۔ ایضاً ص ۲۶۹

بادشاہ، اولیاء، علماء اور عوام کا رخ بھی ادھر تھا آج بھی ادھر ہے۔

عمارت روضہ کا آغاز حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کی اولاد میں سے حضرت حسین ناگوری نے سکندر لودھی کے دور میں ۱۴۹۶ء کو کیا۔ جس میں مرور زمانہ کے ساتھ اضافے ہوتے گئے اور ایک پرشکوہ عمارت حسین وجمیل ذیلی عمارات اور شاندار ماحول کے ساتھ معرض وجود میں آئی۔ اپنی وسعت اور حسن و جمال میں یہ خطہ پاک اپنی مثال آپ ہے۔ حضور نبی رحمت علیہ السلام کے تبرکات آپ کے بعد حضور قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکی کو ملے جنہیں آپ نے دہلی کے مرکز میں بٹھا دیا تھا۔ کسی عربی شاعر نے اپنے ممدوح قیس کے لئے کہا تھا مگر بلاشبہ ہم اسے حضور اجمیری کے لئے کہتے ہیں۔

مَا کَانَ ھلکُ قَیسٍ ھَلکُ وَاحِدٍ لٰکِنَّہٗ بُنیَانُ قَومٍ تَھَدَّمَا

ترجمہ: قیس کی موت ایک فرد کی موت نہیں تھی وہ پوری قوم کی بنیاد تھی جو گر گئی ہے۔

محدث دہلوی فرماتے ہیں ابتداء میں قبر مبارک اینٹوں سے بنی۔ اس پر پتھروں کا صندوق سا بنا دیا گیا پہلی قبر بحال رہی لہٰذا اب قبر اونچی معلوم ہوتی ہے۔

تالیفات وتصنیفات

اگرچہ اولیائے امت کی حیات طیبہ تبلیغی اور عوامی ہوتی ہے خلوت میں ہوں تو بحر توحید میں غواصی کرتے ہیں جلوت میں ہوں تو محبت الٰہی اور الفت رسول خیر الانام علیہ السلام کی طرف لوگوں کی دستگیری فرماتے ہیں لہٰذا وہ انسانوں کی شکل میں کتابیں لکھتے ہیں ان کے اوقات اسی محبت کی تقسیم میں صرف ہوتے ہیں مگر بقول امام سیوطی کبھی ان کے لئے وقت پھیل جاتا ہے اور وہ حیران کن تحریری کام بھی کر جاتے ہیں حضور سلطان الہند نے بھی کتابیں تحریر فرمائیں لمعات خواجہ کا مصنف مندرجہ ذیل کتابوں کی نشاندہی کرتا ہے۔[1]

۱۔ انیس الارواح۔ یہ آپ کے قلم سے اپنے مرشد سیدنا عثمان ہارونی کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ کا مجموعہ ہے۔

۲۔ کشف الاسرار۔ تصوف اس کا موضوع ہے۔

۳۔ کنز الاسرار۔ کچھ لوگ اسے وضعی سمجھتے ہیں۔

۱۔ چشتی خانقاہیں بحوالہ لمعات خواجہ ص ۱۶

۴۔ رسالہ تصوف (نظم میں ہے)

۵۔ رسالہ آفاق والمقس۔

۶۔ حدیث المعارف۔

۷۔ رسالہ موجودیہ۔

۸۔ دیوان معین۔ آپ کی منظومات کا مجموعہ

پتہ چلتا ہے کہ آپ کو نظم و نثر پر یکساں مہارت حاصل تھی اور اکثر اہل اللہ نے عوام کی رہنمائی کے لئے نثر و نظم میں اظہار خیال فرمایا ہے اور صاف ستھرے، سادہ مگر فنکارانہ انداز بیان کو اپنایا ہے۔ دیوان معین کے متعلق کچھ حضرات کا خیال ہے کہ یہ قاضی معین الدین مسکین کا دیوان ہے جو ہرات کے مشہور واعظ تھے ان کی کتاب مدراج النبوۃ بھی ہے۔ ملاحظہ ہو فخر جہاں از اخلاق احمد ص ۳۱

حضرت کے خلفائے گرامی

لاتعداد لوگوں کو خرقہ خلافت پہنایا ہم تبرکاً چند اسمائے گرامی کا ذکر کریں گے۔

۱۔ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ کو حضور نے سب تبرکات نبوی عطا فرمائے اور دہلی میں قیام فرمانے کا حکم دیا۔ ان کا تفصیلی تذکرہ آگے آتا ہے۔ ۲۔ سلطان التارکین صوفی حمید الدین قبر مبارک ناگور میں ہے اولاد میں سلسلہ ولایت جاری ہے۔ ۳۔ حضرت خواجہ علی سنجری۔ انہی کی خانقاہ میں دوران سماع حضرت قطب الاقطاب بختیار کا وصال ہوا تھا۔ ۴۔ حضرت حسن خیال۔ حضور ولی ہند کا پیرہن سیا کرتے تھے۔ ۵۔ حضرت شیخ محسن۔ ۶۔ حضرت شیخ سلیمان غازی۔ ۷۔ حضرت شیخ شمس الدین۔ ۸۔ علامہ حکیم ضیاء الدین بلخی۔ جن کی فلسفیانہ موشگافیوں کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ ۹۔ حضرت یادگار محمد۔ والئی سبزوار جن کا تذکرہ ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ ۱۰۔ حضرت سید وجیہ الدین مشہدی۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ بی بی عصمت حضور ہند الولی کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ ۱۱۔ خواجہ فخر الدین۔ ۱۲۔ شیخ برہان الدین۔ ۱۳۔ حضرت شیخ احمد۔ ۱۴۔ خواجہ سلیمان غازی۔ ۱۵۔ شیخ شمس الدین۔ ۱۶۔ شیخ صدر الدین کرمانی۔ ۱۷۔ شیخ محمد ترک نارنولی۔ ۱۸۔ شیخ وحید۔ ۱۹۔ سلطان مسعود غازی۔ ۲۰۔ حضرت پیر کریم سیلونی۔ ۲۱۔ شاہ عبد اللہ کرمانی۔ ۲۲۔ حافظ وجیہال جوگی المعروف عبداللہ رضی اللہ عنہم

قند مکرر

مولانا سید عبد الباری معنی اجمیری نے ''سلطان الہند'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے انہوں نے حضور سلطان الہند پر لکھے گئے تذکروں کے تاریخی تضادات کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔

سن ولادت ۵۳۰ھ ہے اس پر مصنف نے بھرپور دلائل دیئے ہیں۔

مصنف نے مختلف شجرہائے نسب کا موازنہ کر کے مرۃ الانساب کے شجرہ کو صحیح قرار دیا ہے اسی طرف عام رجحان بھی ہے وہ شجرہ یہ ہے کہ خواجہ غیاث الدین حسن بن خواجہ کمال الدین بن خواجہ احمد حسین بن خواجہ نجم الدین طاہر بن خواجہ عبد العزیز بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ ادریس بن امام موسیٰ کاظم (علیہم الرضوان)

اس بات پر بھی سب تذکرہ نویس متفق ہیں کہ آپ سیدنا امام موسیٰ کاظم کی اولاد پاک سے ہیں۔

والد گرامی کا وصال ۵۴۵ھ ہے اسی سال آپ باغبانی شروع فرماتے ہیں اسی سال حضرت ابراہیم قندوزی سے ملاقات اور ترک دنیا کا آغاز ہوتا ہے پھر اس سال تحصیل علم کے لئے آپ سمرقند اور بخارا تشریف لے جاتے ہیں سترہ سال تک علم حاصل فرمایا۔

مرشد سے بیعت '۵۶۲ھ کا واقعہ ہے ان کی خدمت میں بیس سال گزارے ہیں بیعت بغداد شریف میں فرمائی یہ خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کا دور تھا حضور غوث اعظم وصال فرما چکے تھے مگر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔

۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء میں بیس سال کے بعد خرقہ خلافت عطا ہوا۔ مرشد کے ساتھ پہلے حرمین میں حاضری ہو چکی تھی اب دوبارہ وہاں تشریف لے گئے واپسی پر ہرون استر آباد' بغداد' تبریز' ہمدان' اصفہان' خرقان سے اللہ آباد ہرات' سبز وار' بلخ اور غزنی سے ہوتے ہوئے لاہور قدم رنجہ فرمایا۔ اس سفر کے دوران بے شمار اولیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔

۵۸۸ھ میں ورود ہندوستان ہے اور اجمیر شریف کو ۵۸۹ھ میں اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا ہے اس دور میں رائے پتھورا اس ملک کا حاکم تھا اور اسی سال پتھورا نے شکست کھائی۔ عبد الحلیم شرر اپنے ناول رزم و بزم میں پتھورا سے آپ کی ملاقات کا

ذکرہ کیا ہے مگر کسی اور کتاب سے اس کی تائید نہیں ہو سکی۔ سفر دہلی پہلا ۶۱۰ھ' سفر دہلی دوسرا ۶۲۱ھ میں ہوا قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین کا زمانہ تھا۔ دونوں حضرات قطب الاقطاب کاکی کے مرید تھے مگر آپ دونوں دفعہ دہلی تشریف لائے تو شمس الدین التمش ہی تخت اقتدار پر تھے۔

ازواج

دونوں نکاح اسی سال کی عمر میں ۶۱۰ھ میں فرمائے۔

وصال مبارک

۶ رجب ۶۳۲ھ ہے اس کو بھی مصنف نے مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے۔ حضرت قطب الاقطاب کا وصال ۶۳۳ھ میں ہوا اسی سال سلطان شمس الدین التمش اور علامہ قطب الدین کاشانی بھی فوت ہوئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت، قطب الدین بختیار کاکی آپ سے ایک سال بعد واصل بحق ہوئے۔

مصنف کی تحقیق کے مطابق صاحبزادے تین خواجہ فخر الدین' خواجہ ضیاء الدین ابو سعید' اور خواجہ حسام الدین ہیں اور صاحبزادی حضرت بی بی حافظہ جمال ہیں (رضی اللہ عنہم)

بقول مصنف فوائد الفواد میں آپ کے جس صاحبزادے کا اسم گرامی احمد لکھا ہے ہو سکتا ہے وہ چوتھے صاحبزادے ہوں یا تین صاحبزادوں میں سے کسی ایک بزرگ کا عرف احمد ہو۔

قطب الاقطاب، شہید تیغ رضا، منبع صدق وصفا

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

اوش ۵۸۳ھ

(ارباب طریقت)

۸۸-۱۱۸۷ء

وفات شریف

دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ / ۲۸ نومبر ۱۲۳۵ء

مرآۃ الاسرار۔ (وفیات) دہلی

سلطان الہند تذکرہ فخر الدین دہلوی

تقدیم تاریخی کا مصنف تذکرۃ الفقراء

ربیع الاول ۶۳۲ھ نومبر ۱۲۳۴ء

۶۳۴ھ نام ونسب ۶۳۵ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

ولادت باسعادت

قطب چشتیہ حضرت بختیار کی ولادت باسعادت ۵۸۳ھ میں اوش کے قصبہ میں ہوئی۔ اوش ماوراالنہر میں واقع ہے۔ اسم گرامی تو بختیار ہے لیکن لقب قطب الدین ہے عرف عام میں آپ کو خواجہ کاکی (کعکی) کہا جاتا ہے۔

خاندان پاک

آپ کے والد گرامی کا نام نامی سید کمال الدین ہے آپ کا شجرہ نسب گیارہویں واسطے پر سیدنا امام نقی کی ذات پاک تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ خاندان نبوت کے سدا بہار پھول ہیں۔ ابھی عمر مبارک صرف ڈیڑھ سال تھی تو والد گرامی کا سایہ رحمت سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے بڑی لگن اور محنت سے آپ کی پرورش فرمائی۔

تعلیم اور بیعت

پانچ سال کی عمر میں آپ کو مولانا ابوالحفص کی درسگاہ میں تعلیم کے لئے چھوڑا گیا۔ انہوں نے ظاہری علوم کے ساتھ آپ کو باطنی علوم کی چاشنی سے بھی آشنا فرما دیا۔ مرآۃ الاسرار کے مصنف کا ارشاد ہے کہ جب ایک پڑوسی آپ کو مولانا ابوالحفص کے ادارے میں داخل کرانے لے جا رہا تھا تو راستے پر ایک سفید ریش بزرگ ساتھ چل دیئے انہوں نے مولانا کو فرمایا پوری توجہ سے انہیں تعلیم دینا یہ اولیائے کبار میں سے ہوں گے اور بڑے بڑے مشائخ ان کے زمرۂ عقیدت میں آئیں گے۔ جب وہ بزرگ چلے گئے تو استاد نے پوچھا تمہیں علم ہے کہ یہ صاحب کون تھے؟ آپ نے جواب دیا نہیں مجھے علم نہیں۔ استاد گرامی نے فرمایا وہ خضر علیہ السلام تھے۔ خیرالمجالس میں حضرت چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ استاد گرامی نے آپ کے ظاہری و باطنی اخلاق کی بھرپور تہذیب کی۔ آداب شریعت و طریقت کی تعلیم دی۔ باطن میں اتنی جلا پیدا ہو گئی کہ آپ ہر وقت ریاضت و عبادت میں معروف رہتے تھے کمال خشوع و خضوع سے روزانہ اڑھائی سو نوافل آپ کا معمول بن گئے تھے۔ پھر آپ بغداد شریف تشریف لے گئے اور وہاں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں مرشد اعظم حضور اجمیری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کی بیعت کے وقت حضرت

شہاب الدین سہروردی، حضرت اوحد الدین کرمانی، حضرت برہان الدین چشتی اور حضرت محمود اصفہانی جیسے مناد ید بھی موجود تھے۔ (رضی اللہ عنہم) [1]

آپ کی عمر شریف بیعت کے وقت صرف اٹھارہ سال تھی اور بیس سال کی عمر میں تکمیل کر کے مسند ارشاد پر تشریف لائے۔

انوار اولیاء میں ہے کہ حضرت اجمیری اصفہان تشریف لائے تو حضرت بختیار نے آپ سے بیعت کی خرقہ خلافت عطا ہوا اور ہندوستان جانے کا حکم بھی دیا گیا دہلی میں قیام کے لئے فرمایا گیا یہ سلطان شمس الدین التمش کا دور تھا آپ دہلی میں تشریف لائے ہر وقت استغراق و محویت طاری رہتی تھی۔ [2]

شادی

اوش میں آپ نے شادی کی۔ آپ کا معمول تھا کہ رات سونے سے پہلے تین ہزار دفعہ درود شریف پڑھتے تھے۔ شادی کی ابتدائی راتوں میں یہ وظیفہ رہ گیا۔ آپ کا مرید احمد رئیس نامی سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شاندار قبہ ہے باہر ایک چھوٹے قد کا شخص ہے لوگ انہیں درخواستیں دیتے ہیں اور وہ قبے میں جا کر جواب لاتے ہیں احمد رئیس نے پوچھا قبہ کس کا ہے اور یہ درخواستیں لے جانے والے صاحب کون ہیں؟ انہیں بتایا گیا قبہ سرکار کائنات علیہ السلام کا ہے اور یہ صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں اب احمد رئیس نے حضرت ابن مسعودؓ سے درخواست کی کہ شوق ملاقات سے دل لبریز ہے سرکار کریم سے میری حاضری کی درخواست فرمائیں ابن مسعود اندر گئے جواب لائے کہ بختیار کاکی کے پاس جاؤ اور جا کر سلام کہو کہ تم جو تحفہ بھیجتے تھے تین دنوں سے نہیں آیا اس کی وجہ کیا ہے؟ احمد رئیس نے صبح آ کر خواب اپنے مرشد کو بتایا حضرت بختیار نے فرمایا میں سمجھ گیا۔ شادی کی وجہ سے درود شریف نہیں بھیج سکا۔ اب بیوی کو مہر بھیج کر طلاق دے دی تا کہ خدمت سرکار میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ [3] یہ ہے وہ معیار محبت جو ہمارے مشائخ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

---

1. مرآۃ الاسرار ص ۶۸۴۔۸۵ نیز تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۰۵
2. انوار الاولیاء ص ۲۳۸
3. ایضاً ص ۲۳۸ نیز مرآۃ الاسرار ص ۶۸۵ بحوالہ حضرت نظام الاولیاء

انداز دستگیری

حضرت سلطان المشائخ نظامؒ فرماتے ہیں ''میں مزار اقدس پر حاضر ہوا دل میں خیال گزرا خدا جانے حضرت کو اپنے مزار پر حاضری دینے والوں کی اطلاع بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ معاً آواز دلنواز آئی۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن — من آیم بجاں گر تو آئی بتن

(مجھے اپنی طرح زندہ خیال کرو اگر تو اپنے تن کے ساتھ میرے پاس آئے گا تو میں جان کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا)

اس آواز نے دل کی دنیا میں ہلچل مچادی عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اب جب بھی حاضر دربار ہوتا ہوں اسی آواز کے مطابق حضرت کی روح پرفتوح سے خصوصی حضوری کا شرف پاتا ہوں۔''[1]

یہ ہے موت کے بعد زندگی کا وہ انداز دلربا جو اولیائے امت کو حاصل ہوتا ہے چشم بصیرت نہ ہو تو یہ رعنائیاں اور حسن کی انگڑائیاں نظر نہیں آتیں۔ اللہ کریم حق شناس دل اور اداشناس نگاہ سے نوازے۔

کاکی کی وجہ تسمیہ

انوار اولیاء کے مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ قدیم تاریخوں میں کاک روٹی کی ایک قسم بتائی گئی ہے اب بھی دہلی میں ایک مخصوص قسم کی روٹی کو کاک ہی کہتے ہیں جو خاص طور پر اس محلہ میں ہوٹلوں پر پکتی ہے جہاں ہمارے عظیم مرشد قیام فرماتے تھے۔ اس روٹی کی وہاں دو قسمیں ہوتی ہیں عام کاک صرف نمک ملا کر پکاتے ہیں اور خاص کاک والے آٹے میں گھی اور مٹھاس بھی ملاتے ہیں عموماً حلوہ بھی ساتھ پکا ہوتا ہے جو کاک کے اوپر ہی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت بختیار کے دور اقدس میں لنگر میں جو روٹی پکتی تھی اسے کاک ہی کہا جاتا تھا۔ یہ روٹی عموماً تین انچ کی گول ہوتی تھی کنارے پونے انچ کے الگ باہر نکلے ہوئے ہوتے تھے۔ چونکہ دربار پروقار میں بطور تبرک یہی دی جاتی تھی لہٰذا اسی نسبت سے آپ کاکی مشہور ہوئے۔[2]

1۔ انوار الاولیاء ص ۲۳۹ (۲) ایضاً ص ۲۴۱

آپ کے مکان اقدس کو عموماً حویلیاں کہا جاتا تھا قطب مینار سے مشرق کی طرف نکلیں جدھر قلعہ تغلق آباد ہے -- تو راستہ میں یہ مقدس جگہ آتی ہے اب وہاں تابوتی چھتوں کی دو تین کوٹھڑیاں موجود ہیں۔[1]

جہاں آج حضرت فخر جہاں دہلوی کا مزار اقدس ہے

یہ جگہ حضرت قطب الاقطاب کی پرانی مسجد کی مغربی دیوار کے ملحق ہے وہاں آپ کی اولاد کے مزارات بھی ہیں اسی خطہ میں حضرت میاں قطب الدین اور حضرت میاں نصیر الدین عرف کالے صاحب کے مزارات ہیں جو حضرت فخر جہاںؒ کی عظیم المرتبت اولاد ہیں۔ حضرت قطب عالم کی اولاد میں سے کوئی بھی اب سلسلے کی نمائندگی کے لئے قطب صاحب میں نہیں ہے وہاں صرف خدام کی اولاد ہے یا قاضی حضرات کی اولاد ہے۔[2]

مرشد کی دہلی تشریف آوری

حضرت قطب جہاں کے دل میں مرشد کی محبت ٹھاٹھیں مار رہی تھی آپ نے عریضہ لکھ کر اجمیر شریف حاضری کی اجازت چاہی مگر حضرت کا جواب آیا کہ کچھ دنوں کے بعد ہم خود دہلی آ رہے ہیں لہٰذا وہاں ہی قیام پذیر رہیں' دہلی میں شیخ الاسلام جمال الدین بسطامی کا انتقال ہو گیا سلطان التمش نے حضرت قطب عالم کو شیخ الاسلام بنانا چاہا مگر آپ نے بے اعتنائی برتی تو شاہ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام بنا دیا۔ وہ اس وقت تک علمی وقار اور پسندیدہ افعال کے موصوف تھے مگر یہ عہدہ پا کر بھٹک گئے دنیا کے چکر میں پھنس گئے۔ انہیں حضرت قطب سے حسد بھی پیدا ہوا کہ وہ بے اختیار درویش ہیں مگر مخلوق خدا کے دل میں بس رہے ہیں اور انہیں شیخ الاسلام ہوتے ہوئے کوئی بھی اہمیت نہیں دیتا۔

حضرت اجمیریؒ کی دہلی تشریف آوری پر سارا شہر امڈ پڑا شاہ اور وزراء حضرت سے عقیدت رکھتے تھے۔ سب کی حاضری ہوئی مگر نجم الدین صغری نہ آئے چشتیت کی کریمانہ روایات کو نبھاتے ہوئے حضرت سلطان الآفاق اجمیری خود ان کے ہاں چلے گئے کیونکہ وہ خراسان میں عقیدت کا دم بھرا کرتے تھے وہاں جا کر دیکھا کہ خیر سے شیخ الاسلام

۱۔ انوار الاولیاء ص ۲۴۱

۲۔ ایضاً ص ۲۴۰

عمارت بنوا رہے ہیں مگر حضرت کی طرف توجہ نہیں دی آپ نے فرمایا ''نجم الدین کیا بات ہے شیخ الاسلامی نے تجھے تبدیل کر دیا ہے۔'' شیخ الاسلام نے شرمندہ ہو کر کہا میں تو وہی مخلص مرید ہوں لیکن آپ نے اس شہر میں ایک ایسا مرید چھوڑ رکھا ہے جس کے ہوتے ہوئے میری شیخ الاسلامی کو کوئی نہیں پوچھتا۔[1]

حضرت نے مسکرا کر فرمایا ''فکر نہ کرو میں بابا قطب الدین کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا'' ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ شیخ الاسلام کا عہدہ بھی چلا گیا اور جان بھی گئی کہ وہ قتل ہو گئے۔

عقیدت کی جلوہ سامانیاں

حضرت اجمیری دہلی سے واپس تشریف لے جانے لگے تو حضرت قطب صاحب کو ساتھ لے لیا' جب قطب چشتیت شہر سے اپنے مرشد کے ساتھ باہر نکلے تو سارا شہر ماتم کدہ بن گیا ہر طرف آہ و زاری تھی شاہ سمیت ساری مخلوق پیچھے پیچھے چل رہی تھی جہاں حضرت قطب الاقطاب قدم رکھتے لوگ وہاں سے مٹی اٹھا کر اپنے چہروں پر مل لیتے حضرت اجمیری نے یہ حال ملاحظہ فرمایا تو ارشاد ہوا ''قطب الدین! یہاں ہی رہو تمہارے جانے سے اللہ کی مخلوق مضطرب اور پریشان ہو رہی ہے میں اتنے دلوں کو خراب اور کباب نہیں کرنا چاہتا جاؤ یہ شہر تمہاری پناہ میں ہے۔'' اب حضرت قطب واپس دہلی آ رہے تھے اور سلطان الآفاق اجمیر شریف جا رہے تھے۔[2]

عظیم شہباز

اسی سفر میں حضرت فرید الملتہ بھی حضور اجمیریؒ کو دہلی میں ملے تھے تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اجمیری کو سب خلفاء سے حضرت قطب محبوب تر تھے اور حضرت قطب کی توجہ کا مرکز سب خلفاء سے زیادہ حضرت فرید ہی تھے۔ جب دہلی میں حضرت اجمیری سے فرید الملتہ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے بڑی مہربانی فرمائی اور حضرت قطب کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''بابا یہ قطب الدین تم نے ایسا عظیم شہباز قید کر رکھا ہے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۸۔۶۸۷ نیز انوار الاولیاء ص ۲۳۰ نیز تاریخ مشائخ چشت ص ۵۳۔۱۵۲

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۸۹

جو سدرۃ المنتہیٰ کے بغیر کسی اور جگہ آشیانہ نہیں بناتا یہ فرید وہ شمع ہے جو درویشوں کے خاندان کو منور کر دے گا۔"[1]

ہم اس پیشگوئی کا ایک ایک لفظ حیات فرید میں پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کی وسعتیں فرید الملتہ نے کائنات میں پھیلا دیں۔[2]

تالاب یہاں بنے گا

سلطان التمش کو سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اپنے جمال جہاں آراء سے نوازا آپ گھوڑے پر سوار تھے اور فرما رہے تھے۔ "شمس الدین! اگر مخلوق کو فیض یاب کرنے کے لئے کوئی تالاب بنانا چاہتے ہو تو یہاں بناؤ جہاں میں کھڑا ہوں" مگر بیداری پر شاہ کو وہ جگہ معلوم نہ ہو سکی جہاں سرکار علیہ السلام تشریف فرما تھے شاہ نے حضرت قطبؒ کی طرف بندہ بھیجا خواب خود سنانے کی درخواست کی حضرتؒ نے پیغام سن کر ارشاد فرمایا سرکار علیہ السلام نے شاہ کو تعمیر حوض کا اشارہ فرمایا ہے شاہ کو جا کر بتا دو ہم اسی جگہ جا رہے ہیں جہاں گھوڑے پر سوار امام الانبیاء علیہم السلام تشریف فرما تھے شاہ جلدی آ جائے حضرت وہاں جا کر دوگانہ نماز میں مشغول ہوئے شاہ آیا تو خواب والا سارا منظر آنکھوں کے سامنے پایا رسالت مآب کے گھوڑے کے سم کا نشان بھی موجود تھا وہاں چھوٹا سا گنبد تعمیر کرا دیا اور شاندار حوض بھی تعمیر ہو گیا۔ اکثر خواجہ قطب الاسلام اور قاضی حمید الدین ناگوری وہاں آ کر مشغول عبادت ہوئے۔ حضرت خضر علیہ السلام اور رجال الغیب سے یہاں ملاقاتیں ہوتیں۔[3]

برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ گہ صاحب نظراں خواہد بود

محبوب! جس سرزمین پر آپ کے قدموں کے تلووں کے نشان ہوتے ہیں وہاں سالہا سال تک صاحب نظر لوگوں کے سجدے نچھاور ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۸۹
۲۔ ایضاً ص
۳۔ ایضاً ص ۶۹۰

اختیاری فقر

حضرت عیال داری کی ضرورت کے باوجود نذرانے بہت کم قبول فرماتے بڑی تنگی سے گزر بسر ہوتی تھی حضرت نظام الملت فرماتے ہیں آپ کو مرشد عالم کی طرف سے اجازت تھی کہ پانچ سو درہم تک قرض لے کر خرچ کر لیا کریں جب فاقہ دو تین دن سے بڑھنے لگتا تو اہل خانہ پڑوسی شرف الدین بقال سے قرضہ لے کر خرچ کر لیتے بقال کی بیوی ایک دن بولی اگر ہم ان کے ہمسایہ نہ ہوتے تو خدا جانے ان کا کیا حال ہوتا۔ اہل خانہ نے یہ بات حضور کو عرض کر دی آپ نے فرمایا ''آج سے قرض چھوڑ دیا جائے میرے حجرے کے اس طاق کو دیکھو جس چیز کی ضرورت ہو بسم اللہ پڑھ کر اس میں ہاتھ ڈالو اور وہ چیز نکال لو۔''

حرم پاک ضرورت کے وقت اس میں ہاتھ ڈال دیتیں اور گرما گرم روٹی نکال لیتیں گھر والے اسی پر بسر اوقات کرتے کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اسی روٹی کی وجہ سے آپ کا لقب مبارک کاکی پڑ گیا۔[1]

یہ زمین مہک رہی ہے

حسب تحریر سیر الاولیاء آپ نماز عید سے فارغ ہو کر ایک غیر آباد زمین سے گزر رہے تھے کہ وہاں رک گئے کچھ غور فرماتے ہیں غلاموں نے عرض کیا حضور! عید کا دن ہے مخلوق خدا آپ کے انتظار میں در دولت پر جمع ہو گی۔ بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں نہ رکیں اور گھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا ''مرا ازیں زمیں بوئے دلہا می آید'' (مجھے اس سرزمین سے دلوں کی مہک آ رہی ہے۔)[2]

آپ گھر تشریف لے گئے اس زمین کے مالک کو بلوایا گیا آپ نے زمین خریدی یہیں آپ کا مزار بنا اور پھر اسی جگہ بے شمار زعمائے ملت مدفون ہوئے ہم اوپر حضرت فخر جہاں اور ان کی اولاد پاک کے مزارات کا ذکر کر آئے ہیں۔

حسب روایت مولانا محمد خان جہاں آج جامعہ محمدی شریف (ضلع جھنگ) قائم

---

[1] مرآۃ الاسرار ص ۶۹۱

[2] ایضاً ص ۶۹۱

ہے وہاں سے مرشد اہل اسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی گزرے تو رک گئے ارشاد ہوا مجھے یہاں سے علم کی مہک آ رہی ہے پھر وہیں کچی جھونپڑیاں تعمیر ہو گئیں اور حضرت مولانا محمد ذاکر کی مساعی جمیلہ سے وہاں شاندار علمی مرکز قائم ہو گیا۔ جسے آج حضرت مولانا محمد رحمت اللہ آگے بڑھانے اور علمی مہک کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔

معاصرین

حضرت قطب عالم ملتان میں حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے بھی ملے دونوں حضرات میں باہمی مودت کا گہرا جذبہ موجزن تھا یہاں آپ کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے بھی ہوئی تینوں صنادید اسلام کی خوب محفلیں جمتی تھیں والئ ملتان قباچہ خان بھی حاضر خدمت ہوتا تھا حسب روایت سیر الاولیاء اس نے کفار کے خلاف ان حضرات سے مدد بھی مانگی تھی کیونکہ کافر لشکر ملتان کے قلعہ کے دامن تک پہنچ چکا تھا حضرت قطب نے اسے تیر دیا اس نے کافروں کی طرف پھینکا تو صبح کافر قلعہ کے پاس موجود نہیں تھے رات ہی رات واپس چلے گئے یہ حضرت قطب ملت کی کرامت تھی۔[1]

یہ حضرات تو ملتان میں ملے جب حضرت دہلی پہنچے تو وہاں سلطان شمس الدین التمش جو شاہ ہند تھے حلقہ عقیدت میں آئے ہفتہ میں ایک دفعہ ضرور وقت نکال کر حاضر خدمت ہوتے آپ نے سلطان کو مقام ولایت پر پہنچایا وہ آپ کے خلیفہ تھے شیخ جمال الدین محمد بسطامی بھی دہلی میں ملے انہیں آپ سے کمال اخلاص تھا ان کے کمالات کا ذکر سلطان المشائخ نے فوائد الفواد میں نقل فرمائے ہیں۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری (جن کا اصل نام محمد عطا تھا) حضرت کو پہلے بغداد میں مل چکے تھے یہاں دہلی میں گہری محبت پیدا ہو گئی اکثر وہ حضرت کی صحبت میں بھی رہتے اور سفر میں بھی ساتھ دیتے۔ فرید الملۃ تو ملتان میں ہی حلقہ ارادت میں آ گئے اور دہلی میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

دہلی میں شادی اور اولاد

بقول مصنف سیر العارفین حضرت قطب اسلام نے زندگی کے آخری حصے میں شادی فرمائی دو صاحبزادے شیخ محمد اور شیخ احمد تھے مقدم الذکر بچپن میں ہی فوت ہو گئے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۸۲

حضرت احمد کا مزار اپنے والد گرامی کے پہلو میں ہے۔ آپ صاحب کمالات و کرامات تھے لہٰذا آپ کا لقب احمد پڑ گیا تھا حضرت نظام الاولیاء کے دور میں آپ زندہ تھے۔[1]

ریاضات ومجاہدات

حقائق و معارف کے بیان میں آپ بے عدیل اور ریاضات و مجاہدات میں اپنے دور میں بے مثال تھے۔ استغراق و فنائے احدیت میں آپ مشار الیہ تھے۔ سب مشائخ آپ کی عظمت کے قائل تھے۔ استغراق کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی ملنے آتا تو دیر کے بعد آپ کو معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے محض اس کی دلجوئی کے لئے ایک دو باتیں کر کے اسے رخصت فرما دیتے۔ ارشاد ہوتا مجھے معذور رکھو فنائے احدیت کا یہ حال تھا کہ صاجزادہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔[2]

قطب وفرید کی آخری ملاقات

حضرت فرید فرماتے ہیں میں نے ادباً منہ زمین پر رکھ کر حضرت سے ہانسی جانے کی اجازت طلب کی آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا ''بابا فرید جانا چاہتے ہو'' میں پھر آداب بجا لایا اور عرض کی جس طرح حضور کا فرمان ہو گا تعمیل ہو گی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تقدیر میں یہی لکھا ہے۔ میں بھی تو حضور خواجہ بزرگ کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا تم بھی میرے سفر آخرت کے وقت حاضر نہیں ہو گے۔ حاضرین کو فرمایا ان کی مزید نعمت کے لئے فاتحہ و اخلاص پڑھو سب نے تعمیل کی آپ نے مصلیٰ اور عصا عطا فرمایا دوگانہ پڑھنے کا حکم دیا فرمایا تمہاری امانت قاضی حمید الدین ناگوری کے حوالے کروں گا۔ میرے وصال کے چار پانچ دن بعد وہ تمہیں پہنچا دیں گے۔ ان اشیاء کا حق ادا کرنا' ہمارا مقام اب تمہارا مقام ہے اس فقرے پر آہ کے نعرے بلند ہوئے۔ مزید فرمایا مریدوں کو پیروں کی نسبت پر چلنا چاہئے کہ قیامت کو شرمندگی نہ ہو۔ خصوصی طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے مرید! دنیا اور آخرت میں تو میرا دوست دار ہے مگر غافل نہ رہنا کہ راہ پر خطر ہے پھر حضور نے مشائخ کے ملفوظات نقل فرمائے آخر میں ارشاد ہوا۔ ''میں نے تیس سال تک ہر قسم کی زبان استعمال کی لیکن کچھ

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۹۰ بحوالہ سیر العارفین

۲۔ ۵ ایضاً ص ۶۹۱۔۶۸۴

نہ ملا ہر قسم کے ہاتھوں سے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن وہ نہ کھلا۔ ہر قسم کے قدموں سے چلا لیکن منزل گاہ عزت تک رسائی نہ ہوئی۔ جب بلا کے ہاتھ سے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبان اندوہ سے التجا کی تو منزل مقصود تک پہنچ گیا۔"[1] اب سب حضرات اجازت طلب کر کے چلے گئے جب میری نوبت آئی تو آپ نے میرا سر اپنی گود میں لے کر فرمایا۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ۔ (یہ میرے اور تمہارے درمیان فراق و جدائی کا وقت ہے) جاؤ اللہ تعالیٰ کے حوالے، ہم نے تمہیں منزل پر پہنچا دیا۔ اب حضرت فرید ہانسی چلے گئے۔

سفر آخرت

بقول سیدنا نظام الاولیاء حضرت علی سنجری کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی حال و کمال والوں کا مجمع تھا۔ قطب اسلام شمع محفل تھے حضرت احمد جام کا یہ شعر قوالوں کی زبان پر تھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ترجمہ: تسلیم کے خنجر سے ذبح ہونے والوں کو ہر لحہ غیب سے ایک نئی جان مل جاتی ہے۔

حضرت قطب پر حال طاری ہو گیا بے ہوش ہو گئے۔ حضرت حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی آپ کو گھر لے آئے قوال بھی ساتھ آئے۔ تین دن اور تین راتین یہی استغراقی حالت طاری رہی قوالوں کو یہی شعر دہرانے کا حکم دیتے رہے اور وجد طاری رہا اس سے آپ کے وجود اقدس کی ہر ہڈی الگ ہو گئی۔ تیسرے دن استغراق میں مزید اضافہ ہوا۔ مذکورہ بالا دونوں حضرات نے عرض کیا خلفاء میں سے کس کے لئے آپ کی مسند پر بیٹھنے کا حکم ہے فرمایا۔ دستار۔ خرقہ۔ مصلی اور لکڑی کے نعلین (کھڑاؤں) جو خواجہ اجمیر سے مجھے ملے ہیں خواجہ فرید الدین مسعودؒ کو پہنچا دینا وہی میرے جانشین ہیں اس ارشاد کے بعد آپ راہی ملک بقا ہوئے مشاہدہ حق کا استغراق مکمل ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وصال اقدس سوموار چودہ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو سلطان شمس التمش کے عہد میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پچاس سال تھی۔ حوض شمسی سے قریب مزار بنا۔

[1] مرآۃ الاسرار ص ۶۹۲۔۶۹۳ بحوالہ فوائد السالکین

خلفائے عالی مرتبت

اکثر تذکروں میں حضرت کے مندرجہ ذیل خلفاء کے نام ملتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ بہت سے خلفاء کے نام کئی وجوہات کی بنیاد پر رہ گئے ہیں اور اکثر اولیائے گرامی کے خلفاء کے سب نام درج نہیں ہو سکے۔ وہ حضرات گمنامی کی زندگی کو شہرت کی زندگی پر ترجیح دیتے تھے نیز تحریری کام بھی ہمارے مشائخ کے ہاں کم ہوتا تھا عقیدت کیشوں کا مرجع ذات شیخ ہوتی تھی خلفاء پر توجہ کم ہی ہوتی' خلفاء میں سے کوئی صاحب مسند پر بیٹھ کر مرجع انام بن گئے تو ان کا تذکرہ ہو گیا ورنہ گمنامی کے صحرا میں اوجھل ہو گئے۔

۱۔ فریدالملۃ حضرت فریدالدین گنج شکر اجودھن (پاک پتن شریف)

۲۔ شیخ بدرالدین غزنوی دہلی۔

۳۔ خواجہ عماد الدین بلگرام۔ تارک دنیا تھے اپنے آپ کو چھپاتے' طالب علمانہ شکل میں بلگرام سے سحری کے وقت نکلتے دریائے گنگا کو عبور کر کے قنوج جاتے وہاں سارا دن پڑھتے اور شام کو واپس آ جاتے مگر کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ آپ علم کے حاصل کرنے کے لئے اتنی مشقت برداشت فرما رہے ہیں آپ نے کسی کو نہ مرید کیا اور نہ ہی خلیفہ بنایا حالانکہ آپ وقت کے قطب اور صاحب ولایت تھے۔[1]

۴۔ خواجہ سید محمد صغریٰ۔ انہوں نے اعلائے کلمہ دین اور احیائے سنت و اماتتِ بدعت میں ریکارڈ کام کیا۔[2]

۵۔ حضرت شیخ محمود نہروالہ۔ ۶۔ شیخ حضرت معز الدین دہلی۔ ۷۔ حضرت شیخ حامد الدین نہروالہ۔ ۸۔ حضرت شیخ سعد الدین۔ ۹۔ حضرت شیخ قاضی عماد (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم)

پانچ سے نو تک حضرات کا ذکر گلزار ابرار میں مختصر حالات کے ساتھ درج ہے۔

سلسلہ کی نشر و اشاعت کا سب سے زیادہ کام خواجہ خواجگاں حضرت فرید الملت نے ہی کیا۔ شیخ بدرالدین غزنوی نے بھی کافی کام کیا۔ آتش نوا خطیب تھے ان کی محافل وعظ میں خواجہ گنج شکر' قاضی حمید الدین ناگوری' قاضی منہاج السراج' سید نور الدین مبارک غزنوی اور

۱۔ تاثر الکرم ص ۱۰۔۹ از آزاد بلگرامی۔ مرآۃ المبتدین از سید شریف بلگرامی۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۴

۲۔ تاثر الکرام ص ۱۱

مولانا وجید الدین (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم) جیسے عظماء شریک ہوتے تھے مگر قطب چشتیہ کے وصال کے بعد یہ حال نہ رہا امراء کی محافل کی زینت بن گئے ان کے اس انداز پر ہلکے انداز سے خود خواجہ نظام الاولیاو دہلوی نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور جب حالات کی خرابی کے پیش نظر خود غزنوی صاحب روئے تو فرید الملۃ سے درخواست دعا کی تو آپ نے فرمایا ''جو اپنے پیروں کے طریقے پر نہیں چلتا اس سے ایسا ہی ہوتا ہے۔''[1]

ان کے خلیفہ شیخ امام الدین ابدال حضرت نظام الاولیاء کے ہاں محافل سماع میں آتے تھے ابدال صاحب کے خلیفہ شہاب الدین عاشق تھے۔ ان کے بعد عماد الدین اور ان کے بعد شیخ تاج الدین امام تھے جن کا ایک رسالہ بنام ''رسالہ حال خانوادہ چشت'' تھا۔ جس میں شیخ غزنوی سے لے کر شیخ تاج تک سب کے حالات تھے۔ شیخ غزنوی خود صاحب دیوان شاعر تھے مگر ان کا دیوان دستیاب نہیں ہے۔

مصنف ارباب طریقت نے مزید ان خلفاء کے نام بھی لکھے ہیں۔

۱۔ سلطان شمس الدین التمش۔ ۲۔ شیخ برہان الدین بلخی۔ ۳۔ قاضی حمید الدین ناگوری۔ ۴۔ مولانا برہان الدین حلوائیؒ۔ ۵۔ حضرت شیخ نجم الدین قلندر (رحمتہ اللہ علیہم)

۶۔ شیخ ضیاء الدین رومی۔ ۷۔ شیخ حسین۔ ۸۔ شیخ فرزغ۔ ۹۔ شیخ احمد تیاجی۔ ۱۰۔ شیخ سنجری مجرور۔ ۱۱۔ مولانا فخر الدین حلوائی۔ ۱۲۔ شیخ بدر الدین موئے تاب۔ ۱۳۔ شاہ ابوالقاسم تبریزی۔ ۱۴۔ نظام الدین ابوالمؤید۔ ۱۵۔ نصیر الدین غازی۔ ۱۶۔ مولانا محمد عاجزی۔ ۱۷۔ شیخ محمود بہاری (رحمتہ اللہ علیہم)

نمبر ۶ سے نمبر ۱۷ تک کے اسمائے گرامی علامہ احمد اختر گورگانی نبیرہ حضرت سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی نے اپنی کتاب تذکرۃ الفقراء کے ص ۵۰ پر نقل کیے ہیں۔

۱۔ فوائد الفواد ص ۱۶۶ (فارسی) نیز تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۶۔۱۵۴

شیخ الاسلام، شیخ العالم، وحید العصر، فرید الدھر

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت سراپا

۵۸۴ھ/ ۱۱۸۸ء

چاولی مشائخاں علاقہ ملتان

کوٹھیوال

وفات شریف

پنجشنبہ (جمعرات) ۵ محرم ۶۶۴ھ

۱۳ اکتوبر ۱۲۶۵ء۔ ۱۔ (وفیات) پاکپتن شریف

۶۷۰ھ تذکرۃ الفقراء۔ ۲۔ بابا فرید الدین

مسعود گنج شکر ترجمہ طاہر اسدی

۶۹۰ھ تذکرہ سید سکندر شاہ۔ ۳۔ سہ شنبہ ۵ محرم

۶۶۸ھ۔ ۶۶۹ھ مرآۃ الاسرار

۶۵۹ھ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی

ولادت سراپا سعادت

شیخ العالم فرید الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اس عالم ظاہر میں ۵۸۴ھ میں جلوہ افروز ہوئے پیدائشی نام مسعود تھا۔ سعادت اس ولایت مآب کے ماتھے سے چمک رہی تھی۔ جس نے کل شیخ العالم بننا تھا۔ آپ کے مشہور القاب یہ ہیں۔ فرید الدین۔ بابا فرید اور گنج شکر رضی اللہ عنہ۔ کچھ حضرات نے آپ کی ولادت باسعادت ۵۸۲ھ اور ۵۸۴ھ کے درمیان بتائی ہے۔

والد گرامی اور مقام ولادت

والد مکرم کا نام نامی جمال الدین سلیمان تھا۔ چنگیزی حملے کے دوران میں آپ نے اپنے وطن مالوف کابل کو خیر باد کہا اور سلطان شہاب الدین کے دور میں لاہور تشریف لائے۔ دوران سفر کچھ دن قصور میں بھی قیام فرمایا۔ بادشاہ کی خواہش پوری کرتے ہوئے ملتان میں آئے اور یہیں مولانا وجیہ الدین خجندی کی صاحبزادی قرسم خاتون سے شادی کی۔ ملتان کے قریب قصبہ کوٹھیوال (چاولی مشائخاں) میں مقیم ہو گئے۔ آپ چشتی خاندان سے متوسل تھے۔ یہیں حضرت شیخ العالم فرید زمان نے اپنی آنکھ کھولی۔ حضرت جمال الدین سلیمان کے دوسرے بھائی کا نام شیخ عبداللہ تھا ان کی اولاد میں حضرت مجدد الف ثانی تھے از بیان اخلاق احمد ص ۳۶ تیسرے بھائی شیخ شعبان تھے ان کی اولاد جون پور میں آباد ہے۔ (تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی)۔

شجرۂ نسب

حضرت گنج شکر کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ کابل اور سترہ واسطوں سے حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی اور بیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔[1]

بقول مصنف مرآۃ الاسرار شیخ عبدالرحمان چشتی آپ کے پردادا چنگیز سے مقابلہ کرتے کابل میں شہید ہو گئے تھے اور آپ کے دادا قاضی شعیب بال بچوں سمیت لاہور

۱۔ ارباب طریقت ص ۱۲۱ از حاجی محمد ادریس بھوجیوانی نیز سیر الاولیاء از سید محمد کرمانی بحوالہ مراۃ الاسرار ص ۵۴۷ از شیخ عبدالرحمٰن چشتی

تشریف لائے وہاں سے قصور گئے جہاں قاضی قصور نے بڑی مہمانداری کی شاہ وقت کو آپ کے حالات سے مطلع کیا۔ قاضی شعیب کو بادشاہ نے کوٹھیوال کا قاضی بنا دیا ان کے وصال کے بعد حضرت کے والد جمال الدین سلیمان کوٹھیوال کے قاضی بنے جمال الدین سلیمان کوٹھیوال کے قاضی بنے ۔ یہاں ہی ان کی قبر بھی ہے۔ آپ کے دو بھائی اور تھے حضرت عزالدین محمود اور شیخ نجیب الدین متوکل۔

حضرت کی والدہ ماجدہ بڑی عفیف' باصلاحیت اور کمالات و کرامات والی خاتون تھیں حضرت کے ملفوظات میں ان کی عظمت کی گواہی جگہ جگہ پر ملتی ہے۔ آپ کے والد بچپن میں فوت ہو گئے والدہ ماجدہ نے تربیت فرمائی اور تربیت کا حق ادا فرما دیا۔ بلکہ آپ کی طرح کئی چشتی بزرگوں کی تربیت ان کی ماؤں نے ہی فرمائی۔

تعلیم و تعلم

بچپن اپنے قصبہ میں گزار کر ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی پھر ملتان کی ایک مسجد کی درسگاہ میں تشریف لے گئے۔ یہ مسجد مولانا منہاج الدین ترمذی کی تھی یہاں آپ متداول علوم پڑھنے میں مصروف ہو گئے پھر وہ واقعہ پیش آیا جس نے آپ کو فرید الدھر بنا دیا۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ آپ ظاہری علوم کے بھی متبحر عالم تھے۔ (پنجاب کے صوفی دانشور ص ۴۸۔۴۵)

مرشد مل گئے

حضرت فرید مسجد میں بیٹھے ایک طالب علم کی حیثیت سے شہرہ آفاق فقہی کتاب النافع کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ ایک بزرگ مسجد میں تشریف لائے انہوں نے خوبصورت اور خوب سیرت نوجوان کو دل کی گہرائیوں سے مطالعہ میں محو پایا۔ پوچھا نوجوان کیا پڑھ رہے ہو؟ حضرت فرید نے سر اٹھایا تو ایک مجسم حسن کو سامنے پایا جس کی نگاہیں دل چیر کے نکل رہی تھیں۔ عرض کیا حضور! اس کتاب کو النافع کہتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ ''بیٹا! خدا کے فضل و کرم سے یہ کتاب تمہارے لئے نافع ہو گی۔'' یہ مختصر سا فقرہ حضرت فرید کو کسی اور دنیا میں لے گیا۔ عرض کیا ''مجھے نفع تو آپ کی کیمیا اثر نگاہ سے ہو گا۔'' فرید اٹھے قدم بوسی کی' دل لٹ

گیا۔ مرشد کی تلاش کی اب ضرورت نہ رہی کنواں خود پیاسے کے پاس پہنچ گیا۔ اب درخواست زبان پر آگئی لب گویا ہوئے ''حضور! مجھے مرید فرمالیں۔'' درخواست نے شرف قبولیت پایا۔ مرید کے دل میں محبت کی آگ جل رہی تھی چاہا کہ علوم ظاہری چھوڑ کر ساتھ چلوں مگر مرشد نے فرمایا ''مذہبی تعلیم پر پوری توجہ دو اور ساتھ ہی ساتھ طریقت کو بھی جاری رکھو۔'' ہمارے مشائخ کا یہی دستور العمل تھا وہ علوم دینیہ کی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے۔ فرید دوراں کے سامنے مسجد میں تشریف لانے والے چشتیت کے عظیم آفتاب حضور قطب العالم بختیار کعکی تھے۔ جو آگ جلا کر دہلی کی طرف بڑھے تین منازل حضرت فرید ساتھ گئے۔ [1] الوادع ہونے لگے تو مرشد نے فرمایا ''فرید! کچھ عرصہ ظاہری علوم حاصل کرو پھر دہلی آ کر ہمارے ساتھ رہو۔'' اس وقت حضرت فرید کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ پانچ سال مزید آپ نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ دل کے دروازے باطنی علوم کے لئے بھی کھل چکے تھے۔ [2]

اسلامی دنیا کی سیر

حسب تحقیق حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الاولیاء دہلوی حضرت فرید زماں اب عازم بغداد ہوئے۔ وہاں کے عظیم المرتبت مشائخ کی زیارت فرمائی۔ امام سلسلہ سہروردیہ حضور شہاب الدین سہروردی کی قدم بوسی کا بھی آپ اقرار فرماتے ہیں۔ چند دن ان کے پاس رہتے ہیں حضرت سہروردیؒ کی فتوحات اندازاً روزانہ دس ہزار دینار بتاتے ہیں یہ سب فتوحات رات سے پہلے حضور سہروردی درویشوں اور عوام پر خرچ فرما دیتے ہیں رات کو ایک پیسہ بھی ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ وہاں شیخ اجل حضرت شیرازی سے بھی ملتے ہیں۔ آپ ان کی دست بوسی فرماتے ہیں تو وہ آبدیدہ ہو کر کہتے ہیں۔ ''آؤ اے لنگر عالم خوب آئے'' اس فقرے سے بھی حضرت کا مستقبل واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کو سیراب کرنے کے لئے حضور فریدؒ نے صرف ظاہری لنگر ہی نہیں لگایا بلکہ باطن کی دنیا کو سیراب کرنے کے لئے برصغیر میں وہ بے مثل لنگر لگایا جو آج تک چشتی خانقاہوں میں جاری و ساری ہے۔ حضرت

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۵۵۔۷۵۶ نیز بابا فرید الدین مسعود گنج شکر از جعفر قاسمی ترجمہ طاہر اسدی ص ۲۳۔۲۴

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۵۶

شیرازی نے آپ کے رزق میں برکت کی دعا بھی فرمائی۔ بغداد سے واپسی پر ایک درویش جنگل میں دیکھا صرف ہڈیاں تھیں آپ کے دل میں خیال آیا خدا جانے کب سے یہ جنگل میں پڑا ہے اسے روشن ضمیری سے بات معلوم ہوگئی کہنے لگا۔ فرید! چالیس سال سے اس غار میں ہوں، بستر بس یہی خاشاک ہے، حضرت اس خدا مست فقیر کے پاس بھی چند دن ٹھہرے پھر عازم بخارا ہوئے۔

بخارا میں حضرت شیخ سیف الدین باخرزی سے نیاز بھری ملاقات رہی وہ جب بھی آپ پر نگاہ ڈالتے فرماتے۔ ''یہ لڑکا مشائخ روزگار سے ہوگا۔ سارا جہان اس کا مرید اور اولاد ہوگا۔'' انہوں نے حضرت فرید کو اپنی سیاہ گلیم بھی پہنا دی۔ پھر بخارا سے باہر ایک مسجد میں ایک ولی کامل سے ملاقات کا ذکر بھی حضرت فرماتے ہیں ان کی حضرت بہت تعریف کرتے ہیں ان کا ارشاد تھا۔ ''یہ راستہ صدق کا ہے جو کوئی صدق سے گامزن ہوتا ہے دوست تک پہنچ جاتا ہے--- اپنے آپ سے بیگانہ ہونا چاہئے تاکہ دوست سے یگانہ ہوا جائے۔'' یہاں عالم غیب سے شوربے کے دو پیالے اور چار روٹیاں آتی ہیں ان کی لذت بے مثل تھی پہلے کبھی اتنا لذیذ کھانا نہیں کھایا تھا۔ رات گزری تو صبح یہ عظیم انسان غائب تھے اور ہمارے ممدوح حضرت فرید بدخشاں تشریف لے گئے وہاں سے ملتان تشریف لائے۔

ملتان میں حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا ''کار خود تا کجا رسانیدہ؟'' (کام کہاں تک پہنچایا ہے) آپ نے جواباً فرمایا۔ ''اگر کہوں تو یہ کرسی جس پر آپ بیٹھے ہیں ہوا میں کھڑی ہو جائے'' فقرہ تو منہ مبارک سے نکل گیا حکم تو نہیں دیا مگر کرسی سچ مچ ہوا میں معلق ہوگئی۔ حضرت زکریا نے فرمایا۔ ''مولانا فرید! خوب مقام حاصل کیا۔''

دہلی کی حاضری

اب مرشد برحق کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے حضرت قطب جہاں نے فرمایا۔ ''مولانا فرید کار خو تمام کردہ آمدی'' (فرید! کام مکمل کر کے میرے پاس آئے ہو) بقول حضرت نظام الاولیاء واقع سناتے ہوئے جب مرشد جہاں فرید یہاں پہنچے تو زور سے نعرہ مار کر بے ہوش ہوگئے اور تین دن رات عالم استغراق آپ پر طاری رہا۔ عالم صحو میں آئے تو

فرمایا ''مردان خدا نے ایسا ہی کیا تب کسی مقام پر پہنچے۔'' [1]

حضرت فرید الدھر کے بیرونی سفر

ہم ابھی حضرت فرید کے چند بیرونی سفروں کا ذکر کر چکے ہیں عصر حاضر کے مؤرخ جناب خلیق احمد نظامی نے ان سفروں کا اس بنیاد پر انکار کیا ہے کہ ابتدائی کتب میں ان سفروں کا ذکر نہیں فوائد الفواد، خیر المجالس اور سیر الاولیاء میں ایک لفظ بھی ان سفروں کے متعلق نہیں نیز یہ انتہائی ہنگامہ خیز دور تھا منگول اسلامی دنیا کو تاراج کر رہے تھے لہٰذا سفر کر کے ان علاقوں میں جانا قرین قیاس نہیں ان کے اپنے مرشد برصغیر میں تھے لہٰذا ان کا بیرون ملک جانا چنداں بجا نہیں ہے۔

مگر یہ سب حضرات آپ کا سفر قندھار تسلیم فرماتے ہیں جہاں آپ حصول علم کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سفر بارہویں صدی عیسوی کے آخری عشرے میں تھا۔ اگر یہ حقیقت ہے تو صرف مفروضوں کی بنیاد پر انہیں قندھار سے آگے جانے سے روکا نہیں جا سکتا۔ مسلم اولیاء نے ماحول سے بے نیاز ہو کر طویل سفر فرمائے ہیں، حضرت بابا اگر اپنے اسلاف کی روایات کے پیش نظر طویل سفر اختیار فرمائیں تو کسی کو حیران نہیں ہونا چاہئے بلکہ پلٹ کر ان کے دادا پیر حضرت اجمیریؒ کے سفروں پر نگاہ ڈالنی چاہئے اسی سنت کو فرید بھی تو جاری فرما رہے تھے۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ حضرت نے افریقہ تک سفر اختیار فرمائے۔ توفیق کنعاں اپنی کتاب ''فلسطین کے مسلم اولیاء اور عبادت گاہیں'' (۱۹۲۷ء) میں نقل کرتے ہیں کہ ''فلسطین میں ایک زاویہ ہے جس کا نام شیخ فرید گنج شکر کے نام پر ہے۔'' سید محمد لطیف اپنی کتاب ''لاہور اس کی تاریخ اور آثار قدیمہ'' (۱۸۹۲ء) میں بھی لاہور میں آپ کے چلہ کا ذکر کرتے ہیں جو موجودہ ضلع کچہری کے مغرب میں واقع ایک ٹیلے پر تھا۔ بقول جعفر قاسمی حصول تعلیم کے لئے ان ممالک کے سفر کئے تھے۔ یہ سفر مرشد کی پہلی ملاقات اور پانچ سال کے بعد دہلی حاضری کے درمیانی عرصے میں ہوئے۔ [2] بنگال میں بھی چاٹگام کے مقام پر

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۵۸۔۷۵۷

۲۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ص ۵۷

ایک چشمہ آپ کے نام پر ہے۔

خلافت واجازت

حضرت قطب الاسلام نے بے پایاں نوازشات سے آپ کو نوازا جس طرح حضرت ولئ ہند اجمیری رضی اللہ عنہ کی نگاہ انتخاب حضرت قطب عالم پر تھی اسی طرح حضرت قطب کی نگاہ حضور بابا فرید پر تھی دہلی میں جب حضرت اجمیری تشریف لائے اور حضرت فرید کو دیکھا تو حضرت قطب کو فرمایا ''بابا قطب الدین تم نے ایسا عظیم شہباز قید کر رکھا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوا کسی جگہ آشیانہ نہیں بناتا یہ فرید وہ شمع ہے کہ درویشوں کے خاندان کو منور کر دے گا۔''

باطنی فیوض سے حضرت فرید کا سینہ منور فرما دیا اور جب حضرت قطب کے اس دنیائے ظاہری میں آخری لحات تھے تو ان سے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی نے عرض کیا ''آپ کے خلفاء میں سے کس کے لئے حکم ہے کہ وہ آپ کی مسند پر بیٹھے۔'' آپ نے فرمایا دستار، خرقہ، مصلیٰ اور نعلین چوبیں (لکڑی کے جوتے جنہیں پنجابی میں کھڑاواں کہتے ہیں) جو خواجہ بزرگ سے مجھے ملے ہیں شیخ فرید الدین مسعود کو پہنچا دینا کیونکہ میرے جانشین وہی ہیں یہ کہہ کر آپ نے جان مشاہدہ حق میں کر لی۔''[1] حضرت خواجہ فرید نے حضرت قطب کے وصال کے بعد کشف سے ہانسی میں بات معلوم کر کے دہلی کا راستہ لیا۔ وصال کے چوتھے دن آپ کے مرقد اقدس پر حاضری دی۔ قاضی ناگوری نے حضرت قطب کی امانتیں پیش کیں آپ نے غایت تعظیم سے وصول فرما کر خرقہ پہنا اور حضرت قطب کی مسند پر تشریف رکھی۔ ساری مخلوق کا رخ آپ کی طرف ہو گیا۔ حضرت قطب کے وصال کے بعد ۳۵ سال تک آپ بقید حیات رہے اور برصغیر کے مسلمانوں کی دستگیری فرمائی آپ کا حلقہ اثر پورے عالم اسلام میں پھیلا اور آپ کو اس دور کے عظماء نے شیخ العالم اور شیخ الاسلام کہا۔

عبادات ومجاہدات

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے چکوال کے ایک عظیم الشان جلسہ

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۹۴ ایضاً ۶۱۷۔۶۶۰

کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ''حضرت شیخ العالم نے راہ خدا میں اتنی ریا
اور عبادتیں فرمائی ہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو گیا ہوتا تو آپ کو مقام نبوت سے نو
جاتا۔'' ہم جب مختلف تذکرہ نگاروں کی نگارشات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے
حضرت بابا نے مجاہدات و ریاضات میں ایسی بلند مثالیں چھوڑی ہیں جن کی تقلید اگر محا
نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے۔[1]

سب سے مشکل ریاضت جو آپ نے فرمائی وہ ''نماز معکوس'' ہے۔

حضرت خواجہ قطب اسلام نے آپ کو نماز معکوس کا حکم دیا۔ اس کا طریقہ یوں
ارشاد فرمایا ''ایسی مسجد تلاش کرو جس کے سامنے کنواں ہو کنوئیں کے کنارے درخت ہو مسج
کا مؤذن متدین ہو درویشوں کے اسرار کا واقف و رازدار ہو پاؤں اس درخت کے ساتھ
بذریعہ رسی باندھ کر کنوئیں میں سر کے بل لٹک کر مشغول حق تعالیٰ ہو جاؤ۔'' حضرت فرید
ایسی جگہ دہلی میں نہ ملی ہانسی میں اور دیگر علاقوں سے ہوتے ہوئے اوچ شریف (احمد پو
شرقیہ بہاول پور) آئے۔ تو سب کچھ مل گیا مسجد کے مؤذن خواجہ رشید الدین مینائی ہانسی کے
رہنے والے اور آپ کے معتقد تھے راز و نیاز کی باتیں ہوئیں وہ روزانہ آپ کو عشاء کی نماز
کے بعد کنوئیں میں لٹکا دیتے اور صبح کی نماز سے پہلے نکال لیتے۔ صبح کی نماز کے بعد سارا
دن آپ مسجد میں مراقبہ میں رہتے چالیس راتیں معکوس چلہ کر کے اپنے مرشد کا فرمان پورا
کیا۔ ہمارے اسلاف میں سے حضرت ابوسعید ابوالخیر اور حضرت ابو محمد چشتی نے بھی چلہ
معکوس فرمایا ہے۔ حضرت فرید نے اپنے مشائخ کی سنت کو زندہ فرما دیا۔[2]

ملاحظہ فرمائیں حالات سیدنا ابو محمد چشتی۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ

آپ کے مجاہدات کا ایک اور واقعہ سیر الاولیاء میں یوں مذکور ہے کہ آپ نے
مرشد سے مجاہدہ کی اجازت چاہی۔ حضرت نے طے کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ دو تین دن کے
بعد جو غیب سے ملے اس سے افطار کر، جب تیسرا دن ہوا تو کوئی آدمی کچھ روٹیاں لایا غیب کا
رزق سمجھ کر آپ نے تناول فرمایا مگر پیٹ میں شدید درد ہوا آپ نے قے کر کے اسے نکال

۱۔ مراۃ الاسرار ص ۶۹۴ ایضاً ۷۶۱۔۷۶۰

یا اپنے مرشد سے ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا وہ شرابی کے گھر کا کھانا تھا عنایت حق نے وہ تمہارے پیٹ سے نکال دیا ہے۔ جاؤ مزید تین دن طے کا روزہ رکھو۔ دن چھ گزر گئے افطاری کے لئے کچھ نہ آیا بھوک کی شدت تھی زمین پر ہاتھ مارا چند سنگریزے منہ میں ڈال لئے وہ شکر بن گئے نکال پھینکے کہ کہیں شیطان کی چال نہ ہو رات کے آخری حصے تک کئی دفعہ ایسا ہی ہوا پھر خیال آیا حضرت خواجہ کا ارشاد تھا جو غیب سے ملے اس سے افطار کر لو۔ یہ شکر شاید نعمت الٰہی ہو اب پھر چند سنگریزے منہ مبارک میں ڈالے تو وہ شکر ہو گئے۔ صبح مرشد کو واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا کہ اس شکر سے افطاری کر لی۔ اب جاؤ شکر کی طرح ہی میٹھے رہو گے۔ باہر کیا نکلے کہ ہر ملنے والا گنج شکر کہہ کر پکارنے لگ گیا۔

صاحب سیر العارفین نے اس طرح لکھا ہے کہ ریاضت نے سخت کمزور کر دیا پاؤں لڑکھڑایا گرے تو منہ میں مٹی چلی گئی وہ شکر بن گئی۔

اخبار الاخیار میں ایک واقعہ یوں بھی آتا ہے کہ ایک سوداگر شکر لادے اونٹ لے جا رہا تھا تو آپ نے اس سے شکر طلب فرمائی۔ وہ بولا یہ تو نمک ہے ارشاد ہوا نمک ہی ہو گا۔ سوداگر نے مال نکالا تو سچ مچ شکر نہیں تھی نمک تھا آپ کی خدمت میں افتاں خیزاں آیا تقصیر کی معافی چاہی عجز و نیاز کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا متفکر نہ ہو شکر ہی ہو گی۔ واپس گیا تو سب نمک شکر بن چکا تھا۔ اس مضمون کو شاعر نے یوں باندھا ہے۔[1]

کان نمک، جہاں شکر، شیخ بحر و بر — فرید تو نمک کی کان ہیں شکر کا جہان ہیں بحر و بر کے مرشد برحق ہیں وہ شکر کا نمک اور نمک کی شکر بنا دیتے ہیں۔

ور آں کز شکر نمک کند واز نمک شکر

یہ وہ تصرفات ولایت ہیں جو ماہیت اشیاء کو تبدیل کر دیا کرتے ہیں۔

بوسہ زن بر آستانِ کاملے

شخصیت و تعلیمات

حضرت فرید کی حیات طیبہ کے کچھ عناصر ایسے ہیں جو دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں آپ نے مصائب و تکالیف کا راستہ اختیار فرمایا۔ گمنامی کو شہرت پر ترجیح دی۔ جو دھن جیسے

۱۔ مراۃ الاسرار ص ۶۰۔۵۹

گمنام خطے کا انتخاب مشکل پسندی کا ہی غماز ہے وہاں کھانے کے لئے پیلو اور ڈیلے (کریر پھل) ملتے تھے بدمزہ سبزیاں تھیں بسا اوقات یہ چیزیں بھی نہ ملتیں تو کوئی مرید کاسۂ گدائی لے کر شہر میں جاتا اور غذا اکٹھی کرنے کی کوشش کرتا۔ فتوح آئیں؟ تو مریدوں میں تقسیم ہو گئے۔ ماوشما کا امتیاز نہیں تھا۔ پارسائی پر بھی فخر و ناز نہیں کیا جاتا تھا بڑے بڑے مرید چھوٹے چھوٹے کام کرتے تھے۔ حضرت کی ایک اور دلکش خصوصیت ان کا عزم محکم ہے یہ عزم محکم ان کی والدہ ماجدہ کی شدید تربیت نے پیدا فرمایا تھا اس عزم محکم کو خلوص نے تاباں کر دیا ان کا خلوص پوری زندگی میں جھلک رہا ہے نجی اور عوامی زندگی کے دھارے مل کر بہتے ہیں کیا مجال کہ کہیں تضاد پیدا ہو' رحم دلی لوگوں سے ہمدردی اسی خلوص کے حسین عکس تھے وہ سب اولیائے امت کا احترام فرماتے تھے۔ اس کی عملی تصویر یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے موسس اعلیٰ ہمارے چشتی مشائخ کی نظروں میں اتنے اہم ہیں کہ اُن کی کتاب عوارف المعارف کو وہ حرز جان سمجھتے ہیں۔

حضرت فرید تو ان سے ملے بھی اور اپنے لخت جگر کا نام بھی شہاب الدین رکھا اور حضرت زکریا ملتانی سہروردی سے آپ کی محبت ایک کھلی کتاب ہے یہی انداز دلربائی ہمیں ان کی محفل میں بھی ملتا ہے۔ عیبی لوگوں پر تعزیرات لگانا ان کا شیوہ نہیں تھا بلکہ عمدہ نصائح سے بدی کے راستہ سے ہٹانا ان کا کارنامہ تھا۔ طبیعت زہد کی وجہ سے خشک نہیں تھی لطیف مزاج دلوں کی پژمردگی دور کرتا تھا' میٹھی زبان' تاباں چہرہ' شہد جیسی میٹھی مسکراہٹ دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔ کسی مرید کی کوئی عادت چھڑوانی ہوتی تو بڑے حکیمانہ انداز کو اپناتے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک ماہر نفسیات دل و دماغ کا تجزیہ کر رہا ہے۔ میٹھے مزاج نے انہیں گنج شکر بنا دیا تھا۔ مٹی اور نمک کو بھی ان کی نگاہ کیمیا اثر نے شکر میں تبدیل کر دیا مگر جو مٹھاس ان کے مزاج اطہر میں شامل تھی وہ بھلا شکر کو کہاں نصیب ہوئی ہے۔

مرید نئی قمیص پیش کرتا ہے وہ پہن کر اتار دیتے ہیں شیخ نجیب الدین متوکل کو یہ قمیص مل جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے مجھے جو روحانی سرور و انبساط اپنی بوسیدہ و دریدہ قمیص میں حاصل تھا وہ اس میں حاصل نہیں ہو سکا۔[۱] یہ بھی سرور کل علیہ السلام کی ہی ایک ادا کی

۱۔ باوا فرید الدین گنج شکر از جعفر قاسمی ص ۶۹

نقل ہے۔ سرکار علیہ السلام نے جبہ فاروق اعظمؓ کو عطا فرما دیا تھا اور خود اپنی قمیص ہی پسند فرمائی تھی۔ یہ وہی زہد تھا جو مدینہ سے چلا تھا اور اولیائے امت سے ہوتا ہوا فرید چشتیہ تک پہنچا تھا روزہ بھی آپ کی فطرت ثانیہ تھا اضطراری دور کی بات نہیں ۔ وہاں تو محبوب نے آزمایا تو آپ نے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے روٹیوں کی صورت میں رکھ لئے جو آج بھی تبرکات فرید میں موجود ہیں جب اختیاری دور آیا اور فتوحات کے انبار لگ گئے تو ہمارے باباؒ نے عادت روزہ داری کے تسلسل کو نہیں توڑا' صبح چند گھونٹ شربت کے ہیں اور شام کو چند لقمے روٹی کے ہیں بسا اوقات پورے سال میں صرف وہ چند دن روزہ چھوڑا جاتا جن میں شرعاً روزہ ممنوع ہے۔

اسی ترک دنیا کا یہ انداز ہے کہ صرف ایک پرانا کمبل ہے جس کی لمبائی کم ہے آرام کے وقت روحانیت کا شہنشاہ اس کمبل پر دراز ہے اور عصا بطور سرہانہ پڑا ہوا ہے۔ اسے شیخ چوم بھی رہے ہیں کہ مرشد کا عطیہ ہے بچہ بھوک سے مر رہا ہے شیخ کو اطلاع ہوتی ہے مگر انہیں اضطراب نہیں گھیر سکتا کہ فقر اختیاری کی ادائیں نرالی ہوتی ہیں۔

خدمت کا یہ عجیب منظر بھی دیکھتے چلیں کہ مہمان آ گئے ہیں اور حضرت فرید خود آٹا پیس رہے ہیں چولہا جلا رہے ہیں روٹیاں پکا رہے ہیں مہمان کھا رہے ہیں اور فرید اسلام مسکرا رہے ہیں۔

کچھ فقیر آئے حضور خدمات بجا لاتے ہیں وہ جانا چاہتے ہیں آپ روکتے ہیں مگر فقیرانہ خبط خلد ہے وہ چل دیئے حضرت نے فرمایا صحرا میں نہ گھسنا' وہ نکلے تو آپ کے آنسو بہنے لگ گئے کیونکہ وہ صحرا میں بھٹک کر ہلاکت کی نذر ہو چکے ہیں حضرت کی نگاہ باطن اور وجدان کامل ان کی ہلاکت وفلاکت کا نظارہ پہلے ہی آ گر رہا تھا۔

فقر کے وقار کا لحاظ بھی آپ کے ساتھ تھا شاہوں سے کچھ لینا انہیں اپنے مشائخ کی طرح ناپسند تھا جب کسی کی سفارش کرنا پڑی تو شاہ کو صاف کہہ دیا اس شخص کا معاملہ پہلے اللہ تعالیٰ اور پھر تمہارے سپرد کرتا ہوں اگر تم اسے کچھ دو گے تو حقیقتاً دینے والا تو اللہ کریم ہے مگر عطا سے تمہیں ثواب ہوگا اور سائل احسان مند ہوگا'' یہ مقدس الفاظ ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں ان میں پوشیدہ وقار ہر نظر دیکھ سکتی ہے۔

ایک اور شخص نے سفارش نہ مانی تو سفارش کرانے والے کو فرمایا شاید تم لوگوں پر رحم نہیں کرتے لہٰذا آج تم پر رحم نہیں ہو رہا ہے پھر وہ شخص آ گیا جس کے سامنے آپ نے سفارش فرمائی تھی اس نے معذرت کی اور معتوب عہدیدار کو معاف کر دیا اور حضرت کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کا عہد کیا۔ آپ نے دونوں کے حق میں دعا فرمائی۔

اسی حکیمانہ انداز فکر کی جھلکیاں ہمیں ان دو واقعات میں بھی ملتی ہیں۔ آپ سماع پسند فرماتے تھے کہ مشائخ چشت کا طریقہ تھا مگر آپ کی محفل میں اس کے جواز و عدم جواز کی بحث چل نکلی بحث نے کج بحثی کی حدوں کو چھو لیا تو حضرت نے حکیمانہ فیصلہ کن انداز میں فرمایا۔ ''بڑائی تو صرف ذات خداوندی کے لئے ہے کوئی تو عشق الٰہی کی آگ میں جل کر فنا ہو گیا اور کوئی جواز و عدم جواز کی بحث میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

قاضی حمید الدین ناگوری کے پوتے حضرت شیخ شرف الدین کُشاں کشاں بیعت کے لئے اجودھن حاضر ہوئے ہیں مگر روانگی کے وقت ان کی کنیز نے حضرت کے لئے پگڑی بطور ہدیہ دی ہے۔ حضور فرید نے انہیں بیعت فرمایا پگڑی قبول فرما کر ارشاد ہوا۔ ''خدا اس کنیز کو آزاد کرے'' شیخ شرف الدین سوچتے ہیں حضرت کے الفاظ پورے ہوں گے وہ لونڈی آزاد ہو جائے گی مگر قیمتی ہے میں اسے بیچ دوں جس کے پاس جائے گی وہ آزاد کر دے گا اور مجھے خسارہ بھی نہیں ہوگا۔ مگر دل میں فرمودۂ شیخ نے ایک اعلیٰ انسانی قدر کو بیدار کر دیا ہے اور حضرت شرف نے خود لونڈی کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ اُس کی آزادی کی اطلاع خود حضرت کو آ کر دی۔ یہ ہے وہ انداز حکیمانہ جو اولیائے امت کو رسول امت سے عطا ہوا ہے۔ سرکار کریم بھی انسانی نفسیات کو سامنے رکھ کر کچھ ارشاد فرما دیتے اور افراد کے اندر سوئی ہوئی انسانیت اقدار اعلیٰ کی شکل میں جاگ کر ایک مثال قائم کر دیتی۔[۱]

ہم چلّہ معکوس کی تفصیلات پیچھے ذکر کر آئے ہیں راحت القلوب میں مذکور ہے کہ آپ نے مسلسل بیس برس تک کھڑے ہو کر بھی مراقبہ کیا تھا اور عجائب و غرائب خداوندی پر گہرا غور فرمایا تھا آپ کے پاؤں کسی کی سنت کے احیاء میں سوج جایا کرتے تھے مگر یہ باطنی طہارت کہاں پہنچی خود فرماتے ہیں ''چالیس سال مسعود نے آقا کی اطاعت کی اب آقا کی

۱۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ص ۷۵۔۷۴

ذرہ نوازی ہے کہ مسعود کے فکر و خیال میں جو آتا ہے وہ حقیقت بن جاتا ہے اور جو آرزو ہوتی ہے شرف باریابی پاتی ہے۔"

باطنی صفائی کے ساتھ ظاہری صفائی کا یہ اہتمام تھا کہ روزانہ غسل فرماتے صبح کی عبادت کے بعد روزانہ دو گھنٹے تک طویل سجدہ فرماتے جس میں خاموش دعائیں بھی ہوتیں حمد کے اشعار بھی ہوتے مخلوق کی بخشش کی التجائیں بھی ہوتیں گریہ وزاری بھی ہوتی عبادات سے فارغ ہوتے مخلوق سے ملتے۔ ان کی خدمت کرتے ہر آتے والا آپ سے مل سکتا تھا۔ آدھی رات تک آنے والوں کے لئے دروازے کھلے رہتے تھے۔ شیخ اعظم وہ سمندر تھے جس سے ہر شخص کو اپنی ضرورت کا سامان مل جاتا تھا۔ آپ کی شخصیت انسان ساز تھی یہ انسان زندہ کتابیں تھیں جو حضرت نے لکھی تھیں' ان کونپلوں کو حسین درخت بنانے میں حضرت نے بڑی محنت فرمائی تھی خون جگر سے انہیں سینچا تھا یہی لوگ آگے چل کر ملت کے رہنما بن گئے اور گلشن فرید میں بہار آ گئی۔

آپ ایسے آدمی کو درویش نہیں مانتے تھے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیا کی محبت ہوتی ان کے نزدیک تو درویش وہ ہے جو دشمن کی بھلائی چاہے ان کا درویش وہ ہے جس کے عناصر اربعہ یہ ہوں وہ نابینا ہو کہ دوسروں کی خامیاں نہ دیکھ سکے۔ وہ بہرا ہو کہ بری باتیں نہ سن سکے۔ وہ گونگا ہو کہ اس کی زبان پر بری باتوں کا گزر نہ ہو۔ وہ لنگڑا ہو کہ مقام ناپسندیدہ تک چل کر نہ جا سکے۔

بابائے چشتیہ ایسے دل کے متلاشی ہیں جس میں وساوس شکوک' رشک و حسد اور حرص و طمع کا گزر نہ ہو۔ ان کا صوفی وہ ہے جو ہر شے کو پاک کرتا ہے مگر کوئی شے اسے ناپاک نہیں کر سکتی۔

ذرا ادائے دلبرانہ ملاحظہ ہو کہ ایک شخص قینچی کا تحفہ پیش کرتا ہے آپ فرماتے ہیں "مجھے اس کی ضرورت نہیں یہ پارہ پارہ کرتی ہے مجھے سوئی دے دو کیونکہ میں دلوں کو جوڑنے آیا ہوں توڑنے نہیں۔"

ان کی تعلیم یہ تھی کہ برائی کا جواب اچھائی سے دیا جائے اجودھن کے قاضی نے

[1] بابا فرید الدین گنج شکر ص ۷۵۔۷۴

سالہا سال آپ کو عقوبت کا نشانہ بنائے رکھا لیکن آپ کے تحمل و صبر نے اسے شکست دے دی۔ ایک شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا آپ نے معاف فرما دیا۔ مریدوں کو فرمایا اگر کوئی توہین بھی کرے تو معاف کر دو۔

اتباع شریعت ہی آپ کے ہاں معراج کمال ہے عبادات کو بلا حیل و حجت ماننے کی تلقین مریدوں کو فرماتے آپ نے خود شرعی احکام نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ادا فرمائے مگر ان سب اوامر کے باطن پر زیادہ توجہ تھی ان کے نزدیک زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ شریعت کی زکوٰۃ جو اڑھائی فیصد ہے طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو ہوں تو صرف پانچ اپنے پاس رکھے یعنی اڑھائی فیصد چھوڑ کر باقی سب راہ خدا میں دیدے۔ حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ سب کچھ راہ خدا میں دیدے۔ اپنے آپ کو ذات خداوندی میں فنا کر دے۔[1]

ایک منکر شان ولایت

اجودھن کا ایک ظاہر پرست مولوی آپ کے سخت خلاف تھا۔ ایذا رسانی اس کا مشغلہ تھا۔ آپ کے مریدوں کو تنگ کر کے لطف لیتا۔ ایک دفعہ شان غرور سے محفل میں آ دھمکا۔ حضرت نے پوچھا اسلام کے کتنے ارکان ہیں وہ بولا پانچ ہیں۔ حضور نے فرمایا مولوی صاحب! یہ ارکان تو چھ ہیں اور چھٹا رکن ذریعہ معاش ہے۔ وہ متعجب ہوا عناد میں کمی نہ کی اپنی روش کو شد و مد سے جاری رکھا۔ پھر حج کے لئے چلا گیا۔ واپسی پر جہاز تباہ ہوا مگر وہ بچ نکلا سمندر کی لہروں نے اسے ایک صحرائی ساحل پر پھینک دیا۔ اب جنگل میں خوراک و پناہ کے لئے سرگرداں ہے ایک بزرگ سے اچانک ملاقات ہوتی ہے وہ اس شرط پر خوراک مہیا کرتے ہیں کہ مولوی تسلیم کرے کہ اسلام کا چھٹا رکن ذریعہ معاش ہے اور اپنی سب نیکیاں بھی انہیں دیدے۔ ملا جی نے بخوشی یہ سب کچھ تسلیم کر لیا تحریر لکھ کر دستخط کر کے بزرگ کو دے دی اور غذا لے لی۔ بزرگ نے واپسی کا بندوبست کیا اور خیر سے مولوی اجودھن قدم رنجہ فرما ہو گئے۔ صحرا کی مشقت چند دنوں میں بھول گئی۔ پرانی عداوت عود کر آئی اور حضرت پر طنزوں کے تیر برسانے لگا کہ یہ ذریعہ معاش کو چھٹا اسلام کا رکن کہتے ہیں۔ دربار سدا بہار میں آ دھمکا بحث شروع کی حضرت نے ایک کتاب کھول کر اس کے سامنے رکھ دی اس میں

۱۔ بابا فریدالدین گنج شکر ص ۸۱۔۸۰ بحوالہ راحت القلوب

ملا جی کی وہ تحریر موجود تھی جو صحرا میں آپ نے بزرگ کو "بقلم خود" کر کے دی تھی۔ ملا جی پر غشی طاری ہو گئی ہوش آنے کے بعد حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی ماضی سے رشتہ توڑا اور اپنا مستقبل حضرت کے حوالے کر دیا۔[1]

اس واقعہ سے حضرت کے اس نظریئے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ درویش وہ نہیں ہوتا جو کسی کے ٹکڑوں کے سہارے پلتا ہو جیسا کہ عوام سمجھتے ہیں بلکہ درویش تو کام کرتا ہے مہمان خانوں میں فرید کی طرح چکی پیستا ہے روٹی پکا کر غریبوں کو کھلاتا ہے یہ عمل دیکھ کر آپ کے مرید بھی اسی راہ پر چل پڑتے تھے اور عظمت انسانیت کا معیار یہی خدمت بن جاتی تھی۔

آپ کی شاعری

کچھ حضرات آپ کو پنجابی کا مایہ ناز اخلاقی، فلسفی اور صوفی شاعر مانتے ہیں کچھ حضرات کا خیال ہے کہ آپ شاعر نہیں تھے اور فرید نامی شاعر آپ کے خاندان ذیشان کے فرید ثانی ہیں حضرت فرید ثانی کا اصل نام ابراہیم تھا آپ کی تقدس مآبیوں نے آپ کو فرید ثانی کا لقب دلایا۔

گرنتھ میں کچھ شلوک فرید کے نام سے آئے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ وہ بابائے چشتیہ کے ہیں یا حضرت فرید ثانی کے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مقدم الذکر گروہ کی بات زیادہ صحیح ہے ہمارے صوفیائے کرام کی اکثریت شاعر گزری ہے واردات قلب کو انہوں نے ہمیشہ شعر کے قالب میں ڈھالا ہے اور انسانی جذبات کو بڑے حسین انداز میں پیش کیا ہے صوفی حقیقی عاشق ہوتا ہے لہٰذا محبت کی جو مٹھاس اس کے کلام میں ہوتی ہے اس کی چاشنی ہی الگ ہے۔ حضرت فرید اول عربی زبان کے ماہر تھے کہ وہ ان کی مذہبی زبان تھی، فارسی زبان کے متبحر عالم تھے کیونکہ وہ اس دور کے برصغیر کے مسلمانوں، حکام اور عوام کی سرکاری زبان تھی، رہی پنجابی تو وہ پنجابیوں کی مادری زبان تھی اور حضرت فرید پنجابی تھے پنجابی عوام کے دلوں کی آواز یہی پنجابی تھی اور ہمارے ممدوح نے عوام کے دلوں میں اتر کر اور ان کی نبض پر ہاتھ رکھ کر پنجابی کو ہی اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ حضرت فرید کا مطالعہ بے حد وسیع تھا انہوں نے عربی اور فارسی

۱۔ بابا فرید گنج شکر بحوالہ راحت القلوب ص ۸۴۔۸۳ نیز انوار الاولیاء ص ۳۲۵

شاعری کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا فارسی کے انداز نے برصغیر کے سب شعراء کو متاثر کیا کیونکہ یہی شاعری اردو شاعری کا ماخذ اول تھی اور حضرت فرید نے بھی فارسی کی لطافتوں کو جب خالص پنجابی رنگ دیا تو ایک نیا اور دلکش حسن ان کے کلام میں آ گیا۔ حضرت رومی کا بھی یہی دور ہے اگرچہ ہر دو عظماء کی ملاقات نہیں ہوئی ذہنی اپروچ اور قلبی رسائی تاہم ایک جیسی ہے۔ حضرت فرید کے ہم عصر حضرت لعل شہباز قلندر بھی تو شاعر تھے لہٰذا اگر ہمارا عظیم صوفی قائد عربی' فارسی اور پنجابی میں شعر کہتا ہے تو صوفیاء کی روایات کو ہی آگے بڑھایا ہے جس کا انکار نہیں ہونا چاہئے مگر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت فرید ثانی کے کچھ اشعار آپ کی طرف منسوب ہو گئے ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فریدا روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بھکھ
جنہاں کھادیاں چوپڑیاں سوای سہن گے دکھ

اے فرید! میری روٹی تو لکڑی کی ہے جس سے میری بھوک مٹتی ہے لیکن جو لوگ چوپڑی روٹیاں کھاتے ہیں وہ ہی دکھ بھی سہیں گے۔

فرید کالے مینڈے کپڑے کالا مینڈا ونیس
گناہیں بھریا میں پھرا لوک کہن درویش

اے فرید! میرے کپڑے بھی سیاہ ہیں اور میرا چوغہ بھی کالا ہے' میں تو گناہوں سے بھرا ہوا ہوں اور لوگ مجھے درویش کہتے ہیں۔

فریدا میں جاتا دکھ مجھ کوں دکھ سہائے جگ
اوچے چڑھ کے ویکھیا تاں گھر گھر ایہو اگ

اے فرید! میں نے سمجھا تھا کہ روئے زمین پر صرف میں ہی دکھی ہوں لیکن اب پتہ چلا کہ سب جگ دکھی ہے جب میں نے ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو ہر گھر میں دکھ کی آگ جل رہی تھی۔

کتنی سادگی اور پرکاری سے عوامی زبان میں دل کی بات کہہ دی گئی ہے یہی انداز دلوں میں سما کر اپنا ابدی مقام پیدا کر لیتا ہے درد کے مارے ایسے اشعار اپنے درد کی کسک بھی محسوس کرتے ہیں اور درد کا درمان بھی۔ یہی شاعری ''جزوے ست از پیغمبری'' کا مظہر ہوتی ہے۔[1] ہم تو سمجھتے ہیں کہ بابائے چشتیہ نے اسلامی تصوف کو ''لوک گیت'' بنا کر دلوں

---

[1] ملخصاً از بابا فریدالدین گنج شکر ص ۸۵ تا ۱۰۸

میں اتار دیا ہے جس کی صدا آج بھی پورے علاقہ میں گونج رہی ہے۔

ہم عصر حضرات

ہم گزشتہ صفحات میں ضمنی طور پر بہت سے ایسے عظیم المرتبت انسانوں کا ذکر کر آئے ہیں جو حضرت فرید ملت کے ہم عصر تھے اجودھن تشریف آوری کے بعد ملک کے گوشے گوشے سے طالبان حق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دانشور، صوفیاء، علماء اور مفکرین کا جمگھٹا رہتا تھا۔ آپ نے اپنے دور کے اکابر علماء اور اعاظم صوفیاء سے اکتساب علم وفیض فرمایا تبرکاً چند نام ملاحظہ ہوں۔

حضرت شہاب الدین سہروردی۔ شیخ سیف الدین حضری۔ حضرت بہاء الدین زکریا۔ شیخ اوحد الدین کرمانی۔ حضرت سعد حموی۔ حضرت بہاء الدین حموی اور حضرت فرید الدین نیشاپوری تو بیرونی ممالک میں تھے۔ حضور اجمیری اور حضرت قطب عالم اپنے سلسلے کے مرشد تھے اور برصغیر میں جگمگا رہے تھے۔ اسی روشنی کو فرید دوراں نے اب عام کرنا تھا۔[1]

تبلیغ اسلام

حضرت فرید نے اپنے مشائخ کے سلسلہ تبلیغ کو آگے بڑھایا۔ اجودھن کا خطہ کفار ہند کا خصوصی علاقہ تھا وہاں آپ کی تشریف آوری سے کایا پلٹ گئی ہندو جوق در جوق آغوش اسلام میں آئے اور آپ کی ارادت کا دم بھرنے لگے وہاں کے راج جوگی سمجھو ناتھ نے بھی اسلام قبول کیا اور آپ نے اسے مقام ولایت تک پہنچایا۔[2]

مولوی محمد شفیع اپنی کتاب "پنجاب میں اسلام کیسے پھیلا" میں لکھتے ہیں کہ آپ غیر مسلموں میں بھی بڑے محترم تھے۔ بہت سے قبائل نے آپ کی سیرت وتعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔[3] یہ قبائل سولہ تھے۔[4] چند قبائل یہ ہیں: وٹو، کھچی، سیال، گکھڑ، بھٹی، کھرل اور بھٹہ وغیرہ (تذکرہ خواجگان چشت از حکیم محمد حسین ص ۱۰۴)

ہم سمجھتے ہیں کہ مشائخ چشتیہ نے برصغیر کے ماحول کو اپنے ماحول سے مطابق

۱۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۴۶

۲۔ ایضاً ص ۵۳ بحوالہ تذکرہ علی ہجویری از امین الدین ص ۸۱۔۸۰

۳۔ ایضاً ص ۵۹

۴۔ بابا فریدالدین گنج شکر ص ۴۵

کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یہاں ذات پات اور اونچ نیچ کا جو فلسفہ صدیوں سے چل رہا تھا اور انسانوں کو بانٹ کر مہین و کمین میں تقسیم کر رکھا تھا اسلامی تعلیمات اس پر کاری ضرب تھیں مگر یہ ضرب سب سے زیادہ صوفیاء نے لگائی کیونکہ وہ عوام میں گھل مل گئے اور دکھی انسانیت کے زخموں پر مرہم لگانے میں معروف ہو گئے۔ ان کی خانقاہیں ایسے مراکز تھے جہاں دلوں کا علاج ہوتا تھا مگر یہ خانقاہیں زندگی کے حقائق سے فرار ہونے والوں کی جائے پناہ نہیں تھیں بلکہ علم و دانش کی یونیورسٹیاں تھیں جہاں اعمال و افعال کو عقل و فکر کے حسین سانچے میں ڈھالا جاتا تھا۔ وہاں جدید علوم بھی تھے اور اخلاق کریمانہ بھی۔ وہاں انسانیت کے غموں کا علاج بھی تھا اور بشریت کی لغزشوں کا مداوا بھی۔ وہاں روحانی سکون بھی تھا اور ذہنی جلا کا سامان بھی۔ ہمارے عظیم ولی نے ان سب روایات کو جب اجودھن میں زندہ فرمایا تو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی اس روشنی کی طرف پروانہ وار لپکے کیونکہ وہی تو انسان ساختہ نظاموں کی چکی میں بے بسی سے پس رہے تھے وہی تھے جن کو ذات پات کے مصنوعی تیروں سے چھلنی کر دیا گیا تھا اور وہی تھے جو ہندو معاشرے میں ضم نہیں ہو سکتے تھے۔ اولیائے امت نے ان کی دستگیری فرمائی تو وہ اسلام کی طرف لپکے اور برصغیر کی آبادی کے وسیع سمندر میں اسلام کی نورانی لہریں بھی پھیلنے لگ گئیں۔ کیونکہ یہ لہریں عقل و علم اور شعور آگہی لے کر آئی تھیں۔

اقتدار کی مخالفت

اگرچہ ہمارے اولیائے گرامی اقتدار خارجی و ظاہری سے ہٹ کر دلوں کی دنیا آباد کرتے تھے مگر خارجی اقتدار کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ لوگ انہیں چھوڑ کر بوریا نشین درویشوں کے آستانوں کی طرف پروانہ وار لپکیں ظاہری اقتدار ہمیشہ اس شک میں مبتلا رہا کہ عوام کا یہ انبوہ جو اولیاء کرام کے آستانوں پر جمع ہے کہیں آگے بڑھ کر ان کے سر سے اقتدار کا تاج نہ چھین لے۔

حضرت فرید کے گرد جب پروانے جمع ہوئے تو اجودھن کے قاضی نے علمائے ملتان سے فتویٰ طلب کیا اگرچہ استفتاء میں آپ کا نام نہیں تھا لیکن صالح علماء تاڑ گئے کہ فتویٰ کس کے خلاف کس نیت سے مانگا جا رہا ہے انہوں نے قاضی صاحب سے پوچھا جس

قسم کی حرکات کا مرتکب آپ نے ایک شخص کو قرار دیا ہے اس کا نام بتایئے تاکہ فتویٰ دیا جا سکے۔ قاضی نے حضرت کا نام لکھ دیا۔ جواباً علماء نے کہا قاضی صاحب آپ نے ایسے درویش عالی مقام کا ذکر کیا ہے جس کے قول و فعل پر مجتہد بھی اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ اگرچہ قاضی مایوس ہو گیا مگر آپ کے خدام اور اہل خانہ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع بھی اس نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جب یہ شکایت حضور فرید تک پہنچائی گئی تو آپ نے اپنے رفقاء کو صبر کی تلقین فرمائی کیونکہ ظالم ہمیشہ تباہ ہوتا ہے پھر ایسا ہی ہوا ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ ظالم اپنے ظلم سمیت نابود ہو گئے جو باقی رہ گئے وہ آپ کی اولاد اور احباب کے مطیع ہو گئے۔[1]

اپنے مشائخ عالی مقام کی طرح حضرت فرید بھی حکام و امراء سے میل ملاپ پسند نہیں فرماتے تھے اپنے مریدوں اور احباب کو بھی یہی فرماتے تھے مگر عوام کے لئے آپ کے دروازے رات گئے تک کھلے رہتے۔ آنے والوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی ہوتے تھے اور آپ کی عملی تبلیغ ان ہندوؤں کو آغوش اسلام میں کھینچ لایا کرتی تھی۔ آپ کا انداز مصلحانہ اور معتدلانہ تھا لہٰذا ہر طبقہ خیال لازماً آپ سے متاثر ہوتا تھا مرکزی نکتہ خیال ہمیشہ کوئی آیت یا کوئی حدیث ہوا کرتی تھی جسے ہمارے بابا بڑے دلکش انداز سے بیان فرماتے تھے اور بیان کی دلکشی پر جب عمل کی رعنائی آتی تھی تو زندگی میں لطافتیں سما جاتی تھیں پھر وہ رنگ آتا جسے قرآن صبغۃ اللہ --- اللہ کا رنگ --- کہتا ہے۔

یہی رنگ پیدا کرنے کے لئے امام چشتیہ نے وہ مجاہدات فرمائے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ بابا تو فرماتے ہیں نفس کی پاکیزگی تب پیدا ہوتی ہے جب جسم انسانی سے گوشت اور خون اتنا کم ہو جاتا ہے کہ ہڈیوں کا مغز بھی ہڈیوں کو چھوڑ دیتا ہے پاس انفاس سے ہی دل پاک ہوتا ہے۔[2] طہارت قلبی دولت سے مستغنیٰ ہو جاتی ہے بقول نظام اولیاء والی اجودھن دو سو تنکہ نقد اور دو گاؤں لکھ کر اپنے کارندوں کے ہاتھ بھیجتا ہے آپ کارندوں کو کہتے ہیں بیٹھ جاؤ وہ مال سامنے رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں ارشاد ہوتا ہے میں نے آج تک یہ قبول نہیں کیا اور نہ ہی یہ میرے خواجگان کی سنت ہے واپس لے جاؤ اور حاکم کو کہہ دو اس کے طالب اور بہت ہیں انہیں دے دو۔[3]

۱۔ سیر العارفین ص ۴۶ پنجاب کے صوفی دانشور ۵۷۔۵۶ بحوالہ راحت القلوب ص ۵۸ (۲) ایضاً ص ۶۹ (۳) ایضاً ص ۶۶

تصوف کیا ہے؟

ان ہی نظریات کو حضرت تصوف کی وضاحت فرماتے ہوئے جس انداز دلربائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں وہ قابل غور ہے ملاحظہ ہو۔

''اے درویش! تصوف یہ ہے کہ تمہاری ملکیت میں کچھ باقی نہ رہے۔ تصوف صاف دلی کے ساتھ مولیٰ کی دوستی کا نام ہے اور صوفیاء دنیا اور آخرت میں مولا کریم کی محبت کے سوا اور کسی بھی چیز پر فخر نہیں کرتے۔'' یہ وہ افکار ہیں جو بابا کی حیات طیبہ کا لازمہ ہیں لہٰذا ان کے نزدیک صوفیانہ لباس پہننے سے کوئی صوفی نہیں بن جاتا کیونکہ درویشانہ لباس کے اپنے تقاضے ہیں، ایسے صلحاء اور علماء حضرت کے سامنے غیر پسندیدہ ہیں جو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور دنیوی مقاصد کے لئے آخرت کو بھول چکے ہیں ان کے نزدیک جاہ ورفعت کا طالب درویش نہیں ہو سکتا وہ طریقت کا مرتد ہوتا ہے۔ اس حقیقی تصوف کا نتیجہ یہ نکلا کہ پنجاب میں تصوف عوامی تحریک بن گیا۔ دل اور ذہن بدل گئے۔ اخلاق کی دنیا میں بہار آ گئی تعصبات حرف غلط کی طرح مٹنے لگے دوریاں قرب میں بدل گئیں۔ فکر و نظر کی نئی نئی دنیائیں دریافت ہونے لگیں پنجاب کا رخ ذات فرید کی طرف ہو گیا۔ آیئے یہ بھی دیکھتے چلیں کہ تصوف کے میدان میں پنجاب کن سے متاثر ہے۔

داتائے لاہور اور داتائے پاک پتن

پنجاب کی تاریخ تصوف پر نگاہ ڈالنے سے ایک بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ پہلی شخصیت جس نے میدان تصوف میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش ہیں۔ انہوں نے اسلامی تصوف کے جھنڈے اس انداز سے گاڑے کہ ہندو انداز فکر ان کے سامنے جم نہ سکا۔ حضرت نے اسلام کی اخلاقی بلندی فکری رفعت اور حسن عمل کے وہ نمونے پیش فرمائے کہ ہندوازم میدان چھوڑ گیا۔ آپ نے اسلامی معاشرہ کی تخلیق بھی فرمائی اور اس کی نشوونما بھی کی فکر و عمل کے دونوں دریا پہلو بہ پہلو چلا کر ایک نئی دنیا کا تعارف برصغیر کو کرایا۔

حضرت داتا کے بعد مقامی طور پر تو کافی کام ہوتا رہا اولیائے کرام اور علمائے عظام نے معاشرہ کی نوک پلک سنوارنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کیں مگر وہ ہمہ

گیری پیدا نہ ہو سکی جو داتا غریب نواز کا خاصہ تھی' پھر رحمت حق جوش میں آئی اور پنجاب کو وہ عظیم صوفی عطا ہوا جس کی خوئے دلنوازی اپنے اندر ہمہ گیری بھی رکھتی تھی اور فکر و عمل کی تابانیاں بھی۔ اس مرد حق نے پورے برصغیر کو اپنے نورانی اعمال و افکار سے نوازا۔ ان کا فیض دہلی میں بھی پھیلا اور ملک کے دوسرے حصوں میں بھی چستی خانقاہیں قائم ہوئیں آگے چل کر براستہ دہلی یہ فیض مہار شریف' تونسہ شریف' سیال شریف اور گولڑہ شریف کو اپنے مراکز بناتا قریہ قریہ اور شہر شہر بکھرتا اور نکھرتا چلا گیا یہ مرد حق حضرت فرید الملتہؒ تھے یہ دونوں حضرات پنجاب کی ولایت کے آسمان کے قطب ہیں آگے چل کر ہم آپ کے خلفائے گرامی کے مقدس نام لکھنے والے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اثرات برصغیر سے باہر بھی سارے عالم اسلام میں پھیل گئے۔

اولاد امجاد

حضرت فرید ملت کو اللہ کریم نے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں۔ مختصر حالات یہ ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ نصر الدین نصر اللہ۔ بڑے صاحبزادے ہیں ایک عرصہ تک زراعت پیشہ رہا۔ ان کے صاحبزادے بایزید باکمال درویش تھے انہی کے صاحبزادے شیخ کمال الدین جنہیں حضرت نظام الاولیاء نے خلافت عطا فرمائی اور مالوہ میں آپ مقیم رہے اور وہاں سلسلہ عالیہ کی خوب نشر و اشاعت کی۔

۲۔ شیخ شہاب الدین۔ حضرت نظام الملتہ اور ان کی باہمی محبت مثالی تھی حضرت فریدؒ کو حضرت شہاب الدین سہروردی سے بہت پیار تھا لہٰذا اپنے بیٹے کا نام ان کے نام نامی پر رکھا دیسے بھی اولیائے چشت حضرت سہرردی کی کتاب عوارف المعارف کو جو اہمیت دیتے ہیں محتاج بیان نہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین کے چھ صاحبزادے تھے۔ جواہر فریدی میں تفصیلات درج ہیں۔

۳۔ حضرت شیخ بدر الدین سلیمان۔ آپ ہی حضرت فرید کے سجادہ پر بیٹھے ان کے صاحبزادے حضرت شیخ علاء الدین اجودھنی تقدس و اتقاء میں آپ اپنی مثال تھے سلطان محمد تغلق ان کا مرید تھا' تاریخ فیروز شاہی میں برنی نے آپ کے متعلق جو رائے دی ہے

قابل ملاحظہ ہے۔

در تفسیر نوشتہ اند کہ بعضے ملائکہ مقدس بہ محض عبادت خدائے جل وعلا مجبول اند واز آفرینش جز تعبد ہیچ مشغولی ندارند شیخ علاء الدین نیز ہم ازاں قبیل آفریدہ شدہ بود۔[1]

علم تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ کچھ مقدس فرشتے صرف عبادت خدائے برتر و اعلیٰ کے لئے ہی پیدا ہوتے ہیں آغاز تخلیق سے ہی عبادت کے بغیر اور کوئی شغل نہیں رکھتے۔ حضرت شیخ علاء الدین بھی اسی قبیلے اور گروہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔

حضرت علاء الدین کے بیٹوں کے نام شیخ معز الدین اور شیخ علم الدین تھے۔ شیخ معز الدین کو محمد تغلق نے گجرات بھیج دیا اور وہیں ان کا وصال ہوا حضرت علم الدین کو تغلق نے شیخ الاسلام بنایا مشائخ گرامی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے ان کے وصال پر ان کے صاحبزادے مظہر الدین شیخ الاسلام ہوئے۔

۴۔ خواجہ نظام الدین۔ سب سے پیارے صاحبزادے تھے بلبن کی فوج میں ملازم تھے خواجہ ابراہیم آپ کے صاحبزادے تھے۔ ان کے فرزند عزیز الدین حضرت نظام الملت کے مرید اور خلیفہ تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت طلب فرماتے ہیں۔ چھٹی لے کر چلے رات کو شہر کا دروازہ بند تھا باہر رہے حضور فرید نے فرمایا آتو گئے مگر مل نہیں سکیں گے۔ آپ کے کہنے پر ہی آپ کا مزار گھر میں بنا ورنہ دوسرے بھائی باہر دفن کرنا چاہتے تھے۔

۵۔ شیخ یعقوب۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ امروہہ کے نواح میں مقیم تھے ایک دفعہ امروہہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں رجال الغیب انہیں اٹھا کر لے گئے وہ غائب ہو گئے۔[2] آپ کے دو صاحبزادے معز الدین اور خواجہ قاضی تھے۔ معز دیوگیر چلے گئے اور خواجہ قاضی دہلی میں فوت ہوئے۔

۶۔ بی بی مستورہ۔ ان کے صاحبزادے خواجہ عزیز صوفی حضرت نظام ملت کے مرید تھے ان کے مناقب میں تحفۃ الابرار فی کرامۃ الاخیار نامی کتاب لکھی جو نایاب ہے عزیز صاحب کے صاحبزادے قطب الدین حسن حضرت چراغ دہلوی کے مرید تھے انہوں نے

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۹ بحوالہ تاریک فیروز شاہی ص ۳۴۷

۲۔ سیر الاولیاء ص ۱۹۱

آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

۷۔ بی بی فاطمہ۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ آپ کے فرزند خواجہ محبوب الٰہی دہلوی کے مرید تھے آپ حضرت بدر الدین اسحاق ان کی بیوی تھیں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی اولاد پاک آگے چل کر نظامی سلسلہ سے وابستہ ہو گئی اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت نظام الملتہ نے سلسلہ کے لئے سب سے زیادہ کام کیا۔ بہر حال شیخ علاء الدین جیسے پاکباز انسان کے بعد بھی پاکپتن شریف میں سلسلہ عالیہ چلتا رہا۔ بڑے بڑے نامور اصحاب سجادہ و رونق افروز رہے اور اب تک حضرت کا دربار سدا بہار چشتی گلشن کی مہک عام کرنے میں معروف ہے۔

۸۔ شریفہ بی بی۔ بڑی پرہیز گار تھیں۔ جوانی میں خاوند کا وصال ہو گیا آپ نے زہد و ورع میں زندگی گزار دی عقد ثانی نہیں فرمایا۔ حضور فرید فرماتے تھے اگر عورت کو خلافت دینا جائز ہوتا تو میں شریفہ کو خلافت دیتا۔[۱]

خلفائے گرامی

چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی۔ محبوب خلیفہ ہیں ان کی محبت کی وجہ سے بابائے چشت بارہ سال تک ہانسی میں قیام فرما رہے۔ اکثر ارشاد ہوتا جمال ہمارا جمال ہے۔ حضرت زکریا ملتانیؒ نے آپ کو لکھا "میرے تمام مرید اور خلیفے لے کر جمال مجھے عطا کر دو۔" حضرت نے جواب میں لکھا "جمال میرا جمال ہے معاوضہ مال میں ہو سکتا ہے نہ کہ جمال میں۔"[۲] آپ جسے خلافت دیتے فرماتے جمال الدین سے اس پر دستخط کرا لیں۔ اس خلیفہ گرامی کا وصال بابائے محترم کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے تو مجذوب تھے اور چھوٹے مولانا برہان الدین صوفی خورد سال تھے حضرت جمالؒ کی ایک عابدہ و زاہدہ خادمہ انہیں حضرت فرید کے پاس لے گئیں بابا نے لطف کرم فرما کر خلافت عطا فرمائی۔ خادمہ نے عرض کیا برہان الدین تو ابھی بالا (بچہ اور چھوٹا) ہے حضرت نے فرمایا

۱۔ مراۃ الاسرار ص ۲۷۷ بحوالہ سیر الاولیاء

۲۔ گلزار ابرار ص ۵۴

پہلی کا چاند بھی بالا ہے پھر کمال پالیتا ہے۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضری دیا کریں۔ جب بھی حضرت برہان کے پاس کوئی مرید ہونے آتا تو اسے حضرت نظام کی خدمت میں بھیج دیتے کہ ان کے ہوتے ہوئے میں کسی کو مرید نہیں بناتا۔ حضرت شیخ قطب الدین منور جنہیں ملنے حضرت چراغ دہلوی ہانسی تشریف لے گئے تھے انہی کے صاحبزادے تھے یہ سلسلہ بھی آگے چل کر نظامی سلسلہ میں مدغم ہو گیا۔

۲۔ شیخ بدر الدین اسحاق۔ بابا کے داماد خلیفہ اور خادم تھے۔ ابتدائی دور میں ان کا سارا رجحان ظاہری علوم کی طرف تھا کچھ مشکلات کے حل کے لئے بخارا بھی گئے مگر تسلی نہ ہوئی پھر فرید اسلام کے پاس آئے تو وہیں کے ہو گئے حضرت نے خلافت سے نوازا حضرت نظام الاولیاء کو آپ سے بڑی عقیدت تھی ان کی زندگی میں کسی سے بیعت نہیں لی۔[1]

بابا جی کے وصال کے بعد جامع مسجد پاکپتن میں منتقل ہو گئے وہاں ہی آسودہ خاک ہیں۔ تعلیمات فرید کا سچا نمونہ تھے۔ محبت الٰہی سے ہر وقت روتے رہتے جائے نماز سجدوں کی جگہ سے تر ہو جاتی۔ برخورد کی دادی نے جو ان کی پیر بہن تھیں عرض کرنے لگیں ''اے بھائی! ایک ساعت آنسوؤں کو روکو کہ سرمہ سے آنکھوں کا علاج کروں'' آپ یہ سن کر رو دیئے اور فرمایا ''اے میری بہن! میں کیا کروں یہ آنسو میرے قبضہ اختیار میں نہیں ہیں۔''[2]

جو بھی آپ کی عبادت و ریاضت کو دیکھتا اسے حضرت فرید کی یاد آ جاتی۔ سلسلہ کے آپ اہم ستون تھے۔ دو صاحبزادے خواجہ محمد امام اور خواجہ محمد موسیٰ تھے۔ والد کے وصال کے بعد حضرت نظام نے دونوں کو والدہ سمیت دہلی بلوا لیا خوب تربیت فرما کر خواجہ محمد امام کو خلافت عطا فرما دی وہ اپنے مرشد کی زندگی میں ہی بیعت لیتے تھے مرشد کے ملفوظات پر مشتمل کتاب انوار المجالس لکھی جو نایاب ہے۔

۳۔ حضرت شیخ عارف سیستانی۔ انہیں خلافت عطا فرما کر سیوستان بھیج دیا تھا تفصیلی حالات نہیں ملتے سیر الاولیاء میں مختصراً ہیں۔

۴۔ حضرت نظام الدین اولیاء۔ ان کا مفصل تذکرہ آگے آ رہا ہے ان کے دور

۱۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲-۱۷۳

۲۔ ایضاً ص ۱۶۶

اقدس میں چشتیہ سلسلہ کو جو فروغ ملا وہ محتاج بیان نہیں ہے دور دراز علاقوں میں سلسلہ کی درگاہوں کا جال بچھ گیا۔ اصلاح و تربیت کا کام بے مثال ہوا۔

۵۔ حضرت شیخ علی احمد صابر۔ آپ سلسلہ کی ترقی کے لئے اتنا کام خود تو نہ کر سکے جتنا حضرت نظام نے کیا مگر آگے چل کر آپ کے سلسلہ کے لوگوں نے سلسلہ کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک الگ تھلگ علاقہ میں رہنے کی وجہ سے آپ کے اہل علم معاصرین آپ کی عظمتوں اور کام سے بے خبر رہے ہیں اس بناء پر اس دور کے تذکروں میں آپ کا ذکر نہیں یا انتہائی مختصر ہے۔ آگے چل کر صابری سلسلہ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور سلسلہ کے لوگوں نے تفصیل سے ان کا ذکر کیا ہے۔

۶۔ بدر الدین سلیمان۔ ۷۔ شہاب گنج عالم۔ ۸۔ نظام الدین یعقوب۔ ۹۔ شیخ نصیر الدین۔ ۱۰۔ شیخ دھار۔ ۱۱۔ شیخ دمنی۔ ۱۲۔ شیخ نجم الدین دمشقی۔ ۱۳۔ شیخ شکرریز۔ ۱۴۔ شیخ علی شکرباراں۔ ۱۵۔ حضرت شیخ یوسف۔ ۱۶۔ شیخ بدر الدین ہانسوی۔ ۱۷۔ شیخ محمد شاہ غوری۔ ۱۸۔ مولانا محمد مولہانی۔ ۱۹۔ مولانا علی بہاری۔ ۲۰۔ برہان الدین غریب۔ ۲۱۔ سید محمد رکن الدین۔ ۲۲۔ شیخ جلال الدین۔ ۲۳۔ شیخ داؤد۔ ۲۴۔ شیخ صدر دیوانہ۔ ۲۵۔ حضرت زکریا سندھی۔ ۲۶۔ شیخ نجم الدین متوکل (برادر حضرت فرید) ۲۷۔ شیخ جمال عاشق۔ ۲۸۔ حضرت منتخب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۲۹۔ حضرت امام علی الحق سیالکوٹی۔[1]

نمبر ۶ تا ۲۸ کا ذکر تذکرۃ الفقراء ص ۵۰ پر موجود ہے۔

متوکلانہ زندگی کا ایک انداز

ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت شاہوں اور امراء سے الگ ہی رہنا پسند کرتے تھے لیکن اگر کسی وجہ سے کوئی خادم مجبور کرتا تو یہ شہباز اسلام شاہوں کو جس انداز سے خط لکھتے اس کا حوالہ تو ہم پیچھے دے چکے ہیں تبرکاً اصل عبارت بھی نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ایک غلام کے پیہم اصرار پر بلبن شاہ ہند کے نام حضرت کا فرمان یوں تھا۔

۱۔ تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی از اخلاق احمد ص ۴۷

رَفَعتُ قِصَّتَهٗ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ اِلَیکَ فَاِنْ اَعْطَیْتَهٗ شَیْئاً فَالْمُعْطِی هُوَ اللّٰهُ وَاَنْتَ الْمَشْکُوْرُ وَاِنْ لَمْ تُعْطِه شَیْئاً فَالْمَانِعُ هُوَ اللّٰهُ وَاَنْتَ الْمَعْذُوْر۔[1]

میں نے اس کا قصہ پہلے اللہ کریم کے سامنے پیش کیا پھر تمہارے سامنے رکھا لوگو اگر تم اسے کچھ دے دو گے تو حقیقتاً دینے والا تو اللہ ہے مگر تم مشکور ہو گے اور اگر تم نے اسے کچھ نہ دیا تو مانع حقیقتاً اللہ ہے اس صورت میں تم معذور ہو گے۔

کس غضب کا اللہ کریم پر اعتماد ہے اور شاہ کو توجہ الی اللہ کا کس دلنشین انداز سے درس دے رہے ہیں ہمارا مرشد اسی پر کفایت نہ فرماتے ہوئے اپنی بیماری میں ایک اور انداز اپنا کر اپنے غلاموں کو راہ راست دکھاتا ہے۔ جسمانی نقاہت ہے آپ نے لاٹھی ہاتھ میں سہارا لینے کے لئے پکڑی ہوئی ہے اچانک آپ لاٹھی پھینک دیتے ہیں غلاموں کے استفسار پر ارشاد ہوتا ہے مجھے خیال آیا کہ میں لاٹھی کے سہارے چل رہا ہوں میں نے لاٹھی پھینک دی ہے سہارا صرف اللہ کریم کا چاہتا ہوں۔[2]

یہ ہے وہ تصور توحید جسے ہمارے اولیاء نے عملاً ثابت فرمایا زبان سے دعویٰ توحید کرنا مگر دل و نگاہ کو توحید کے رنگ میں نہ رنگنا عملاً منافقت ہے۔

پھر بیوی مل گئی

ایک شخص محفل اقدس میں روتے دھوتے حاضر ہوا اس کی بیوی گم ہو گئی تھی اور اس کی تلاش میں ساری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں غلام اس کے لئے کھانا لائے مگر وہ مصیبت کا مارا روئے جا رہا تھا۔ حضرت فرید نے فرمایا۔ ”ہم دعا کریں گے اللہ کریم رحم فرمائے گا کھانا کھا لو“ اس نے کھانا کھایا اور در اقدس پر ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ کچھ دن گزرے تو ایک شخص کو حکومت کے کارندے پکڑ کر لائے اس نے بتایا مجھے شاہ نے دہلی طلب کیا ہے وہ مجھے مار دے گا میں نے راستے پر ان سرکاری کارندوں کی بڑی منت و سماجت کی کہ مجھے پہلے حضرت کی خدمت میں لے چلو۔ انہوں نے میری بات مان لی ہے۔ اب حضرت سے

۱۔ انوار الاولیاء ص ۲۳۱

۲۔ ایضاً

دستگیری کی التجا ہے۔ حضورؒ نے واقعہ سن کر ارشاد فرمایا دعا کریں گے مگر یہ شخص --- جس کی بیوی گم تھی --- ہمارا مہمان ہے اسے بھی ساتھ لے چلو اگر تمہیں رہائی مل جائے تو اسے لونڈی خرید دینا۔ وہ اسے ساتھ لے گئے۔ شاہ کے سامنے ملزم کو پیش کیا گیا شاہ نے اسے بے قصور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اب اس نے خوشی خوشی بازار کا راستہ لیا تاکہ لونڈی خرید کر حضرت سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے۔ وہ ایک لونڈی خرید لایا اور حضرت کے مہمان کو آ کر پیش کی۔ مگر یہ تو وہی خاتون نکلی جو ساتھ آنے والے حضرت کے مہمان کی بیوی تھی۔ ملزم بری ہو کر خوش ہو گیا اور دوسرا شخص اپنی بیوی پا کر مسرور ہو گیا۔[1]

بہشتی دروازہ

آپ کا ارشاد یہ تھا کہ ہماری قبر نظام الدین اولیاء بنائیں گے جب آپ تشریف لائے اور قبر بنوا کر اوپر مختصر سا روضہ بنوایا تو اس کا ایک دروازہ مشرق کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف تھا۔ یہ جنوب والا دروازہ بند رہتا تھا۔ اس عمارت کی تکمیل کے بعد حضرت نظام الملتہؒ کو کشفی انداز سے معلوم ہوا کہ سرکار عرش وقار علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں ''جو اس دروازے میں داخل ہو گا امن پائے گا'' بس پھر لوگوں نے آپ کے وصال کے دن محرم کی پانچ کو وہاں سے گزرنا شروع کیا۔ بقول مصنف انوار اولیاء آپ کے قدیم تذکروں میں اس دروازے کی اس روایت کا ذکر نہیں ملتا۔[2]

اولیاء اللہ سے رضائے ربانی کے لئے جو عقیدت مسلمانوں کو ہے وہ ظہور کے مختلف انداز اپناتی رہتی ہے اس دروازے سے بھی ایسی ہی عقیدتیں وابستہ ہیں حضور نظام ملت کے ارشاد اور بابائے اسلام کی عظمت نے اس عقیدہ کو راسخ کر دیا ہے وہاں سے بڑے بڑے اولیاء گزرے ہیں۔ کلر کہار کے قریب جس غار میں آپ نے چلہ کشی فرمائی ہے وہ ایک پہاڑی چوٹی کے قریب ہے کلر کہار سے چوآ سیدن شاہ جانے والی سڑک کے جنوب میں واقع ہے۔ دشوار چڑھائی ہے غار کیا ہے ایک وسیع رقبہ ہے اندر چارپائی سے بڑا ایک ہموار پتھر ہے جو جائے نماز بھی ہے۔ استراحت گاہ بھی ہے اور ایک سٹیج بھی ہے جب میں اپنے

---

[1] انوار الاولیاء ص ۲۳۵

[2] ایضاً ص ۳۷-۲۳۶

درویش منش ساتھی شیخ محمد ظہور آف راولپنڈی کی معیت میں وہاں حاضر ہوا تو چشم تصور میں خدا جانے کتنے مناظر دیکھے۔ بابائے چشت کے لئے دست قدرت نے کیسا مصلیٰ بنایا اتنا بڑا غار کہ اگر وہاں جلسہ کرائیں تو اچھا خاصا مجمع سما جائے بابا کی محفل میں خدا جانے کون کون یہاں آیا ہوگا اور اس خلوت گاہ نے جلوت کے کیسے کیسے لطف اٹھائے ہوں گے۔ پھر کتنی نرالی بات ہے کہ مختار کل فخر رسل علیہ السلام کی خلوت گاہ --- غار حرا --- بھی پہاڑ کی چوٹی کے قریب ہے اور فرید الملتؒ کی خلوت گاہ بھی پہاڑ کی چوٹی کے قریب ہے اپنے آقا کی اس سنت کو حضرت فرید نے کیسے پایا؟ بس یہی تو اللہ کریم کی عطا ہے ذلک فضل اللہ کی تفسیر ہے۔

ہم لوگوں کی عقیدت کا تذکرہ کر رہے تھے محرم کی پانچ کو جو لوگ پاکپتن شریف نہیں جا سکتے وہ اس غار کا رخ کرتے ہیں سنگلاخ پہاڑ پر چڑھ کر باباؒ کے غار سے گزرتے ہیں سکون قلب پاتے ہیں بابا کی یاد اور ان کے مجاہدوں کو یاد کرتے ہیں۔ رات کو یہ غار کتنی تاریک ہوتی ہوگی مگر بابا کا ماتھا اسے روشنائیاں بخش رہا ہوگا پورا ماحول خاموش ہوگا قریب کوئی بستی بھی نہیں ہے نیچے وادی ہے جس کی دوسری طرف نسبتاً کم اونچے پہاڑ ہیں اس خاموش اور پر سکون دنیا میں یاد خدا میں وہ دل دھڑک رہا ہے جو فرید ملت کے سینے میں ہے پاس انفاس کی لہریں فضاؤں کو مرتعش کر رہی ہیں اور یہ لہریں ریڈیائی لہروں سے بہت زیادہ طاقتور ہیں کعبتہ اللہ' روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حرا کی چوٹیوں تک پہنچ رہی ہیں دوسرے لفظوں میں ندائے مصطفیٰ علیہ السلام کی عظمتوں کی دلنواز صدائیں ہیں۔

دیکھو تو سہی کہ بوڑھے بچے' مرد اور عورتیں پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں کوئی خاص راستہ نہیں ہے مگر محبت فرید راستے بناتی جا رہی ہے۔ یہاں کے لوگ اپنے اسلاف سے بے شمار روایات اپنے سینوں میں لئے بیٹھے ہیں اور لاتعداد حضرت کی کرامات کا ذکر بھی ان کی زبانوں پر ہے۔ بابائے چشت پر ریسرچ کرنے والوں کو ادھر کا رخ بھی کرنا چاہیے۔

سفر آخرت

کسی نے نظام الملتہ سے پوچھا۔ "وصال مرشد کے وقت کیا آپ بھی موجود تھے؟" یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ فرمایا مجھے شوال میں حضور نے دہلی

بھیجا تھا اور پانچ محرم کو آپ کا وصال ہو گیا وصال کے وقت آپ نے یاد فرماتے ہوئے کہا کہ "وہ --- نظام الاولیاء --- دہلی میں ہیں میں بھی حضرت قطب الاسلام کے وصال کے وقت حاضر نہیں تھا ہانسی میں تھا" اب آپ نے خرقہ خلافت جو حضور قطب نے عطا فرمایا تھا۔ حضرت بدر الدین اسحاق کے حوالے کر کے فرمایا یہ امانت مولانا نظام الدین بدایونی کو پہنچا دینا' یہ محرم کی پانچویں تاریخ تھی آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر بے ہوش ہو گئے ہوش آنے پر لوگوں سے پوچھا۔ کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھی ہے؟ جواب ہاں میں ملنے کے بعد فرمایا۔ ایک دفعہ اور پڑھ لوں تو کیا ہو۔ اس طرح تین دفعہ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے۔ یا حی یا قیوم کہتے ہوئے مشاہدہ حق میں جان پاک تسلیم کرا لی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔[1]

جعفر قاسمی لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت گھر والوں کے پاس کچھ بھی نہ تھا وہ کچی اینٹیں بھی نہیں خرید سکتے تھے چنانچہ آپ کی قبر بنانے کے لئے جھونپڑی کے دروازے کی کچی اینٹیں نکال کر قبر اقدس بنائی گئی۔[2]

یہ تھا فقر و استغناء اس عظیم ولی' بے مثل مبلغ' مایہ صد افتخار مفکر' بے عدیل عالم دین کا' جس کے قدموں میں دنیا کے ڈھیر تھے مگر اس کا دل صرف اور صرف مسکن خداوندی تھا۔ زندگی یوں گزاری کہ پیٹ بھر کر ڈھیلے اور پیلو بھی نہ کھائے بقول حضور نظام ملت کہ جس دن ڈھیلے اور پیلو پیٹ بھر کر ہمیں حضور فرید عطا فرماتے وہ دن تو ہمارے لئے عید ہوتا تھا۔ وصال ہوا تو قبر کے لئے اینٹوں کے پیسے نہیں تھے' کائنات تب بھی ان کے قدموں میں تھی اور اب بھی ان کے قدموں میں ہے۔ مرشد سے محبت کے انداز کا وہ واقعہ بھی نہیں بھولنا چاہئے جو آپ کے تذکرہ نگاروں نے اولیائے ثلاثہ --- معین الملتہ اجمیری' قطب الاسلام دہلوی اور فرید الملتہ اجودھنی --- کی ملاقات کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے آیئے اس واقعہ پر بھی نگاہ ڈالتے چلیں۔

حضرت معین الاسلام دہلی تشریف لائے تو حضرت قطب کے پاس حضور فرید بھی تھے۔ انہیں دیکھ کر جو فرمایا ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ اب مزید فرمان ہوتا ہے "اسے کچھ عطا

---

[1] مرآۃ الاسرار ص ۱۷۷' و بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ص ۴۶

[2] ایضاً

بھی تو کرو" مگر حضور قطب سراپا ادب بنے کھڑے ہیں کہ چشتیوں کی ادا بھی ہے پھر عرض کرنے لگے "میں آپ کے سامنے کچھ عطا کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا" اب جو عطا فرمانا تھا حضرت اجمیری نے بابائے چشتیہ کو عطا فرما دیا۔[1] اب حضرت قطب اس عطا کو ملاحظہ فرماتے ہوئے حضور فرید کو فرماتے ہیں "مسعود! دادا پیر کے قدموں پر سر رکھو" مگر بابا نے حضور قطب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا "میں کہتا ہوں دادا پیر کے قدموں پر سر رکھو تم میرے قدموں میں سر جھکاتے ہو" اب فرید ملت نے جواب دیا "ان قدموں کے سوا اور قدم نظر نہیں آتے" اب حضور اجمیری نے ارشاد فرمایا۔

"بختیار! بختیار! مسعود ٹھیک کہتا ہے وہ منزل کے اس دروازے پر پہنچ گیا ہے جہاں وحدیت کے سوا دوئی کا نام نہیں رہتا پھر تیرے سوا میں کیونکر اسے نظر آؤں۔"[2]

یہ ہے اطاعت شیخ کا حسین انداز اور یہ ہے وہ ہمت مردانہ جو بقول اقبالؒ یزداں کو کمند میں لاتی ہے۔

یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

ارشادات گرامی

آیئے اس عظیم مفکر ولی ربانی اور شیخ العالم کے چند فرمودات پر بھی غور کرتے چلیں۔

۱۔ جب دینے والا خدا ہے تو کوئی از خود خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔
۲۔ ہر شخص کی روٹی نہ کھا لیکن ہر شخص کو روٹی کھلا۔
۳۔ اپنے دل کو شیطان کا بازیچہ نہ بنا۔
۴۔ اپنے آپ کو حصول جاہ کے لئے بے قدر نہ کر اور اپنے اسلاف کو یاد رکھ۔
۵۔ اپنی طاقت قوت پر بھروسہ نہ کر۔
۶۔ شہوت کے وقت اپنے نفس کو سب وقتوں سے زیادہ کنٹرول کر۔
۷۔ جب تو اہل دولت کے پاس بیٹھے تو دین کو نہ بھول۔
۸۔ عزت و حشمت عدالت و انصاف میں ہے۔

۱۔ گنج اسرار ص ۱۴ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۴۹ انوار الاولیاء

۹۔ جب دولت مند ہو تو بلند ہمت بن جا۔
۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف آئے تو اس سے نہ بھاگ۔
۱۱۔ دشمن کو عقل مندی سے دور کر اور دوست کو تواضع سے غلام بنا۔
۱۲۔ اپنے عیب سے اندھا نہ ہو۔
۱۳۔ اگر ساری مخلوق کو اپنا دشمن بنانا چاہتا ہے تو متکبر بن جا۔
۱۴۔ اگر تجھے آسودگی مطلوب ہے تو حسد کو چھوڑ دے۔
۱۵۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہ کہ تو مر کر زندہ ہو جائے۔
۱۶۔ اپنے باطن کو اپنے ظاہر سے بہتر سمجھ اور ظاہری آرائش کو چھوڑ دے۔[۱]

یہ چند ارشادات آپ کی فکری کاوشوں کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایک فقرہ میں ایک ایک کتاب بند ہے مگر اس اختصار میں جو بلاغت ہے وہ محتاج وضاحت نہیں یہی وہ جوامع الکلم ہیں جو سرکار ابد القرار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اولیائے امت کو ملتے رہے ہیں اور ملتے رہیں گے۔

۱۔ ملخصاً از مرآۃ الاسرار ص ۷۷۰-۷۷۱

عطائے رسول، نظام ملت، سلطان المشائخ

حضرت خواجہ نظام الدین نظام الاولیاء محبوب الٰہی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت ۔

وصال اقدس

چہار شنبہ (بدھ) ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ

(وفیات) تذکرہ دہلی سکندر شاہ

۱۳۲۴ء نزہتہ الخواطر

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ مرآۃ الاسرار

۴ مارچ ۱۳۲۵ء تقویم تاریخی

تاریخ وصال۔ شہنشاہ دین ۷۲۵ھ

ولادت باسعادت

شیخ الشیوخ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۶۳۶ھ/۱۲۳۴ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام نامی محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی ہے۔ آپ خاندان اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں۔ ولادت شریف بدایون میں ہوئی۔ کم عمری میں ہی والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ نے تربیت فرمائی۔ آپ کے والد کے دادا اور والدہ کے دادا مل کر بخارا سے لاہور آئے تھے وہاں سے بدایون چلے گئے۔ وہاں باہمی رشتوں میں منسلک ہو گئے خواجہ عرب نے اپنی صاحبزادی رابعہ دوراں بی بی زلیخا کا نکاح حضرت احمدؒ بن علیؒ کے ساتھ کر دیا یہی حضور نظام کی والدہ ہیں ان کا روضہ اقدس دہلی میں زیارت گاہ حاجتمنداں ہے۔ خواجہ احمد آپ کے والد بدایون کے قاضی مقرر ہوئے وہیں مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ اس قرآن السعدین سے وہ نیر اعظم ظہور پذیر ہوا جس کا تسلط فقر سارے برصغیر پر چھا گیا۔ [1]

اساتذہ گرامی

آپ ظاہری علوم کے مایہ صد افتخار عالم دین ہیں۔ آپ کے چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ فقہ و ادب عربی آپ نے علامہ علاء الدین اصولی سے پڑھے پندرہ سال کی عمر میں بدایون چھوڑ کر دہلی تشریف لائے اور وہاں شیخ شمس الدین خوارزمی سے مقامات حریری پڑھی حریری کے چالیس مقالے آپ کو زبانی یاد تھے۔ شیخ گرامی کمال الدین محمد الزاہد سے مشارق الانوار پڑھی اور اس کے کچھ حصے زبانی یاد فرمائے تا کہ صرف ادب ہی یاد نہ ہو۔

اپنے مرشد حق حضرت فرید الدین گنج شکر سے قرآن حکیم کی تفسیر، عوارف المعارف، التمہید مؤلفہ شیخ ابوالشکور سالمی جیسی اہم علمی کتابیں پڑھیں۔ یہ کتابیں اجودھن (پاک پتن شریف) میں رہ کر پڑھیں۔

بیعت و خلافت

آپ نے مرشد جہاں حضرت شکر گنج کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ابوبکر خراط ملتان سے بدایون آپ کے استاد گرامی کو ملنے آئے انہوں نے

۱۔ مرآۃ و مرار ص ۷۷۸ نزہۃ الخواطر ص ۱۶۴

حضرت زکریا ملتانیؒ کے کمالات کا بہت تذکرہ کیا بعد میں حضرت فرید العصر کا ذکر ان کی زبان پر جاری ہوا تو ان کی محبت حضرت نظام الاولیاءؒ کے دل میں موجزن ہوئی۔ حالت اس حد تک پہنچی کہ حضرت کے نام کی تسبیحیں نماز کے بعد پڑھی جانے لگیں کبھی شیخ فرید الدین اور کبھی مولانا فرید الدین زبان پر جاری رہتا۔ سولہ برس کی عمر میں دہلی میں والدہ مکرمہ اور ہمشیرہ محترمہ کے ساتھ آ مقیم ہوئے۔ پڑوس میں حضور گنج شکر کے بھائی حضرت نجیب الدین متوکل تھے ان کی صحبت نے محبت کی مزید آگ بھڑکا دی مگر تکمیل علم کے لئے تین چار سال آپ دہلی میں رہے اور سند حدیث حاصل فرمائی۔

حضرت نجیب الدین متوکل کی خدمت میں عرض کیا دعا فرمائیں میں قاضی بن جاؤں انہوں نے جواب دیا۔ خدا! تجھے قاضی نہ بنائے وہ بنائے جس کی ہم آس لگائے بیٹھے ہیں۔ اب شوق منزل کی طرف چل پڑا۔ اجودھن کا راستہ تھا اور محبت کے پاؤں تھے بیس سال کی عمر تھی اس اٹھتی جوانی میں حضرت گنج شکرؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچ گئے۔ خود راحۃ القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دس ماہ رجب ۶۵۵ھ بروز بدھ زیارت ہوئی تھی۔ جاتے ہی حضور فرید دوراں نے کلاہ چار ترکیؒ اپنے سر مبارک سے اتار کر پہنا دی اور چوبیں نعلیں (کھڑاؤں) عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی اور کو ہندوستان کی ولایت دینا چاہتا تھا مگر تم راستے میں آ رہے تھے مجھے آواز دی گئی ذرا ٹھہرو! نظام بدایونی پہنچنے والا ہے ولایت اسی کو دو۔ حضرت کی اندرونی کیفیت کو پا کر ان کے بولے بغیر فرید نے فرمایا۔ ''ہاں تمہارا شوق بیان سے باہر ہے'' پھر یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ۔۔۔ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

(تیرے فراق کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا ہے اور تیری محبت و اشتیاق کے طوفان نے دلوں کو لوٹ کر تباہ کر دیا ہے۔[1])

مرشد کی نوازشات

چونکہ سلطان المشائخ بھیجے گئے مرید تھے اور حضرت فرید دوراں کو پتہ تھا کہ وہی مستقبل کے اہل اللہ کے مرشد ہیں لہٰذا آپ نے بندہ نوازی کی اپنے اس مرید باصفا پر حد

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۷۹

فرمادی۔ راہ حق پر چلنے کے لئے کشمیر کی وادی جبکہ احباب قیلولہ میں کھو گئے آپ کو فرمایا "دہلی میں جا کر مشاہدہ میں مشغول ہو جانا اور بیکار نہ رہنا روزہ نصف راہ ہے اور نصف راہ باقی اعمال یعنی نماز اور حج ہیں" سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ میں مجاہدہ کی تفصیل نہ پوچھ سکا۔ لہٰذا میں نے صوم دہر اختیار کر لیا۔ اس میں اگر کچھ کوتاہی ہو جائے تو سمجھتا ہوں کہ حضرت سے اجازت نہ لینے کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔

حضرت فریدؒ اپنے خلوت کدے میں ننگے سر، متغیر چہرے کے ساتھ گھوم رہے تھے اپنے محبوب جل جلالہ کی شان میں یہ پردرد شعر پڑھ رہے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے توزیم	میری خواہش ہے کہ تیری وفا میں زندگی گزاروں
خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم	مٹی ہو کر تیرے مقدس پاؤں کے نیچے زندگی گزاروں
مقصود من خستہ زکونین توئی	مجھ خستہ و شکستہ کا مقصود دونوں جہانوں میں صرف تیری ذات ہے
از بہر تو میرم از بہر تو زیم	میں صرف تیرے لئے مرنا چاہتا ہوں اور تیرے لئے ہی زندہ ہوں

یہ اشعار پڑھ کر آپ سجدے میں چلے جاتے اسی عالم کیف و مستی میں حضور نظامؒ حجرہ میں داخل ہو کر سر مرشد کے قدموں پر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت شفقت سے فرماتے ہیں۔ "کیا چاہتے ہو؟" دینی نعمت طلب کی گئی۔ آپ نے عطا سے نوازا لیکن حضور نظام کو حسرت رہی کہ سماع میں موت کیوں نہ مانگی۔ دینی نعمت کیا تھی جو طلب کی؟ آپ نے خود حضرت محی الدین کاشانی کو بتایا وہ نعمت استقامت تھی جو مجھے عطا فرمائی گئی۔

نوازشات کی رعنائیاں

حضرت نظام خود فرماتے ہیں کہ حضور فرید کی خدمت میں میرے ساتھ حضور بابا کے فرزند نظام الدینؒ بھی تشریف فرما تھے۔ ارشاد ہوا "تم دونوں میرے فرزند ہو" اپنے صاحبزادے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم فرزند نانی (وہ بیٹا جو روٹی میں باپ کے ساتھ

شریک ہے) ہو اور میری طرف اشارہ کر کے ارشاد ہوا تم فرزند جانی (روحی و باطنی) ہو۔ ایک عارضی دوستی لگانے والے کا ذکر فرما کر مزید ارشاد ہوا۔ "یہ (نظام الاولیاءؒ) ایسا آدمی ہے کہ جب سے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس پر قائم ہے محبت میں فرق نہیں آیا" نظام الاولیاء واقعہ سنا کر مبتلائے گریہ ہوئے اور فرمایا وہ محبت آج بھی قائم ہے اور مرنے کے بعد بھی قائم رہے گی۔ حضرت فرید نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا۔ "قرآن پاک بھی یاد کرو۔ اے نظام الدین! مجھے ساری دنیا دی گئی ہے ہمارے ہاں سب کچھ ہے جاؤ ہندوستان کا ملک تیرے حوالے کیا۔" ۱

زہد و ورع کی تقدس مآبیاں

آپ ساری زندگی مجرد رہے' کوئی رات قیام اور کوئی دن صیام کے بغیر نہیں گزرا۔ اپنے لئے گھر اور در بنانا گوارا نہیں فرمایا۔ اثاث البیت اور ساز و سامانی کا تو ذکر ہی بے معنی ہے۔

بادشاہوں نے خوشامدیں بھی کیں مگر آپ ہمیشہ ان سے گریزاں رہے بقول کرمانی سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے کہلا بھیجا مجھے پتہ ہے آپ شاہوں اور امراء سے نہیں ملتے لہٰذا میں بلا اطلاع قدم بوسی کے لئے آ جاؤں گا۔ آپ اس کے آنے سے پہلے ہی دہلی کو خیر باد کہہ کر پاک پتن اپنے مرشد کے آستانے پر حاضر ہو گئے۔

ایک دفعہ سلطان علاء الدین خلجی نے تحریری عریضہ پیش کرتے ہوئے بعض معاملات میں مشاورت طلب کی آپ نے ملاقات سے انکار فرماتے ہوئے شاہ کو پیغام بھیجا "شاید بادشاہ میرے دہلی کے قیام سے انکار کرنا چاہتا ہے اگر یہی مقصد ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اِنَّ اَرْضَ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ (یقیناً اللہ کی زمین وسیع ہے)

شاہ نے پیغام سنا تو شہزادے کو حضور سے معافی کے لئے بھیجا آپ نے شہزادے سے ہم کلام ہونے سے بھی انکار فرما دیا۔ بادشاہ نے پھر اپنی حاضری کی التجا کی فرمایا "میرے کوٹھے کے دو دروازے ہیں اگر آپ ایک دروازے سے آئیں گے تو میں دوسرے سے نکل کر باہر چلا جاؤں گا۔"

ا۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۸۲۔۷۷۸

اس بادشاہ نے علماء و مشائخ کو حکم دے رکھا تھا کہ مہینے میں ایک مرتبہ حاضر دربار ہوا کریں حضور نظامؒ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اپنے ایک غلام اقبال کو بھیج دیا کرتے تھے بادشاہ کے کان بھرے گئے اس نے بگڑ کر کہا۔ اگلے ماہ کی مقررہ تاریخ پر اگر وہ نہیں آئیں گے تو میں ان سے نپٹ لوں گا۔ غلامان سرکار گھبرائے مگر کوہ وقارؒ اپنے مقام پر زندہ مسکراہٹ کے ساتھ قائم رہے مقررہ دن صبح کو آ رہا تھا اور رات کو شاہ اپنے سارے تحفظات کے باوجود قتل ہو چکا تھا۔[1]

درباری علماء کی مخالفت

درباری علماء نے اقتدار کے اشارے پا کر آپ کی بھرپور مخالفت کی یہ تفصیلات نزھۃ الخواطر' مرآۃ الاسرار' انوار الاولیاء' تاریخ مشائخ چشت اور دوسرے تذکروں میں تفصیلاً مذکور ہیں۔ ہم صرف یہ بتانا چاہیں گے کہ اسلاف گرامی کے انداز کو آپ نے مشعل راہ بنایا' امام اعظمؒ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کی راہ کو خندہ پیشانی سے اپنایا۔ مناظروں کے لئے میدان میں اترے تو اپنی علمی عظمت کا سکہ بٹھا دیا اور اگر کبھی اقتدار کے سہارے کسی نے غلط انداز اپنایا تو آپ نے مستقبل کا دریچہ کھول کر اس کے انجام کی اطلاع دے دی۔

قاضی جلال الدین لولوالجی نے غیاث الدین تغلق کے سامنے طعن و تشنیع اور سماع کے خلاف زبان درازی کی تو آپ کی بردباری و تحمل کو پا کر قاضی نے زجر و توبیخ کا راستہ اپنا لیا۔ اب حضور نظام نے قاضی صاحب کو ان کی اصلیت اس شاندار فقرے میں ارشاد فرما دی۔

لَعَلَّکَ تَقُوْلُ ذٰلِکَ بِلِسَانِ الْحُکُوْمَۃِ وَاَنَّکَ مَعْزُوْلٌ عَنْھَا.	شاید یہ سارے نخرے اقتدار کے ہیں آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ آپ اس قضا اور حکومت سے معزول ہو گئے ہیں۔

قاضی صاحب ٹھٹھر گئے' پھر صرف بارہ دنوں کے بعد وہ معزول ہو چکے تھے۔[2]

علمی مقام

حضرت نظام الملتہؒ اپنے دور کے نہ صرف ایک جید عالم دین بلکہ کئی معاملات

۱۔ نزھۃ الخواطر ۱۶۵۔۱۶۴ (۲) ایضاً ۱۶۵

میں اجتہادی مقام کے مالک تھے۔ اتباع سنت کی وجہ سے کئی مسائل میں منفرد بھی ہیں، آپ فاتحہ خلف الامام اور غائبانہ جنازہ کے بھی قائل تھے۔[1] اولیائے امت اور علمائے ربانی کا یہی انداز رہا ہے کہ کئی مسائل میں جس حدیث کو صحیح سمجھا ہے اس پر عمل فرمایا ہے۔ اگرچہ بطور حنفی ہمارے نزدیک امام اعظمؒ کا مسلک ہی صحیح ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی کسی حدیث پر ہی ہوتی ہے۔

امت کے بڑے بڑے جید علماء، مفکرین، فقہاء اور محدثین نے آپ کی عظمت علمی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ علامہ محقق علی القاریؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب الآثار الجنیہ فی اسماء الحنفیۃ میں آپ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ''حضرت نظام المشائخ فقیہ العالم اور صاحب حال و وجد تھے۔ مخلوق کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور عبادت کے طریقے انہیں بتانے کے ساتھ دنیائے دنی سے لاتعلق رہنے کے طور بتائے۔ بایں ہمہ علوم متداولہ سے کما ینبغی بہرہ مند تھے۔ فضائل فاخرہ اور مکاشفات و خوارق جو ان کی زبان اور ہاتھوں سے وجود پذیر ہوئے ان سے زیادہ امید نہیں کی جا سکتی نہ زبان اور قلم ان کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ آج ان کا مزار دہلی میں ہے اور باہر سے آنے والوں کے لئے نفع رسانی ہے حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی آپ کی تعظیم و تکریم میں پیش پیش ہیں اور زیارت کے لئے آتے ہیں۔[2]

علامہ دوراں مجد الدین فرید آبادی نے اپنی عظیم کتاب اللطائف الخفیۃ فی اشراف الحنفیۃ میں آپ کی علمی عظمتوں کو یوں سلام پیش کیا ہے کہ طبیعتوں کو خوش کر دیا ہے عاشق رسول حضرت علامہ جامی نے نفحات الانس میں آپ کی علمی عظمتوں کا ذکر شرح و بسط سے کیا ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے سیر الاولیاء میں بڑی شرح و بسط سے آپ کے علمی مناقب کا لطیف تذکرہ کیا ہے، حضرت رکن الدین ملتانی سہروردی نے آپ کو شہنشاہ دین کہا ہے فوائد الفواد آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو علمی و فکری شاہکار ہے اور بھی ملفوظات کے کئی مجموعے ہیں۔[3]

۱۔ نزہتہ الخواطر ص ۱۶۹
۲۔ ایضاً ص ۱۶۱
۳۔ ایضاً ص ۱۷۱

ل کی جلوہ سامانیاں

حضور نظام الملت شریعت اسلامی کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے اپنے علم کو عمل کے زیور سے مزین کر رکھا تھا چونکہ آپ نے لاتعداد عوام کو راہ حق دکھانا تھی اور اپنے مرشد کی اس دعا کا مصداق بھی بننا تھا کہ ''خدا کرے تو ایسا درخت بنے کہ خلقت اس کے سایہ میں آرام کرے'' لہٰذا آپ نے پوری توجہ سے شریعت مطہرہ پر عمل کیا ابتدائے جوانی سے تیس سال کی عمر تک بہت سخت مجاہدات فرمائے ان مجاہدات کی تفصیلات سیر الاولیاء میں موجود ہیں مزید مجاہدات تادم واپسیں جاری رہے تخت اقبال پر بیٹھنے اور فتوحات کی وسعتوں میں بھی آپ نے اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔ اسی سال سے عمر متجاوز تھی بالا خانہ میں تشریف فرما تھے مگر ہمیشہ اتر کر مسجد میں تشریف لاتے اور نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے۔ ہمیشہ کا روزہ بھی آپ کی جبلت میں داخل تھا۔ افطار کا منظر بھی بڑا دلکش اور فقر محمدی کا ترجمان تھا۔ سبزی کے ساتھ آدھی چپاتی یا ایک چپاتی تناول فرماتے۔ کھانا احباب کے ساتھ ہوتا اور کئی دفعہ لقمہ توڑ کر خود کسی ساتھی کے منہ میں ڈالتے ہر شخص اس دولت کمال کو پانے کے لئے بے قرار رہتا۔ یہ افطاری نیچے ہوتی پھر بالا خانے میں تشریف لے جاتے شہریوں اور دیگر احباب کو عشاء تک نوازتے' پھل میوہ جات پیش کئے جاتے اور یہ اشیاء آپ حاضرین میں وہاں ہی تقسیم فرما دیتے کبھی کبھار محض حاضرین کی دلجوئی کے لئے کوئی چیز تھوڑی سی تناول فرما لیتے۔ حسب استعداد لوگوں سے حالات بھی دریافت فرماتے۔ پھر آپ کا خادم خواجہ اقبال جسے آپ شفقت سے لالا کہہ کر پکارتے تسبیح لا دیتا اس کے بعد کوئی شخص حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ صرف امیر خسروؒ کچھ حکایات بیان کرتے اور آپ سن کر ان کی خاطر کبھی سر مبارک ہلا دیتے۔ بسا اوقات ایسی فرصت و فراغت پا کر خدام کے بچے محفل میں جا پہنچتے اور آپ کی نوازشات سے مشرف ہوتے یہ محفل ختم ہوتی تو خواجہ اقبالؒ اس خلوت گاہ میں چند آفتابے پانی کے چھوڑ دیتے اور حضور مکان کو اندر سے کنڈی لگا لیتے۔ اب صرف حضور ہوتے اور جمال حق کا مشاہدہ ہوتا۔ کیا راز و نیاز ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے یا حضور نظام کو[1]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۷-۷۸۵

سحری کا انتظام خواجہ عبدالرحیم کے پاس تھا دروازے پر دستک دیتے تو حضور دروازہ کھول دیتے سحری پیش کی جاتی عموماً آپ سحری تناول نہ فرماتے اگر طبیعت ہوتی تھوڑی سی تناول فرما کر باقی خدام کے بچوں کے لئے چھوڑ دیتے۔ نماز تہجد ہوتی اور پھر اشغال باطنی کی طرف توجہ ہوتی۔ نماز فجر، اشراق اور چاشت کے لئے نیچے جماعت خانہ میں قدم رنجہ فرماتے شغل باطن سے مقدس آنکھیں سرخ ہوتی تھیں یہ شراب طہور کی مستی تھی جو ان محبت بھری نگاہوں سے چھلکتی رہتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ روزانہ چار سو نوافل بھی آپ کے اعمال میں شامل تھے۔ جنہیں پورے ذوق سے ادا کیا جاتا تھا۔[1]

خوئے دلنوازی و غریب پروری

آپ جب مسند سجادہ پر تشریف فرما ہوئے تو آپ کا در اقدس سب کے لئے کھل گیا۔ بادشاہ، امراء، علماء، شعراء، فقراء، قلندر اور عوام سیلاب کی طرح اس درگاہ عظمت پناہ کی طرف پلٹ پڑے آپ کی شفقت بادل کی طرح سب پر چھا جاتی۔ سب کے حال کے مطابق گفتگو ہوتی ہر آنے والا سمجھتا ساری شفقت مجھے عطا فرما دی گئی ہے۔ مساکین و غرباء کی دستگیری آپ کا شیوہ خاص تھی۔ جتنے تحفے تحائف عالم غیب سے آپ کو ملتے تھے اور جو نذرانے آپ کو پیش کئے جاتے تھے وہ سب کے سب غرباء میں تقسیم کر دیئے جاتے علاء الدین خلجی کا بھائی جنگ کے لئے دور دراز نکل جاتا ہے فوج دور نکل گئی حالات کا علم علاء الدین کو نہ ہو سکا۔ حضور خواجہ نظام کی خدمت میں قرہ بیگ کو بھیجا کہ اب کیا کیا جائے۔ لحاتی سا مراقبہ آپ نے فرما کر ارشاد فرمایا کہ شاہ کو سلام و دعا کہہ کر بتا دو "کل چاشت کے وقت انشاء اللہ فتح ارنگل اور بھائی کی سلامتی کی خوشخبری ملے گی۔" دوسرے دن سانڈھنی سوار نے آ کر فتح کی خبر دی اور بھائی کی عافیت بتائی۔ پانچ سو دینار (سونے کے) شاہ نے لنگر کے خرچ کے لئے بھیج دیئے۔ اسفندیار نامی قلندر خراسان سے آ کر خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے عرض کیا کچھ مجھے بھی عطا فرما دیں وہ سب آپ نے انہیں عطا فرما دیئے۔ یہی دلربائی کے انداز ہمیں ان کی ساری حیات طیبہ میں نظر آتے ہیں۔

خسرو خان برسر اقتدار آیا تو پانچ لاکھ روپے بھیج دیئے آپ نے سب فقراء میں تقسیم کر دیا نئے حاکم نے آ کر حساب دیکھا جن لوگوں کو خسرو خان نے نوازا تھا ان سے

رقمیں واپس طلب کیں سب نے جمع کر رکھی تھیں مگر حضور نظام نے فرمایا بیت المال کی رقم تھی ہم نے غرباء میں تقسیم کر دی ہے۔ بادشاہ تو بگڑا مگر درویش کیا پرواہ کرتے ہیں۔[1]

آپ کسی آنے والے کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے نماز ظہر کے بعد کھلا اجلاس ہوتا معرفت کے دریا بہنے لگ جاتے آپ کے چہرہ اقدس پر اس حد تک نور اور جلال کبریائی ہوتا کہ کوئی نظر اٹھا کر آپ کو دیکھ نہ سکتا بلکہ سر جھکائے سب آپ کی شہد بھری باتیں سنتے رہتے کسی میں بولنے کی ہمت تک نہ ہوتی۔ علمائے ظاہر اگرچہ معاند تھے اور تصوف کے مخالف تھے مگر آپ کے ہاں آتے وقت رعونت و غرور گھر چھوڑ کر آتے تھے۔ یہاں سب سرنگوں ہوتے' عوام و خواص اسلام کے سچے عاشق اور پکے عامل بن گئے تھے شہر سے غیاث پورہ تک --- جہاں آپ تشریف فرما تھے --- باصفا اور اہل دل صوفیاء کرام کے بغیر کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ مسلمان اپنی محافل میں دنیا کی باتیں نہیں کرتے تھے۔ کیا طلباء اور کیا اشراف و اکابر آپ کی محفل میں کتب تصوف کے مطالعہ میں محو رہتے احکام طریقت کا اکتساب کرتے احیاء العلوم' عوارف المعارف' کشف المحجوب' رسالہ قشیریہ' لوامع' فوائد الفواد اور دیگر کتب تصوف زیر بحث بھی تھیں اور زیر عمل بھی' بازاروں میں صرف کتب تصوف کے متلاشی ملتے تھے' نگاہ نظام نے کائنات ہند کا سارا نظام بدل کر رکھ دیا یعنی وہی بات کہ۔

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم نظام شمس کی صورت نظام ہے تیرا

جتنے معارف و حقائق آپ کے مقدس دور میں ظاہر ہوئے شاید جنید و بایزید کے دور میں ظاہر ہوئے ہوں کہیں اور نظر نہیں آتے۔ وہ محافل منعقد ہوئیں کہ چشم فلک نے ان کی مثال نہیں دیکھی۔ تبھی تو ایک صاحب نے خوب فرمایا۔

زیں فن مطلب بلند نامے کاں ختم شدہ است بر نظامے

''اس فن ولایت میں اب بلند نامی و شہرت کا خیال چھوڑ دو کہ یہ سیدنا نظام الملتہ پر ختم ہو گیا ہے''[2]

ان محافل میں سے خصوصی محافل سماع کی ہوتی تھیں۔ آیئے ذرا ادھر بھی چلتے ہیں۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۹۴۔۶۹۱

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۶۹۲۔۶۹۰

محافل سماع

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا ارشاد ہے کہ جب بھی حضرت سلطان المشائخ کے محرم راز دوست آ جاتے تو آپ چشتی روایات کے مطابق چاہتے تھے کہ محفل سماع کا انعقاد ہو جائے۔ امیر خسرو اور میر حسن سنجری آ جاتے حسن کی آواز بڑی حسین تھی علم موسیقی میں دونوں حضرات بے حد ماہر تھے۔ مبشر نامی ایک اور صاحب تھے جو خسرو کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ یہ حضرت نظام الملتہ کے زرخرید غلام بھی تھے اور بے حد حسین ہونے کے ساتھ ساتھ لحن داؤدی بھی انہیں اللہ کریم نے عطا فرما رکھا تھا' حضرت خسرو غزل کا آغاز فرماتے جس شعر پر بھی حضرت سلطان الاولیاء سر مبارک ہلاتے اس کا تکرار و اعادہ مخصوص لے اور آواز سے ہوتا حضرت پر وجد طاری ہو جاتا۔ محفل ایک انداز میں ڈوب جاتی۔ دوسرے قوال وظیفہ خوار تھے اور سب اپنے کلام و انداز میں بے مثل تھے وہی بات تھی کہ ان کی آواز سے اڑتے پرندے بھی نیچے اتر آیا کرتے تھے۔ مگر سب پر غلبہ اوپر والے تینوں حضرات --- خسرو۔ حسن اور مبشر --- کا ہی تھا کئی محافل سماع میں آپ ذاتی تصرف سے بھی تشریف لے جاتے تھے ایک ایسی ہی محفل خواجہ منہاج نے منعقد کی اس میں حضرت گنج شکر کے رشتہ داروں کو بلایا مگر رنگ نہ جم سکا۔ خواجہ منہاج پریشان ہو کر باہر نکلے تو حضرت نظام کی کلاہ مبارک سر پر رکھے حوض کے کنارے کھڑا پایا بس پھر کیا تھا محفل میں وہ ذوق و شوق پیدا ہوا کہ ہر طرف وجد طاری تھا جب اس بات کا تذکرہ خواجہ منہاج نے حضرت نظام سے کیا تو آپ نے فرمایا "یہ ضعیف جہاں کہیں بھی ہوا سے حاضر تصور کیا کرو۔"[1]

ھنوز دہلی دور است

غیاث الدین تغلق علمائے ظاہر کے بہلاوے میں آ کر آپ کا مخالف ہوا اسے یہ بھی وہم تھا کہ آپ خسرو خاں سے رابطہ رکھتے ہیں لہٰذا دربار میں طلب کرتا رہا' مناظرے بھی کرائے حضرت زکریا ملتانیؒ کے پوتے حضرت علم الدینؒ ملتان سے دہلی آئے تو غیاث الدین استقبال کے لئے نکلا لیکن انہوں نے شاہ سے پہلے حضرت نظام سے ملاقات کی۔ پھر شاہ سے ملے۔ شاہ نے سماع کی بات ان سے کی انہوں نے فرمایا حضرت نظام سماع کے اہل

ا۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۸۹۔۷۸۸

ہیں ان سے گستاخی ناروا ہے۔ بادشاہ شرمندہ تو ہو گیا مگر دل سے عداوت و کینہ نہ نکال سکا۔ لکھنؤ چلا گیا جب واپسی ہوئی تو کہنے لگا دہلی سے حضرت کو نکال باہر کروں گا۔ دہلی کے قریب تغلق آباد میں اسی نیت سے رک گیا کہ حضرت کو وہاں طلب کیا جائے گا۔ حضرت کو احباب و خدام اس کے ارادوں کے متعلق عرض کر رہے تھے آپ نے فرمایا ''ھنوز دہلی دوراست'' وہ تغلق آباد میں سو رہا تھا کہ احباب سمیت قتل ہو گیا اور ھنوز دہلی دوراست ایک ضرب المثل بن گیا۔

حقیر لومڑی انجام کو پہنچی

اقتدار کے نشے میں چور قطب الدین نے بھی حضرت کو دربار میں طلب کرنا چاہا انکار پر وہ بھی بگڑا اس کے بھائی حضرت کے مرید تھے انہیں بھی قتل کرا دیا کچھ غلاموں نے حضرت کو عرض کیا وہ جوان ہے آپ تھوڑی نرمی برت لیں۔ حضور نظام نے فرمایا انتظار کرو حکم خداوندی سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔ حضرت خسرو کے بڑے بھائی عز الدین علی نے عرض کیا شاہ چاند رات کا منتظر ہے وہ ضرور گستاخی کرے گا آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھو۔ میں نے عالم واقعہ بالا میں دیکھا ہے کہ بالا خانہ میں بیٹھے مجھ پر ایک سینگدار گائے نے حملہ کیا ہے میں نے اس کے سینگ پکڑے اور زمیں پر گرا دیا وہ مرگئی۔ انشاء اللہ بادشاہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ستائیس ماہ شوال کا یہ واقعہ تھا۔ انتیسویں رات شاہ تو خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا اور حضور نظام الاولیاءؒ اپنی خانقاہ میں گشت فرماتے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش   با شیر پنجہ کر دی و دیدی سزائے خویش

''اے کمینہ و حقیر لومڑی تو نے اپنا مقام کیوں نہ پہچانا اور اپنے مقام پر کیوں نہ رہی شیر سے پنجہ لڑایا اور اپنی حرکت کا مزہ چکھ لیا۔''

ادھر خسرو خان جو شاہ کا نمک خوار تھا اٹھا اور شاہ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا نہ اس نے چاند رات دیکھی اور نہ ہی حضرت کو بلا سکا۔ لومڑی نے خدا کے شیر کو للکارا اور اپنے انجام کو پہنچ گئی۔[1]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۹۵۔۷۹۴ ملخصاً نزہۃ الخواطر ۱۶۸۔۱۶۷

وصال باکمال

حضرت نے اپنی حیات طیبہ میں بہت سے حضرات کو خلافت ونیابت سے نوازا اپنی وفات اقدس سے تین چار ماہ پہلے دس حضرات کو خلافت عطا ہوئی۔ یہ تحریری خلافت تھی جو سیر الاولیاء کے مصنف سید حسین کرمانیؒ نے تحریر فرمائی تھی اور تحریر پر حسب حکم ان کے دستخط بھی ثبت تھے حضور گنج شکرؒ نے بھی شیخ جمال الدین ہانسویؒ کو ایسا ہی حکم دے رکھا تھا خلافت ناموں پر ان کی مہر ہوتی تھی اپنے شیخ کی یہی سنت حضرت نظام نے بھی پوری فرمائی۔

تمام خلفاء تو اپنے اپنے مقام پر رہے اور حضرت نصیر الدین چراغ کو اپنا جانشین دہلی بنایا اور وہاں کی مخلوق کا غمخوار رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی عمر مبارک چورانوے سال آٹھ ماہ ہو چکی تھی پیغام یار آ رہا تھا بیماری کا بہانہ بھی بننے لگ گیا بقول سید کرمانی یہ بیماری چالیس دنوں سے آگے نہ بڑھ سکی یہ بیماری بھی محبوب جل جلالہ کی اداؤں اور اس کی ذات مطلق میں مشاہدے کا تحیر تھا' جمعہ کا دن تھا کہ آپ پر حال طاری ہوا مشاہدہ حق سے سینہ منور ہو گیا۔ نماز میں سجدے کرتے آستانہ پر تشریف لائے گریہ پہلے سے بڑھ گیا روزانہ کئی دفعہ لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے اور پھر ظہور ہو جاتا۔ لوگوں سے دریافت فرماتے آج جمعہ ہے؟ کیا میں نے نماز پڑھی ہے؟ لوگ عرض کرتے کہ حضورؒ نے نماز پڑھی ہے۔ ارشاد ہوتا "چلو ایک دفعہ پھر پڑھ لیتا ہوں" اسی طرح ہر نماز پڑھی جا رہی تھی اور یہ مصرعہ بار بار زبان پر آ رہا تھا۔

می رویم و می رویم ہم جا رہے ہیں ہم جا رہے ہیں ہم جا رہے ہیں۔

اسی عالم کیف و مستی میں اپنے اعزا و اقارب' خدام و ارادت مندوں کو طلب فرما کر خادم خاص خواجہ اقبالؒ کو حکم دیا۔

جو کچھ بھی گھر میں ہے سب لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک پیسہ بھی باقی نہ چھوڑا جائے۔ سب کچھ تقسیم کر کے سید حسین کرمانیؒ نے آ کر اطلاع دی کہ حکم کی تعمیل ہو گئی ہے لیکن چند ہزار من غلہ وظیفہ خوار فقراء کے لئے رکھ لیا ہے۔ فرمایا۔ یہ "مردہ ریت" کیوں

رکھ لی ہے اب غلہ کے گوداموں میں شگاف ڈال دیئے گئے غلہ غرباء اٹھا کر لے گئے اور گوداموں میں جھاڑو پھیر دیا گیا۔ یعنی امام الانبیاء صلوات اللہ علیہ اور امام الاولیاء بانی سلسلہ حضور حیدر کرار رضوان اللہ علیہ کی سنت مقدسہ پر دنیا سے جاتے ہوئے عمل فرمایا۔ نیز نماز بار بار دہراتے ہوئے اپنے مرشد حضور گنج شکرؒ کی سنت پوری کی کہ وہ بھی آخری رات تین دفعہ نماز عشاء پڑھ کر حاضر دربار خداوندی ہوئے تھے۔

حاضرین نے عرض کیا۔ اب ہم مسکینوں کا حال کیا ہوگا؟ کہ ہمارا داتا دنیا سے جا رہا ہے؟ ارشاد ہوا ''میرے روضہ سے اتنا ملتا رہے گا جو تمہیں کافی ہو رہے گا۔'' [1]

چالیس دن کھائے بغیر گزر گئے آپ نے اس عرصہ میں زیادہ کلام بھی نہیں فرمایا۔

چالیسویں دن بروز بدھ طلوع آفتاب کے بعد اٹھارہ ربیع الاول ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء مشاہدہ حق میں مستغرق ہو کر جان اپنے خالق کے حوالے کر دی۔ دہلی میں ہی اپنے مزار اقدس میں تشریف فرما ہوئے۔ مصنف سیر الاولیاء فرماتے ہیں کہ آپ کی وصیت کے مطابق حضور گنج شکرؒ کا عطا فرمودہ خرقہ آپ کے جسد پاک پر قبر کے اندر ڈال دیا گیا اور فرید دوراں کا مصلیٰ مبارک آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا گیا۔ عموماً اولیائے گرامی نے اپنے مرشد کا خرقہ قبر میں اپنے پاس رکھا ہے یا اپنے جانشین کو عطا فرما دیا ہے۔

نماز جنازہ غوث امت حضرت زکریا ملتانی کے پوتے حضرت شاہ رکن الدین نے پڑھائی اور فرمایا ''چار سال تک مجھے صرف اس جنازہ والے اہم کام کے لئے دہلی رکھا گیا ہے آج مجھے یہ سعادت مل گئی'' دونوں حضرات میں ویسے بھی بے حد محبت تھی جس کی تفصیلات سیر الاولیاء میں مذکور ہیں۔

آپ کی تاریخ وصال ''شہنشاہ دین'' سے ۷۲۵ھ نکلتی ہے۔

حضور نظام الملتہ ان مشائخ کبار میں شامل ہیں جو اپنی قبروں میں بیٹھے بھی تصرف فرما رہے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا دہلی مرکز اولیاء ہے مگر عالم معنوی پر نگاہ ڈالنے والے کہتے ہیں کہ ولایت کے دو خیمے ہیں جن کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ایک خواجہ قطب الاسلام بختیار ہیں اور دوسرے نظام الاولیاء ہیں۔ آپ کے چار

---

[1] مرآۃ الاسرار ص ۷۹۶۔۷۹۵

غلاموں --- شیخ بدر الدین۔ خواجہ رفیع الدین ہارون۔ خواجہ ابوبکر آپ کے مصلی دار اور خواجہ مبشر علیہم الرحمتہ --- نے تولیت کے فرائض خوب نبھائے اور آج تک معاملہ چل رہا ہے خواجہ گنج شکر کی جو اولاد دہلی مقیم ہو گئی وہ آج دونوں آستانوں کے متولی ہیں۔ [1]

آپ اسی انداز کے متصرف من اللہ ہیں جن کا ذکر قرآن نے انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک کے مقدس الفاظ سے کیا ہے؟

اور علامہ اقبال نے کہا ہے۔

مرد حق از آسماں افتد چوں برق ہیزم او دشت و صحرا شرق و غرب

''مرد حق آسمانی بجلی کی طرح زمین پر آتا ہے اس کی محبت بھری آگ جنگل، صحرا، مشرق و مغرب کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔''

حضرت نظام الاولیاءؒ نے اپنی حیات طیبہ میں معاشرے کو خالص اسلامی رنگ میں رنگ دیا۔ شاہوں کی مخالفت کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دی عوام میں گھل مل کر ان کی دستگیری فرمائی۔ سلسلہ ولایت کو ملک میں پھیلا دیا اور ان کی مساعی سے سلسلہ کی خانقاہوں نے نور اسلام اور اخلاق محمدی کا وہ گلشن لگایا جس کی بہاروں اور رعنائیوں سے لوگوں کے قلوب و اذہان منور و معطر ہو گئے۔ اس عظیم المرتبت بوریا نشین نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی کی بوریا نشینی کی یاد تازہ کر دی اور سنت محمدی اور مساوات احمدی کا جھنڈا بھارت کے اس ظلمت کدے میں گاڑ دیا جہاں ذات پات کے نشیب و فراز کے گڑھوں میں گر کر انسانیت بلک رہی تھی۔ معین الملتہ، قطب عالم اور فرید دوراں --- علیہم الرضوان --- کے مشن کو آگے بڑھانے کا حق ادا فرما دیا۔ تعلیمات قرآن کو زندگی کا قالب عطا فرما دیا۔ بت کدہ ہند میں توحید کے نعرے بلند کر دیئے۔

عقیدت اقبال

علامہ اقبالؒ کی نگاہ نے آپ کی عظمتوں کو یوں سلام پیش کیا ہے۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۷۹۷۔۷۹۶

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو

فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو

دلوں کو چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر
تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

التجائے مسافر---کلیات اقبال اردو ص ۹۶

قند مکرر

حضور نظام الاولیاء کی خدمت میں ایک ہندو بنام مہندر مرید ہردیو عقیدت سے آیا کرتا تھا حضرت کی توجہ اشرف شامل حال تھی۔ اس نے اپنی حاضری اور دیگر واقعات پر مشتمل ڈائری لکھی تھی اس ڈائری کو انوار اولیاء میں جناب رئیس احمد جعفری ندوی نے نقل کر دیا ہے۔[1] آیئے اس ڈائری سے کچھ حصہ بطور قند مکرر ہم بھی لے لیں۔ ہردیو کے دل میں اسلام گھر کر گیا اور وہ بخوشی عمل مرشد دیکھ کر اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ حضرت نے خلوت میں ہردیو کو طلب فرمایا اللہ کریم کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی تاکید فرما کر ارشاد فرمایا محمود غزنوی کے ایک مقبول غلام ایاز تھے اب تم بھی سرور کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں آ گئے ہو اور سرکار عرش وقار کا ایک نام نامی احمد بھی ہے لہٰذا میں تمہارا نام احمد ایاز تجویز کر رہا ہوں اپنی توجہ احمد کی طرف ہمیشہ یکسو رکھو جب نماز میں کھڑے ہو تو یہ خیال رکھو کہ تم احمد کا الف ہو۔ رکوع میں جاؤ تو سمجھو کہ احمد کی ح ہو سجدے میں جاؤ تو یوں تصور کرو کہ تم احمد ایاز ہو یعنی احمد کے غلام ہو۔[2]

۱۔ انوار الاولیاء ص ۳۰۱۔۲۷۷

۲۔ انوار الاولیاء ص ۲۹۶

راقم الحروف نے کسی اور عارف کے کلام میں پڑھا ہے کہ سجدہ میں انسان میم کی طرح ہو جاتا ہے اور سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھے تو دال بن جاتا ہے لہٰذا ہر رکعت میں نام احمد بنتا چلا جاتا ہے حضور نظام نے مقام سجدہ پر احمد ایاز کو فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء. ان تعلیمات سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ نگاہ سیدی نظامؒ میں مقام احمدی اور عظمت محمدی کیا ہے۔ اقبالؒ ترجمانی فرماتے ہیں۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است ۔۔۔ آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

خسرو کی پہلی حاضری

ہردیو کی ڈائری حضرت امیر خسرو کی بیعت کا واقعہ یوں سناتی ہے۔ خسرو فرماتے ہیں۔ ''میں چھوٹی عمر میں ہی بیعت کے شرف سے مشرف ہو گیا تھا ہوا یوں کہ میرے والد امیر سیف الدین محمود مجھے اور میرے بڑے بھائی کو حضرت کی خدمت میں لے کر چلے میں نے پوچھا کہاں کا پروگرام ہے۔ والد گرامی نے فرمایا۔ تمہیں حضرت کا مرید بنانا ہے میں نے عرض کیا مجھے یہاں حضرت کے دروازے پر چھوڑ جائیں میرے بھائی کو ساتھ لے جائیں بیعت کرائیں میں آپ کی واپسی کا منتظر رہوں گا۔ والد مسکرا کر بڑے بھائی کو لے کر اندر چلے گئے میں دروازے پر بیٹھا ایک شعر موزوں کرنے لگ گیا خیال یہ تھا کہ اگر حضور کامل ہیں تو نور باطن سے میرے شعر پر مطلع ہو جائیں گے اور شعر کا جواب شعر سے دیں گے پھر میں جا کر بیعت کرلوں گا ورنہ باپ اور بھائی کی واپسی پر گھر چلا جاؤں گا۔ موزوں شعر یہ تھا۔

تو آں شاہے کہ بر ایوان قصرت ۔۔۔ کبوتر گر نشیند باز گردد

غریبے مستمندے بر در آمد ۔۔۔ بیاید اندروں یا باز گردد

ترجمہ: تو وہ عظیم المرتبت بادشاہ ہے کہ اگر تیرے محل کے کنگرے پر کبوتر آ کر بیٹھے تو وہ باز بن جاتا ہے۔ آج ایک غریب حاجت مند تیرے دروازے پر حاضر ہے اندر آنے کی اجازت ہے یا واپس چلا جائے۔

شعر پورا ہو گیا اور خسرو خاموشی سے بیٹھ گئے مگر دلوں کے متصرف حاکم حضرت نظام ملت کی نگاہ ناز سے بات چھپ نہ سکی دفعتاً خسرو نے دیکھا کہ حضور کا ایک خادم

دروازے سے باہر نکلا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ دروازے سے باہر ایک ترک زادہ بیٹھا ہے اسے جا کر یہ شعر سنا دو اور واپس آ جاؤ۔

بیاید اندروں مرد حقیقت | کہ با ما یک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مرد ناداں | ازاں راہے کہ آمد باز گردد

ترجمہ: وہ میدان حقیقت کا مرد اندر آ جائے تا کہ کچھ وقت ہمارا ہمراز بن سکے لیکن اگر آنے والا ناسمجھ اور نادان ہے تو جس راستے سے ادھر آیا ہے اسی راستے سے واپس چلا جائے۔

اب کیا تھا خسرو دیوانوں کی طرح حضرت کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ انہوں نے وہاں اپنے والد، بھائی اور حضرت سید محمد کرمانیؒ کو بھی موجود پایا حضرت کے قدموں پر سر رکھا۔ تو حضرت نے فرمایا۔

بیا بیا اے مرد حقیقت ایں جا بیا | ہاں ہاں اے مرد حقیقت آ جا آ جا
یک نفس باما ہمراز شو | چند لمحے ہمارا ہمراز بن جا

خسرو سامنے بیٹھ کر درخواست بیعت کرتے ہیں اور حضور نظامؒ انہیں اپنی غلامی کا تاج عطا فرما دیتے ہیں۔[1]

دروازے پر بادشاہ بیٹھا ہے

خواجہ سید محمد کو ارشاد ہوا "محمد! جاؤ دروازے پر بادشاہ بیٹھا ہے اسے اندر لے آؤ اور کھانا کھلا دو" سید صاحب کے ساتھ ہردیو بھی چل پڑے مگر دروازے پر بادشاہ نہ پایا۔ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا تھا مگر میلے بے حد پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایرانی امیر زادہ ہے مغلوں نے اس کا خاندان تباہ کر دیا ہے اور وہ نوکری کی تلاش میں ہے مگر تا حال ناکام ہے تین دن سے بھوکا ہے۔ حضرت کے لنگر کے شفا بخش اثرات بھی سن رکھے ہیں مگر اندر جا کر سوال کرنا اس کی غیرت کے منافی ہے باہر بیٹھ گیا ہے کہ اندر سے کوئی باطنی انداز سے دیکھ کر طلب کر لے گا۔

سید محمد اور ہردیو نے آ کر عرض کیا۔ دروازے پر کوئی بادشاہ نہیں ہے ایک ایرانی لڑکا بیٹھا ہے حضرت نے فرمایا بادشاہ کو اندر بلاؤ کھانا کھلاؤ مگر میرے پاس لا کر کھلاؤ لنگر میں

۱۔ انوار الاولیاء ص ۹۹۔۲۹۸

نہیں، ہم نے باہر جا کر لڑکے سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ وہ بولا مجھے حسن کہتے ہیں۔ ہم نے اسے کہا حضرت یاد فرماتے ہیں۔ آداب محفل سے بے خبر وہ حضرت کی خدمت میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ''او شاہ دکن بیٹھ جاؤ'' وہ بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا محمد! شاہ دکن کے لئے کھانا لاؤ۔ وہ لنگر خانے سے واپس آئے عرض کیا کھانا ختم ہے ارشاد ہوا جو کچھ بچا ہوا ہے لے آؤ۔ وہ روٹیوں کے ٹکڑے ایک کپڑے میں لپیٹ لائے حضور نے خود ایک ٹکڑا اٹھا کر اس لڑکے کو عطا فرماتے ہوئے کہا۔ ''لے یہ دکن کی بادشاہی کا تاج ہے'' لڑکے نے ٹکڑا پکڑ کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت محمد کے کہنے پر زمین ادب کو چوم لیا۔ ہردیو کہتے ہیں میں نے والد سے کہا اس لڑکے سے رابطہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ ہمارے وطن کا بادشاہ بننے والا ہے۔[1]

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شاہ کی بیٹی اور حضور کا غلام

احمد ایاز (ہردیو) پر حضور نظام نے اسلامی تقدس کا وہ رنگ چڑھا دیا کہ سلطان محمد تغلق نے حضرت خواجہ رکن الدین ملتانی کی خدمت میں عرض کیا ''میں احمد ایاز کو اپنا داماد بنانا چاہتا ہوں ان سے بات کر لیں'' حضرت رکن نے احمد ایاز سے بات کی وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بالا خانے کی چھت پر تھے اور بخار تھا واقعہ سن کر پلنگ پر بیٹھ کر تبسم فرما کر ارشاد ہوا۔ ''جا میری اجازت ہے میں مشیت ایزدی کی مخالفت نہیں کر سکتا ورنہ بادشاہوں سے رشتہ داری کرنا خدا پرست انسانوں کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔''

شادی مصلحتاً شاہ نے خفیہ کرائی جب احمد ایاز کو آپ کی شدید تکلیف کا علم ہوا تو شاہ سے اجازت چاہی کہ آپ کی زیارت کر آؤں۔ شاہ نے اپنا طبیب خاص ساتھ بھیج دیا۔ خادم خاص اقبال نے کہا۔ بار بار غشی طاری ہو رہی ہے اور ہوش آنے پر نماز کا پوچھتے ہیں اور مکرر نماز پڑھ رہے ہیں آپ اگرچہ کسی طبیب کا علاج پسند نہیں فرماتے لیکن میں آپ کے لائے ہوئے شاہی طبیب کو پلنگ کے پاس لے چلتا ہوں حضرت نے مقدس آنکھیں بند کر رکھی تھیں عالم سکوت تھا طبیب نے آہستگی سے نبض پر ہاتھ رکھا تو حضرت نے آنکھیں کھول

[1] انوار الاولیاء ص ۳۰۰ از رئیس احمد جعفری

دیں۔ اقبال نے دست بستہ عرض کی شاہ محمد تغلق نے طبیب خاص بھیجا ہے جواب دیئے بغیر دیر تک حضور طبیب کو دیکھتے رہے اور پھر دھیمی آواز میں ارشاد ہوا ''درد مند عشق بجز دیدار نیست'' (مریض عشق کی دوا صرف دولت دیدار ہوتی ہے)

رات گزری صبح کی نماز بھی حضرت نے کئی دفعہ پڑھی ارشاد ہوا ''شیخ العالمؒ حضرت فرید تشریف لائے ہیں مجھے تعظیم کے لئے اٹھاؤ'' ہم لوگ آگے بڑھے کہ سہارا دے کر اٹھائیں سکوت طاری ہو گیا سانس کی حرکت بند ہو گئی عظمت ولایت کا سورج چاشت کے وقت غروب ہو گیا۔ بیقراریاں تڑپ اٹھیں مگر حدود شرع سے آگے کوئی نہ بڑھا واویلا کسی سمت سے نہ ہوا۔[1]

عدم نکاح کی وجہ

عموماً کہا جاتا ہے کہ حضرت نے نکاح نہیں فرمایا حالانکہ وہ سنت نبوی ہے تو اس سلسلہ میں حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ کی وہ گفتگو تسلی بخش جواب ہے جو آپ نے حضرت سے تنہائی میں فرمائی تھی۔ نکاح نہ کرنے کے متعلق حضور نظامؒ نے فرمایا ''میں نکاح کا انکاری نہیں ہوں بلکہ جب قرآن مجید پڑھتا ہوں تو یہ ارشاد خداوندی نظر نواز ہو گیا ہے۔ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد ہی تمہارے لئے فتنہ ہیں) تو مجھے یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو سنت کی پیروی کے خیال سے نکاح کروں اور اللہ تعالیٰ کے فرائض فوت ہونے لگ جائیں اولاد کے فتنے میں مبتلا ہو کر فرائض خداوندی سے غافل نہ ہو جاؤں۔[2]

خلفائے گرامی

آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے ہم کچھ نام تبرکا نیچے لکھ رہے ہیں آپ نے اپنی توجہ اشرف سے لاتعداد لوگوں کو کمال ولایت سے نوازا۔ مگر آپ خلافت برائے خلافت کے قائل نہیں تھے جنہیں خلافت عطا فرمائی وہ افق ہند پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اس گروہ اصفیاء میں سے پانچ بہت محبوب تھے۔ خواجہ سید رفیع الدین ہارون۔ مولانا خواجہ سید محمد امام۔ خواجہ حسن علاء سنجری مولانا سید حسین کرمانی اور حضرت خواجہ امیر خسرو[3]

۱۔ انوار الاولیاء ص ۳۰۵۔۳۰۳ (۲) ایضاً ص ۳۰۲ (۳) ایضاً ص ۳۰۶ بحوالہ سیر الاولیاء

سید حسین کرمانی منہ بولے بیٹے تھے خلافت کا فرمان نامہ وہی لکھا کرتے تھے۔ حضور کے خادم احمد ایاز محمد تغلق کے وزیراعظم بن گئے تھے انہوں نے سید حسینؒ کو اپنے مرشد کے قرب کی وجہ سے اپنی حکومت دیوگیر (دولت آباد) میں منت کر کے بلایا آپ اس شرط پر گئے کہ اپنا لباس صوفیانہ بھی نہیں بدلیں گے اور کوئی نوکری بھی نہیں کریں گے۔ ان شرطوں پر تشریف لے گئے اور ۲۱ شعبان ۷۵۳ھ میں وہاں ہی وفات بوجہ فالج ہوئی۔

باقی مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں۔

۵۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی۔ ۶۔ شیخ سراج الدین عثمانی۔ ۷۔ شیخ برہان الدین غریب۔ ۸۔ مولانا جمال الدین۔ ۹۔ مولانا فخر الدین۔ ۱۰۔ مولانا ابوبکر منڈوی۔ ۱۱۔ مولانا فخر الدین روزی۔ ۱۲۔ مولانا وجیہ الدین یوسف۔ ۱۳۔ مولانا شہاب الدین روم۔ ۱۴۔ قاضی محی الدین کاشانی۔ ۱۵۔ مولانا فصیح الدین۔ ۱۶۔ مولانا شمس الدین یحییٰ۔ ۱۷۔ خواجہ کریم الدین سمرقندی۔ ۱۸۔ شیخ جلال الدین اودھی۔ ۱۹۔ قاضی شرف الدین۔ ۲۰۔ مولانا کمال الدین یعقوب۔ ۲۱۔ مولانا بہاء الدین۔ ۲۲۔ شیخ مبارک۔ ۲۳۔ خواجہ معز الدین۔ ۲۴۔ خواجہ ضیاء الدین برنی۔ ۲۵۔ شیخ تاج الدین داوری۔ ۲۶۔ مولانا موید الدین انصاری۔ ۲۷۔ خواجہ شمس الدین (خسرو کے بھانجے) ۲۸۔ خواجہ نظام الدین تبریزی۔ ۲۹۔ خواجہ سالار۔ ۳۰۔ شیخ فخر الدین میرٹھی۔ ۳۱۔ شیخ علاء الدین اندیتی۔ ۳۲۔ شیخ شہاب الدین کنتوری۔ ۳۳۔ مولانا حجتہ الدین ملتانی۔ ۳۴۔ شیخ بدر الدین محبوب۔ ۳۵۔ شیخ شمس الدین دھاری۔ ۳۶۔ خواجہ یوسف براونی۔ ۳۷۔ شیخ لطیف الدین۔ ۳۸۔ شیخ نجم الدین۔ ۳۹۔ حاجی احمد بدایونی۔ ۴۰۔ خواجہ عبدالرحمان سارنگ پوری۔ ۴۱۔ شیخ رکن الدین خیبری۔ ۴۲۔ شیخ بدر الدین قوار۔ ۴۳۔ شیخ سراج الدین حافظ۔ ۴۴۔ قاضی شاد علی۔ ۴۵۔ مولانا قوام الدین۔ ۴۶۔ مولانا برہان الدین ساوری۔ ۴۷۔ شیخ نظام الدین مولیٰ۔ ۴۸۔ خواجہ تقی الدین (حضرت کے اپنے بھانجے) ۴۹۔ قاضی عبدالکریم قدونی۔ ۵۰۔ قاضی قوام الدین قدوری۔ ۵۱۔ مولانا علی شاہ جاندار۔ ۵۲۔ یوسف سید حسینی۔ ۵۳۔ حمید شاعر قلندر۔ ۵۴۔ قاضی فخر الدین بجنوری رضی اللہ عنہم

نمبر ۵ سے ۵۴ تک کے نام تذکرۃ الفقراء از علامہ احمد اختر سے لئے گئے ہیں۔

ملاحظہ ہو ص ۵۰۔ ۵۱

چراغ چشتیت، مرشد برحق، منیر الحق والدین

حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

وصال اقدس

جمعہ ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ دہلی

(وفیات) انوار الاولیاء مرآۃ الاسرار

۱۴ ستمبر ۱۳۵۶ء

تاریخ مشائخ چشت

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

ولادت پاک اور اسلاف گرامی

آپ کی ولادت پاک اودھ میں سید یحیٰ حسنی کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا سید عبداللطیف اپنے ملک خراسان سے نکل کر لاہور تشریف لائے لاہور کے قیام کے دوران ان کے ہاں حضرت سید یحیٰ پیدا ہوئے۔ پھر یہ خاندان ذیشان وہاں سے اودھ منتقل ہو گیا یہیں حضرت یحیٰ کو اللہ کریم نے وہ گوہر نایاب بخشا جسے گھر میں تو نصیر الدینؒ کہا گیا لیکن جب وہ نگاہ نظام الاولیاء سے نوازا گیا تو حسب روایت سیر العارفین حضرت جلال الدین بخاری اچ شریف سے حج کے لئے گئے۔ وہاں انہیں امام عبداللہ یافعیؒ کی صحبت ملی۔ امام یافعیؒ نے فرمایا دہلی میں پہلے بہت مشائخ گزرے ہیں مگر آج نصیر الدین محمود نے چراغ روشن کیا ہوا ہے۔ چراغ دہلی ہی نہیں بنا بلکہ مرشد پاک نے ''محمود گنج شرف'' کے محترم لقب سے نوازا۔ یہ خاندان پاک سیدنا حسن علیہ السلام کی اولاد ہے لہٰذا انہیں حسنی کہا جاتا ہے عالی خاندان ہونے کی وجہ سے لاہور میں بھی اور پھر اودھ میں بھی یہ حضرات بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ابھی زندگی کے نویں سال میں تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ مطہرہ نے آپ کی پرورش و تعلیم میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

تعلیم

آپ کو سب سے پہلے مولانا عبدالحکیم شیروانی کے درس میں داخلہ دلایا گیا جب مولانا ممدوح کا وصال ہو گیا تو تکمیل تعلیم کے لئے آپ کو اس دور کے عظیم عالم مولانا افتخار الدین گیلانی کے مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ نے انہی کے پاس علوم ظاہری کی تکمیل کی' اسلاف کی طرح آپ بھی مایہ افتخار عالم تھے۔

زاہدانہ جوانی

بچپن سے ہی دلبرانہ ادائیں آپ کے ساتھ تھیں اتباع شریعت گویا آپ کی گھٹی میں داخل تھا لڑکپن سے پہلے ہی نماز و روزہ کی شدت سے پابندی فرماتے تھے اور افطاری سنبھالو سے فرماتے۔ اس عمر میں سات سال تک ایک درویش کے ساتھ سب نمازیں باجماعت ادا فرمائیں۔ ریاضات و مجاہدات کی کثرت تھی سہل پسندی آپ کے قریب سے

بھی ہو کر نہیں گزری تھی۔

مرشد کی خدمت میں

چالیس سال کی عمر میں حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو "محمود گنج شرف" کا عظیم الشان خطاب دیا۔ اس وقت حضرت مرشد کیلر کھڑی میں دریا کے کنارے ایک بالا خانے میں مصروف تفرید و تجرید تھے اس خلوت کدہ میں صرف چراغ دہلوی کو ہی جانے کی اجازت تھی حضرت چراغؒ اس بات کا شدت سے خیال فرماتے کہ حضرت سلطان المشائخؒ کی خلوت میں کوئی مداخلت نہ ہو پھر ایک عجیب اتفاق ہوا ملتان سے حضرت بہاء الدینؒ کے خاندان سے چند درویش آئے رات کو وہاں ٹھہرے صبح ایک درویش دریا میں نہانے لگا تو ایک نوسرباز اچکے نے اس کے کپڑے اٹھا لئے اور بھاگ گیا درویش شور کرنے لگ گیا حضرت نصیر الدین نے اسے اپنے کپڑے پہنا دیئے صرف اس خیال سے کہ اس کے شور سے حضرت کے خلوت کدے میں کوئی خلل پیدا نہ ہو اور ان کے معمولات میں فرق نہ آئے۔

حضرت سلطان المشائخ کشف سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے نماز چاشت پڑھ کر آپ نے بلوایا اور شان کریمی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک پہنا دی۔[1]

عظیم المرتبت مرشد کی عنایات

آپ اودھ میں اپنی بڑی بہن سے اکثر ملنے جاتے تو وہاں لوگوں کا بے حد انبوہ ہو جاتا آپ کے دل میں خیال آیا کہ کثرت سے وحدت کی طرف رجوع ہونا چاہئے آپ نے امیر خسرو کو کہا حضرت سے اجازت طلب کریں کہ مجھے جنگل میں گوشہ تنہائی میں عبادت و ریاضت کی خاطر جانے دیں۔ جب حضرت خسرو نے مرشد سے یہ بات کہی تو حضور نظام نے آپ کو بھی خلوت میں طلب فرما لیا۔ ارشاد ہوا آخر کیوں جنگل میں جانا چاہتے ہو؟ تمہارے والد کیا کام کرتے تھے تمہارا مقصد و مرضی کیا ہے؟

۱۔ انوار الاولیاء ص ۳۴۴ از سید رئیس احمد ندوی نیز مرآۃ الاسرار ص ۵۹۔۸۵۸

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۵۹ بحوالہ سر العارفین

آپ نے جواباً عرض کیا میری تو مرضی صرف وہی ہے جو حضور کی مرضی ہے۔ والد گرامی روئی کا کاروبار کیا کرتے تھے حضرت نے ارشاد فرمایا "آپ نے عوام میں رہنا ہے اور ہر قسم کی تکالیف و مصائب کو برداشت کرنا ہے" حضرت نظام نے پھر اپنا ایک واقعہ بھی دونوں حضرات کو سنایا ارشاد ہوا "میں اپنے مرشد کے پاس اجودھن میں حاضر ہوا تو کپڑے پرانے اور پھٹے ہوئے تھے میرا ایک ہم سبق دوست مجھے ملا کہنے لگا اگر مزید نہیں تو دہلی میں معلمی ہی کر لیتے یہ حال تو نہ ہوتا۔ یہ بات سن کر جب میں حضرت فرید اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پہلے ہی یہ سوال پوچھا کہ "اگر کوئی آپ کا دوست آپ سے یہ سوال کرے کہ کس بے کسی میں پھر رہے ہو اور نہیں معلمی ہی کر لیتے تو یہ حال نہ ہوتا تو اسے کیا جواب آپ دیں گے؟" میں نے جواباً عرض کیا جو حکم ہو گا وہی جواب دوں گا۔ آپ نے فرمایا اسے کہہ دو۔

نہ ہمسری تو مرا خویش گیر و برو   تو مجھے اپنا ہمراہ نہ سمجھ اپنا راستہ لے اگر تجھے
ترا سعادت باد و میرا نگوں ساری   سعادت عطا ہوئی ہے تو میرے لئے یہ
عاجزی و نگوں ساری کافی ہے۔

پھر ارشاد ہوا جاؤ کھانے اور مٹھائی کا خوان لاؤ۔ میں لے آیا تو ارشاد ہوا سر پر رکھ لو اور دوست کے پاس لے چلو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ دوست کو سارا ماجرا بتایا اور حضرت کا شعر سنایا وہ دل و جان سے فریفتہ ہو گیا حاضر ہوا قدم بوسی کی اور بیعت ہو گیا (مراۃ الاسرار ص ۸۶۰) جب میرے دوست نے یہ انداز دیکھا تو مجھے حضرت کی صحبت پر مبارک باد پیش کی۔[1]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور نظام الملتہ نے آپ کو عوام میں رہ کر تکالیف برداشت کرنے کی تلقین فرمائی تھی آپ نے کس انداز اور کس حد تک تکالیف برداشت فرمائیں ذرا کچھ جھلکیاں ملاحظہ فرماتے چلیں۔

تکالیف کی برداشت

مرشد گرامی کی وصیت کے مطابق آپ عوام میں رہے۔ ان کی خدمت کا کوئی

۱۔ انوار الاولیاء ص ۵۴۵۔۵۴۴ نیز مراۃ الاسرار ص ۸۶۰

وقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا مگر جس ہمت سے آپ نے لوگوں کی ایذا پر صبر کیا وہ صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کی پوشاک مبارک کوئی چرا لیتا ہے آپ اسے کچھ بھی نہیں فرماتے لیکن جب انہیں تنہا پا کر تراب یا نواب نامی ملنگ حملہ کر دیتا ہے آپ مراقبے اور مشاہدے میں ہیں وہ چھرے سے وار کرتا ہے گیارہ دفعہ چھری مارتا ہے سمجھتا ہے کہ کام تمام ہو گیا ہے لہو بذریعہ نالی باہر نکالتا ہے آپ کے غلام دیکھ کر اندر لپکتے ہیں ملنگ کو پکڑ لیتے ہیں مگر شہباز اسلام جس استغراقی حالت میں ہے اس میں فرق نہیں آتا محویت طاری تھی طاری رہتی ہے غلام ملزم کو پکڑ کر پیش کرتے ہیں خلق محمدی کا علمبردار کہتا ہے اسے کچھ بھی نہ کہو پھر قسم لیتا ہے کہ اسے تکلیف نہیں دی جائے گی قسم کھانے والوں میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسری' شیخ صدر الدین طبیب اور شیخ زین الدین علی جیسے آپ کے عظیم المرتبت خلفاء ہوتے ہیں اس طرح قاتل محترم بن جاتا ہے۔

پھر ملنگ کو ارشاد ہوتا ہے جب ضرب لگائی ہے تو تمہیں تکلیف ہوئی ہو گی ہاتھ دکھے ہوں گے لہٰذا یہ بیس روپے لے جاؤ تاکہ تمہاری تکلیف کا کچھ مداوا ہو سکے۔[1] رضائے ربانی پر راضی' کا کتنا اونچا معیار ہے اور مرشد کے ارشاد پر عمل کرنے کا کتنا پیارا انداز ہے یہ رضا جوئی اور یہ اطاعت کیشی ہمارے ممدوح چراغ دہلی کا وہ طرۂ امتیاز ہے جس کی مثالیں انبیائے عالی مقام کے بعد خال خال ہی نظر آتی ہیں اور یہی خال خال لوگ انسانیت کے حقیقی نمائندے اور حیات اسلامی کے اصلی قائد ہیں۔ اتنے زخم کھا کر مسکرانے والا عظیم انسان اس واقعہ کے تین سال بعد تک زندہ رہتا ہے اور چراغ ولایت میں اپنے انفاس قدسیہ کا تیل ڈالتا رہتا ہے۔

مجاہدات و ریاضات

حضرت کی جوانی کے مجاہدات کا مختصر سا تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں بیعت کرنے کے بعد ان میں بہت اضافہ ہو گیا دس دس دن لگاتار کھائے پئے بغیر گزار دیتے جب حال نازک ہو جاتا تو ترش اور کڑوی چیز ہی زبان پر رکھ دیتے اور اس طرح مزید مجاہدوں کے لئے کمربستہ ہو جاتے مسلسل روزے' طویل نوافل' کھانے سے اجتناب' دنیا اور اہل دنیا سے

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ۱۸۵۔۱۸۴ بحوالہ تکملہ خیر المجالس

بے اعتنائی آپ کا خصوصی انداز ہے۔ مگر غریب پروری، عوام کے دکھوں پر صبر کرنے میں بھی آپ خصوصی امتیاز کے مالک ہیں۔

یہ سب ریاضتیں اصلاح باطن کے لئے تھیں اس سلسلے میں اپنے مشائخ گرامی کی طرح آپ کے نزدیک تکمیل روح اور تشکیل باطن کے لئے بنیادی شرط اتباع شریعت محمدی ہے آپ نے اتباع سنت کا بھی زندگی بھر خیال رکھا اولیائے چشت مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے آئے ہیں مگر ایک پیر بھائی کے ہاں جب محفل سماع جمتی ہے اور وہاں مزامیر کی آواز آتی ہے تو آپ محفل سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں جب کہا جاتا ہے کہ بزرگوں نے اس انداز کی قوالی سنی ہے تو آپ فرماتے ہیں بزرگوں کا عمل حجت نہیں اصل شے سنت ہے اور اس طرح قوالی سننا سنت کے مطابق نہیں ہے۔[1] جب اس واقعہ کی اطلاع آپ کے مرشد حضور نظام الاولیاءؒ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا "ان کا اتقاء بڑھا ہوا ہے" خود حضرت نظام اسلام مزامیر کے بغیر سنا کرتے تھے۔ آستانہ قدسیہ سیال شریف میں حضور شیخ الاسلام کا بھی پسندیدہ انداز تھا کہ عموماً مزامیر کے بغیر ہی قوالی ہوتی تھی، ہم مزامیر کے ساتھ جواز و عدم جواز میں نہیں پڑنا چاہتے۔ علماء نے مزامیر کے ساتھ بھی قوالی سنی ہے اور مزامیر کے بغیر بھی۔ یہ ایک ذوقی مسئلہ ہے اور برصغیر کی حد تک تو تبلیغی مسئلہ بھی ہے ہندو مزامیر کے دلدادہ تھے ہمارے مشائخ نے انہیں اسلام کے قریب لانے کے لئے قوالی میں مزامیر کو داخل فرمالیا جس کے دور رس اثرات ہوئے لہٰذا ان مصلحتوں کو اولیائے امت ہی بہتر سمجھتے ہیں جو لوگ اس راستے سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی قومی دور رس مصالح ان کی نگاہوں میں ہیں انہیں اس بحث میں پڑ کر اولیائے کرام کے عظیم کردار کو مجروح نہیں کرنا چاہئے۔

شاہ کی زیادتیاں

حضرت نے اپنے اسلاف کی طرح قوم کی دستگیری میں کوئی کمی نہیں چھوڑی حالات کو بدلنے کے لئے چومکھی جنگ لڑی سلطان محمد تغلق کے دور میں ناعاقبت اندیش مولویوں نے اسے مشائخ کرام کے خلاف بھڑکایا اسے یہ سبق پڑھایا گیا کہ انہیں جہاد کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا جائے نظریاتی طور پر یہ بادشاہ اولیائے گرامی کے خلاف تھا پھر

۱۔ انوار الاولیاء ص ۵۴۵

اس کے نظریہ کے کچھ علماء کی تائید بھی مل گئی تو اس نے مشائخ کو تنگ کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی' دہلی روحانیت کا مرکز تھا اسے اجاڑ کر دم لیا۔ اس کے مظالم کی تفصیلات تذکرہ خواجگان چشت از حکیم محمد حسین بدر چشتی میں تفصیل سے مذکور ہیں مصنف علامہ نے شاہ کے عقائد ونظریات پر تفصیل سے بحث کی ہے قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ اس ماحول کی تفصیلات جاننا چاہتے ہیں تو اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۱۱۔۱۰۹ بحوالہ سیر الاولیاء وغیرہ)

محمد تغلق نے کھانے کی دعوت دی آپ کو پھانسنے کے لئے سونے کے برتنوں میں کھانا لگایا کہ اگر کھائیں گے تو مطعون قرار پائیں گے اور نہیں کھائیں گے تو بادشاہ کی مخالفت لازم آئے گی۔ دونوں صورتوں میں بادشاہ دست درازی کر سکے گا۔ آپ نے نور باطن سے شاہ کی نیت پڑھ لی کھانا اٹھا کر ہاتھ پر رکھا یعنی برتن آپ کا ہاتھ تھا پھر ہاتھ سے اٹھا کر زبان پر لے گئے۔ جب اٹھنے لگے تو زر سرخ اور کپڑوں کے تھان شاہ نے پیش کئے آپ نے لینے سے انکار فرمایا آپ کے ایک پیر بھائی نظام الدین نے جو وزیر بھی تھے آگے بڑھ کر وہ چیزیں اٹھا لیں حضرت کا پاپوش مبارک جھاڑ کر آپ کے سامنے رکھا۔ آپ تو تشریف لے گئے مگر شاہ وزیر پر بے حد بگڑا۔ وزیر نے کہا ان کے لئے جان دینے کو بھی حاضر ہوں۔[۱]

اب شاہ نے ایک اور فرمان جاری کیا وہ ٹھٹھہ (سندھ) کی طرف فوج کشی کرنا چاہتا تھا کہنے لگا شیخ نصیر الدین محمودؒ بھی میرے ساتھ چلیں گے اور دوسرے علماء ومشائخ بھی ساتھ ہوں گے۔ آپ نے روایتی حلم وبردباری سے شاہ کی بات تو مان لی لیکن ساتھ ہی فرمایا ''ہمیں ساتھ لے جانا شاہ کے لئے مبارک نہیں ہے شاید وہ واپس نہ آ سکے'' پھر وہی ہوا جس کا آپ نے اشارہ فرما دیا تھا راستے میں شاہ بیمار ہو گیا اور ٹھٹھہ سے چودہ کوس پہلے ہی کوس رحلت بج گیا اب حکمرانی کا انداز بدل گیا شاہ کا چچا زاد فیروز شاہ تخت سلطنت پر آیا اسے لانے والے ہی حضور چراغؒ تھے جنہوں نے علماء واولیاء کو ساتھ ملا کر یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ محمد تغلق کی اولاد نہیں تھی۔ اس سفر سے واپسی پر ہانسی کے سجادہ نشین شیخ قطب الدین منور

۱۔ انوار الاولیاء ص ۵۴۶ نیز تذکرۂ خواجگان چشت ص ۱۱۰

آپ سے ملنے کے لئے آنا چاہتے تھے مگر آپ نے فرمایا میں خود آ رہا ہوں آپ انہیں لے گئے۔ پتہ چلا کہ شاہ بھی آ رہا ہے آپ بھیڑ کی وجہ سے اجازت لے کر چلنے لگے تو شاہ راستے پر مل گیا کہنے لگا میرے ساتھ واپس چلیں کہ میں نے منت مان رکھی ہے دونوں حضرات کو ایک ہی محفل میں ملنے کی۔ آپ واپس آئے اور تفصیلی ملاقات ہوئی اب آپ کو اجازت واپسی ملی پہلے حضرت منور نے آپ کو الوداع نہیں کیا تھا۔

آپ کی عظمت ولایت

جب مرشد کامل نے فرمایا تھا کہ عوام میں رہ کر تکالیف برداشت کرنا ہوں گی تو سمجھنے والے تاڑ گئے کہ حضرت آپ کو اپنی مسند پر لانا چاہتے ہیں عملاً پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ مسند نظامی پر جلوہ فگن ہوئے۔ بتیس سال تک حق سجادگی ادا فرمایا۔ سر موفرق نہیں آنے دیا یہ آپ کی بڑی کرامت ہے۔ بقول میر سید محمد کلی کہ حضرت چراغؒ اٹھائیس سال تین ماہ دو دن قطب مدار کے درجہ عالیہ پر فائز رہے۔ یہ مرتبہ بھی اسی تحمل و برداشت کا نتیجہ تھا جس کی جھلکیاں ہم اوپر دکھا آئے ہیں۔ اس کے بعد آپ مقام فردانیت پر جلوہ ریز رہے اور وہاں سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ میر محمد کلی ان مدارج کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ قطب وہ ہوتا ہے جو ولی کو مقام ولایت سے معزول کر سکتا ہے اور قطب مدار وہ ہے جو سارے جہاں کا قطب ہے اسے اللہ کریم نے یہ اختیار دے رکھا ہوتا ہے کہ وہ جس قطب کو چاہے قطبیت سے معزول کر دے۔ ایک فرشتے کو اس کے ساتھ لگا کر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ قطب مدار جو کچھ کہے اس کی تعمیل کی جائے۔ لوح محفوظ کے احکام میں وہ تصرف کر سکتا ہے عرش و کرسی پر بھی قطب مدار کا تصرف ہوتا ہے۔ قطب مدار اس مقام سے ترقی کر کے مقام سفردانیت پر پہنچتا ہے۔ یہ مقام انبساط و موافقت ہوتا ہے یہاں دل میں کوئی تمنا نہیں رہتی۔ سب مرادیں ختم ہو جاتی ہیں نامرادی ان مردان حق کی مراد ہوتی ہے۔[1]

ان تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت برصغیر کے چند نامور اولیائے عظام میں شامل ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۶۴

سماع اور وجد

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آپ کا سماع مزامیر کے بغیر ہوتا تھا مگر سماع کی معنویت سے آپ بے حد متاثر ہوتے تھے اور غلبہ و وجد آپ پر طاری ہو جاتا تھا ہم تبرکا دو واقعات کا ذکر کریں گے۔

حضرت نظام کے مرید حمید قلندر تھے انہوں نے آپ کے ملفوظات اور حالات خیر المجالس میں جمع کیے انہوں نے بھی لکھا ہے اور جوامع الکلم میں بھی یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ سماع کی محفل میں تھے قوالوں نے یہ شعر پڑھا تو آپ پر وجد طاری ہو گیا۔

جفا بر عاشقاں ، گفتی نخواہم کرد و ہم کردی،
محبوب! آپ نے تو کہا تھا عاشقوں پر زیادتی نہیں کروں گا مگر آپ نے پھر زیادتی کی۔

قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند و ہم راندی[1]
نیز آپ نے کہا تھا کہ بیدلوں (عاشقوں) پر قلم نہیں چلائیں گا مگر آپ نے پھر قلم چلایا۔

ایک اور موقع پر اس شعر پر بھی آپ کو وجد آ گیا۔

نظرِ ازدیدہ ہا ناقص فنا دست
نگاہوں کی نظر میں ہی نقص وفتور ہے۔

وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست[2]
ورنہ ہمارا یار تو کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

اس سے آپ کے ذوق سلیم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اشعار کے معانی کی گہرائی اور گیرائی ہر صاحب ذوق کو متاثر کرتی ہے۔

سفر آخرت

بقول مصنف سیر العارفین جب حضرت کا سفر آخرت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھانجوں --- حضرت شیخ زین الدین اور حضر علامہ کمال الدین --- کو طلب فرمایا یہ محرمان راز تھے لہذا انہیں خصوصی وصیت فرمائی دونوں باکمال شخصیات تھے عرض کرنے لگے آپ کے بعد خرقہ خلافت کا کس کے لئے حکم ہے فرمایا ان درویشوں کے لئے جن کے بارے تمہیں حسن ظن ہے۔ پھر ارشاد ہوا میری تحریر لاؤ کہ میں دیکھ سکوں، فہرست میں سے

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۶۵ نیز انوار الاولیاء بحوالہ جوامع الکلم

۲۔ انوار الاولیاء ص: ۱۵۹

اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ درجے کے مریدوں کے نام دیکھ کر فرمایا ان لوگوں کو اپنے ایمان کا غم کھانا چاہئے۔ دوسروں کا بوجھ نہ اٹھائیں۔ اب وصیت فرمائی کہ جو خرقہ خلافت حضور نظام الملک سے مجھے ملا ہے اسے قبر میں میرے سینے پر رکھ دینا۔ میرے شیخ کا عصا میرے جسم کے برابر رکھنا۔ حضرت کی تسبیح میری شہادت کی انگلی پر لپیٹ دینا۔ لکڑی کا پیالہ اینٹ کی بجائے میرے سر کے نیچے رکھ دینا اور چوبی نعلین (کھڑاؤں) میری بغل میں رکھ دینا۔ آپ کی وصیت پر عمل ہوا۔

سید محمد گیسو دراز نے آپ کو غسل دیا جس چارپائی پر غسل دیا گیا اس کی پائنتی کی رسی نکال کر حضرت گیسو دراز نے گلے میں ڈال لی اور کہا ہمارا خرقہ یہی ہے اسی اعتقاد نے انہیں شہرت و مقبولیت کا تاج پہنا دیا۔ بقول مصنف معدن المعانی دکن جاتے ہوئے حضرت گیسو دراز نے جس کسی کو اس رسی کے بان کا ٹکڑا دے دیا وہ بھی ولی ہو گیا۔ (انوار الاولیاء ص ۵۴۹) حضرت کا وصال پاک شب جمعہ ۱۸ ماہ رمضان ۷۵۷ھ کو ہوا۔ آپ کی درگاہ دہلی میں مرجع خلائق ہے۔[1]

مرآۃ الاسرار کے مصنف فرماتے ہیں۔ میں ۱۰۶۵ھ بروز جمعرات دوسری دفعہ دہلی میں آپ کے دربار میں پہنچا جمعرات کا پورا دن اور شب جمعہ وہاں گزاری جب آپ کی روح سے شرف حضوری ملا تو گستاخی کر کے میں نے عرض کیا آپ کے اکثر خلفاء صاحب کرامات و مقامات تھے پھر حضور نے انہیں اپنے مرشد کا خرقہ خلافت کیوں عطا نہ فرمایا آپ نے فرمایا میرے کچھ مرید صاحب کرامات ضرور تھے مگر اس وقت ان کے دل میں قدرے تعصب باقی تھا لہٰذا دیانت کا تقاضا یہی تھا کہ میں ایسے مریدوں کو حضرت مرشد کا خرقہ خلافت نہ دوں لہٰذا میں وہ خرقہ قبر میں ساتھ لے آیا ہوں ہاں میں نے اپنا خرقہ خلافت کچھ مریدوں کو دیا ہوا تھا تاکہ مشائخ چشت کا سلسلہ عالیہ جاری رہے پھر مجھ پر ذرہ نوازی فرماتے ہوئے تصرف فرمایا ایسی تجلی مجھ پر ہوئی کہ اس طرز جمال با کمال میں کبھی نہیں ہوئی تھی اس روحانیت سے میں حیران رہ گیا کہ کتنے بڑے شہبازان حق نما خاک کے پردے میں چھپے ہیں اور بقائے عالم کا سبب بنے ہوئے ہیں۔[2]

۱۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۶۶ انوار الاولیاء ص ۵۴۷

۲۔ مرآۃ الاسرار ص ۸۶۶

خلفائے عالی مقام

ان گرامی نفوس کو آپ نے اپنے خرقے اور خلافت سے نوازا۔

۱۔ حضرت علامہ کمال الدین (سگے بھانجے) ۲۔ میر سید محمد گیسو دراز۔ ۳۔ حضرت سید محمد بن جعفر مکی۔ ۴۔ حضرت ملک زادہ احمد۔ ۵۔ مولانا معین الدین عمرانی۔ ۶۔ حضرت سید علاء الدین برادر زادہ حضرت مخدوم جلال الدین۔ ۷۔ حضرت شیخ محمد یوسف (تحفۃ النصائح کے مصنف) ۸۔ حضرت محمد وحید الدین ادب۔ ۹۔ حضرت سید جلال الدین کشوری۔ ۱۰۔ حضرت قاضی محمد سعدی فاضل۔ ۱۱۔ حضرت شیخ سلیمان لودھی۔ ۱۲۔ حضرت شیخ محمد متوکل کشوری۔ ۱۳۔ حضرت شیخ دانیال۔ ۱۴۔ حضرت شیخ مقدم الدین۔ ۱۵۔ حضرت قاضی عبدالمقتدر۔ ۱۶۔ حضرت مولانا خواجگی۔ ۱۷۔ حضرت مولانا احمد تھانیسری۔ ۱۸۔ حضرت شیخ زین الدین (بھانجے حضرت شیخ صدر الدین) ۱۹۔ حضرت حکیم سعد اللہ گیسو دراز وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔[1]

وصال کے بعد کی کرامات

جواہر بھاٹ نامی ایک ہندو نے لٹیروں کا گروہ ساتھ لیا علاقہ میں اودھم مچا دیا۔ دہلی شہر کو لوٹا پورے ماحول پر غالب آ گیا۔ خدشہ یہ تھا کہ اب محلہ چراغ دہلی کو لوٹے گا ایک برہمن اسی محلے میں مقیم تھا۔ جب بے بسی محسوس کی تو اسے ایک خیال سوجھا اور وہ اسے عملی جامہ پہنانے لگ گیا۔ اس نے اچھی طرح غسل کیا۔ پانی کا صاف لوٹا لیا اور حضرت چراغ کے آستانے پر حاضر ہو گیا اپنے مذہبی انداز سے عرض کیا پانی ہی نذرانہ لایا ہوں یہ علاقہ آپ کا ہے آپ ہی میرا وسیلہ ہیں۔ رو رہا ہے التجائیں کرتا جا رہا ہے پورا دن لو لگائے بیٹھا رہا رات کو گھر گیا سو گیا تو خواب میں حضور چراغ نے اسے اپنی زیارت کا شرف بخشتے ہوئے ارشاد فرمایا! ''دروازے بند کر کے بیٹھے رہو تمہاری طرف آئیں گے تو اندھے ہو جائیں گے۔'' وہ جب بھی آئے یہ محلہ انہیں نہ مل سکا کئی حملوں کے بعد راستے پر کچھ لوگ ملے ان سے پوچھا محلہ چراغ دہلی کدھر ہے؟ وہ بولے یہ سامنے تو ہے' اب انہوں نے تفصیل بتائی کہ ہمیں تو نہیں مل رہا تھا لوگوں نے انہیں جواب دیا یہ جگہ حضرت نصیر الدین

۱۔ انوار الاولیاء ص ۲۶۸ تذکرۃ الفقراء ص ۵۱

محمود چراغ دہلیؒ کے زیر سایہ ہے ڈاکوؤں نے یہ بات سنی۔ پھول اور عطر لے کر حاضر دربا ہوئے اور سلامی دی حضرت کے تصرف سے سارا علاقہ محفوظ رہا۔

جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہوا تو شہر دہلی ظلم کی چکی میں پسنے لگا پھانسیاں سڑکوں پر لگی ہوئی تھیں عصمت مآب خواتین نے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دی تھیں دارو گیر کا زور تھا اسی برہمن کی اولاد سے ایک برہمن کے پاس لوگ گئے کہ حضرت کی خدمت میں اب تم عرض کرو۔ اس نے بھی اپنے بڑے کا انداز اپنایا دن گزار کر شام کو گھر سویا تو حضرت نے خواب میں فرمایا ''باہر سے جو لوگ محلے میں آ چکے ہیں انہیں رہنے دو اب باہر سے کسی اور آنے والے کو محلے میں نہ آنے دو کوئی بھی گرفتار نہیں ہوگا۔'' پھر ایسا ہی ہوا کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ انگریز نے دہلی کو تباہ کر دیا اس علاقے میں مکاف گھوڑے پر سوار گھومتا رہا مگر کسی کو نہ گرفتار کیا نہ کسی کو سزا ہوئی۔[1]

۱۔ انوار الاولیاء ص ۴۹۔ ۵۴۸

قدوۃ السالکین، سید الطالبین

حضرت خواجہ کمال الدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفات شریف

۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء گجرات

(تذکرہ خواجگان چشت شریف)

۷۶۲ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

ولادت باسعادت

حضور خواجہ چراغ دہلویؒ کے سگے بھانجے تھے آپ کے والد گرامی بھی حضرت چراغ کے سگے چچازاد بھائی تھے۔

فضیلت علمی

اپنے دور کے عظیم المرتبت فاضل اور متبحر عالم تھے۔ اس دور کے بڑے بڑے علماء آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ عرصہ دراز تک مسند تدریس پر فائز رہے۔ برصغیر کے مشاہیر علماء میں سے چند نام یہ ہیں۔ جنہوں نے آپ سے علم کی دولت حاصل کی۔

علامہ احمد تھانیسری، مولانا عالم پانی پتی، حضرت عالم سنگریزہ ملتانی اور علامہ تاتار خان۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے شرح مشارق آپ سے سبقاً پڑھی مولانا شمس الدین اور مولانا جلال الدین آپ کے ہم درس تھے حضرت چراغ دہلوی نے مخدوم صاحب کو الگ کمرہ رہائشی عطا فرما رکھا تھا۔[1]

حضرت چراغ نے جو منشور خلافت حضرت جہانیاں کو عطا فرمایا تھا اس کی تحریر بھی آپ نے لکھی تھی اور اپنے دستخط بھی کئے تھے۔

بیعت و خلافت

حضرت چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے مسند نشین اور سلسلہ چشتیہ کے آفتاب ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضوی خالدی قدس سرہ نے بھی خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا۔

سفر حج

بقول شیخ محمد مصنف مجالس حسنیہ آپ کو حج اور روضہ رسول علیہ السلام کی زیارت کا بے پایاں اشتیاق تھا آپ یہ شوق لے کر حضرت نظام الاولیاء سے اجازت طلبی کے لئے حاضر ہوئے حضور نظام نے اجازت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی پوشاک بھی پہنائی خلافت بھی عطا کی اور پھر راہ حجاز کے لئے الوداع فرمایا حضرت نظام الملتہ کی برکت عالیہ

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت سیر شریف از محمد حسین بدر نیز قصر عارفاں

سے آپ نے ایک حج نہیں بلکہ سات حج ادا فرمائے اور جی بھر کر مسجد نبوی اور روضہ محبوب علیہ السلام کی زیارتیں فرمائیں۔ اس روحانیت کے ساتھ علوم ظاہری میں وہ بلند مقام پایا کہ آپ علامہ کہلائے۔[1]

درس نظامی میں جو آج علوم شامل ہیں وہ بھی اور اس دور کے دیگر متداول علوم پر بھی آپ کو صرف دسترس حاصل نہیں تھی بلکہ محقق و مجدد تھے۔ سب تذکرہ نگار آپ کی اس علمی رفعت اور جلالتِ مقام کے معترف ہیں۔

شادی اور اولادیں

حضرت نصیر الملتہ چراغ دہلوی کے حکم سے آپ نے شادی فرمائی تھی اللہ کریم نے آپ کو تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سے نوازا تھا۔

۱۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام نامی شیخ نظام الدین تھا وہ بڑے متبحر عالم تھے آپ کی مجلس میں کسی مسئلے پر بڑی علمی بحث فرمائی آپ نے فرمایا "بیٹے! جوان تو ہو لو بخار چڑھ گیا گھر گئے اور فوت ہو گئے۔" (مجالس حسنیہ)

۲۔ دوسرے صاحبزادے حضرت نصیر الدین تھے یہ بھی متبحر عالم تھے ان کے صاحبزادے بنام میراں حضرت سید محمد گیسو درازؒ کے خلیفہ تھے۔

۳۔ شیخ المشائخ خواجہ سراج الدینؒ آپ حضور علامہ کے جانشین اور سلسلہ چشتیہ کے رکن رکین تھے۔

۴۔ صاحبزادی صاحبہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔

سیاحت و اسفار

سیدنا علامہ کمال الدینؒ نے کئی ممالک کی سیاحت بھی فرمائی کئی ملوک و سلاطین نے اس سفر میں آپ کی قدم بوسی کا شرف پایا اور قیمتی تحائف آپ کو پیش کئے۔ دہلی واپس تشریف لائے تو سونے اور چاندی کے تحائف کا انبار ساتھ تھا۔ حضرت نصیر الملتہ نے مال و اسباب سے لدے اونٹ دیکھے تو فرمایا "کمال الدین! یہ دنیا کہاں سے لے آئے ہو؟" آپ نے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیا "میں نے راستے میں سن لیا تھا کہ حضور نظام

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت سیکر شریف ص ۱۱۵

المِلّتہؒ دارِ فانی سے تشریف لے گئے ہیں اور حضور ان کی جگہ مسندِ چشتیت پر تشریف فرما ہیں میں نے سوچا خالی ہاتھ گیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ مال و اسباب ساتھ لیتا چلوں تاکہ علماء پر اسے خرچ کر دوں اور خود تجرد کی زندگی گزاروں۔"

علامہ کمال الدین کا وصال

محمد تغلق کے ہاتھوں دہلی پر خزاں طاری تھی۔ مشائخ ظلم و ستم سہہ رہے تھے مگر جبراً انہیں دہلی سے نکالا جا رہا تھا۔ ان حالات میں آپ بھی دہلی کے مرکز کو الوداع کہہ کر گجرات تشریف لے گئے اب سلسلہ چشتیہ کا فیض گجرات سے جاری ہوا۔ یہیں حضور نے ۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ھ کو دنیائے فانی سے رخت سفر باندھا اور عالم بقا میں تاج بقا پہن کر محو دیدار یار ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ و ارضاہ عنا۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ سراج الدین محمدؒ جانشین ہوئے۔

مرد باصفا، مرشد خوش لقا

حضرت خواجہ شیخ سراج الدین محمد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفات اقدس

دوشنبہ (سوموار) ۲۱ جمادی الاولیٰ

۷۶۲ھ/۱۳۶۱ء پٹن

۸۷۰ھ/۶۶-۱۴۶۵ء گجرات (قصر عارفاں)

جمعرات ۲۱ جمادی الاولیٰ ۸۷۱ھ دسمبر ۱۴۶۶ء

تذکرہ خواجگان چشت

۸۱۷ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

۷۷۰ھ تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی،

ولادت باسعادت

حضور خواجہ کمال الحق والدینؒ کے کاشانہ اقدس میں ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ حضرت چراغ دہلویؒ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔عمر مبارک چار سال تھی جب حضرت نصیرالملتہ چراغ دہلویؒ کے دست مبارک پر شرف بیعت پایا۔

علم وخلافت

اپنے والد گرامی سے خلافت ملی۔ حضرت چراغ دہلوی نے بھی خرقہ نیابت عطا فرمایا۔ آگے سلسلہ عالیہ چشتیہ آپ کی ذات سے چلا۔ چونکہ آپ کے والد گرامی علامہ زماں تھے لہذا علوم ظاہری کی تکمیل بھی باطنی علوم کی طرح ان سے ہی فرمائی مجالس حسنیہ کے مصنف کا ارشاد ہے چالیس سال تک طلب علم کے لئے اپنی ذات کو وقف رکھا اور بڑے مجاہدے حصول علم کے لئے فرمائے۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ احمد تھانیسری' مولانا عالم پانی پتی' علامہ سنگریزہ جیسے عظیم المرتبت علماء بھی شامل ہیں یہ حضرات آپ کے عالی مقام والد کے شاگرد تھے۔

آپ کی علمی' عملی اور فکری عظمت کی بناء پر آپ کے ہم عصر علمائے کرام آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ روحانیت کا بحر ذخار تھے اور اپنے مریدوں کی خوب تربیت فرمائی تھی۔

وصال اقدس

بقول مصنف قصر عارفاں آپ کا وصال گجرات میں ۸۷۰ھ میں ہوا تذکرہ خواجگان چشت کے مصنف حکیم محمد حسین آپ کا وصال جمعرات بوقت عشاء ۲۱ جمادی الاولیٰ ۸۷۱ھ بتاتے ہیں۔ مزار مبارک قلعہ نہر والا پٹن (گجرات) میں مرجع انام ہے۔[1]

حضرت جہانیاں جہاں گشت سے علوم وفنون پر مناظرہ

حضرت چراغ دہلوی کے وصال کے بعد ایک دفعہ حضرت مخدوم جہاں گشت سید جلال الدین دہلی تشریف لائے۔ علماء کی ایک بھرپور محفل میں تشریف لے گئے جہاں شیخ

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۸ از حکیم محمد حسین

اسلام سراج الدینؒ بھی موجود تھے آپ کا حضرت سراج الملتہ سے تعارف نہ تھا دوران گفتگو حضرت مخدوم نے علماء کے سامنے کچھ علمی سوالات پیش کیے۔ مجمع علماء میں سے حضرت سراجؒ نے ہی جوابات عطا فرمائے۔ محفل برخاست ہوئی تو کسی سے حضرت مخدومؒ نے پوچھا یہ مرد عالم کون ہیں جنہوں نے سوالوں کے جوابات عطا فرمائے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ علامہ دوراں حضرت کمال الدین کے فرزند ارجمند ہیں۔ اب حضرت مخدوم آپ کے پاس تشریف لائے اور علمی مباحثہ کے بارے میں معذرت کے طالب ہو کر عرض کیا ''میں آپ کے والد گرامی کا شاگرد ہوں اور میرا منشور خلافت حضرت چراغ دہلویؒ نے انہی سے تحریر کرایا تھا اس پر ان کے دستخط بھی ہیں'' یہ سن کر حضرت سراج الدینؒ نے بھی معذرت فرماتے ہوئے کہا ''سبحان اللہ وہ کیسی عجیب صحبت تھی''

شاعر باکمال

حضرت سراج الملتہ اپنے دور کے باکمال شاعر بھی تھے آپ صاحب دیوان تھے۔ فارسی زبان و بیان پر کامل دسترس حاصل تھی۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

بار دیگر ہم ہمیں گوید سراج　　　قبلہ ما نیست الا روئے یار

ترجمہ: دوبارہ بھی سراج تو یہی کہتا ہے کہ ہمارا قبلہ صرف اور صرف محبوب کا چہرہ ہی ہے۔

اولاد گرامی

حضرت سراج الحق والدین کی شادی عظیم المرتبت شیخ حضرت یحییٰ بن شیخ لطیف الدین کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی سے نوازا۔ اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ شیخ معین الدین۔ ۲۔ شیخ علم الدین۔ ۳۔ حضرت شیخ محمد۔ ۴۔ حضرت نجد الدین۔ ۵۔ حضرت سعد الدین المعروف شیخ خوابہ۔ ۶۔ فخر النساء بی بی مرحم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

سب صاحبزادگان علم و فضل میں یکتا تھے صاحبزادی صاحبہ حافظ قرآن تھیں سلطان سید کبیر احمدؒ کے نواسے سے ان کا نکاح ہوا تھا۔

کرامات و خوارق

حضور سراج الملتہ مظہر خوارق و کرامات تھے لوگوں کی ضروریات کی یہی کرامات کفیل ہوا کرتی تھیں اللہ کریم لوگوں کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھتے تھے۔ حضرت بے حد سخی تھے آپ کے تذکرہ نگار آپ کو مبالغہ کی حد تک سخی لکھتے ہیں۔ مہمانوں کے بغیر آپ کبھی کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا جماعت خانہ علماء و صلحاء اور صوفیاء کا مجمع بنا رہتا تھا ہر وقت علم و ارشاد کا دریا بہتا رہتا تھا۔[۱]

واقعات علالت

طبیعت پر کبیدگی و ملول کے آثار ہویدا ہوئے تو ایک دن اپنے لخت جگر حضرت خواجہ علم الدین کو طلب فرمایا وہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا "ملائکہ آئے تھے اور میرے اعمال پر غور کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ میں مسلمان ہوں میرے گناہ عارضی تھے جن سے میں نے توبہ کر لی ہے" شیخ علم الدینؒ نے عرض کیا اور کیا کیا باتیں ہوئیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا جو پیش آیا میں نے بتلا دیا ہے۔ پھر فرمانے لگے۔

وقدا اُمِرَ باظہار النعمۃ الّتی وھبنی ربی وقال یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۝

جو انعامات میرے پروردگار نے عطا فرمائے ہیں ان کے اظہار کی اجازت بھی مرحمت ہوئی ہے۔ آپ نے پھر یہ قرآنی ارشاد پڑھا۔ کاش میری قوم کو پتہ چل جائے کہ کس انداز سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے اور اپنے مکرم و محترم بندوں میں جگہ دی ہے۔[۲]

ہم سمجھتے ہیں کہ حضور سراج الملتہؒ نے دار آخرت میں اپنے قیام رفیع کی خبر وہاں تشریف لے جانے سے پہلے ہی بتا دی اور وہاں "عباد مکرمین" میں شامل ہونے کی اطلاع اپنے اس لخت جگر کو دے دی جو آپ کے بعد چشتیت کی مسند پر تشریف لانے والے تھے۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ۲۱ جمادی الثانی ۸۹۷ھ زیادہ صحیح ہے۔

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۷

۲۔ ایضاً ص ۱۱۸

خلفائے گرامی

دیگر حضرات کے علاوہ اپنے صاحبزادے حضرت علم الدین کو خلافت خصوصی عطا فرمائی اور وہی آپ کے مسند نشین ہوئے اور اپنے آباؤ اجداد کی سنت سا عیہ کو زندہ رکھا۔

مرشد بے ریا، منبع جود و سخا

حضرت خواجہ شیخ علم الدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفات شریف

چہار شنبہ (بدھ) ۲۶ صفر ۸۰۹ھ

اگست ۱۴۰۶ء قلعہ نہروالا پٹن گجرات

تذکرہ خواجگان چشت

۹۰۱ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

۸۹۵ھ تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

ولادت باسعادت

آپ حضرت خواجہ سراج الدین محمد کے دولت کدہ میں .... تولد ہوئے۔
اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد ۲۱ جمادی الثانی ۸۱۷ھ کو ان کے سجادہ پر بیٹھے اور حق سجادگی ادا فرمایا۔

خلافت واجازت

اپنے عظیم والد نے خرقہ خلافت چشتیت سے نوازا۔ حضرت سید محمد بن سید یوسف حسنی المعروف گیسو درازؒ نے بھی حلقہ چشتیت میں شامل فرما کر خرقہ ولایت سے نوازا۔ حضرت گیسو درازؒ خود حضرت چراغ دہلویؒ کے عظیم المرتبت خلیفہ تھے۔ دونوں سلسلے چشتی ہیں۔ مشائخ چشتیت سے آپ کو بے حد عقیدت ومحبت تھی۔

حضرت علم الحق والدین نے اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ چشت کی سنت کو بڑی جانفشانی اور محبت قلبی سے جاری وساری رکھا۔

آپ علوم ظاہری کے بھی ماہر عالم تھے یہ علوم آپ نے زیادہ تر اپنے عالی مرتبت والا سے حاصل کیے۔ والد گرامی کے ہی مرید اور خلیفہ بھی تھے۔

آپ کی والدہؒ کی دعا

آپ کی والدہ محترمہ مفخر النساء سیف لِسان تھیں جو زبان پر آ جاتا اللہ کریم پورا فرما دیتے۔ ایک دن حضرت علم الحقؒ سے فرمانے لگیں کہ "آپ کو آپ کے فرزند شیخ راجن روشن کریں گے۔" حضرت شیخ حسن محمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ محترمہ مفخر النساء نے جس طرح فرمایا تھا ایسا ہی ظہور پذیر ہوا حضرت کے راجن نے اپنے والد گرامی کا بھی نام روشن کیا اور سلسلہ عالیہ کی بھی بے حد خدمت فرمائی۔[1]

آپ کی عظیم کرامت

شجرۃ الانوار میں مصنف نے آپ کی ایک کرامت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"حضرت شیخ را کرامتے بود ہر کہ از کافراں فاسقاں ومنکراں یک بار در صحبت او

۱۔ مجالس حسنیہ۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۸

نشستہ و از وکلام شنیدے و باد ہم کلام گشتے از افعال مذموم متنبہ گشتہ و تجربہ خورہ مرید او شدے
تھی۔"[1]

"حضرت کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جو کافر فاسق اور منکر آپ کی مبارک محفل میں ایک دفعہ بیٹھ کر آپ کا کلام سنتا یا آپ سے بات کرتا وہ اپنے گناہوں پر متنبہ ہو کر تو کر کے آپ کا مرید بن جاتا۔"

اس کرامت سے ایک بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ آپ کو اللہ کریم نے لوگوں کے دلوں، دماغوں اور روحوں پر تصرف دے رکھا تھا آپ کے باطنی انوار محفل کو جذب کر لیتے تھے اور گناہوں سے آلودہ انسانوں کو اپنی حقیقت نظر آ جایا کرتی تھی اور حضرت کی کیمیا اثر مجلس دل کی دنیا کو بدل دیتی تھی۔

وصال اطہر

یہ آفتاب ہدایت ماہ صفر کی چھبیس تاریخ ۸۰۹ھ کو نظروں سے اوجھل ہو کر اپنے اسلاف گرامی کے پاس قلعہ نہروالا پٹن گجرات میں استراحت فرما ہوا۔

ا۔ ثمرۃ الانوار۔ تاریخ مشائخ چشت۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۹۔۱۱۸

عاشق محبوب خدا، مرشد باصفا

حضرت خواجہ محمود راجن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

وصال اشرف

اتوار ۲۴ صفر ۹۰۰ھ

نہروالا پٹن گجرات (وفیات)

۲۳ صفر ۹۰۰ھ تذکرہ خواجگان چشت

نومبر ۱۴۹۴ء تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۹۲۲ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

ولادت باسعادت

آپ نے عظیم شیخ اور اپنے والد حضرت شیخ علم الدین کے گھر آنکھ کھولی۔

علم و خلافت

اپنے والد گرامی سے علم ظاہری و باطنی حاصل فرمایا ان کے وصال کے بعد سجادہ چشتیہ کو رونق بخشی دینی علوم سے بے حد لگاؤ تھا۔ مخزن چشت میں لکھا ہے کہ جو شخص بھی کسب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اسے دینی علوم کی طرف لگا دیتے اگر وہ علوم اسلامیہ کی طرف راغب ہوتا تو اسے بے شمار انعامات سے نوازتے۔ نقدی کتابیں اور دیگر لوازمات عطا فرماتے۔ علوم دینیہ کے حصول کے بعد جو شخص بھی آپ کا مرید بنتا اسے قلیل مدت میں مجاہدات کثیرہ کرائے بغیر اعلیٰ درجات ولایت تک پہنچا دیتے۔ کئی ایسے خوش نصیب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں مرید کر کے زیادہ دن اپنے پاس رکھے بغیر خرقہ خلافت و اجازت بیعت عطا فرما کر رخصت فرما دیا۔ اپنے گرامی قدر مرشد --- جو آپ کے والد بھی تھے --- سے بے حد محبت تھی اگر کوئی آپ کے سامنے نام لیتا تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ایک عالم بے خودی طاری ہو جاتا اور کافی دیر کے بعد پہلی حالت کی طرف پلٹتے۔

آپ مشائخ چشت کی طرح اپنی کرامات کو چھپایا کرتے تھے۔ بے حد مستجاب الدعوات تھے اللہ کریم سے جو کچھ طلب فرماتے یا جو کچھ زبان مبارک سے نکل جاتا بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت پا لیتا۔[1]

سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے خلافت

حضرت شیخ المشائخ سہروردی نے بھی آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا تھا اور اس طرح ولایت کا ایک اور دریا بھی مرج البحرین کی شکل میں ساتھ مل گیا۔ سلسلہ چشتیہ کے عظیم شیخ حضرت ابوالفتح نے بھی آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا وہ خود حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ راشد تھے۔ اس طرح حضرت راجنؒ کے وجود اقدس میں کئی سلاسل ولایت کا اتصال ہو گیا اور آپ نے نور ولایت کو دکن میں خوب خوب پھیلایا۔[2]

۱۔ مخزن چشت ص ۱۷۳ از خواجہ امام بخش مہاروی نیز تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۹
۲۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۹ از حکیم محمد حسین بدر چشتی

آپ کی دادی جان نے آپ کے متعلق جو کلمات کہے تھے وہ پورے ہوئے کہ آپ نے اپنے والد گرامی اور سلسلہ عالیہ کا نام خوب روشن فرمایا۔

وصال اقدس

ایک روایت کے مطابق حضرت محمود راجن کا وصال احمد آباد میں بروز جمعتہ المبارک ۲۲ صفر ۹۰۰ھ کو ہوا۔ پانچ ماہ تک وہیں مدفون رہے بعد میں ان کا مزار نہر والہ پٹن میں اپنے اسلاف گرامی کے ساتھ بنا جہاں سب مرجع خلائق ہیں۔

مجمع جودو عطا، قائد اہل رضا

حضرت خواجہ جمال الدین جمن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

وفات شریف

سوموار ۹ ربیع الاول ۹۴۰ھ ستمبر ۱۵۳۳ء

محلہ شاہ پور احمد آباد

دریائے سانبھر کے کنارے مدفون ہیں

رسالہ المعین ۔ تذکرہ سید سکندر شاہ

۲۰ ذی الحج ۹۴۰ھ تکملہ سیر الاولیاء

جولائی ۱۵۳۴ء

۹۰۸ھ تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

ولادت باسعادت

اپنے والد گرامی حضرت محمود راجن کے ہاں ....تولد ہوئے۔

بیعت وخلافت

علوم ظاہری اپنے والد گرامی سے ہی پڑھے انہوں نے باطنی علوم سے بھی نوازا۔

حضرت علامہ کمال الدین کے بعد اسی سلسلہ کے سب اصحاب سجادہ اپنے اسلاف کی علمی عظمت کے امین تھے علم ظاہری پر اسلاف چشتیہ کی بھرپور توجہ رہی ہے مرآۃ السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت جمال الدین جمن صاحب معرفت' اہل شریعت اور متبحر عالم دین تھے ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔[1]

اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہوں نے ہی سلسلہ عالیہ چشتیہ کا انہیں خرقہ پہنایا اور اجازت بیعت دی مزید برآں حضرت شیخ احمد کھٹو نے آپ کو خاندان مغربیہ کی خلافت واجازت سے نوازا تھا آپ کو سماع کا بے حد ذوق تھا۔

آپ کی شاعری

آپ صاحب دیوان شاعر تھے ذوق سماع کے ساتھ ذوق شاعری کا کمال پایا تھا۔

ایک عجیب واقعہ

مصنف مجالس حسنیہ رقم طراز ہیں کہ جب شیخ نصیر الدین ثانی (عرف شیخ خواجہ) کا وصال ہوا تو ان کے دونوں صاحبزادوں --- شیخ احمد اور ابو محمد --- اور ان کی والدہ کو لے کر حضرت جمن اجرائے وظیفہ کے لئے سلطان محمود کے پاس لے گئے چند دن وہاں قیام سے حضرت نصیر کی اہلیہ فخر النساء تنگ پڑ گئیں احمد آباد چلنے کے لئے کہنے لگیں۔ حضرت جمنؒ نے فرمایا۔ ''شاہوں کے کام مشکل ہوتے ہیں لوگ چھ چھ ماہ منتظر بیٹھے رہتے ہیں آپ بہت جلد تنگ پڑ گئی ہیں۔''

فخر النساء نے حضرت نصیر کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں ''ارواح خواجگاں کے لئے کندوری پکاؤ انشاء اللہ مشکل حل ہو جائے گی'' بیدار ہو کر خواب حضرت جمن کو سنایا دن

---

[1] تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۱۹

جمعہ کا تھا اور جمعہ کے دن شاہ کسی سے نہیں ملتا تھا۔ محترمہ خود کندوری پکانے میں مصروف ہو گئیں اور شہزادوں کو سلطان محمود شاہ جاپانیز کی طرف بھیجا۔ حضرت جمن شہزادوں کے ساتھ جونہی سلطان محمود کی رہائش گاہ پہنچے تو دیکھا کہ شاہ تین آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ آپ نے صاحبزادوں کو فرمایا "تم لوگ ٹھہرو میں شاہ کو اطلاع کرتا ہوں" حضرت جمن تشریف لے گئے شاہ کے خدمتگاروں نے آنے کا سبب پوچھا۔ ایک کنیز بھی وہاں تھی وہ بولی حضرت نصیر الدین کا وصال ہو گیا ہے یہ ان کے صاحبزادوں کو لے کر خبر دینے آئے ہیں۔ اب آپ صاحبزادوں سمیت بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے شاہ نے پوچھا یہ بچے کہاں سے آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا حضرت نصیر الدین وصال پا گئے ہیں یہ ان کے بچے ہیں۔ سلطان نے اظہار افسوس کیا اور کہا مجھے حضرت نصیر الدین سے ملنے کا بڑا شوق تھا مگر یہ شوق پورا نہ ہوا۔ پھر پوچھا ان کا وظیفہ کتنا تھا آپ نے جواب دیا ایک ہزار دو سو تنکہ۔ مگر وہ تو گوشہ نشین تھے صرف اپنی ذات پر نہیں کرتے تھے۔ دستور یہ تھا کہ مرنے والے کے وظیفے کا نصف اولاد کو ملتا تھا شاہ نے حکم دیا کہ حمید الملک پورا وظیفہ جاری کر دے۔ حمید الملک نے کہا یہ بزرگ زادے ہیں انہیں تعلیم کی ضرورت ہے تاکہ ملازمت مل سکے وظیفہ خور ہو گئے تو پڑھنا ختم ہو جائے گا۔ شاہ نے پھر حمید الملک کو حکم دیا وظیفہ دو اور پورا دو۔ حمید صاحب کی عادت یہ تھی کہ دوسرا پروانہ جاری ہوئے بغیر عمل نہیں کرتے تھے۔ اس محفل میں ملک یوسف بھی موجود تھے انہوں نے کہا حمید صاحب شاہی فرمان ہو چکا۔ لہٰذا یہ وظیفہ ادا کیا جانا چاہئے اب حمید الملک نے تعمیل فرمان کر دی حضرت شیخ جمن صاحبزادوں کو ساتھ لے کر ڈیرہ پر پہنچے تو کندوری کا کھانا تیار ہو چکا تھا۔[1] آیئے آپ کو بھی بتاتے چلیں کہ کندوری کیا ہے؟

کندوری کی تفصیل یہ ہے۔ ساڑھے دس سیر آٹا۔ ساڑھے دس سیر گوشت۔ سوا دو سیر گائے کا گھی پکا کر بزرگوں کی ارواح کو ایصال ثواب کر کے غرباء کو کھلا دیں۔ اللہ کریم مشکل حل فرمائیں گے۔

وصال شریف

حضرت خواجہ جمال الدین جمن رضی اللہ عنہ کو حسب تحقیق رسالہ المعین شمارہ ستمبر

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۱۔۱۲۰

۱۹۸۴ء ۹ ربیع الاول ۹۴۰ھ کو دشمنان اسلام نے حملہ کر کے شہید کر دیا مزار اقدس احمد آباد گجرات کے محلہ شاہ پور میں دریائے سابھر کے کنارے مرجع خلائق ہے۔ لیکن تکملہ سیر الاولیاء میں تاریخ وصال اسی سال کی بیس ذوالحج ہے اپنے بزرگوں کے ساتھ مدفون ہیں۔[۱]
اس تحریر کے مطابق آپ کا مزار اقدس نہروالہ پٹن میں ہونا چاہیے۔

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۰

خواجہ ملت، حسن چشتیت

حضرت خواجہ ابوصالح حسن محمد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء
احمد آباد (دکن)

وفات شریف
جمعہ ۲۹ ذوالقعدہ ۹۸۱ھ/ فروری ۱۵۷۴ء
محلہ شاہ پور احمد آباد (وفیات)
۲۶ ذی قعدہ ۹۸۲ھ تذکرہ خواجگان چشت
مارچ ۱۵۷۵ء تذکرہ سید سکندر شاہ
تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

ولادت پاک

آپ نے ۹۲۳ھ میں اپنے والد گرامی حضرت شیخ احمد المعروف شیخ جیو اولاد حضور شیخ کمال الدین العلامتہ الفاروقی کے ہاں شرف ولادت پایا۔ حسب قول مصنف مرآۃ السالکین آپ مادر زاد ولی تھے والد گرامی کی زندگی میں ہی عظیم شہرت پائی تھی بارہ سال کی عمر میں حضرت جمال الدین جمنؒ کے مرید ہوئے اور صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ظاہری و باطنی علوم کے جامع بن کر آپ کے خلیفہ ہوئے۔ آپ کو اپنے والد ماجد نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

بیعت و خلافت

اپنے اسلاف گرامی کے ساتھ ساتھ اپنے ماموں سے بھی فیض یافتہ تھے۔ اپنے ہی خاندان کے حضرت خواجہ جمال الدین قادری سے سلسلہ قادریہ کا فیض بھی پایا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ بہاء الدین سہروردی کی وساطت سے آپ کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے بھی فیض تھا۔ دوسرے لفظوں میں آپ ''مجمع البحار'' تھے۔ مسند چشتیہ کو منور فرمایا۔

سلسلہ تصانیف بھی آپ کا کافی وسیع و عریض تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا علمی مقام اپنے مشائخ کی طرح بہت اونچا تھا۔ یعنی علوم ظاہری و باطنی کا اتھاہ سمندر تھے۔

تصانیف

آپ نے تحریری کام بھی بہت زیادہ کیا چوالیس کتب کے آپ مصنف ہیں چند نام تبرکا ہم لکھ رہے ہیں۔

۱۔ تفسیر محمد۔ ۲۔ تقسیم الاوراد۔ ۳۔ رسالہ چار برادران۔ ۴۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی۔

۵۔ حاشیہ قوت القلوب۔ ۶۔ حاشیہ بر شرح مطالع۔ ۷۔ حاشیہ نزھتہ الارواح۔

ان کتابوں کے ناموں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کا علمی مقام کتنا اونچا تھا۔ بیضاوی جیسی ادق کتاب پر عربی میں حاشیہ لکھنا ہر کہ و مہ کا کام نہیں ہے۔

وصال شریف

اکتالیس برس تک زینت مسند چشتیہ رہے مخلوق خدا کو راہ اسلام پر چلایا روحانی

تربیت فرمائی اور انسٹھ سال کی عمر میں ۲۸ ذی قعد ۹۸۲ھ کو مولائے اعلیٰ کی طرف رجعت فرمائی احمد آباد گجرات کے محلہ شاہ پور میں مزار اقدس ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد المعروف شمس الدین حامدؒ سلسلہ چشتیہ کے مسند نشین ہوئے۔[1]

آپ کو معاصر اولیاء قطب الاولیاء کہتے تھے آپ نے حضرت خواجہ گیسو دراز کے حوالے سے یہ بات ارشاد فرمائی کہ جو شخص صوفی بننا چاہے وہ روزانہ ہزار دفعہ سورہ اخلاص اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھا کرے۔

[1] ماہنامہ المعین ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۲ تکملہ سیر الاولیاء ص ۹۶ مترجم شہاب دہلوی تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۱-۱۲۲

جمال اسلام مرشد انام

حضرت خواجہ شیخ ابوالمحسن محمد شمس الدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

وصال شریف

شب یک شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ

نومبر ۱۶۳۰ء

۱۰۴۱ھ تذکرہ خواجگان چشت

اکتوبر ۱۶۳۱ء تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۱۰۴۵ھ تذکرہ سید سکندر شاہ

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ سیدنا محمد شمس الدین ابوالحسن حضرت شیخ سیدنا حسن محمد ابوصالح کے ہاں پیدا ہوئے۔

اجازت وخلافت

اپنے والد ماجد سے بیعت وخلافت تھی۔ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود کے مزار پاک سے بھی دولت فیض پائی۔ حسب روایت تذکرہ خواجگان چشت حضرت چراغ دہلویؒ نے آپ کو قطب کا لقب عطا فرمایا تھا۔

علم وعمل

آپ بھی اپنے مشائخ کی طرح مایہ صد افتخار فاضل تھے۔ علومِ باطنی بھی وراثت میں پائے تھے جامع کمالات شخصیت تھے۔ بیالیس کتابوں کے آپ مصنف تھے تفسیر محمدی کے مرتب بھی آپ ہی تھے۔ آپ کے والد نے اس تفسیر کے متعلق آپ کو فرمایا "تم نے تفسیر محمدی لکھی ہے تو یاد رہے کہ اس میں کسی دنیا دار بادشاہ کا نام تک نہ آنے پائے کیونکہ تم نے یہ کام صرف رضائے ربانی کے لئے کیا ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض بھی تمہارے شامل حال رہا ہے۔" قاضی بیضاویؒ کی تفسیر پر آپ نے حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ جو بڑا مشکل کام ہے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

ارشادات عالیہ

یہ ارشادات گرامی آپ کے رسالہ الہامات میں درج ہیں۔

۱۔ جب طالب کو یاد حق میں لذت محسوس ہو تو وہ یقین کرلے کہ یہ لذت محض فضل ربانی سے حاصل ہوئی ہے۔ اگر وہ اپنے طور پر ساری زندگی اس لذت کے حصول میں صرف کردیتا تو ہرگز اسے حاصل نہ کر پاتا۔

۲۔ مجاہدہ سے جو کچھ ظاہر ہو طالب اسے کافی نہ سمجھ بیٹھے بلکہ اس سے بہتر کا طالب ہو اور جو ظاہر ہو چکا ہے اس کا ذکر بھی صرف اپنے مرشد سے ہی کرے۔

۳۔ عشق کی علامت یہ ہے کہ بغیر حق جو کچھ ہے جل کر راکھ ہو جائے ذات

طالب بھی جل جائے اور پوری طرح خود فراموشی ہو جائے۔

وصال پاک

یہ آفتاب ولایت بروز یکشنبہ (اتوار) رات کو غروب ہو گیا۔ یہ ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ کا واقعہ ہے۔[1]

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۹۶۔۹۵ نیز تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۳۔۱۲۲

حجۃ الاسلام مرشد برحق

حضرت خواجہ محی الدین یحییٰ ابو یوسف مدنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال اقدس

چہار شنبہ (بدھ) ۲۷ صفر ۱۱۴۱ھ

اکتوبر ۲۸ ۱۷ء مدینہ طیبہ جنت البقیع

۲۸ صفر ۱۱۲۲ھ تکملہ سیر الاولیاء

۲۸ اپریل ۱۷۱۰ء تذکرہ حضرت فخر الدین دہلوی

۱۱۰۱ھ تذکرہ سید سکندر شاہؒ

ولادت اطہر

۲۰ رمضان ۱۰۱۰ھ

ولادت باسعادت

چشتیت کا یہ حسین پھول ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ میں احمد آباد (گجرات) میں جلوہ ریز ہوا۔ نام یحییٰ پایا کنیت ابو یوسف اور لقب محی الدین ہے مدینہ طیبہ کو مسکن بنایا تو مدنی کہلائے۔ آپ حضرت علامہ کمال الدینؒ کی اولاد پاک سے ہیں۔

علوم ظاہری و باطنی

صرف بیس سال کی عمر میں ظاہری علوم کی تکمیل فرمالی بڑے متبحر عالم تھے ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی منور فرمالیا۔ دونوں علوم میں یکتائے روزگار تھے۔

خلافت واجازت

اپنے جد امجد حضرت خواجہ محمد (المعروف حسن محمد) سے خرقہ خلافت پایا۔ مسند چشتیت کو رونق بخشی۔ تزکیہ باطن آپ کا دائمی معمول رہا۔ خواص وعوام آپ سے بے حد عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

ایک پیش گوئی

اورنگ زیب عالمگیر آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے جب وہ صوبہ گجرات کے صوبہ دار (گورنر) تھے تو آپ کی خدمت میں منع کرنے کے باوجود حاضر ہوئے۔ آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ "تخت نشینی کے بعد آپ دین محمدیؐ کی ترویج واشاعت کریں گے۔" پھر تاریخ نے دیکھا کہ آپ کی پیش گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی اور تاریخ برصغیر میں حضرت اورنگ زیبؒ کا دور تاریخ اسلامی کا سنہری دور قرار پایا انہوں نے ہمہ جہتی سے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔ حضرت اورنگ زیبؒ اپنی گورنری کے دور میں دو سو روپے سالانہ اور تخت نشینی کے بعد ایک ہزار روپیہ سالانہ نذرانہ بھیجتے رہے۔

مسئلہ سماع پر آپ کا نظریہ

مشہور محتسب مرزا باقر نے سماع پر آپ کے لئے تو پتہ چلنے پر اورنگ زیبؒ نے بذات خود معذرت پیش کی۔ محتسب کو تنبیہ کی کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے' حضرت نے سماع کے متعلق اورنگ زیب کو ایک گرامی نامہ بھی لکھا تھا یہ فرمان نامہ مکتوبات کلیمی میں درج

ہے ہم تبرکاً بیان درج کر رہے ہیں۔

از جانب شیخ یحییٰ سلام برسد از آنجا کہ سماع قوت صالحاں است منع کردن راہیچ وجہ ندارد۔ والسلام [1]

ترجمہ: شیخ یحییٰ کی طرف سے سلام پہنچے۔ سماع نیک لوگوں کی غذا ہے اس سے روکنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔" والسلام

سرکار علیہ السلام کی یاد آوری

روایات میں آتا ہے کہ خواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا۔ "یحییٰ! ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم مدینہ میں ہمارے پاس آ جاؤ اور وہیں رہو۔" اس بشارت کو پا کر آپ نے گھر بار چھوڑ دیا اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہو گئے دوران سفر جوں جوں مدینہ طیبہ قریب آتا گیا کھانے اور سونے کی خواہش کم ہوتی گئی۔ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔

وصال اقدس

۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ میں مدینہ اکرسول میں سفر آخرت فرمایا اور سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین کے مقبرے کے متصل دائمی استراحت فرمائی۔ آپ کے ملفوظات محمد فاضل بن شیخ فیروز نے مفتاح الکرامات کے نام سے مرتب کیے۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۰۰ میں وصال ۲۸ صفر ۱۱۲۲ھ تحریر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی عمر اقدس ۱۱۲ سال تھی۔ تاریخ وصال اس شعر سے نکلتی ہے۔ [2]

در مدینہ شیخ یحییٰ بست وہشتم از صفر کرد آہنگ سفر در وصل حق شد کامراں

آپ کی عظمت کو مرآۃ احمدی کے مصنف نے ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

ذات مبارک ایشاں حجت بود بر مشائخ سلف بلکہ در متقدمین ہم مثل ایشاں کم بودہ است [3]	آپ کی ذات اقدس تو مشائخ سلف کے لئے بھی حجت و دلیل تھی۔ متقدمین میں بھی آپ کی مثل کم حضرات ہوئے ہیں۔

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۳۔ ۲ تاریخ مشائخ چشت از فاروق نظامی تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۳

۲۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۵ (۳) خاتمہ مرآۃ احمدی ص ۷۹

خلفاء گرامی

حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی اور شاہ فتح محمد غیاث الدین کیرانوی نامور خلفاء تھے۔

کلیم چشتیہ، امام صوفیہ

حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ

۴ جولائی ۱۶۵۰ء

مادہ تاریخی۔ غنی ۱۰۶۰ھ

وصال مقدس

منگل (سہ شنبہ) ۲۴ ربیع الآخر ۱۱۴۲ھ دہلی

۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ

مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۷۲۹ء

تذکرہ خواجگان چشت

ولادت باسعادت

چشتیوں کے یہ عظیم مرشد خواجہ خواجگاں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء کو اپنے والد گرامی حضرت نور اللہ بن شیخ احمد کے دولت کدہ پر تشریف لائے آپ کے اسلاف امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کی اولاد پاک سے تھے۔ایک مکتوب عالی میں خود اپنی ولادت باسعادت کے متعلق فرماتے ہیں۔

''جمادی الثانی مولد فقیر است و تاریخ تولد فقیر غنی است''

فقیر کی ولادت ۲۴ جمادی الاخریٰ ہے اور لفظ غنی تاریخ ولادت ہے۔

(غ۔ ن۔ ی)

۱۰۰۰ + ۵۰ + ۱۰ = ۱۰۶۰ھ

آپ کے اسلاف گرامی عمارات کے انجینئر تھے۔تاج محل آگرہ' لال قلعہ دہلی' جامع مسجد دہلی' محل نواب آصف خان لاہور' قلعہ جات شمشیر گڑھ اور حسن ابدال اور مقبرہ بانو بیگم اورنگ آباد وغیرہ انہی حضرات کے تعمیراتی شاہکار ہیں۔مختلف حکام اس خاندان عالی سے عالیشان عمارات بنواتے رہے۔ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ خوش الحال بھی تھے اور برصغیر کے حکام سے ان کے روابط و تعلقات بھی بہت گہرے تھے۔آپ کے دادا حضرت احمد کو مغلوں نے نادر العصر کا خطاب دے رکھا تھا۔حضرت کے تایا اور حضرت احمد کے صاجزادے لطف اللہ مہندس بہت بڑے شاعر تھے انہوں نے اپنے والد اور بڑے بھائی عطاء اللہ کا اپنی مثنوی میں تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔حضرت کلیم اللہ کے والد حضرت نور اللہ' لطف اللہ سے چھوٹے تھے۔دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی کے کتبے آپ نے لکھے ہیں۔

تعلیم و تعلم

پوری توجہ سے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا گیا۔تکملہ سیر الاولیاء کے مصنف کی شہادت ہے۔''درایام جوانی بہ تحصیل علوم مشغول بودند و کمال علم کردہ بودند''

ترجمہ: ''جوانی کے دنوں میں آپ علوم حاصل کرنے میں مصروف رہے۔علم کی تکمیل فرمائی۔''

آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلول' حضرت شاہ

ولی اللہ کے تایا شیخ علامہ ابوالرضا ہندی جیسے نابغہ روزگار لوگ شامل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے تایا جان کی کرامات اور کمالات علمی کا ذکر اپنی کتاب انفاس العارفین میں تفصیل سے کیا ہے۔ یہ آتش نوا خطیب تھے ہزارہا کے مجامع کو مسحور کر کے رکھ دیتے تھے وحدت وجود کے قائل تھے۔ تدریس کے بھی امام تھے مگر زندگی کے آخری دور میں صرف بیضاوی شریف اور مشکوٰۃ شریف کا درس ہی دیتے تھے۔ اورنگ زیب نے ملنا چاہا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ کے واسطے سے ہی ولی اللٰہی خاندان سے حضرت کلیم اللہ کا رابطہ ہے۔[1]

علمی ماحول

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے ایک خالص علمی ماحول میں آنکھ کھولی تھی ان کے اسلاف مایہ صد افتخار انجینئر تو تھے ہی مگر ان کا علمی مقام بھی بے حد بلند تھا۔ آپ کے والد گرامی تین بھائی تھے۔ عطاء اللہ رشیدی' لطف اللہ مہندس اور نور اللہ احمد۔ عطاء اللہ رشیدی نے نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی تھیں' ریاضی میں ۱۔ بیج گنت۔ ۲۔ خلاصہ راز۔ ۳۔ خزینتہ الاعداد ہیں۔ بیج گنت تو بھاسکر اچاریہ کی مشہور کتاب ویجا گنتیا کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ ویجا گنتیا کے معنی علم جبر و مقابلہ کے ہیں یہ ترجمہ شاہجہان کے آٹھویں سنہ جلوس یعنی ۱۰۴۴ھ میں مکمل ہوا تھا۔ خلاصہ راز میں حساب' مساحت اور جبر و مقابلہ کے مسائل میں دارا شکوہ کے نام سے معنون ہے۔ خزینتہ الاعداد حساب' الجبرا اور اقلیدس کے مضامین پر مشتمل ہے جو مبتدیوں' تاجروں اور سرکاری ملازموں کے لئے لکھی گئی تھی۔

جناب لطف اللہ کی مندرجہ ذیل کتب کا پتہ چل سکا ہے۔ ۱۔ صور صوفی۔ ۲۔ رسالہ خواص الاعداد۔ ۳۔ شرح خلاصتہ الحساب۔ ۴۔ منتخب الحساب۔ ۵۔ تذکرہ آسمان سخن۔ ۶۔ دیوان مہندس۔ ۷۔ سحر حلال۔ صور صوفی تو عبدالرحمان صوفی (م ۳۷۶ھ) کی کتاب صور الکواکب کا فارسی میں ترجمہ ہے اصل کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت لطف اللہ کو عربی زبان پر کامل دسترس تھی۔ شرح خلاصتہ الحساب بھی علامہ محمد بن حسین آملی کی عربی کتاب خلاصتہ الحساب کا فارسی ترجمہ ہے منتخب الحساب اسی کتاب کا خلاصہ ہے۔

(نوٹ: تذکرہ مشائخ چشت میں حضرت کے اسلاف کے تعمیری کارنامے بڑی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۳۷۹۔۳۷۸ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۷۔۱۲۵

تفصیل سے مندرج ہیں۔ حضرت لطف اللہ کی مثنوی کے کافی اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں۔ یہ خاندان علمی بھی تھا اور فن تعمیرات کا ماہر بھی۔ اپنے دور کے انجینیر تک کے فن کے تو یہ لوگ امام تھے۔)

آسمان سخن کرمانی کے تذکرے کی تکمیل ہے۔ دیوان مہندس دارہ شکوہ کی شان میں چھیانوے صفحات پر مشتمل ایک طویل قصیدہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب لطف اللہ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ فن تعمیر کی طرح فن عروض و قوافی پر بھی انہیں پوری گرفت حاصل تھی۔

سحر صدی کا موضوع علم اخلاق ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس رسالہ میں جناب لطف اللہؒ نے غیر منقوطہ حروف سے کام لے کر کلام کیا ہے۔ ادب پسند دنیا کو پتہ ہے کہ غیر منقوط الفاظ کا چناؤ اور ترتیب کتنا مشکل کام ہے۔ لہٰذا ایسے ماہرین زبان کو پوری اسلامی تاریخ میں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ جنہوں نے ادب کا یہ ہمالہ سر کیا ہے۔ برصغیر میں فیضی کی مشہور تفسیر سواطع الالہام اس میدان میں اپنا لوہا منوا چکی ہے۔ علامہ حریری نے عربی ادب میں اس موضوع پر حسین و جمیل مقالے چھوڑے ہیں اورنگ زیب عالمگیر کے لئے یہ کتاب لکھی گئی تھی کیونکہ دارا شکوہ سے جناب لطف اللہ کے ذاتی تعلقات نے انہیں حضرت اورنگ زیب کے مخالفین میں لا کھڑا کیا تھا اس کتاب میں انہوں نے دراصل حضرت اورنگ زیب کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ حضرت لطف اللہ کو اپنا دشمن نہ سمجھیں۔ لطف اللہ کے دو بیٹے امام الدین الریاضی اور خیر اللہ تھے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ نے امام الدین کا ذکر اپنے ایک گرامی نامے میں اس انداز سے فرمایا ہے کہ آپ جناب امام الدین کی ایک صاحبزادی کا نکاح اپنے عزیز مرید اور خلیفہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی سے کرانے کے خواہشمند تھے۔[1]

سید سلیمان ندوی نے امام الدین کے متعلق لکھا ہے "ریاضیات کے اس ریاض علم کا یہی وہ نونہال ہے جس کے تذکرے کی خوشبو بارہویں صدی کے اہل تذکرہ کی محفل تک پھیلی ہے۔"[2] بقول خوشگو علامہ امام الدین "سب رسمی علوم میں زبردست ماہر یگانہ اور

ا۔ مکتوبات کلیمی م ۷ ص ۱۵ نیز تاریخ مشائخ چشت ص ۳۷۶
۲۔ معارف اپریل ۱۹۳۶ء ص ۲۴۵ حوالہ کے لئے تاریخ مشائخ چشت ص ۳۷۶

اپنے دور میں ان کا وجود غنیمت تھا۔" ان کا وصال ۱۱۴۵ھ میں ہوا۔ چار کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۔ تشریح الافلاک۔ ۲۔ حاشیہ شرح چغمینی۔ ۳۔ حاشیہ شرح خلاصۃ الحساب۔ ۴۔ بیانیہ تشریح الافلاک تو علامہ بہاء الدین آملی کی کتاب کی شرح ہے۔ بیانیہ معانی و بیان سے متعلق ہے۔ یہ فارسی زبان میں ہے یہ کتاب شہزادی زیب النساء بیگم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔

ان کتابوں سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس خاندان عالی شان کے معزز اراکین جامع العلوم تھے ان کی فنی مہارت علم تعمیرات تک موقوف نہ تھی بلکہ زبانوں کی مہارت کے ساتھ ساتھ اسلامی اور دینوی علوم کے بھی وہ زبردست ماہر تھے۔

حضرت امام الدینؒ کے بھائی ابوالخیر المعروف خیر اللہ محمد شاہ کے دور میں شہرت کے آسمان کے نیر تاباں تھے بادشاہ کے حکم سے راج جے سنگھ نے دہلی۔ مہے پور۔ بنارس اور اجین میں جو رصد گاہیں تعمیر کرائیں ان کے نگران خیر اللہ ہی تھے وہ دہلی میں درس بھی دیتے تھے ان کے بیٹے کا نام محمد علی تھا جو ان کا شاگرد اور اپنے فن میں ماہر تھا شہرت محمد علی پر ختم ہو گئی۔ خیر اللہؒ کے قلم سے یہ کتابیں نکلیں۔

۱۔ تقریب التحریر۔ ۲۔ تقریر التحریر۔ ۳۔ حاشیہ بر شرح بیت باب در معرفت اصطرلاب۔ ۴۔ شرح زیم جدید محمد شاہی۔ ۵۔ شرح زلالی۔ ۶۔ شرح حافظ۔ ۷۔ شرح سکندر نامہ۔[1]

ان حضرات کے علمی مقام کا ذکر ہم نے تاریخ مشائخ چشت سے بڑے اختصار کے ساتھ لیا ہے یہ محض اس لئے تاکہ پتہ چل سکے کہ حضرت سیدنا شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کا خانوادہ کتنا عظیم اور علمی گھرانہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے سارے ماحول کے علوم کو اپنے سینے میں سمو لیا۔ لیکن باطن کا وہ نور جو آپ کو ملا اس خاندان ذیشان سے صرف آپ کا حصہ تھا۔ آپ نے چشتی سلسلہ کی تجدید کا آغاز فرمایا جس پر جمود کے سائے بہت گہرے ہو چکے تھے۔ جس کی مرکزیت ختم ہو گئی تھی آپ نے تسبیح کے دانوں کو پھر پرونا شروع کیا۔ شمالی ہندوستان کے ساتھ جنوبی ہندوستان کو نظر انتخاب سے نوازا۔ ایک نئے انداز سے ملت

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۳۶۹۔۳۷۸

اسلامیہ کی خدمت کے لئے خود بھی کمربستہ ہوئے اور اپنے مریدوں اور خلفاء کو بھی اس کام پر لگا دیا۔ آپ قرآن وسنت کے نور سے سینوں کو منور اور دماغوں کو معطر کرنے لگ گئے۔ آیئے ان کے سفر علمی کے بعد ان کے سفر روحانی، کمالات تصوف اور خدمات اسلامی کا مختصر تذکرہ کرتے چلیں۔

مدینہ طیبہ روانگی

سیدنا شاہ کلیم اللہؒ کے متعلق حضرت حافظ محمد جمال ملتانی روایت فرماتے ہیں کہ ایک کھتری لڑکے سے لگاؤ پیدا ہوا محبت انہیں ایک ایسے مجذوب کے پاس عقدہ کشائی کے لئے لے گئی جن کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صرف ایسے لوگوں کا نذرانہ قبول کرتے ہیں جن کا کام ہونا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب شیرینی لے گئے قبول ہو گئی دوسرے دن شاہ صاحبؒ اس لڑکے سے ملے تو اس کی نخوت و رعونت ختم تھی۔ خندہ پیشانی سے ملا مگر اب شاہ صاحب کی طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مجاز کی حد یہی تھی حقیقت کے شہباز کا راستہ ہی اور تھا۔ مجاز نے راستہ سمجھا دیا اور پھر ان کا راستہ چھوڑ کر الگ ہو گیا کیونکہ حقیقت کے خورشید انور کی شعاعوں کے سامنے مجاز کے اندھیرے قرار نہیں پا سکتے۔ شاہ صاحب کی طبیعت کا رخ مجذوب کی طرف ہو گیا اور ایک جسم کا جذب پیدا ہوا احترام شرع میں اپنی حالت چھپانے کی کوشش کی مگر صبر کے بند مجذوب کے سامنے ٹوٹ ہی گئے اب مجذوب صاحب نے کمال مہربانی سے فرمایا۔

اگر آتش ازیں قسم خواھند نزدمن بسیار است و آب نزد حضرت یحییٰ مدنی است آنجا روید۔	اگر اس قسم کی آگ درکار ہے تو اس کی میرے پاس بہتات ہے لیکن اگر پانی کی ضرورت ہے تو وہ حضرت یحییٰ مدنی کے پاس ہے وہاں چلے چلو۔

قلب وجگر تو محبت الٰہی کی آگ سے پہلے ہی جل رہے تھے اب تو پیاس بجھانے کے لئے کسی ابر کرم کی ضرورت تھی اور مجذوبؒ نے ابر کرم کی نشاندہی کر دی تھی۔[1] آپ بے اختیار مدینہ طیبہ کی طرف دوڑ پڑے۔ والدہ ماجد زندہ تھیں لیکن محبت کے طوفان نے

---

[1] تاریخ مشائخ چشت ص ۳۸۱

ادھر اجازت کے لئے رخ کرنے کی اجازت بھی نہ دی۔ کہاں دہلی اور کہاں عشق و مستی کا سفینۂ نبی کا مدینہ، مگر اسپ شوق کو ہمت مہمیز لگا رہی تھی اور آپ سب تکالیف برداشت فرماتے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سیدنا یحییٰ مدنی کی خدمت میں جا پہنچے۔[1]

سرور سرمدی

مرقع شریف میں حضرت نے خود یوں واقعہ ارشاد فرمایا ہے کہ ابتدائے حال میں میں ایک صاحب کے پاس گیا اگرچہ اس وقت بھی مشغولیت سے میں خالی نہ تھا شوق کی فراوانی ہل من مزید کی طالب تھی انہوں نے مجھے شغل سرمدی --- شغل دوام --- کی تلقین فرمائی۔ یہی شغل ہے جسے یوگ میں انہد کہتے ہیں، میرے پوچھنے پر انہوں نے ترکیب یہ بتائی ''دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بند کرلو دل میں یہ تصور جماؤ کہ دماغ میں ایک آواز آرہی ہے جیسے پانی کے اوپر سے نیچے گرنے کی آتی ہے اس آواز کو پوری توجہ سے سنو ایک لمحہ اس سے غافل نہ رہو جب پختگی پیدا ہو تو انگلی تھوڑی سی ہٹاؤ کیا اب بھی وہ آواز آ رہی ہے یا ختم ہو گئی ہے کوشش کرتے رہو کہ انگلی ہٹانے کے بعد آواز ختم نہ ہو اور دنیا کا شور اس آواز کو ختم نہ کر سکے اور یہ صوت سرمدی تم پر غالب آ جائے اس صوت سرمدی سے دل میں وہ ذوق و شوق پیدا ہو گا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔'' میں نے انگلیاں کان میں ڈالیں تو آواز آنے لگ گئی کچھ دیر میں نے یہ مشغلہ جاری رکھا پھر انہیں کہا ''حضرت میرا مقصد کب پورا ہو گا جس کے لئے سراپا طلب ہوں'' انہوں نے جواب دیا ''حضرت میاں میر لاہوری اور ان کے ساتھی یہی عمل کرتے تھے اور اسی صوت سرمدی کو حضرت حق کہتے تھے۔'' مجھے کتب متداولہ کی مہارت تھی لہٰذا مجھے اس بات سے بہت کوفت ہوئی۔ جب مدینہ طیبہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ شغل مشترک ہے اس کا فائدہ یکسوئی اور ایک نقطہ پر جمود ہے سالک اور مقصود حقیقی کے درمیان اس سے یک گونہ رابطہ پیدا ہو جاتا ہے مستی و بے خودی اور مقام فنا فی الفنا ملتا ہے جس کا خیال ہے کہ حق یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اطلاق کے ساتھ مشابہت ہے ورنہ بمصداق آیہ کریمہ لیس کمثلہ شیٔ شیق وھو السمیع البصیر (پ ۲۰) الشوری ع

1۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۹۷ نیز تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۴

۲. (حق تعالیٰ مثل سے پاک ہے وہ سمیع وبصیر ہے) اس کی مثل تو کوئی نہیں ہے۔[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دوسری روایت پہلی روایت کی نسبت زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ واقعہ خود حضرت کا اپنا ارشاد فرمودہ ہے اسے تکملہ سیر الاولیاء کے مصنف نے بھی نقل کیا ہے۔ پہلے واقعہ میں رنگ مجاز ہے جس کی حقیقت ہم نے نقل کر دی ہے۔ مگر پھر بھی وہ واقعہ مجاز پر دلالت کرتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے مجاز سے حضرت کی حیات طیبہ خالی تھی۔

متوکلانہ زندگی

حضرت کلیم ملت اپنے اسلاف کی طرح متوکلانہ زندگی گزارتے رہے دست سوال دراز کرنا فقیرِ محمدی کے خلاف سمجھتے تھے۔ امراء وسلاطین کے نذرانوں سے بھی پہلوتہی فرمایا کرتے تھے تکملہ سیر الاولیاء میں اس فقر کو بیان کرتے ہوئے مصنف فرماتے ہیں ''شیخ کی ملکیت میں لے دے کر صرف ایک حویلی تھی جس کا کرایہ اڑھائی روپے تھا آپ اسی سے گزر اوقات فرماتے آٹھ آنے ماہوار پر خود ایک مکان کرائے پہ لے رکھا تھا اور باقی دو روپے سے پورے گھر کا خرچہ چلاتے تھے۔''[2]

قحط یا دیگر غیر معمولی حالات سے مقروض بھی ہو جایا کرتے تھے حضرت شاہ نظام الدینؒ اورنگ آبادی کو ایک دن فرمان نامے میں قحط کی وجہ سے اپنے مقروض ہونے کا حال لکھا ہے۔[3] مگر فرخ سیر نے کچھ پیش کرنے کی جرات کی تو انکار فرما دیا اس نے حویلی کی پیش کش کی تو فرمایا ضرورت نہیں ہے اس نے حاضری کی التماس کی تو نہ صرف ٹال دیا بلکہ فرمایا آپ کے آنے سے مجھے تکلیف اور سر دردی ہو گی۔[4] ایک مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ شاید بار بار مجبور کرنے پر آپ نے حویلی قبول فرمالی تھی مکتوبات دم واپسیں تک عسرت کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں اگرچہ صاحب فخر الطالبین نے آخری زندگی کی بکثرت فتوحات کا ذکر کیا ہے اور ایک لاکھ بطور وراثت چھوڑنے کا بھی ذکر کیا ہے مگر معتبر تو آپ کے اپنے مکتوبات ہی ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ عوامی فتوحات عوام پر ہی خرچ کرنا ہمارے اسلاف گرامی کا

۱۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۲۴

۲۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۸۷۔۳۸۶ بحوالہ تکملہ سیر الاولیاء ص ۸۵

۳۔ مکتوبات ۱۷ ص ۲۱

۴۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۸۸۔۳۸۷

وطیرہ رہا ہے لہٰذا شاہ صاحبؒ بھی اسی سنت پر قائم رہے ہوں گے اور ذاتی طور پر تنگ دستی ہی شعار رہا ہوگا۔

اخلاق عالیہ

حضرت کلیم ملت نہایت حلیم الطبع اور خوش مزاج تھے اگر دشمن بھی ہوتا تو اس سے ناراض نہ ہوتے کوئی تکلیف دیتا تو آپ کی زبان ولایت ترجمان پر یہ شعر آ جاتے۔

ہر کہ مارا رنج دارد راحتش بسیار باد	جو ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے اللہ کرے اسے زیادہ راحت و آرام ملے۔
ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد	جو ہمارا دوست نہیں ہے اللہ اس کا دوست ہو۔
ہر کہ خارے برنہد در راہ ما از دشمنی	جو دشمنی کی وجہ سے ہمارے راستے میں کانٹے بکھیرتا ہے خدا کرے
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد[1]	اس کی عمر کے باغ سے اگنے والا ہر پھول کانٹے کے بغیر ہو۔

مریدوں کو بھی یہی حکم دیا کرتے کہ برداشت پیدا کرو۔ دکن کے کچھ بدبختوں نے بدزبانی کی حضرت نظام الدینؒ نے اطلاع دی تو فرمایا "اگر کوئی ہمیں برائی سے یاد کرتا ہے تو کوئی شکایت نہیں ہم اس سے زیادہ برائی کے مستحق ہیں اس نے تو لطف کیا کہ کم گالیاں دیں ہم نے اسے معاف کر دیا ہے آپ لوگ بھی معاف کر دیں۔"[2]

یہ ہے وہ خلق محمدی جس کی جیتی جاگتی تصویر ہمارے شاہ صاحب ہیں۔ آیئے آپ کی تصنیفات پر بھی نگاہ ڈالتے چلیں۔

تصنیفات گرامی

آپ عظیم فاضل تھے آپ کی کتابیں آپ کی علمی فضیلت کی گواہ ہیں مناقب فریدی میں آپ کی تصانیف کی تعداد بتیس بتائی گئی ہے۔ مناقب المحبوبین میں علم منطق میں

۱۔ مکتوبات کلیمی م ۲۳ ص ۲۸

۲۔ مکتوبات ص ۳۶

بھی آپ کے ایک رسالے کا ذکر ہے۔ رد روافض میں بھی ایک کتابچہ تھا مگر ناپید ہے' بقول غالب آپ شاعر بھی تھے غدر کی تباہ کاریاں آپ کا یہ کلام بھی نگل گئیں۔ چند مشہور اور دستیاب کتب یہ ہیں۔

۱۔ قرِان القرآن۔ عربی زبان میں تفسیر قرآن ہے اور شاہکار ہے مصنف مناقب المحبوبین اسے جلالین کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ حنفیت نمایاں ہے اس کا اصل نسخہ مجدد سلسلہ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی نے زر کثیر سے خریدا تھا۔ مطبع احباب میرٹھ نے ۱۹۲۰ء متن قرآن' ترجمہ شاہ رفیع الدین اور حاشیہ پر اس تفسیر کو چھاپا تھا۔ بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تاریخ اشاعت نظم میں کہی تھی۔ چھپا قران بمعنی و تفسیر ۱۲۹۰ھ حضرت کے متعلق ان کا شعر یہ ہے۔

اور یہ فیض شہ کلیم اللہ تھے طریقت میں جو کہ بدر منیر[1]

۲۔ عشرہ کاملہ۔ ۳۔ سواء السبیل۔ ۴۔ کشکول۔ ۵۔ مرقع۔ ۶۔ الہامات کلیمی۔

یہ پانچ کتب تصوف کے مختلف علمی و عملی مسائل پر بڑے عالمانہ انداز سے لکھی گئی ہیں۔ یہ کتابیں آپ کی روحانی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مشائخ متقدمین کی کتب اور ذاتی تجربات کا نچوڑ آپ نے ان کتابوں میں سمو دیا ہے جس بھی مسئلہ کو زیر بحث لائے ہیں حق تحقیق ادا فرما دیا ہے۔ کشکول کو سب سے زیادہ مقبولیت و شہرت ملی۔ یہ کتاب آپ کے اپنے ارشاد کے مطابق ذی قعد ۱۱۰۱ھ کے آغاز میں لکھی گئی تھی ذرا خاکسارانہ انداز کو حضرت کے اس فقرے میں ملاحظہ فرمائیں۔ "بالتماس بعضے محبان ضمیمی لقمات دریوزہ دریں کشکول فراہم اورکردہ۔"[2] "کچھ مخلص گہرے دوستوں کی التماس پر گداگری کے چند لقمے اس کشکول میں جمع کر لئے گئے ہیں۔"

آپ کی عمر اس تحریر کے وقت انچاس سال تھی کتاب میں پختگی کے ساتھ وسعت فکر بھی ہے۔ متاخرین صوفیاء نے اسے حرز جان اور دستور العمل بنایا حضرت کا اپنا ارشاد یہ تھا کہ "کشکول کے یہ ٹکڑے لطیفہ ربانی کو قوت عطا کرتے ہیں' قالب اسلام میں حقیقی ایمان کی روح پھونکتے ہیں مردہ طبیعت کو جاودانی زندگی عطا کرتے ہیں۔"[3] بعد کے مشائخ خرقہ

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۹۱۔ ۳۹۰ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۳۶

۲۔ کشکول ص ۳ (۳) ایضاً ص ۲

خلافت کے ساتھ مرقع اور کشکول بھی اپنے خلفاء کو دیتے تھے شاہ صاحب خود مریدوں کو کشکول کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے۔ حضرت سید محمد علی خیر آبادی کشکول ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ مرقع دراصل کشکول کا ضمیمہ ہے کشکول روحانی ترقی کے مدارج اعلیٰ بیان کرتا ہے تو مرقع سفر کا سازوسامان بتاتا ہے۔ دونوں مل کر ضابطہ روحانی کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ متقدمین کے پاس کشف المحجوب اور فوائد الفواد تھیں تو متاخرین کے پاس کشکول اور مرقع آ گئیں۔

۷۔ تسنیم بھی صوفیاء کی محبوب کتاب رہی ہے حضرت خواجہ محمد عاقل اس کا بڑے ذوق سے درس دیتے تھے ان کے مرید مولانا عبداللہ نے تسنیم کے نام سے اس کی بڑی عالمانہ شرح لکھی تھی۔[1]

۸۔ ''رسالہ شرح تشریح الافلاک عاملی محشیٰ بالفارسیۃ'' علم ہیئت پر مشتمل ہے ایک نادر نسخہ نذیریہ لائبریری دہلی میں موجود ہے۔

۹۔ شرح القانون کا واحد نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۰۔ حضرت کے مکتوبات بھی کتابی شکل میں موجود ہیں۔ باقی کتابوں سے آپ کا تبحر علمی عیاں ہے تو یہ مکتوبات آپ کی تبلیغی و عملی سرگرمیوں کا مرقع ہیں۔ آپ کی کتب اور مکتوبات کا مطالعہ آپ کی زندگی اور شخصیت کی گہرائی اور گیرائی کو ہمارے سامنے یوں پوری طرح واضح کر دیتا ہے۔ مکتوبات میں کل ۱۳۲ فرمان نامے ہیں سو سے زائد حضرت نظام اورنگ آبادی کے نام پر ہیں باقی مختلف حضرات کو لکھے ہیں۔ حضرت اورنگ آبادی کی طرف لکھے ہوئے مکتوبات بڑے مفصل، جامع اور صاف ہیں۔

انداز تبلیغ

آپ کے دور میں ہندوستان کی سیاست شمال سے جنوب کو منتقل ہو گئی تھی لہٰذا آپ نے بھی جنوب کی طرف بھرپور توجہ دی اور اپنے عزیز ترین مرید اور خلیفہ حضرت نظام الدینؒ کو جنوبی ہندروانہ فرمایا کہ وہاں اصلاح و تبلیغ کا وسیع کام کیا جا سکے۔ ارشاد یہ ہوا۔

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۵۶

اکنوں ایں امراست ہر جا کہ باشید در اعلائے کلمۃ اللہ باشید و جان و مال خود صرف ایں کارکنید	اب حکم یہ ہے کہ جہاں بھی رہو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کوشاں رہو اپنی جان و مال کو اسی کام میں لگا دو۔[1]

ماحول پر جو دنیا پرستی اور حب جاہ مسلط تھی اس سے آپ کبیدہ خاطر ضرور تھے مگر اس کا توڑ تلاش کرنے میں مصروف تھے اور دکن میں اپنے خلیفہ گرامی کو مسلسل ہدایات دے رہے تھے۔ دہلی میں بیٹھ کر دکن میں جس حکیمانہ انداز سے آپ نے تبلیغ اسلام فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ولایت کا مرکز دلی میں اب نہیں رہا تھا ایک انتشار کی کیفیت تھی جو مسلمانوں پر طاری تھی، تبلیغی مساعی ختم ہو چکی تھیں، ان حالات کا رخ موڑنے کے لئے آپ نے ملت کو پھر اسلام کی طرف پلٹنے کی دعوت دی۔ آپ کے نزدیک سب مشکلات کا حل اسلام کے پاس تھا۔ آپ کا یہ فقرہ کتنا حسین اور کتنا جامع ہے۔

بہرحال در اعلائے کلمۃ الحق کوشید واز مشرق تا مغرب ہم اسلام حقیقی برکنید[2]	ہر حال میں کلمۃ اللہ کی بلندی کے لئے کوشش کیجئے اور مشرق سے مغرب تک سب حقیقی اسلام برپا کیجئے۔

آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے احیاء کی بھی بھرپور کوششیں فرمائیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے جن کوششوں کا آغاز فرمایا تھا ان کی تکمیل حضرت شاہ فخر دہلوی کے ذریعے ہوئی جو سلسلہ چشتیہ کے مجدد قرار پائے آپ سے جب حضرت اورنگ آبادی نے کسی صاحب کو خلیفہ بنانے کی سفارش کی تو بھی ارشاد ہوا۔

"جب تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کمر ہمت نہ باندھی جائے خلافت کا کوئی فائدہ نہیں۔"[3]

ان کے نزدیک احیائے دین میں ہی رضائے الٰہی بھی ہے اور یہی سنت انبیاءؑ بھی ہے مفاسد کا دروازہ بند ہونا چاہئے اور اصلاح کی طرف مائل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ مکتوبات ص ۲۶

۲۔ مکتوبات ص ۸۰-۶۲

۳۔ ایضاً ۳۹ ص ۳۹

آپ کی یہ مساعی رنگ لائیں مریدوں میں جوش عمل پیدا ہو گیا دکن میں آپ کے خلیفہ راشد نے جب ان مساعی کو آگے بڑھایا تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ دکن میں بہت سے ہندوؤں نے بھی اسلام کے دامن میں پناہ لی بہت سارے ہندو خفیہ مسلمان ہو گئے آپ نے ایسے ہندوؤں سے فرمایا آہستہ آہستہ اپنا اسلام ظاہر کر دو ایسا نہ ہو کہ بعد مرگ ہندو تمہیں جلانا شروع کر دیں۔ دیارام اسلام لایا تو آپ نے اس کا نام فیض اللہ رکھا۔ مگر جب تک اس نے اسلام چھپائے رکھا اسے کثرت سے درود شریف اور کتب تصوف کے مطالعہ کی تاکید بذریعہ حضرت نظام اورنگ آبادی فرماتے رہے۔

اپنے مریدوں اور مبلغین کی اصلاح و تربیت پر آپ کی گہری نگاہ تھی آپ کی اجازت کے بغیر کوئی مرید دکن میں کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ آپ کو یہ ادا بڑی پسند تھی اور اس پر اپنی رضامندی کا برملا اظہار ایک خط میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے سامنے فرمایا تھا۔

خطوط کے جوابات تفصیل سے آپ لکھتے احباب دکن کو حکم ہوتا کہ جلدی خطوط لکھیں۔ یہ خطوط بڑے مفصل ہوتے اور دکن کے حالات سب آپ کو شرح و بسط سے لکھے جاتے۔ پابندی اوقات اور پابندی اصول کا آپ عقیدت مندوں کو درس دیتے۔ مریدوں کو خود بھی نظام الاوقات بنا کر دیتے اور شدت سے پابندی کراتے۔ حدیث، فقہ، اخلاق و تصوف اور سیر و تاریخ کی کتابیں مطالعہ کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ مریدوں کے تعلقات پر بھی نگاہ رہتی کوئی شکر رنجی ہوتی تو اسے جلدی دور کرا دیتے۔

ایک مکتوب میں پورا دستور العمل لکھ دیا ہے اس میں کچھ اصول بھی ارشاد فرمائے ہیں وہ ایصال خیر کو مقصود اصلی قرار دیتے ہیں، ایصال خیر میں اخلاص اور تصحیح بہت ضروری ہے۔ مخلوق کا ہجوم ہو تو شکر الٰہی کیا جائے فتوحات کو تقسیم کر لیا جائے ورنہ جس دن فتوحات نہ ہوں اسے غنیمت سمجھا جائے کیونکہ فقر و فاقہ کی اپنی ہی ایک تاثیر ہے۔ مسئلہ وحدۃ الوجود صرف آشناؤں سے بیان کیا جائے نا آشناؤں کو اس سے دور رکھا جائے ہندوؤں سے تعلقات رکھے جائیں تاکہ غیر مسلم اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوں خصوصاً ذکر خداوندی انہیں حلقہ بگوش اسلام بنانے میں بڑا ممد ہوگا۔ ادب و احترام ضروری ہے۔ احیائے سنت کو لازم

سمجھا جائے تا کہ بدعت مر سکے۔ جس زبان کو مرید بولتا ہے اسی میں اسے پڑھنے کی تلقین کی جائے۔[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں سے تعلقات بڑھانا اشاعت اسلام کے لئے بے حد ضروری تھا اور حضرت نے اس سلسلے میں جو ہدایات فرمائی ہیں وہ کوئی نباض قوم ہی ارشاد فرما سکتا ہے۔

احیائے سلسلہ

آپ نے اشاعت سلسلہ کے لئے بھی بے حد کوششیں فرمائیں مریدوں کو حکم تھا کہ ''سعی در شیوع سلسلہ نمایند'' ترجمہ: ''سلسلے کی اشاعت میں پوری کوشش کریں۔'' یہ محض اس لئے تا کہ لوگ مرتبہ فقر کو پا سکیں۔[2] جب مجوب دل اصلاح پا کر دولت وصال و قرب پالیں گے اور ریاضت و مجاہدہ اور عشق و بیخودی سے لوگوں کی جب تربیت ہوگی تو قیامت تک ہمیں ان کی طرف سے فواتح مسلسل پہنچتے رہیں گے۔ فتوحات قبول کرنے نہ کرنے کے متعلق جب حضرت اورنگ آبادی نے سوال کیا تو ارشاد ہوا اگر وہ کام میں رکاوٹ ہوں تو قبول نہ کرنا بہتر ہے ورنہ قبول کر لینی چاہئیں۔ یہاں کام سے مراد بھی اشاعت سلسلہ ہے۔ آپ فرماتے اشاعت سلسلہ سے ارواح مشائخ کو خوشی ہوتی ہے۔

وہ خلافت بھی صرف اشاعت اسلام کے لئے دیتے جس میں یہ صفت نہ ہوتی اسے خلافت نہیں ملتی تھی۔ آپ کی خلافت کے حقدار اہل علم ہی تھے۔ وہ خلافت ربانی تو انداز فقر اپنانے والوں کو دے دیتے تھے مگر خلافت سلوک صرف علمائے نامدار کو ملتی تھی۔ عورتوں کی بیعت کی اجازت تھی مگر خلوت سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ اجنبی عورت کو ہاتھ دے کر بیعت سے شدت سے منع فرمایا کیونکہ مس شرعاً حرام ہے۔ اس مشروط اجازت نامے کے بعد بھی حضرت اورنگ آبادی عورتوں کو سلسلہ میں شامل کرنے میں تردد و تامل فرمانے لگے تو آپ نے انہیں شدت سے منع فرمایا اور ارشاد ہوا سب کو بیعت کرو انہیں محرمات میں شامل سمجھ کر ان کے کانوں میں کلمہ حق پہنچاؤ۔[3]

۱۔ ملخصاً از مکتوبات و کشکول کلیمی و تاریخ مشائخ چشت

۲۔ مکتوبات م ۴۷ ص ۶۶

۳۔ مکتوبات م ۳۵ ص ۶۷

ہم سمجھتے ہیں کہ اصلاح معاشرہ کے لئے خواتین کی اصلاح بے حد ضروری ہے حضرت نے شرائط کے ساتھ بیعت کا حکم دیا مگر خلیفہ گرامی کے تردد کو دور کرنے کے لئے مریدات کو محرمات میں شامل فرما کر مسئلہ حل کر دیا۔

اصلاح معاشرہ

مسلمان ہمیشہ برصغیر میں اقلیت میں رہے ہیں جبر و اکراہ سے انہوں نے اسلام نہیں پھیلایا چونکہ ملک بہت وسیع تھا اور ہندو بے حد متعصب تھے مسلمان آٹے میں نمک کی طرح تھے اور اکثر حکام بذات خود اسلام سے برائے نام واقف تھے لہٰذا مسلمانوں میں اکثریت کے رواجات و رسوم شعوری و لاشعوری طور پر داخل ہو رہے تھے، ہمارے اولیاء نے عموماً تبلیغ کا رخ ان رواجات کو مٹانے کی طرف کیا اور یہ کوشش فرمائی کہ اسلامی رواجات نو مسلموں کو متاثر کریں۔ اس کے لئے وہ ہمیشہ مسلمانوں کو اتباع شریعت کی تلقین کرتے تھے ہمارے ممدوح حضرت کلیم اللہ نے بگڑے معاشرے کو سدھارنے کے لئے شریعت کی طرف بلایا انہیں یقین واثق تھا کہ راہ شریعت سے ہٹ کر روحانی ترقی کی کوئی کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہمارے مشائخ کا مقابلہ ہندو جوگیوں سے بھی تھا لہٰذا جو خوارق دکھاتے رہتے تھے اگر جنگ صرف خوارق تک محدود کر دی جاتی تو اسلام کی شان امتیازی سامنے نہیں آ سکتی تھی لہٰذا انہوں نے خوارق کو مقابلے میں تو ضرور پیش فرمایا اور اسلامی خوارق کرامات کی برتری ہر انداز سے ثابت کی لیکن اتباع شریعت اور اطاعت رسول علیہ السلام سے جو پاکیزگی وطہارت اور جو ہدایت و انوار حاصل ہوتے ہیں اصل متاع زندگی ہمارے اولیاء نے انہی کو سمجھا ہے۔ ذرا حضرت حکیم چشتیہ کا یہ مقدس جملہ ملاحظہ ہو۔

ہم داخلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت آراستہ دارند و باطن بعشق مولیٰ پیراستہ سازند۔[1]	سب طریقت میں داخل لوگوں کو تاکید کریں کہ اپنے ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھیں اور اپنا باطن عشق مولیٰ سے پیراستہ بنائیں۔

جو شریعت میں نہیں ہے ان کے نزدیک وہ ناقص ہے حضرت صرف اسی کو مرد کامل سمجھتے ہیں جو شریعت، طریقت اور حقیقت کا جامع ہو۔ روحانی بلندی و پستی جانچنے کا معیار ہی شریعت ہے۔[2] ان کا ارشاد ہے کہ شریعت والا ہی قیامت کے دن سب سے اونچا

۱۔ مکتوبات م ۱۲۹ ص ۹۵ (۲) ایضا م ۹۵ ص ۷۲

ہوگا۔ ---- شریعت ترک کرنے والے صوفیاء کی حضرت مذمت فرماتے ہوئے حکم دیتے ہیں۔

زنہار در صحبت ہم چنیں حمقا نشست [1] ایسے احمقوں کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھیں۔

آپ امراء کو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے کہ ان کے آنے سے بہت سے لوگ آتے ہیں اور اصلاح کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ چونکہ عوام پر امراء کا اثر ہوتا ہے لہٰذا حضرت عوام کے لئے انہیں برداشت فرما رہے ہیں ورنہ آپ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ درویش کے مراتب و درجات تو طے نہیں کر سکتے۔[2] حضرت نظام الدین اورنگ آبادی نے ان نصائح پر عمل فرمایا مگر امراء سے تنگ آ جانے کا پھر حضرت سے شکوہ کیا۔ آپ کا جواب پھر وہی تھا کہ امیروں سے کوئی امید وابستہ نہ کی جائے یہ لوگ کسی زمانے میں کسی شیخ کے حقیقی مرید نہیں ہوئے اگر ہوئے ہیں تو پھر دولت مند نہیں رہے بلکہ سب کچھ چھوڑ کر لنگوٹا باندھ لیا ہے۔[3] حضرت کا نظریہ یہ ہے کہ امراء منصب و جاہ کے لئے تعویذات ہی لینے آتے ہیں ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان سے تعلق کی ایک حد ہونی چاہئے ذرا اس معنی خیز فقرہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

ملاقات سلاطین کہ بر در درویش آیند روا باشد اما بر در آنہا نباید رفت۔[4] جو بادشاہ فقیر کے دروازے پر آ جائیں ان سے ملاقات میں حرج نہیں لیکن ان کے دروازوں پر نہیں جانا چاہئے۔

امراء اور شاہوں سے دل لگاؤ کے نتائج سے ان الفاظ میں خبردار فرماتے ہیں۔

درویش را باید کہ اختلاط بادشاہاں نماید و بخانہ اہل دول طواف نماید کہ اختلاط ملوک رونق ایماں می برد۔[5] درویش کو چاہئے کہ بادشاہوں سے اختلاط نہ رکھے۔ امیروں کے گھروں کا طواف نہ کرے بادشاہوں کے اختلاط سے رونق ایمان جاتی رہتی ہے۔

۱۔ مکتوبات م ۱۱۰ ص ۸۵
۲۔ مکتوبات م ص ۱۲
۳۔ ایضاً م ۲۷ ص ۳۰
۴۔ ایضاً م ۴۴ ص ۴۳
۵۔ ایضاً م ۶۵ ص ۵۵

حضرت نے اتباع شریعت کی وجہ سے ان مشائخ پر بھی شدت سے تنقید فرمائی جو سماع میں کھو گئے تھے اس کی حدود و قیود کو پس پشت ڈال دیا تھا وہ سماع کو حدود میں مقید کرنے کی بھی تاکید فرماتے ہیں اور مراقبہ کی ترجمانی فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

حلقہ مراقبہ وسیع از حلقہ سماع باید کردم ۹ مراقبہ کا حلقہ سماع کے حلقے سے وسیع کر دینا چاہیے۔
ص ۷۸

سماع کا صحیح انداز آپ کی محفل میں ہوتا تھا لہٰذا مریدوں کو حکم تھا کہ "ہماری طرح محفل سماع کیا کریں۔" م ۹۴ص ۴۷

مشائخ نقشبند کے ہاں چونکہ سماع نہیں تھا حضرت شاہ صاحب کی رواداری اور اتحاد ملت کے لئے کوششیں ملاحظہ ہوں کہ حکم دیا کہ جہاں حضرات نقشبندیہ کا اثر ہو وہاں سماع موقوف رکھا جائے۔

اولاد پاک

چار صاحبزادے ---- خواجہ محمد۔ حامد سعید۔ محمد فضل اللہ۔ محمد احسان اللہ ---- تھے۔ تین صاحبزادیاں ---- بی بی رابعہ۔ بی بی فخر النساء۔ بی بی زینب (مشہور بی بی مصری) تھیں۔

صاحبزادہ خواجہ محمد آپ کی زندگی میں ہی راہی ملک بقا ہوئے۔

مکتوبات کے م ۱۲۵ص ۹۳ پر باقی تین صاحبزادوں اور تینوں صاحبزادیوں کا ذکر آپ نے فرمایا ہے اپنے دامادوں کا ذکر بھی ارشاد ہوا ہے۔ بی بی مصری (زینب بی بی) صاحبہ کمال تھیں ان کی اولاد کو جو خصوصی فیض ملا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔[1]

خلفائے گرامی

مختلف تذکروں نے جو نام خلفاء کے دیئے ہیں ہم تبرکاً درج کر رہے ہیں ورنہ حضرت کی عظمت نے کتنے آسمان ولایت پر جگمگاتے ستارے چھوڑے۔ ان کی تفصیلات ناپید ہیں۔

۱۔ شاہ محمد ہاشم۔ ۲۔ مولانا شاہ ضیاء الدین۔ ۳۔ مولانا شاہ جمال الدین جے پوری

۱۔ مناقب المحبوبین ص ۴۶

۴۔ مولانا شاہ محمد علی۔ ۵۔ مولانا شاہ جلال الدین۔ ۶۔ مولانا عبدالصمد۔ ۷۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ۔ ۸۔ مولانا شاہ عبداللطیف۔ ۹۔ خواجہ مصطفیٰ مراد آبادی۔ ۱۰۔ شیخ بدیع الدین عرف شیخ مداری ناگوری۔ ۱۱۔ شیخ مخدوم تھارو۔ ۱۲۔ سید محمد علی ۔ ۱۳۔ حافظ محمود۔ ۱۴۔ شیخ بدھن۔ ۱۵۔ صاجزادہ سعید بن شاہ کلیم اللہ۔ ۱۶۔ قاضی عبدالولی ساکن بلدہ سنگھانہ۔ ۱۷۔ شاہ اسد اللہ۔ ۱۸۔ شاہ جلیل قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت خواجہ مصطفیٰ مراد آبادی حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے امیر باپ کے بیٹے تھے لاہور میں قیام تھا دنیا سے رخ موڑا حضرت کلیم اللہ سے بیعت کی۔ ۱۱۵۰ھ میں مراد آباد میں اپنی بنائی ہوئی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے۔ شاہ عبدالرحیم انکے جانشین تھے۔ ان کے پہلو میں وہ بھی مدفون ہیں۔

وصال پاک

حیات مقدسہ کے آخری عرصے میں آنجناب کو وجع المفاصل اورنقرس کی تکلیف ہوگئی تھی آپ نے اپنے مکتوب میں خود ذکر فرمایا ہے ''بائیں ہاتھ' دائیں گھٹنے اور دونوں پاؤں میں سوجن ہے چار ماہ سے صاحب فراش ہوں ان دنوں چند آدمیوں کی مدد سے لنگڑاتا ہوا اندر سے مکان میں آتا ہوں تیمم کر کے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔''[1] ان حالات میں بھی اعلائے کلمتہ اللہ کا کام حسب معمول جاری رہا اور بقول جامع مکتوبات کلیمی تادم واپسیں پوری قوت وکوشش سے اس مقدس مشن میں معروف رہے۔[2] حضرت نظام اورنگ آبادی کو اس عرصہ میں بھی حسب معمول ہدایات جاری فرماتے رہے اور سارے کام کی نگرانی جاری رکھی۔ چشتیت کا یہ عظیم رہنما ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ مطابق سترہ اکتوبر ۱۷۲۹ء ملا اعلیٰ کے حسین سفر پر روانہ ہوگیا۔ انتقال کے وقت زبان حقیقت ترجمان پر یہ شعر جاری تھا۔

غبار خاطر عشاق مدعیٰ طلبی است　　بخلوتے کہ منم یاد دوست بے ادبیست

''مدعا طلبی تو عاشقوں کے دل کا غبار ہے جس خلوت میں میں ہوں وہاں دوست کی یاد بے ادبی ہے۔''

۱۔ مناقب المحبوبین م ۱۲۵ ص ۹۳

۲۔ مکتوبات ص ۲

آپ کی حویلی قلعہ اور مسجد کے درمیان واقع تھی اسی میں مزار اقدس بنا۔

خرد گفتہ کہ ذات پاک بودہ (۱۱۴۲ھ) کے مصرعہ سے ایک مرید نے تاریخ وفات نکالی۔ مزار اقدس کے اردگرد خاندان ذیشان آباد تھا۔ ۱۸۵۷ء تک بڑا آباد علاقہ تھا اس آبادی پر انقلاب ۱۸۵۷ء نے قیامت ڈھادی۔ مناقب المحبوبین کے مصنف فرماتے ہیں۔

''غدر کے سال (۱۸۵۷ء) میں جب عیسائی مسلمانوں پر غالب آئے تو لال قلعہ دہلی کے قریب سب مکان زمین بوس کر دیئے۔''[1]

غالب نے بھی اس آبادی کی تباہی کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ''شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کا مقبرہ اجڑ گیا۔۔۔ان کی اولاد کے لوگ تمام جس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر' اس کے سوا کچھ نہیں' وہاں کے رہنے والے اگر کوئی سے بچے ہوں گے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں۔''[2]

خانقاہ مقدس اسی ہنگامہ میں شہید کر دی گئی۔ حضرت شاہ فخر الدینؒ کے نبیرہ حضرت میاں نظام الدین نے غدر کے بعد مولانا نجم الدین کو بتایا تھا۔

من اجازت از انگریز گرفتہ ام احاطہ — میں نے انگریز سے اجازت لے لی ہے ان
برگرد مزار شریف ایشاں خواہم کرد — کے مزار کے اردگرد احاطہ تعمیر کرا دوں گا۔

حضرت شاہ کلیم اللہؒ نے سلسلہ کی آنے والی قیادت کو دکن کی طرف بھیج دیا تھا۔ ہم ضمناً بیان کر آئے ہیں کہ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے دکن میں سلسلہ کی روایات کو نہ صرف مشائخ کی سنت کے مطابق جاری رکھا بلکہ مزید آگے بھی بڑھایا۔

ان ہر دو مشائخ کا انداز بتا رہا تھا کہ چشتیت کے گلشن پر بہار آنے والی ہے اور سلسلہ کے مجدد کے لئے زمین ہموار ہو رہی ہے پھر چشم فلک نے دیکھا کہ حضرت اورنگ آبادی کے گھر تجدید و اصلاح کا چاند طلوع ہو گیا جس کی شعاعوں نے پورے برصغیر کو منور و معطر فرما دیا۔

آیئے اب اورنگ آباد چلتے ہیں تاکہ حضرت خواجہ خواجگاں شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی' فکری' ملی اور قومی خدمات کا مختصر سا جائزہ لے سکیں۔

۱۔ مناقب المحبوبین ص ۴۵
۲۔ اردوئے معلی حصہ اول ص ۱۸۴۔۱۸۳

اس عظیم المرتبت ولی نے جس انداز سے ولایت کے گلزار کو سیراب فرمایا وہ برصغیر کا تاباں باب ہے۔

نظام ثانی، مرشد لاثانی

حضرت خواجہ محمد نظام الدین اورنگ آبادی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

حسب اندازہ مناقب المحبوبین

۱۰۶۰ھ۔ ۱۶۵۰ء

خاتم سلیمانی ۱۰۷۵ھ

۶۵۔۱۶۶۴ء

وصال مقدس

سوموار ۲ ذوالحج ۱۱۷۳ھ ۱۶ جولائی ۱۷۶۰ء

(وفیات) اورنگ آباد

۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ / ۳۰ مئی ۱۷۳۰ء

تاریخ مشائخ چشت و مفتی غلام سرور"

تذکرہ سید سکندر شاہ

۱۰۴۱ھ نام ونسب

تذکرہ حضرت فخر جہاں دہلوی از اخلاق احمد

سید غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی مدظلہ العالی

ولادت باسعادت

اگرچہ اس دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کی تاریخ ولادت نہیں لکھی مگر مناقب المحبوبین میں آپ کی عمر بیاسی سال لکھی ہے۔ چونکہ وصال ۱۱۴۲ھ ہے لہٰذا ولادت ۱۰۶۰ھ ہونی چاہیے۔ مصنف خاتم سلیمانی ۱۱۷۵ھ بتاتے ہیں مگر اس پر کوئی سند انہوں نے پیش نہیں کی۔

آپ کا سلسلہ نسب خواجہ خواجگان سیدنا شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ تکملہ سیر الاولیاء سے بھی آپ کے صدیقی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔[1]

آپ کے اسلاف غور سے لکھنؤ کے قریب مکراوں[2] (نگراؤں)[3] یا کاکوری[4] میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم --- دہلی میں تکمیل

ابتدائی تعلیم تو وطن میں حاصل کی پھر اس دور کے برصغیر کے علمی مرکز دہلی میں تشریف لائے قیام دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ کی عظمت کے تذکرے سنے تو ان کی حویلی میں جا پہنچے وہاں محفل سماع ہو رہی تھی۔ شاہ صاحب بند کمرے میں سماع سنتے تھے اور کسی کو اس وقت اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی آداب محفل سے بے نیاز نووارد نظام الدین نے دروازے پر دستک دے دی حضرت کلیم ملت نے ایک مرید کو دروازہ کھول کر دیکھنے کا اشارہ فرمایا۔ مرید نے ناواقف کو دیکھ کر نام پوچھا واپس آکر بتایا ناواقف ہے گدا صورت بھی ہے نام نظام الدین بتاتا ہے آپ نے فرمایا جلدی اندر بلا لو۔ حاضرین محفل دم بخود رہ گئے کہ یہ حضرت کا معمول نہ تھا آپ نے فوراً فرمایا۔

ازیں شخص و نام نامی وے بوئے آشنائی می آید غیر نیست

اس شخص اور اس کے نام نامی سے آشنائی و اپنائیت کی مہک آرہی ہے یہ تو اپنا ہے غیر نہیں ہے۔

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۹۶

۲۔ آثار الصنادید باب چہارم ص ۳۰ از سید احمد خان

۳۔ شجرہ چشتیہ سلیمانیہ فخریہ ص ۳۰ از مولانا غلام فرید چشتی

۴۔ برکات الاولیاء ص ۱۲۶ خواجہ حسن نظامی اور نواب مصلح الدین بھی کاکوری کہتے ہیں۔

بڑی محبت سے ملاقات فرمائی۔ تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے لی۔ آپ وہاں رہ کر علوم ظاہری کی تکمیل فرماتے رہے۔[1]

سلسلۂ بیعت

مگر ظاہری علوم سے طبیعت ایک باطنی آگ نے اچاٹ کر رکھی تھی وہ ملاحظہ کر رہے تھے کہ صبح و شام علوم باطنی کے طلبگاروں کا تانتا حضرت کلیم ملت کی خدمت میں بندھا رہتا ہے اور حضرت بڑی توجہ سے باطنی تربیت بھی فرماتے ہیں لہٰذا حضرت نظام الدینؒ بھی باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ محبت کی تپش مزید ایک واقعہ نے تیز کر دی۔ ہوا یوں کہ حضرت یحییٰ مدنیؒ کا ایک مرید حضرت شاہ کلیمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نظام سبق پڑھ رہے تھے مگر جونہی آنے والے کی نگاہ حضرت کلیمؒ پر پڑی اس پر مستی کی کیفیت طاری ہو گئی بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اب شاہ نظام کی عقیدت و محبت میں اضافہ ہو گیا۔ ایک دن حضرت کلیمؒ محفل سے اٹھ کر نکلے تو حضرت نظام نے ان کے پاپوش اٹھا کر صاف کئے سامنے رکھے۔ مرشد کو ادا پسند آ گئی۔ محبت کی نگاہ ڈالی پوچھا۔ ''نظام الدین ہمارے پاس علوم ظاہری کے لئے آئے ہو یا دولت باطنی کے لئے جو علوم ظاہری سے زیادہ بہتر ہے۔'' یہ سن کر آپ نے عرض کیا۔

سپردم بتو مایہ خویش را ۔۔۔ میں نے اپنا سرمایہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

تو دانی حساب کم و بیش را ۔۔۔ کم و بیش کا حساب تو آپ کو ہی پتہ ہوگا۔

شعر سنتے ہی شاہ کلیمؒ کو اپنے مرشد حضرت یحییٰ مدنی کی پیش گوئی یاد آ گئی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ فلاں موقع پر ایک شخص یہ شعر پڑھے گا وہی ہماری نسبت کا مالک ہوگا۔ سلسلہ اس کے ذریعے بے حد ترقی کرے گا۔ شاہ صاحب کو مرید کی صورت میں مراد مل گئی۔ اسی وقت بیعت فرما لیا۔ اب پوری توجہ سے روحانی تربیت شروع فرمائی۔ مس خام کو نگاہ مرشد نے کندن بنا دیا۔

یہ وہ دور تھا جب جنوبی ہند بغاوتوں اور سرکشیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ مرہٹے بلائے

۱۔ مناقب فخریہ ۶۔۵

ناگہانی کی صورت میں مسلط تھے کیا عوام' کیا خواص اور کیا افواج سب جنوبی ہند سے تنگ تھے وہاں کے حالات کے خلاف حضرت اورنگ زیب نے طویل جہادات فرمائے مگر بات پوری طرح بنتی نظر نہ آئی۔

دکن میں حضرت امیر حسن علا سنجری' شیخ برہان الدین غریب اور حضرت سید محمد گیسو دراز (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جیسے مایہ صد افتخار چشتی بزرگ آسودۂ خواب تھے انہوں نے مغلیہ کے زوال پذیر دور میں وہاں سلسلہ کی بڑی خدمات سرانجام دیں اور اسلام کی بے پایاں برکات کی بارش لوگوں پر برسائی۔

دکن میں سیاسی نظام کی کمزوری مسلمانوں کو بیدل کر رہی تھی اسلام کے انوار کو مٹانے کی کوششیں تیز ہو رہی تھیں اخلاق محمدی کی شمع گل کرنے کی سعی کی جا رہی تھی۔

حضرت کلیم ملتؒ کی نگاہوں سے یہ باتیں چھپی ہوئی نہیں تھیں وہ متاع اسلام کو لٹنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ فرمایا کہ اپنے ترکش سے اسلام کا تیز تر تیر دکن کی طرف بھیجیں گے۔

حضرت نظام الدین کی دکن روانگی

ان نازک حالات میں مرشد کا حکم پا کر مرید باوفا اور خلیفہ باصفا راہ نورد دکن ہوا۔ ارشاد ہوا۔ "اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں ہو' اعلائے کلمتہ اللہ میں مصروف رہو اور اپنی جان و مال کو اسی میں کھپا دو۔" [1]

ہم حضرت شاہ کلیم اللہؒ کے مقدس حالات میں ان سب ہدایات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو آپ نے مختلف مکتوبات میں حضرت نظام الدینؒ کو دیں۔ جس اطاعت کشی اور وفا شعاری کا عملی اظہار آپ نے فرمایا اس کی جھلکیاں بھی ہم گزشتہ صفحات میں دکھا چکے ہیں مرشد کامل اور مرید کامل نے مل کر دکن میں اسلام کی اخلاقی عظمت کا سکہ جاری فرما دیا۔ ٹوٹے دل جوڑ دیئے اسلام کو ایک زندہ قوت بنا دیا۔ حضرت کلیمؒ نے مختلف مسائل پر جس انداز سے عالمانہ رہنمائی فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے اور مرید باہمت نے جس ہمت سے ان افکار پر عمل کیا اس کی نظیر بھی شاید ہی کہیں مل سکے۔ حضرت کے مکتوبات

---

[1] مکتوبات م ۲۱ ص ۲۶

میں آپ کی مساعی جمیلہ کی تحسین بھی ہے اور آپ کی ہمت مردانہ پر آفرین بھی۔ محبت کا اظہار بھی ہے اور چاہت کا اقرار بھی۔ ظاہری زندگی کے مسائل کا حل بھی ہے اور باطنی مسائل کی عقدہ کشائی بھی۔ روح کلیم کی تڑپ بھی ہے اور عمل نظام کی رفعت بھی۔ ہم اپنے قارئین کرام سے عرض کریں گے کہ اس سلسلہ میں ہر دو عظمائے ملت کے مکتوبات خاصے کی چیز ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے تا کہ اس دور کے دکن کی صحیح تصویر سامنے آ سکے اور شمالی ہند بھی نگاہوں سے اوجھل نہ رہے۔

اورنگ آباد میں

حضرت نظام بیجاپور، برہان پور اور شولا پور سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد تشریف لائے برہان پور اس دور میں ایک تاریخی اہمیت کا مالک شہر تھا حضرت کے مرشد کی خواہش بھی وہیں کی تھی مگر یہ شرف اورنگ آباد کی قسمت میں لکھا تھا۔ یہاں سلسلہ کی خانقاہ کیا بنی کہ مخلوق ٹوٹ پڑی آپ کو اس سے کوفت تو ہوئی مگر مرشد کے حکم کے مطابق پھر لوگوں کو خوشی سے ملنے لگ گئے۔

حضرت سلیمان چشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس خانقاہ کے دس دروازے تھے ہر دروازے پر کاتب بیٹھا تھا حاجت مند کی حاجت لکھ کر اس پر مہر لگا دی جاتی۔[1] جس امیر و حاکم کے پاس یہ تحریر جاتی وہ کام کر دیتا خانقاہ کے دروازے سب کے لئے کھلے تھے۔ مہر کا سجع یہ تھا۔[2]

ذکر مولیٰ ازہمہ اولیٰ — اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہے۔

در رعایت دلہا بکوش — دلوں کی رعایت میں سدا کوشاں رہو۔

نظام دین بدنیا مفروش — دین کے نظام کو دنیا کے عوض میں نہ بیچو۔

خانقاہ کیا تھی مجمع الانام تھی، جس میں امیر و غریب، شاہ و گدا اور عوام و خواص کی تمیز نہیں تھی ہر آنے والا اس کو اپنا گھر سمجھتا اور یہاں دل و دماغ کا سکون پاتا۔

صحبت کی رعنائیاں

طرز گفتگو دل موہ لیتا تھا دلکش انداز تھا اور جب مناسب موقع پر آپ کوئی شعر

۱۔ نافع السالکین ص ۱۰۷ (۳) فخر الطالبین ص ۸۸ تکملہ سیر الاولیاء ص ۹۶

زبان پر لاتے تو محفل وجد و سرور سے بھر جاتی۔ اہمیت عبادت پر گفتگو فرماتے۔ یہ شعر ایک دفعہ پڑھا۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی	تیس سالوں کے بعد یہ حقیقت کھل کر خاقانی
کہ یک دم با خدا ابودن بہ از ملک سلیمانی	کے سامنے آ گئی کہ ایک دم کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا ملک سلیمانی پا لینے سے بہتر ہے۔

اس محفل میں جس پر بھی نگاہ ناز پڑ جاتی گرویدہ ہو جاتا خواجہ کامگار خانؒ نے اپنی کتاب احسن الشمائل میں آپ کی مقدس محفل کی دلربائیوں کے کئی واقعات نقل فرمائے ہیں وہ خود بھی اس محفل کی شراب محبت کے متوالے تھے محفل کے دلکش واقعات کا ذکر کر کے اشعار نقل کرتے جاتے ہیں جو ان کی دلی کیفیت کے ترجمان ہیں۔

تبلیغ و اتباع سنت

آپ دکن تبلیغ دین اور احیائے اسلام کے لئے گئے تھے مرشد کا ارشاد تھا اس مقصد کے لئے مال و جان لگا دو۔ آپ نے کوئی کام بھی مرشد کی اجازت کے بغیر نہیں کیا اسی ادائے عاشقانہ پر کلیم ملتؒ نے آپ کو لکھا "آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ بلا اجازت ایک قدم تک نہیں اٹھاتے ہو جس کو بھی دولت ملی ہے اسی ادب سے ملی ہے۔"[1] تبلیغ اسلام دراصل اتباع سنت کا نام ہے اور حضرات اولیاء نے ہمیشہ اتباع سنت کی ہی دعوت دی ہے حضرت نظامؒ کس حد تک سنت کے پیرو تھے؟ کامگار خانؒ سے پوچھتے ہیں۔

در جمیع احوال و افعال و اقوال موجب	آپ ہر حال، ہر فعل اور ہر قول میں سنت نبوی
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجا می	کے مطابق عمل فرماتے تھے کبھی بھی کسی سنت
آورد و اصلاً تجاوز و تفاوت از سنت۔[2]	سے نہ آپ نے تجاوز کیا اور نہ ہی عمل سنت میں فرق آنے دیا۔

دکن پہنچ کر کتابوں کا مطالعہ بھی چھوٹ گیا سارا وقت عبادت و ریاضت کی نذر

۱۔ مکتوبات م ۵ ص ۹
۲۔ احسن الشمائل

ہونے لگا۔ زنانہ اور مردانہ مکانوں کے درمیان اپنا حجرہ رکھا تاکہ جب چاہیں دعوت کے لئے مردوں کو بلالیں اور جب چاہیں خواتین کو پیغام ہدایت کے لئے طلب فرمالیں۔ نماز صبح باجماعت پڑھ کر اسی حجرہ میں خلوت نشین ہوتے یاد خدا میں محویت پانچ چھ گھنٹے رہتی وہاں اس وقت کوئی نہیں جا سکتا تھا اب جلوت ہوتی اور مخلوق زیارت کرتی۔ نماز ظہر کے بعد پھر خلوت ہوتی عصر سے پہلے مشکوٰۃ شریف کا درس ہوتا۔ عصر کے بعد احوال مشائخ پر مشتمل کتابیں سنتے تھے حدیث خواجہ نور الدینؒ اور دوسری کتابیں عموماً خواجہ کامگار خانؒ پڑھا کرتے۔ نماز مغرب سے قبل خاموشی چھا جاتی مغرب کے بعد صرف مخصوص لوگ حاضر ہو سکتے تھے۔

بحث و تمحیص سے نفرت تھی مسئلہ کا جواب کسی کتاب کے حوالے سے دیتے اور کتاب کا مطالعہ کرنے کا ارشاد فرماتے۔ کھانا احباب کے ساتھ مل کر تناول فرماتے کبھی اکیلے ہوتے تو کھانا غلاموں کے گھروں میں بھجوا دیتے۔ لباس بھی سادہ استعمال فرماتے تکلف آپ کی عادت میں نہیں تھا۔ رنگ غبیالہ استعمال ہوتا اکثر پیوند لگے کپڑے زیب تن ہوتے تھے قیمتی کپڑوں کا استعمال نہیں فرماتے تھے کامگار خان نے شال پیش کئے تو واپس کر کے فرمایا ہمیں ایسا لباس مرغوب نہیں ہے۔[1]

جمعہ کے لئے اکثر پیدل جاتے کبھی کسی سے گھوڑا بھی منگوا لیتے۔ اگر کسی نے غلام بچے پیش کئے تو آپ نے مریدوں کو عطا فرما دیئے خود نہیں رکھے۔ مرشد کی بے اعتنائی کے متعلق شبہ ہوا تو عرض کیا مرشد نے بڑی دلجوئی فرمائی آپ کو جان جہاں، تمام ایمان اور جان من کے الفاظ سے خطاب کیا ذرا حضرت کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

اگر من برشما مہرباں نباشم در دنیا کدام نور دیدہ دارم کہ برو مہرباں خواہم بود۔	اگر میں آپ پر مہربان نہیں ہوں گا تو دنیا میں میرا اور کون سا نور نظر ہو گا جس پر مہربانیاں کروں گا۔

تربیت اور نوازشات

اپنے مریدوں کی تربیت سنت کے مطابق مرشد کی صواب دید کو سامنے رکھ کر

---

[1] تکملہ سر الاولیاء ص ۹۹ نیز احسن الشمائل

فرماتے۔ نگرانی خوب ہوتی۔ آدھی رات کو ملاحظہ کے لئے تشریف لے جاتے جس کو سوتا پاتے اس پر پانی ڈال کر جگا دیتے۔ عبادت پر بہت زور تھا پاس انفاس اور ذکر جہر کو خصوصی اہمیت تھی باطنی اصلاح کے لئے یہ لوازمات تھے۔ ذکر جہر مریدوں کو سکھاتے اور گھنٹوں جامع مسجد میں سینکڑوں مریدوں کے ساتھ مل کر ذکر جہر فرماتے خواجہ نور الدینؒ کو حکم دیتے نئے مریدوں کو ذکر جہر سکھا دیں خواجہ نور الدینؒ آپ کے عزیز ترین مرید تھے۔

ادب شیخ پر بھی خصوصی توجہ دلاتے تھے کہ اس سے راہ سلوک میں بے شمار فائدے ملتے ہیں۔ باطن میں چلنے والی تسبیح کو ہاتھ میں چلنے والی تسبیح پر ترجیح دیتے۔ ارشاد ہوا ''جس کے ہاتھ میں باطن کی تسبیح ہو وہ ظاہری تسبیح کو کیوں ہاتھ میں لے گا۔'' [۱]

توکل علی اللہ تھا نذر اس وقت قبول کی جب مرشد نے فرمایا کسی کی دل شکنی اچھی نہیں ہے بہتر ہے لے کر غریبوں کو دے دو۔ آپ نے اسی پر عمل فرمایا قوالوں، حاضرین اور غرباء میں فتوحات تقسیم ہو جاتی تھیں۔ [۲]

سماع بھی اپنے مرشد کے انداز پر ساری پابندیوں کے ساتھ سنا کرتے تھے سماع کی زیادتی پسند نہیں تھی فرماتے اس سے دل مر جاتا ہے۔ چونکہ آپ کا مطمع نظر احیائے سنت تھا اور احیائے سنت کے لئے اخلاق کریمانہ شرط اول ہے آپ نے اس اسلحہ سے بھی اپنے آپ کو مسلح فرمایا آیئے آپ کے اخلاق کی چند جھلکیاں بھی دیکھتے چلیں۔

اعلیٰ اخلاق

لوگوں کی دلداری کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آشنا و نا آشنا کے الفاظ آپ کی کتاب اخلاق میں کہیں نہیں تھے۔ سب سے ایک انداز سے ملتے ہر شخص کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اس میں چودہ سالہ لڑکے اور ستر سالہ بوڑھے میں تمیز نہ تھی۔

جو آتا اسے ضرور کچھ کھلاتے اگر کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تو عطر عطا فرما دیتے۔ محفل میں ہمیشہ دو زانو تشریف فرما ہوتے چار زانو کبھی نہیں بیٹھے۔ دل داری کا بڑا خیال تھا ایک صاحب جو خام تھے محفل میں آئے ڈینگیں ماریں مگر دلجوئی کے لئے اس کے سامنے بھی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت بحوالہ احسن الشمائل ص ۴۳۶
۲۔ تاریخ مشائخ چشت

ادب سے بیٹھ گئے یہ سلسلہ دو سال چلتا رہا اس نے سارے شہر میں مشہور کر دیا کہ حضرت نظام تو مجھ سے توجہ لیتے ہیں مریدوں میں سے میاں عبدالقادر خانقاہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جونہی وہ شخص آیا اس پر نظر ڈالی تو وہ شیخی خورہ بے ہوش ہو کر گر گیا حضرت کو اطلاع ہوئی باہر تشریف لائے عبدالقادر کو ڈانٹ کر فرمایا ''کسی کا دل کیوں دکھایا جائے اگر فرصت پا کر میں اس کے سامنے ایک ساعت بیٹھ جاتا ہوں اور اس طرح اس کا دل خوش ہو جاتا ہے تو اس سے بہتر کیا بات ہوگی۔''[1]

امراء و سلاطین

مشائخ چشت امراء و سلاطین کے قرب سے ہمیشہ متنفر رہے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں کئی مثالیں گزر چکی ہیں حضرت اورنگ آبادی کا بھی یہی رنگ تھا۔ وہ بھی امراء کے تحائف سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔ اعظم شاہ ولد اورنگ زیب عالمگیر احمد آباد گجرات کا گورنر تھا اس نے کچھ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے لینے سے انکار فرمایا اس نے کہلا بھیجا فقیروں درویشوں کو دے دیں مگر آپ نے پھر بھی قبول نہ فرمایا۔ مختلف لوگوں نے خواہش کی کہ آپ بادشاہ سے مل لیں کچھ لوگوں نے ملاقات کرانے کا ذمہ بھی لیا مگر آپ راضی نہ ہوئے آپ کی اس ادا کو حضرت کلیم اللہ نے بہت پسند فرمایا۔ بادشاہ نے پھر خود بلایا تو آپ نے جانے سے انکار فرما دیا۔ اس پر مرشد نے خوشنودی کا خط لکھا اور فرمایا بادشاہوں کو خود سر کے بل چل کر فقیروں کی خدمت میں حاضری دینی چاہئے کیونکہ اچھا امیر وہی ہے جو فقیر کے دروازے پر آئے۔ یہ خط مفصل انداز سے مکتوبات کلیمی م ۴۷ ص ۴۵ پر موجود ہے۔

خاندان آصفیہ نواب غازی الدین خان ان دنوں میں دکن میں تھے۔ انہوں نے بھی حضرت نظام کو مدعو کیا آپ تشریف نہیں لے گئے اس پر بھی حضرت مرشد نے خوشنودی کا خط لکھا مگر غازی الدین مصر ہوئے تو آپ کو مرشد نے لکھا ''غازی الدین تو بادشاہ کا نوکر ہے اگر خود بادشاہ بھی لکھے تو میں اجازت نامہ نہیں لکھوں گا'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر غازی صاحب خود حاضر خدمت ہو کر عقیدت مندی کا اظہار کرتے رہے اور ان کے جانشین بھی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۴۹۔۴۴۸ بحوالہ احسن الشمائل و فخر الطالبین ص ۹۳

شرف حضوری سے مشرف ہوئے سلطان الملک آصف جاہ نے بیعت بھی کی اور حضرت کے حالات طیبات پر کتاب ''رشک گلستان ارم'' لکھی۔ شجرۃ الانوار کے مصنف مولانا رحیم بخش کافی عرصہ تک اس کتاب کے متلاشی رہے۔ ہم خواجہ کامگار خان کی کتاب احسن الشمائل کا ذکر بھی گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں اس میں حضرت کے چشم دید واقعات و حالات مصنف نے بڑی عقیدت سے درج کئے ہیں مصنف شجرۃ الانوار اور صاحب تکملہ سیر الاولیاء نے اس کتاب سے بہت استفادہ کیا ہے۔[1]

تصنیف لطیف

حضرت نظام نے نظام القلوب کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی یہ اکیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ اشغال و اذکار کی تفصیل تو ہے مگر راہبر کے بغیر اس پر عمل ذرا مشکل ہے۔ چند بحثیں ملاحظہ ہوں۔

در فوائد ذکر، در ارشاد و تلقین، در ذکر پاس انفاس و حبس دم و نفی و اثبات، در ذکر یک ضربی تا دوازدہ ضرب، در ذکر کشف معانی قرآن و کشف قبور، در ذکر اسم جلال و جمال مشترک، انوار کہ در حالت ذکر ظاہر شوند در علامات آواز شیطانی و رحمانی، ان چند عنوانات سے کتاب کے علمی و فکری انداز کا پتہ چلتا ہے بہر حال یہ خالص عملی کتاب ہے لہٰذا استاد کے عمل کر کے بتانے سے ہی اس کی رموز ظاہر ہو سکتی ہیں۔

شادی و اولاد

آپ شادی کئے بغیر دکن تشریف لے گئے تھے۔ مرشد کی بھی یہی خواہش تھی کہ شادی نہ ہو۔ تاکہ اپنا مشن پوری تندہی سے جاری رکھا جا سکے۔ حضرت نے بھی مرشد کے حکم پر دل و جان سے عمل جاری رکھا مگر آپ کو ایک تکلیف شروع ہو گئی۔ اطباء نے شادی کا مشورہ دیا اب مرشد نے چاہا کہ اپنے چچا زاد بھائی میاں امام الدین کی صاحبزادی سے شادی ہو برادری کی کچھ اور صاحبزادیوں کا ذکر بھی آپ نے فرمایا۔ مگر اس بات کی وضاحت نہیں ہو سکی کہ آپ کی شادی کہاں ہوئی ایک بیگم صاحبہ کا تعلق حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے تھا ان سے دو بیٹے --- محمد اسماعیل اور فخر الدین --- اور ایک صاحبزادی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۵۶۔۴۵۵

تھیں۔ دوسری بیگم صاحبہ سے تین لڑکے --- غلام معین الدین' غلام بہاء الدین اور غلام کلیم اللہ تھے۔ محمد اسماعیل نے خواجہ کامگار خان سے بیعت کی۔ باقی سب بھائیوں نے اپنے بھائی شاہ فخر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔[1]

خلفائے عالی مقام

حسب ارشاد علامہ رحیم بخش فخری آپ کے خلفاء لاتعداد تھے جو مختلف علاقوں میں رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ یہ سب حضرات اصحاب کرامات و مجامع ارشادات تھے۔[2] ان بہت سے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ خواجہ کامگار خان۔ آپ احسن الشمائل جیسی معرکہ آراء کتاب کے مصنف ہیں جو حضرت نظام الدین پر لکھی گئی معیاری کتاب ہے۔ حضرت کے فرزند محمد اسماعیلؒ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۲۔ خواجہ نور الدین۔ حضرت نظام کے چہیتے خلیفہ تھے حضرت کلیم ملتؒ نے ایک خط میں حضرت اورنگ آبادی کو لکھا کہ وہ فنا فی الشیخ میں آپ کے سب مریدوں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر وہ مزید علوم عربیہ حاصل کر لیں تو ایک جہان کو روشن کر دیں گے۔ مکتوبات م۲۷ ص ۵۸

حضرت شاہ حکیم نے انہیں اپنا نیمہ آستین بھیجا اور حضرت نظام کو لکھا "ایسے مرید کی تربیت باطنی مخصوص طریقے پر کرنی چاہیے۔"[3] حضرت نظام اسی وجہ سے ان پر خصوصی توجہ دیتے اور باطنی تربیت فرماتے ان سے کتابیں پڑھوا کر خود سنا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت محمد علیؒ۔ ۴۔ حضرت سید شاہ شریفؒ۔ ۵۔ حضرت شاہ عشق اللہ۔ ۶۔ خواجہ غلام قادر خان۔ ۷۔ حضرت محمد یار بیگ۔ ۸۔ حضرت محمد جعفرؒ۔ ۹۔ حضرت شیر محمدؒ۔ ۱۰۔ حضرت کرم علی شاہ۔ ۱۱۔ حضرت امام الدینؒ۔ ۱۲۔ حضرت شیخ محمود۔ ۱۳۔ حضرت شیخ مودود۔ ۱۴۔ تاج چشتیت کے وارث' مجدد سلسلہ حضرت خواجہ شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۔ مناقب فخریہ ص ۹ تاریخ مشائخ چشت ص ۵۸۔۴۵۶

۲۔ مناقب فخری ص ۹ (۳) مکتوبات م ۶۶ ص ۵۵

وصال شریف

بقول مصنف مناقب المحبوبین آپ نے اپنے مرشد سے چھ ماہ بعد وصال فرمایا۔[1]
تاریخ وصال ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ ہے اورنگ آباد میں رحلت فرمائی وہاں مزار اقدس پر شاندار گنبد تعمیر ہوا۔ قریب ہی مسجد بھی ہے۔ مفتی غلام سرورؒ نے مادہ تاریخی یوں نکالا ہے۔

شدز دنیا چو سوئے خلد بریں = راہبر و رہنما نظام الدین
سال ترحیل اوست شیخ کبیر = ہم ولی ھذا نظام الدین[2]
۱۱۴۲ھ

آیئے پھر لٹی پٹی دلی چلتے ہیں جہاں محمد شاہ حکمران ہے اور سکھ اور مرہٹے لوٹ مار کر رہے ہیں۔ دربار بزم آرائیوں میں غرق ہے اور قوم خزاں کے پتوں کی طرح بکھری ہے دو مدرسے مستقبل کے امین بن کر سامنے آنے والے ہیں جنہوں نے مستقبل کو افکار بھی دیئے ہیں اور معمار بھی۔ اب مسند چشتیہ پر حضرت کے صاحبزادے شاہ فخر الدینؒ رونق افروز ہونے والے ہیں۔

۱۔ مناقب ص ۴۷
۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۴۹۷

فخر عالم، منبع ولایت، مجدد ملت

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
اورنگ آباد
۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء

وصال مقدس
ہفتہ (شنبہ) ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ
نام ونسب۔ دہلی
مئی ۱۷۸۵ء تذکرہ سید سکندر شاہ

ولادت سراپا سعادت

حضرت حکیم چشتیہ اور حضور نظام اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ملت کی مردہ روح کو اپنی مسیحا نفسی سے زندہ کرنے کی زندگی بھر تگ و دو کی' عوام و خواص کی اصلاح کے لئے بڑا کام کیا۔ سلسلہ کو شمال سے جنوب منتقل کر کے وہاں بھی بے پناہ کام کیا۔ چشتیت کا جو عظیم درخت خزاں رسیدہ ہو رہا تھا اس کی آبیاری کی اور وہ پھر پھلنے پھولنے لگا۔ زمستانی فضائیں ٹوٹنے لگیں اور باد بہاری نے نیا رنگ جمانا شروع کر دیا۔ اسلامی علوم وفنون پر بھی نکھار آنے لگا۔ عقائد و اعمال کی تطہیر ہونے لگی۔ اب کسی مجدد کے لئے میدان صاف ہونے لگا اور پھر وہ مجدد کسی اور گھر میں پیدا نہیں ہوا بلکہ محنت کا ثمرہ اللہ کریم نے حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کو عطا فرمایا۔

ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں کہ حضور نظام اورنگ آبادی کی ایک حرم حضرت محمد گیسو دراز کے خاندان عظمت نشان سے تھیں اور انہی کے گھر مجدد چشتیہ حضرت فخر الدین فخر جہاں ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء اورنگ آباد میں تولد ہوئے۔ آپ کی ولادت کی خبر پا کر حضرت حکیم اللہ بہت خوش ہوئے انہوں نے ہی آپ کا نام نامی فخر الدین تجویز فرمایا اور مستقبل نے انہیں سچ مچ اسم باسمیٰ بنا دیا کہ وہ دین وملت کے لئے مایہ فخر ٹھہرے حضرت نے اپنا خصوصی ملبوس بھی عطا فرمایا اور شاندار مستقبل کی اطلاع بھی بخشی۔ حضرت فخر چشتیہؒ کا اپنا ارشاد ہے کہ "وہ گرامی نامہ اب تک میرے پاس محفوظ ہے جو والد گرامی کو حضرت نے تحریر فرمایا تھا اس گرامی نامہ میں بشارات بھی ہیں اور مرتبہ سے بڑے الفاظ بھی ارشاد ہوئے ہیں ان کلمات کی برکت سے ہی اللہ کریم نے مجھ پر برکات نازل فرمائی ہیں۔"[۲] اس مکتوب میں حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لڑکا شاہجہاں آباد میں ارشاد و ہدایت کی شمع روشن کرے گا۔

حضرت فخر جہاںؒ کو اپنے بہن بھائیوں سے بے حد پیار تھا۔ تین بھائیوں نے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بڑے بھائی اپنے والد گرامی کے خلیفہ خواجہ کامگار خان کے مرید تھے چونکہ حضرت فخر ملتؒ بچپن میں بھی دنیوی محافل و تماشوں میں شرکت نہیں فرماتے

۱۔ مناقب فخریہ ص ۸

۲۔ فخر الطالبین ص ۱۰۶-۱۰۷ تاریخ مشائخ چشت ص ۶۴۳-۶۴۴

تھے لہٰذا بڑے بھائی آپ کو ملا کے لفظ سے یاد کرتے تھے ان کے انتقال پر حضرت فخرؒ بہت غمگین ہوئے تھے۔[1] ایک بھائی اور ایک بہن سگے تھے تین بھائی دوسری والدہ ماجدہ سے تھے۔ بہن سے بے حد پیار تھا۔

حضرت فخر جہاں کا شجرہ نسب والد گرامی کی طرف سے حضرت صدیق اکبر سے ملتا ہے اور والدہ ماجدہ سید بیگم صاحبہ سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے سید زادی تھیں، خواب میں حضرت اجمیریؒ اور حضرت چراغ دہلوی نے آپ کو محب النبی کے لقب سے بلایا تھا لہٰذا یہ لقب ہی مشہور ہوا۔[2]

تعلیم و تربیت

آپ کے والد گرامی حضرت نظام اورنگ آبادی چونکہ خود بڑے متبحر عالم تھے لہٰذا بڑی توجہ سے آپ کو تعلیم دی گئی۔ بڑے جید علماء سے تعلیم کی تکمیل کرائی گئی۔ فصوص الحکم، صدرا شمس بازغہ وغیرہ جیسی فنی کتابیں آپ نے میاں محمد جان جیسے مایہ افتخار عالم دین سے پڑھیں یہ صاحب امام فن علامہ محی الدین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود کے اپنے دور میں بڑے شارح تھے، استاد کا رنگ آپ پر بھی چڑھا ان افکار پر ایک جامع رسالہ لکھنا چاہا مگر یہ سوچ کر کہ اس سے عوام کو فائدہ نہیں ہوگا پروگرام ترک کر دیا۔[3] ہدایہ جیسی فقہ کی اہم اور مرکزی کتاب آپ نے اپنے دور کے عظیم فقیہہ علامہ عبدالحکیمؒ سے پڑھی فقہ کی مہارت کے ساتھ وہ متوکل علی اللہ بزرگ بھی تھے۔ حضرت میں بھی استاد کی شان استغناء پیدا ہو گئی تھی۔

حدیث پاک کی سند آپ نے دکن کے مشہور محدث حافظ اسعد انصاری مکی ثم اورنگ آبادی سے حاصل کی علامہ اسعد کے استاد حدیث محمد ابراہیم کردیؒ تھے جن کی محدثانہ عظمت کا ذکر انفاس العارفین میں بھی ہے۔[4]

اپنے والد گرامی سے شرح وقایہ، مشارق الانوار، الانس وغیرہ کتابیں پڑھی تھیں۔ طب اور تیر اندازی کے موضوع پر بھی کافی مطالعہ فرمایا تھا۔ بقول مصنف مناقب فخریہ "آپ

۱۔ فخر الطالبین ص ۱۰۷
۲۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۔۱۳۳
۳۔ فخر الطالبین ص ۷۷
۴۔ انفاس العارفین ص ۲۰۰۔۱۹۸

سب علوم کے جامع اور فن سپاہ گری میں کامل تھے۔"[1]
عموماً مشائخ عالی مقام علوم ظاہری کے ماہر ہوتے تھے۔ چشتیہ کا تو یہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔

بیعت و خلافت

آپ کے والد گرامی نے آپ کے باطن کی اصلاح پر بھرپور توجہ دی۔ بچپن میں ہی انہیں اپنا مرید بنا لیا والد گرامی کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک صرف سولہ سال تھی حضرت نے قاضی کریم الدین کو بھیج کر اپنے پاس بلایا اور دیر تک اپنے سینہ اقدس سے چمٹائے رکھا اور ساری باطنی نعمتیں ان کے سینہ میں منتقل فرما دیں پھر حضرت کی روح اقدس پرواز کر گئی۔[2]

بچپن کا نفیس واقعہ

صرف سات سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے پاؤں مبارک دبا رہے تھے حضرت آرام میں تھے حضرت فخر پر بھی نیند کا غلبہ ہوا اپنے زانوؤں پر سر رکھ کر سو گئے اسی حالت میں سید کل علیہ السلام کی زیارت ہو گئی آپ نے بُن کے پانچ دانے آپ کو عنایت فرمائے آپ بیدار ہوئے تو کے دانے آپ کے ہاتھ میں تھے آپ کے والد گرامی بھی بیدار ہو گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ہمارا حصہ بھی دیا جائے۔ دونوں باپ بیٹے نے مل کر دانے کھائے سیر الاولیاء کے مصنف نے چھ دانے بتائے ہیں۔[3]
یاد رہے کہ بن ایک پھل کا نام ہے اور قاضی کریم الدینؒ حضرت نظام کے داماد تھے۔

فوج کی ملازمت

تعلیم سے فراغت پائی تو فوج میں شمولیت فرمائی مگر درویشی تو وراثت میں پائی تھی دن کو شمشیر کے جوہر دکھاتے اور رات کو عبادت کے مصلے کو سجاتے پوری پوری رات

۱۔ مناقب فخریہ ص ۱۰
۲۔ ایضاً
۳۔ تذکرہ خواجگان چشت ص ۱۳۶

عبادت میں گزر جاتی۔ اس ریاضت کو خوب چھپایا اور بڑی کڑی ریاضتوں میں اپنے آپ کو مبتلا رکھا۔ یہ سلسلہ آٹھ سال تک جاری رہا اس دور کی ریاضتوں کا آپ نے خود بھی ذکر فرمایا ہے۔[1] مناقب فخریہ ص ۱۱ میں مذکور ہے "وصوم دائمی در آں حالت می داشتند" (اس حال میں بھی ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے) آخر کستوری کی مہک تدبیروں کے سب دبیز پردے پھاڑ کر نکل گئی۔ عوام ٹوٹ پڑے اور حضرت نے فوج کی ملازمت چھوڑ دی۔

مسند سجادگی

اب آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے والد گرامی کی مسند سنبھالی کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی مسلسل کوشش فرماتے رہے مگر یہ مسئلہ بڑا مشکل تھا اب یہاں بھی ہجوم عاشقاں ہو گیا۔ اب پورا دکن آپ کا عاشق تھا وہاں سے نکلنا چاہتے تھے مگر اپنے والد گرامی کا مزار نہیں چھوڑ سکتے تھے جو ان کے مرشد گرامی بھی تھے اس مشکل کو خود حضرت نظام دکن نے حل فرما دیا۔ آپ نے انہیں خواب میں یہ شعر پڑھتے سنا۔

شہ اقلیم فقرم بے خودی تخت روان من

میں دنیائے فقر کا شاہ ہوں میرا تخت رواں

نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

بے خودی ہے نہ تو میں فرہاد کی طرح مزدور ہوں اور نہ ہی مجنوں کی طرح زمیندار ہوں۔

مرشد روح کے اس مصرعے نے مزید ڈھارس بندھائی کہ۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر

او لڑکے! یہ علائق و بند توڑ کر آزاد ہو۔

دہلی روانگی

دو ملازم --- قاسم و حیات --- ساتھ لئے پاپیادہ راہ نورد دہلی ہوئے۔ یہ ۱۱۶۰ھ کا واقعہ ہے۔ مناقب المحبوبین نے نواب غازی خانؒ کے حوالے سے ۱۱۶۵ھ لکھا ہے۔ دہلی میں ایک بڑھیا نے اپنے جھونپڑے میں ولایت کے اس خورشید انور کو ٹھہرایا مکان کے قریب ایک بت خانہ تھا وہاں آنے والے ہندو آپ سے عقیدت رکھنے لگ گئے وہاں سے حضرت بختیار کاکی کے مزار پر مسجد میں معتکف ہوئے مختلف مشائخ کے مزارات پر حاضریاں دیتے کلیم چشتیہ کے مزار انور پر تشریف لائے حضرت کے صاحبزادے محبت سے پیش آئے

۱۔ فخر الطالبین ص ۲۱۔ ۱۱ مناقب فخریہ ص ۴۰

آپ تین دن وہاں ٹھہرے کٹڑہ پھلبل (بھولیل) میں ایک حویلی کرائے پر لی اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

دو مدرسے' دو انداز فکر

ایک مدرسہ تو رحیمیہ تھا جو شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کے افکار کا مخزن تھا جہاں ایک انقلابی تحریک جنم لے رہی تھی جس نے برصغیر کے لاتعداد انسانوں کو افکار کی تسبیح میں پرو کر ایک زندہ قوت بنا دیا اور جس کا فیض آج بھی برصغیر پاک و ہند میں موجزن ہے اور دوسرا مدرسہ اجمیری دروازہ کا وہ مدرسہ تھا جس کے بانی فخر ملت خواجہ شاہ فخر الدین تھے جن کے والد گرامیؒ نے دکن کو دہلی سے جا کر سیراب فرمایا تھا آج ان کا فرزند مرکز ہند دہلی واپس آ کر ولایت و علم کے دریا بہانے بیٹھا ہے مخلوق خدا پروانہ وار اس کے ارد گرد اکٹھی ہو چکی ہے جس پر نگاہ ناز پڑ جاتی ہے وہ انہی کا ہو جاتا ہے درس حدیث دیتا ہے تو کانوں میں کوثر و تسنیم کی مٹھاس گھولتا چلا جاتا ہے۔ اس عظیم المرتبت شخصیت کے اثرات برصغیر کو چیر کر دور دراز ملکوں میں جا پہنچے ہیں۔ معین الملتہ کا انداز تبلیغ' فرید الملتہ کا انداز زہد نظام الاولیاء کا استغناء اور کلیم ملت کا تدبر اس ہستی کے ضمیر میں جمع ہو گیا ہے۔ وہ علوم ظاہری بھی تقسیم کر رہے ہیں اور اسرار باطنی کے دریا بھی بہا رہے ہیں۔ جس جان بخش حسن کے ساتھ انہوں نے ظاہر و باطن کو یکجا کیا ہے اس کی مثالیں امت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔

اس عرصے میں بیعت کا سلسلہ بھی پوری شدت سے جاری ہوا۔ بھلا شاہ نظام الدین کا لخت جگر اور حکیم سلسلہ چشتیہ کا گوہر یکتا دہلی کے لئے ناواقف بنا رہ سکتا تھا۔ شیخ چشتیہ حضرت نور محمد مہاروی کے امام جماعت حافظ محمد قاسمؒ اور فن سپاہ گری کے عظیم قائد مرزا حسین اکبر آبادی غلامی کا طوق گلے میں ڈالے آپ کے مقدس قدموں میں آ گرے۔[1]

عقیدت کی رنگین ادائیں

قیام دکن کے دوران آپ برصغیر میں سلسلہ کے بانی حضور معین الدین حسن کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر سلام نیاز عرض کر چکے تھے۔ دہلی تشریف لائے تو سب بزرگان ملت

۱۔ مناقب فخریہ ص ۲۱ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۱۳۔۱۱۱

کے مزارات پر نیاز بھرے جذبات کے ساتھ حاضری دی اب بابائے چشتیت فرید دوراں کے دربار سدا بہار کی یادیں دل کو کھینچ رہی تھیں یہ سفر ایک یادگار تاریخی اور عقیدتی سفر تھا پیدل یہ طویل سفر جاری تھا جب پاؤں آبلوں سے بھر جاتے تو رکتے آبلوں کو مہندی لگاتے پھر راہ محبت کی رعنائیاں سمیٹتے آگے چل پڑتے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی بھی شریک راہ محبت تھے پاک پتن سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دونوں حضرات نے رات بسر فرمائی۔ مگر صبح حضرت مہاروی کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کے مرشد موجود نہیں ہیں تلاش پر صرف آپ کے نعلین ملے بڑی جستجو کے بعد پتہ چلا کہ وہ تو پاک پتن پہنچ چکے ہیں ان کی محبت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جوتوں سمیت بابائے چشتیہ کے شہر میں داخل ہوں۔ حضرت خواجہ محمد یوسفؒ اس وقت پاک پتن میں زیب سجادہ تھے۔ بڑی محبت سے پیش آئے یہاں مزار کے قریب ٹھہرے جہاں رات میں ایک ہزار نوافل آپ پڑھتے تھے۔[1] جب پاکپتن سے واپسی ہوئی تو فرمایا دکن کی طرف سے دل میں تشویش ہے پھر یہ تشویش پوری ہوئی کہ نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کر دیئے گئے جن سے شاہ صاحب کو قلبی و روحانی تعلق تھا۔ اس سفر سے واپسی پر حضرت فخر نے اجمیری دروازہ میں امیر غازی الدین خان فیروز جنگ کے بنوائے ہوئے مدرسہ میں بیٹھ کر علوم وفنون کے دریا بہا دیئے۔ بقول مصنف مناقب فخریہ ص ۲۵ سینے حقائق کے خزانے' دل معارف کی کانیں بن گئے۔ سوئے ہوئے بیدار اور بے ہوش ہوشیار ہو گئے۔ بے خبر باخبر اور بے اثر با اثر قرار پائے۔ مردہ دل زندہ اور زندہ دل بسمل وار تڑپ اٹھے۔ محبت الٰہی کا بازار گرم ہوا اور شوق ذوق کے موتیوں کی لہریں اٹھیں۔"

آپ نے یہاں سب علوم پڑھائے بخاری ومسلم پر خصوصی توجہ دی۔ درس حدیث لینے والے باقی لوگوں کو معقول ومنقول علوم کا درس دیتے تھے۔ میر بدیع الزمان کو ابتداء سے انتہا تک سارے علوم آپ نے خود پڑھائے تھے۔ رمضان میں مدرسہ حسب روایت بند رہتا مگر آپ درس حدیث جاری رکھتے کئی کتب کے چیدہ مقامات حاضرین کو خود پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ مدرسہ رحیمیہ میں تصوف پر توجہ تو تھی مگر زیادہ زور علم ظاہر پر صرف ہو رہا تھا حضرت فخر کا مدرسہ علم باطن اور تصوف پر بہت زیادہ توجہ صرف کر رہا تھا اور علوم ظاہر سے بھی

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۱۲

غافل نہ تھا۔

حضرت فخر چشتیہ کا علمی ذوق نہایت اونچا واقع ہوا تھا۔ مطالعہ آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کتابیں جمع کرنا انہیں بے حد مرغوب تھا قرض لے کر بھی کتابیں خریدتے تھے۔ بقول مصنف فخر الطالبین آپ کے پاس وسیع کتب خانہ تھا۔[1] ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے سامنے رہتی فوائد الفواد ہر وقت سینے سے لگائے رہتے۔[2]

لاتعداد مخلوق کی دستگیری، بے شمار طلبہ کی تدریس اور ریاضت و عبادت کی ہمہ گیریوں کے باوجود آپ نے اپنا ذوق مطالعہ بھی پورا فرمایا اور کئی کتب بھی تحریر فرمائیں۔ آیئے بطور مصنف بھی حضرت سے متعارف ہوں۔

تصانیف

تین کتابیں شہرہ آفاق ہیں۔ ۱۔ نظام العقائد۔ ۲۔ رسالہ مرجیہ۔ ۳۔ فخر الحسن۔ بقول سید احمد خان یہ کتابیں آپ کی علمی وفنی مہارت پر دلیل قاطع ہیں۔[3]

نظام العقائد کا موضوع عقائد اہل سنت ہیں یہ کتاب پاکپتن کے کچھ احباب کے کہنے پر سادہ اور دلکش انداز میں حضرت امام اعظم کے عقائد کے مطابق لکھی گئی ہے۔ رسالہ مرجیہ ایک شک کے ازالہ کے لئے تحریر کیا گیا تھا حضور غوث اعظمؒ نے حنفیہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار فرمایا تھا کچھ لوگوں نے جواب یہ دیا کہ حضور غوث اعظمؒ کا یہ ارشاد نہیں ہے حضرت فخر چشتیہ فرماتے ہیں کہ ارشاد حضور غوثؒ کا ہی ہے لیکن مطلب وہ نہیں جو لوگ مراد لیتے ہیں فرقہ مرجیہ نے رحمت الٰہی کے غلبہ کو مبالغہ سے بیان کیا ہے اور مضمون غضب کو سرے سے ختم کر دیا ہے۔ حنفیہ بھی رحمت کو غلبہ تو دیتے ہیں لیکن اس طرح نہیں جس طرح مرجیہ کا قول ہے لہٰذا وہ حق سے دور نہیں گئے محض اس تھوڑی سی مشابہت سے حضور غوث نے مرجیہ میں شامل کیا ہے۔ تیسری کتاب فخر الحسن ہے جو بڑے معرکے کی کتاب ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے الانتباہ میں لکھا ہے کہ چشتیہ سلسلہ حضور حیدر کرار تک متصل نہیں کیونکہ حضرت حسن بصریؒ ان کے زمانے میں بہت چھوٹے تھے کم عمری میں وہ خلافت کے قابل نہیں تھے شاہ صاحب

۱۔ فخر الطالبین ص ۹۶

۲۔ مناقب فخریہ ص ۳۳

۳۔ آثار الصنادید ص ۳۳

نے اپنی کتاب القول الجمیل میں بھی اس مسئلہ کو اشارتاً بیان کیا ہے اور ان کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے قول جمیل کے حاشیہ میں مزید لکھ دیا کہ تاریخی نکتہ نگاہ سے حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات ہی حضور امیر المومنین حیدرؓ سے نہیں ہوئی۔ دراصل یہ بحث سب سے پہلے علامہ ابن تیمیہ نے اٹھائی۔ حضرت فخرؒ کا روئے سخن بھی ان کی طرف ہے۔ شاہ فخرؒ نے انہی نظریات کے جواب میں یہ کتاب لکھی ہے آپ نے اس اعتراض کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ ملاقات تاریخی طور پر ثابت ہے اور خلافت بھی عطا ہوئی ہے کتاب مارکیٹ میں آئی تو دھوم مچ گئی۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلیؒ نے مطالعہ کیا تو فرمایا حسن اعتقاد کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ جو بزرگوں نے لکھا حق ہے مگر جو تحقیق حضرت مولانا فخر الدینؒ نے فرمائی ہے یہ تو ہمیں بھی معلوم نہ تھی۔ علامہ بحر العلوم کا علمی تبحر کسی طرح بھی شاہ ولی اللہ اور ابن خلدون وغیرہ سے کم نہیں ہے۔

کتاب کے اندر احادیث کی متداول کتب اور ان کی تشریح کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب کے حوالے بھی ہیں جو شاہ صاحبؒ کی وسعت علمی کے شاہد عدل ہیں۔ تاریخ صغیر بخاری۔ تہذیب الکمال مزی۔ شروط الائمہ حازمی۔ تہذیب الاسماء واللغات نووی۔ سنن کبریٰ بیہقی۔ تاریخ خطیب بغدادی۔ حلیۃ الاولیاء۔ تقریب نووی۔ تاریخ الاسلام ذھبی۔ مرآۃ الجنان یافعی۔ سنن دار قطنی۔ کتاب الثقات ابن حبان۔ فتح الباری۔ تدریب الراوی اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ۔ یہ پندرہ کتابیں فنی نکتہ نگاہ سے عظیم مصنفین کی زندہ جاوید کتابیں ہیں حضرت فخر ملتؒ نے اپنے مدعیٰ کو بڑے حسین انداز میں ان کتابوں سے مدلل کیا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے اس شاہکار کتاب کا جواب لکھنا چاہا لیکن ان سے جواب نہ بن پڑا۔[1]

تحریر کے بعد چیدہ چیدہ حصے آپ نے خود بھی محفل میں سنے مناقب فخریہ کے مصنف نے نام فخر الحسن تجویز کیا جو حضور فخرؒ نے خوشی و بشاشت سے قبول فرمایا۔[2] ہم سمجھتے ہیں کہ بڑا پیارا نام منتخب ہوا۔ چونکہ مصنف حضرت فخر تھے اور کتاب میں جن کا دفاع کیا گیا وہ حسن بصری تھے لہٰذا اس اضافت نے بڑے پرمعنی انداز سے کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا

۱۔ مناقب حافظیہ ص ۲۰۷ و تاریخ مشائخ چشت ص ۸۰۔۴۷۹

۲۔ مناقب فخریہ ص ۹۸۔۹۷

یعنی حضور حسن کے فخر نے ان کا دفاع فرمایا۔

مولانا احسن الزمان حیدر آبادی نے اس کتاب کی مبسوط عربی شرح لکھی مولانا احسن حضرت سید محمد علی چشتی سلیمانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے کتاب کا نام قول المستحسن فی شرح فخر الحسن ہے۔ ان تحریروں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت فخرؒ عربی و فارسی کے یکساں فاضل تھے۔ فخر الحسن کی عربی خالص علمی اور فنی ہے۔ اتنی جامعیت ہے کہ قاری کتاب میں کھو جاتا ہے فخر الحسن کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے ہم اپنے معزز قارئین سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔ دور حاضر میں مولانا اللہ یار خانؒ نے دلائل السلوک میں بھی اس مسئلہ کو تفصیل سے ثابت کیا ہے محققین یہ کتاب بھی پڑھیں۔ حضرت فخرؒ کے علمی خطوط بھی تھے۔ مگر اب صرف ایک خط مناقب المحبوبین میں درج ہے اس میں اتباع شریعت کی تلقین ہے اور وحدت وجود کے کچھ مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہم کچھ باتیں سیدنا حسن بصریؒ کے حالات میں لکھ آئے ہیں انہیں بھی نظر میں رکھا جائے۔

حضرت نے اسلاف گرامی کی طرح تبلیغ و ارشاد اور دیگر اصلاحات کے لئے ایک شاندار نظام قائم فرمایا اس نظام کی ترویج کے لئے انہوں نے سارے ملک میں خلفاء کا ایک جال بچھا دیا یہی لوگ تھے جنہوں نے شاہ صاحب کے اسلامی نظریات کو ہر طرف پھیلا دیا۔ آپ کی جامع شخصیت نے ہمہ گیر انقلاب پیدا فرما دیا اور مجدد چشتیت کا تاج آپ کے مقدس سر پر خوب سجا۔ آیئے آپ کے لاتعداد خلفاء میں سے چند حضرات کے نام نامی لکھیں جو بذات خود انجمن تھے۔ خصوصاً حضرت خواجہ نور محمد مہاروی نے پنجاب' حضرت شاہ نیاز احمد نے یوپی' حاجی لعل محمد نے دہلی و اطراف و جوانب' مولانا جمال الدین نے رام پور' حضرت میر ضیاء الدین نے جے پور اور میر شمس الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اجمیر شریف میں سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت کی بھرپور جدوجہد کی۔

خلفائے گرامی

۱۔ خواجہ خواجگان نور محمد مہاروی۔ ۲۔ حضرت شاہ نیاز احمد۔ ۳۔ سید بدیع الدین۔ ۴۔ مولانا نور اللہ۔ ۵۔ مولانا مکرم۔ ۶۔ مولانا فرید الدین۔ ۷۔ مولانا روشن علی۔ ۸۔ مولانا

حسن علی۔ ۹۔ حضرت محمد غوث نبیرہ حضرت شاہ کلیم اللہ۔ ۱۰۔ حضرت محمد غوث کرت پوری۔ ۱۱۔ حضرت جامی خدا بخش۔ ۱۲۔ حضرت محمد قطب الدین شرقی۔ ۱۳۔ حضرت میاں عبداللہ۔ ۱۴۔ حضرت سید احمد۔ ۱۵۔ مولانا عبدالوہاب بیکانیسری۔ ۱۶۔ مولانا محمد صالح۔ ۱۷۔ مولانا علاء الدین۔ ۱۸۔ شیخ محمد زمان۔ ۱۹۔ حضرت شاہ مراد۔ ۲۰۔ حضرت حافظ سعد اللہ۔ ۲۱۔ علامہ گل محمد۔ ۲۲۔ سید قمر الدین منت۔ ۲۳۔ حضرت محمد فتح اللہ۔ ۲۴۔ حضرت صوفی یار محمد۔ ۲۵۔ حضرت لال حاجی محمد واصل۔ ۲۶۔ حضرت سید محمد میر۔ ۲۷۔ حضرت عظیم الدین۔ ۲۸۔ حضرت میاں محمد امان۔ ۲۹۔ حضرت خلیفہ محمد پناہ۔ ۳۰۔ مولانا عظمت اللہ۔ ۳۱۔ حضرت رفیع الدین خان۔ ۳۲۔ شاہ محمد اعظم۔ ۳۳۔ حضرت غلام فرید چشتی۔ ۳۴۔ حضرت لعل محمد۔ ۳۵۔ حضرت مولانا جمال الدین رام پوری۔ ۳۶۔ حضرت میر ضیاء الدین ہے پوری۔ ۳۷۔ حضرت میر شمس الدین اجمیر شریف۔ ۳۸۔ حضرت میر محمد عظیم بن عبدالرحمان۔ ۳۹۔ حضرت ظہور اللہ۔ ۴۰۔ حضرت میاں عصمت اللہ۔ ۴۱۔ حضرت حاجی احمد۔ ۴۲۔ حضرت شاہ قمر الدین۔ ۴۳۔ حضرت شاہ روح اللہ ۴۴۔ حضرت سید شریف۔ ۴۵۔ حضرت مولانا حسن علی۔ ۴۶۔ مولانا سید محمد عماد الدین عرف میر مجددی۔ ۴۷۔ حضرت علی حیدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

دو دھڑوں والے مشہور صوفی شاعر بھی آپ کے خلیفہ راشد ہیں حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑی علیہ الرضوان نے مقابیس المجالس میں ان کی خلافت کا ذکر کیا ہے یہ پنجابی ہیں یہ عظیم شاعر ہیں۔ (بحوالہ حکیم اہل سنت حضرت محمد موسیٰ صاحب)

اصل بات وہی ہے جو حسین فخری نے شجرۃ الانوار میں لکھی ہے کہ حضرت کے خلفاء سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے مختلف کتب میں جن کے نام آتے ہیں ان کا ذکر اوپر ہو گیا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت فخرؒ کا ہی سکہ دلوں پر چل رہا تھا صوفیاء تو ان کے عاشق تھے ہی اور عوام تو ان کے شیداء تھے ہی' اس دور کے عظیم شعراء کا رخ بھی حضرت کی طرف ہی تھا۔ خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی شاگرد تو مرزا مظہر جان جاناں کے تھے مگر عقیدت حضرت سے تھی بقول شیفتہ "ان کی گفتار شیریں و دل آویز تھی ان کی شاعری

ملاحت سے بھرپور تھی پڑھنے والے میں جذبات کا ہیجان پیدا ہو جاتا تھا۔"[1]

سودا کے شاگرد عنایت اللہ بھی آپ کے غلام تھے۔ ملک الشعراء میر قمر الدین منت بھی اسی دربار سدابہار کے پھول تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے رشتہ دار میر غلام حسین یاد نے بھی یادوں کا درس یہاں سے ہی لیا تھا۔

خلفائے گرامی کا فیض

آپ کے خلفاء میں سے سید بدیع الدین نے خوب فیض پھیلایا درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں بے مثل تھے حضرت میر محمدی بھی بڑے مرتبے والے خلیفہ تھے۔ دہلی میں شاہ صاحب کے کام کو انہوں نے جاری رکھا۔ شہزادے اور شہری آپ کے حلقہ بگوش تھے اپنے مرشد کا نام سنتے تو معلوم ہوتا جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہتے ہیں اصل نام امام الدین تھا حضرت نے انہیں شاہی خاندان کی اصلاح کا ذمہ دار بنایا تھا بہادر شاہ خود بھی حاضر ہوتا اور شہزادے تو ہر وقت جھرمٹ ڈالے رہتے تھے۔[2] جب ۱۲۲۴ھ میں میر صاحب کا وصال ہوا تو شہزادہ مرزا سلیم نے عقیدت کی وجہ سے انہیں اپنے صحن میں دفن کرایا اب یہ حویلی میر محمدی کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت کے خلیفہ مولانا محمد ضیاء الدینؒ نے جے پور میں سلسلہ کی بے حد خدمت کی وہاں حضرت کے حکم سے وہ گئے تھے وہاں آپ کی کوششوں سے اذان اور نماز کا قیام ہوا صاحب شجرۃ الانوار فرماتے ہیں کہ پورا علاقہ کفر گڑھ تھا آپ کی مساعی جمیلہ سے رعایا خواص اور عوام کا رخ اسلام کی طرف مڑا۔ آپ سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔[3]

مولانا جمال الدینؒ کو حضرت نے لاہور بھیجا تھا شجرۃ الانوار میں تحریر ہے کہ ان کے بے شمار لوگ مرید تھے اور وہ بڑے صاحب کشف و کرامت تھے اس علاقہ میں آپ نے خوب فیض پھیلایا۔ مولانا لاہوری تھے حضرت شاہ ولی اللہ سے حدیث پڑھتے تھے شاہ عبدالعزیز کے ہم درس تھے مگر بیعت شاہ فخر سے کی۔[4]

۱۔ تذکرہ گلشن بے خار ص ۳۷

۲۔ مناقب فریدی ص ۳۸ و روزنامچہ بہادر شاہ ص ۱۱۳

۳۔ شجرۃ الانوار و تاریخ مشائخ چشت ص ۵۲۶

۴۔ انوار العارفین ص ۵۱۲

ہندو اور مسلمان سب آپ کی خدمت میں حاضری دیتے نواب سید احمد علی خان والئی رام پور بھی ان کے حلقہ بگوش تھے مولانا کی عمر ایک سو تین سال تھی لہٰذا حضرت شاہ فخر کے خاندان کے بہت سے اراکین سے آپ کی ملاقات ہوئی حضرت کالے رام پور تشریف لائے تو شہر کے دروازے سے مولانا ان کی پالکی کو اپنے کندھے پر لائے تھے۔[1] مولانا علوم ظاہری کے بھی عظیم المرتبت فاضل اور مایہ ناز استاد تھے۔۱۲۴۲ھ میں وصال ہوا۔

مولانا لعل محمدؒ بھی حضرت فخر چشتیہ کے عظیم الشان خلیفہ تھے آپ کا وجود دہلی میں غنیمت تھا حضرت فخرؒ کا ارشاد تھا میں نے عاجز کر کے اپنے خلفاء کو خلافت دی مگر حاجی لعل محمد کی عاجزی نے مجھے عاجز کر کے خلافت لی۔[2] منکسر المزاج اور بڑے تھے۔ تین مرتبہ حج کیا بارہ سال اجمیر شریف حاضر رہے۔ روحانی دنیا کے شہسوار تھے ۱۲ رمضان ۱۲۳۹ھ کو وصال پایا اور حضرت سلطان المشائخؒ کے مزار اقدس کے قریب مزار ملا۔ آپ کے بعد مرزا بخش اللہ بیگ اور ان کے بعد خواجہ محب اللہ اور ان کے بعد خواجہ میاں محمد مسند نشین ہوئے میاں محمدؒ نے سلسلہ کا ہوشیار پور میں بڑا کام کیا۔ سوانح پیر کے نام سے آپ کی سوانح عمری موجود ہے۔ ان کے بعد مسند پر خواجہ علی محمد شاہ تشریف فرما ہوئے۔ پنجاب کو خواجہ خواجگاں نور محمد مہاروی نے سیراب فرمایا۔ ان کا تفصیلی تذکرہ آگے آتا ہے۔ آیئے اب حضرت مجدد چشتیہؒ کی اولاد پاک کا مختصر سا تذکرہ کرتے چلیں۔

اولاد پاک

آپ کے صرف ایک صاحبزادے حضرت غلام قطب الدینؒ ہی تھے جب آپ دکن سے دہلی تشریف لائے تو انہیں اپنی ہمشیرہ محترمہ کی تربیت میں چھوڑ آئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں ''میں نے مولانا فخر الدین کی زیارت کی ان کا صرف ایک صاحبزادہ تھا جسے دکن میں اپنی ہمشیرہ کی کفالت میں چھوڑ دیا تھا یہاں دہلی میں کمال بے تعلقی سے زندگی گزار رہے تھے مگر احباب کی فکر اس طرح فرماتے تھے جیسے لوگ اپنے اہل و عیال کا خیال رکھتے ہیں۔''[3]

۱۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۹۲۔۹۱

۲۔ سلسلۃ الذہب ص ۵۹

۳۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۸۰

حضرت فخرؒ کے بعد آپ ہی مسند نشین ہوئے تھے محمد اکبر شاہ اور بہادر شاہ ظفر بھی حضرت قطب سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ اکبر شاہ نے تو اپنے اعزاء و اقرباء کو بھی آپ سے بیعت کرایا تھا۔ شاہ ظفر نے کہا۔

مرید قطب دیں ہوں خاکپائے فخر دیں ہوں میں اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کمتریں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں ولیکن اے ظفر ان کا گدائے رہ نشیں ہوں میں

آپ کا وصال ۱۸ محرم ۱۲۳۳ھ میں ہوا یہی تاریخ وصال مناقب فریدی میں درج ہے آپ کا ایک ہی فرزند تھا اسم گرامی تو نصیر الدین تھا مگر عرف کالے صاحب تھا دہلی میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی سید احمد خان لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں ان جیسا شیخ کوئی نہیں ہے سب سلاطین و امراء ان کے معتقد ہیں۔[۱] اردوئے معلی میں غالب نے بھی آپ سے اپنی عقیدت کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۱۷) بہادر شاہ ظفر نے بھی ان کی شان میں قصائد لکھے۔

خواجہ حسن نظامی نے بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ لکھا ہے اس میں حضرت کالے صاحب اور بادشاہ کے تعلقات کا تذکرہ ہے حضرت کالے صاحبؒ اکثر بادشاہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے تھے۔[۲]

حضرت کالے صاحب کا وصال ۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ کو ہوا نہرولی میں مزار ہے۔ پانچ صاحبزادے تھے۔ غلام نظام الدینؒ اور غلام معین الدینؒ کی والدہ سید زادی تھیں اور وجیہ الدین، امین الدین اور کمال الدینؒ کی والدہ شہزادی تھیں۔ کالے صاحبؒ کے بعد فرزند اکبر خواجہ غلام نظام الدین صاحب سجادہ ہوئے جہاد آزادی میں آپ کی جائیداد ضبط ہو گئی تو خواجہ نظام الدین حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ حالات درست ہونے پر واپس آئے۔ ۱۲۹۲ھ میں وصال ہوا اور والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ لاولد تھے لہذا آپ کے بھائی غلام معین الدین مسند آرائے خلافت ہوئے۔ خواجہ کمال الدینؒ اورنگ آباد تشریف لے گئے ان کی اولاد میں حضرت سیف الدین تھے اورنگ آباد میں انہی کی اولاد مسند خلافت کو سجائے ہوئے ہے۔[۳]

۱۔ آثار الصنادید و تاریخ مشائخ چشت ص ۵۱۷
۲۔ بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ ص ۷۹ (۳) مناقب المحبوبین ص ۵۱۔۵۰

دہلی میں کالے صاحبؒ کے نواسوں نے بھی مشیخیت کا دربار سجایا ہوا ہے حضرت کالے صاحب کی صاحبزادی میاں عبدالسلام کی بیگم تھیں ان کے صاحبزادے عبدالصمدؒ تھے ہندو و مسلم ان کی عقیدت کا دم بھرتے تھے۔ دونوں باپ بیٹے کے مزارات دہلی میں لیڈی ہارڈنگ ہسپتال کے قریب ہیں جہاں شاندار مسجد اور درگاہ شریف ہے میاں عبدالصمد صاحب کے فرزند مسند سجادگی پر رونق افروز تھے۔ اسم گرامی حاجی میاں صاحب تھا اپنے اسلاف کا نمونہ تھے ہزارہا ہندو اور مسلمان ان کے مرید تھے۔[1]

وصال شریف

حضرت نے تہتر سال کی عمر میں ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا۔[2]

وصال سے ایک دن قبل مثنوی کا یہ شعر ورد زبان تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم　　چشم بگذارم سراسر جاں شوم

ترجمہ: اب وقت آ گیا ہے کہ مجاز کے پردے اتار دوں اور حقیقت اصلیہ کو ظاہر کر دوں اب آنکھوں سے دیکھنا چھوڑوں سراسر جان بن جاؤں۔

وصیت تھی کہ جنازہ عزیز مرید میڈھو خانؒ کے سپرد کیا جائے یہ صاحب پہاڑ گنج میں رہتے تھے حضرت شاہ ولی اللہ کے مرید حاجی محمد امینؒ نے غسل دیا۔ حضرت بختیار کاکیؒ کے قریب مدفون ہوئے اکبر شاہ ثانی زار و قطار روتا قبرستان آیا ہجوم عوام کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کتبہ پر کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ساتھ تاریخ وصال کی رباعی تھی۔ آخری مصرعہ میں تاریخ وصال تھی ''خورشید دو جہانی ۱۱۹۹ھ''۔

کتاب اللہ اور حدیث نبوی سے بے پناہ تعلق تھا۔ لہٰذا آپ کے عرس کے موقع پر قرآن پاک اور بخاری شریف کا ختم ہوا کرتا تھا۔[3]

مناقب المحبوبین ص ۹۱ پر شیخ المشائخ حضرت نور محمد مہارویؒ کا بڑا شاندار خراج عقیدت آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ جس سے آپ کے استغناء اور شان محبوبت کا اظہار ہوتا ہے۔ ''حضرت کی ذات کا کیا کمال تھا جیسے دہلی تشریف لائے ویسے ہی پاک و صاف

۱۔ تاریخ مشائخ چشت بحوالہ مکتوب خواجہ حسن نظامی ص ۵۲۰-۵۱۹
۲۔ شجرہ انوار ص ۵۱۳
۳۔ مناقب حافظیہ ص ۱۸۶

دنیا سے تشریف لے گئے نہ کسی سے کچھ وصول کرنا تھا اور نہ کسی کو کچھ دینا تھا۔ نہ نزاع نہ تنازع۔ لنگر میں فقراء پر کافی رقم خرچ ہو چکی تھی بیماری جاری تھی دکن سے دو ہزار روپے آ گئے بارہ سو لنگر کا خرچہ ادا فرمایا باقی آٹھ سو مستحقین اور غرباء میں تقسیم فرما دیئے سوائے کتابوں کے وصال کے وقت اور کچھ بھی نہیں تھا۔"

آیئے اب ذرا ان مساعی پر نگاہ ڈالتے چلے جائیں جو شاہ صاحبؒ نے اصلاح معاشرہ، تبلیغی مشن اور دیگر مقاصد میں صرف فرمائیں۔

اصلاح معاشرہ

معاشرہ بگڑ چکا تھا۔ تنزل و انحطاط کی انتہا ہو چکی تھی، توہم پرستی گھن کی طرح قوم کو کھائے جا رہی تھی، قوائے عمل مضمحل تھے زندگی جمود کے ہاتھوں سسک رہی تھی۔ قرآن فہمی ختم ہو رہی تھی حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دعوت قرآن دینے کے لئے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ فرمایا۔

حضرت فخر چشتیہؒ نے ان حالات میں مشورہ دیا کہ خطبہ جمعہ اردو میں دیا جائے غالباً عربی خطبہ کے ساتھ اردو تقاریر یہاں سے ہی شروع ہوئیں۔ یہ ملک گیر مسئلہ بن گیا اور علماء نے عربی خطبہ سے پہلے اردو میں تقاریر شروع کیں اس طرح اسلام سمجھنے میں بڑی مدد ملی یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

کچھ جاہل صوفیاء نے صرف عملیات کو سہارا بنا لیا تھا آپ نے اس کی بھی تطہیر فرمائی اول تو عمل بتاتے نہیں تھے اگر کبھی بتانا پڑتا تو وہی عمل ارشاد ہوتا جو حدیث پاک میں موجود ہوتا کسی نے آپ کا بتایا ہوا عمل غلط انداز سے استعمال کیا اس کے بعد اکثر فرماتے میں اب عمل نہیں بتاؤں گا۔ معاملات خدا کے حوالے کرنے کی تاکید فرماتے۔ کئی غلط فہمیوں کا بھی آپ نے ازالہ فرمایا۔ ارشاد تھا کارخانہ قدرت میں ہم مداخلت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

نماز کی بے حد تاکید فرماتے تھے مستقل مزاجی اور کسی ایک مسلک میں پختگی پر بھی خصوصی زور تھا۔ حضرت سلطان المشائخؒ کے عرس پر کچھ صوفیاء اور مریدین طوائفوں کا ناچ دیکھنے لگ گئے اتفاقاً آپ وہاں سے گزرے ان کے گریبان پکڑ لئے فرمایا ہمارے بزرگوں

نے خون جگر دے کر قوالوں کا سماع مباح قرار دیا تھا اور تم عورتوں کا رقص دیکھ رہے ہو؟

مرید تو آپ سب کو کر لیتے مگر خلافت دینے میں سختی برتتے تھے وصال سے پہلے خلفاء کو اس شرط پر بیعت لینے کی اجازت دی کہ لازماً سنت کا اتباع کیا جائے اور کتاب اللہ پر ہر حال میں عمل ہو۔[1]

اسلام لانے سے پہلے ہندوؤں کو اپنے دادا مرشد شاہ کلیم کی طرح ذکر بتا دیا کرتے تھے تاکہ ذکر کی برکت سے وہ دامن اسلام میں پناہ لیں۔[2] آپ کے ہاتھ پر کئی ہندو اسلام لائے۔ اس زمانے میں حالات کی وجہ سے کئی ہندو مسلمان ہو کر بھی اسلام کا اعلان نہیں کرتے تھے کیونکہ معاشرہ میں ہندو غالب اکثریت تھے لہٰذا نقص امن کا اندیشہ ہوتا تھا دہلی میں ایک عورت کے اسلام لانے سے ہنگامہ کھڑا ہو گیا کئی ہندو آپ کے پاس آتے تو دروازے آپ بند کرا دیتے تھے۔ ایک ہندو عامل ہر شے منگوا لیتا تھا آپ سے کہا میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں تو عمل کے موکلوں سے آشنا کرا دوں گا آپ نے کمال استغنا سے فرمایا سب کچھ قرآن میں ہے مجھے ضرورت نہیں۔ ہندوؤں سے تبلیغی مقاصد کے تحت اچھی طرح ملتے تھے ان ملاقاتوں نے ہندوؤں کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

سلاطین و امراء

چشتی مشائخ شاہوں اور امراء سے اجتناب فرماتے تھے۔ شاہ صاحبؒ کا بھی یہی انداز تھا شاہ اور امراء نے جاگیریں اور دیہات نذر کیے مگر مناقب فخریہ نے صیل دی ہیں کہ آپ نے کچھ قبول نہ فرمایا۔[3] بادشاہ نے قلعہ میں مجبور کر کے بلایا آپ نے وہاں کھانا تو تناول فرمایا مگر اس کے تدارک کے لئے فقراء کے مکانات پر خود گئے اور ان کے ہاتھ سے کھانا کھایا۔

شاہ عالمؒ بہادر شاہ ظفر اور دیگر شہزادے، شہزادیاں، اعلیٰ فوجی آفیسرز اور امراء سب آپ کے دروازے کی خاک کو اپنی نگاہوں کا سرمہ سمجھتے تھے اکثریت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی مگر حضرت کا استغناء ایک عجیب شان رکھتا تھا، کئی صوبوں کے صوبیدار نذرانے

۱۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۲۱

۲۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۵۱۱ بحوالہ مکتوبات کلیمی

۳۔ مناقب فخریہ ص ۳۳

بھیجتے مگر آپ توجہ تک نہ فرماتے۔

نواب ضابطہ خان ایک چیدہ سردار تھا بے حد عقیدت رکھتا تھا آپ غیاث پور تشریف لے گئے اس نے کئی دیہات نذر کئے آپ نے انکار فرمایا قدموں سے لپٹ گیا کہ درویشوں کے لئے قبول ہو آپ نے قبول نہیں فرمایا ارشاد ہوا حضرت اجمیریؒ اور نظام الاولیاءؒ کی درگاہوں کے خدام پر صرف کریں اپنے خدام کو کچھ بھی نہ لینے دیا۔

امراء سے اگر بادشاہ بگڑتے تو آپ راضی نامہ کرا دیتے بہادر شاہ ظفر نے تو بچپن میں ہی آپ کی زیارت کی ہو گی کیونکہ اس کی ولادت ۱۱۸۹ھ ہے اور حضور کا وصال ۱۱۹۹ھ ہے مگر اس نے اپنے کلام میں جگہ جگہ آپ کی عظمتوں اور اپنی غلامی کا ذکر کیا ہے ذرا ملاحظہ ہو۔

کوچہ فخر جہاں کی اے ظفر   خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہے

مزید ملاحظہ ہو۔

جو سمجھے کفش پائے فخر دیں کو تاج سر اپنا   پسند اس کو ظفر کب افسر شاہانہ آتا ہے

حضرت نے امراء وسلاطین سے استغناء کو بھی چشتی روایات کے مطابق قائم رکھا اور اپنے مشن اور تبلیغی مقاصد کے لئے انہیں راہ راست پر لانا بھی ضروری سمجھا جن کے ساتھ مخلوق خدا کی بہتری بھی وابستہ تھی۔ بادشاہ امور سلطنت سے بے خبر عیش کوشیوں کے شکار تھے آپ نے بار بار انہیں امور سلطنت پر توجہ دینے کا حکم دیا مناقب فخریہ اور تکملہ سیر الاولیاء میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے شاہوں کو آنے والے طوفانوں سے خبردار فرمایا اور انہیں امور سلطنت کو سمجھنے اور انہیں اچھے طریقے سے حل کرنے کا حکم دیا۔[۱]

جب سکھوں کی چیرہ دستیاں بے حد بڑھیں اور مسلمان شہید ہونے لگے تب بھی آپ نے شاہ کو لکھا کہ انہیں تنبیہ کی جائے دینی و دنیوی فلاح اسی میں ہے۔[۲] صرف امیروں پر قناعت کر کے حالات اور بے خبر بیٹھنے سے تباہی مسلط ہو گی شاہ صاحبؒ نے بڑی جرأت اور ہمت سے شاہ اور حکام و امراء کو حالات کا آئینہ دکھایا مگر ادبار کے گھٹا ٹوپ

۱۔ مناقب فخریہ

۲۔ ایضاً ص ۳۶۔۳۵ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۱۷۔۱۱۶

اندھیروں میں بھٹکنے والے نور کی طرف بہت کم آیا کرتے ہیں۔

سکھوں کی طرح اس دور میں اہل تشیع نے بھی اپنا اقتدار بڑھانے کی بے حد کوشش کی سنی علماء پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں۔ شاہ صاحب تو شیعہ کے ہنگاموں سے دور تھے انہیں مرید بھی فرما لیا کرتے تھے۔ مگر ان حضرات کی سکیمیں کچھ اور تھیں مناقب فخریہ کے مصنف فرماتے ہیں۔ "میں ایک بڑے درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ ایک ایرانی نے کہا ایک بڑے سنی عالم (مرزا مظہر جان جاناںؒ) کو تو میں نے قتل کر دیا ہے مگر سب سے بڑا سنی عالم ابھی باقی ہے جلد اسے بھی مار دوں گا وہ تنہا مل نہیں رہا' ہر وقت مریدوں میں گھرا ہوتا ہے۔"[1] شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔

آپ پھر بھی شیعہ میں کام جاری رکھے ہوئے تھے انہیں مرید بھی بنا لیتے تھے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے وجہ پوچھی تو فرمایا اس طرح تبرے سے تو بچ جائیں گے۔[2] نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے حضرات آپ کی صحبت سے سنی بھی ہو گئے۔ (ملفوظات شاہ فخر الدین)

شریعت و سنت کا اتباع

اتباع سنت اسلام کی جان ہے اولیائے امت نے ہمیشہ عمل مصطفیٰ علیہ السلام کو اپنا دستور عمل قرار دیا ہے اولیائے چشت نے جس انداز سے سنت کی پیروی کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے حضرت فخر چشتیہ تو مجدد چشتیت بھی تھے اور مجدد اسلام بھی۔ لہٰذا آپ نے پوری تندہی سے سنت مبارکہ پر عمل کیا کھانے پر بیٹھتے تو سنت کا خیال دامن گیر ہوتا۔ غسل خانے میں سنت کی پیروی ہوتی۔ حدیث و سنت والے درود شریف کو پڑھنے کی تلقین ہوتی اور مذہب حنفی پر مضبوطی سے قائم رہنے کا حکم ہوتا۔ مریدوں کے سامنے سنت کے فوائد بیان فرما کر اتباع سنت کی راہ ہموار فرماتے۔ اپنا واقعہ سنایا کہ بارود کے اثر سے میری بینائی کو نقصان ہو رہا تھا مگر سرمہ نہ لگایا تو کام بن گیا کیونکہ یہ متابعت نبوی تھی۔ اپنی وضع قطع اور ارشاد و خطاب میں سنت کی بھرپور پیروی تھی مرید بھی وہی پیارا اور مقرب ہوتا جو اتباع سنت کرتا۔[3]

وحدت الوجود پر تو اپنے مشائخ کی طرح آپ کا یقین کامل تھا مگر اس کے متعلق

۱۔ ایضاً ص ۵۵

۲۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۲۹۔ ۵۷

۳۔ فخر الطالبین۔ مناقب فخریہ میں بے شمار واقعات موجود ہیں

بھی بحث پسند نہیں تھی کہ غلط فہمیاں عوام میں پیدا ہو سکتی تھیں کوئی بھی مسئلہ ہوتا آپ اس کی سند ضرور بیان فرماتے دوسرے لفظوں میں اس کی نسبت اپنی طرف پسند نہ تھی۔[1]

نماز باجماعت پڑھتے اور اسی کی دوسروں کو تلقین فرماتے۔ ہم نے یہی کچھ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدینؒ سیالوی کی محفل میں دیکھا اور ہمارے دیگر مشائخ بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔

اخلاق کریمانہ

حضور فخر عالم اسلام مجسمہ اخلاق محمدی تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے مصیبت زدہ کی دستگیری فرماتے۔ کوئی طالب مدد ہوتا تو اس وقت تک آرام نہ فرماتے جب تک اس کی امداد نہ فرما لیتے ذرا یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور غرباء کی دستگیری کا اندازہ لگائیں۔ آپ حج کے لئے جا رہے ہیں سامان جہاز پر پہنچ چکا ہے ایک بڑھیا آ کر عرض کرتی ہے بچی کی شادی کرنی ہے مگر فاقہ کشی میں مبتلا ہوں سوچتی ہوں یہ کام کیسے ہوگا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے جہاز پر سے سامان اتروا لیا۔ اپنا زاد راہ بڑھیا کے حوالے کیا اور خود واپس تشریف لے آئے۔[2]

کسی رنجیدہ اور ملول کو آپ دیکھ نہیں سکتے تھے ہر آنے والے کی دلجوئی ہوتی تھی زخمی دلوں پر محبت کے پھاہے لگاتے تھے۔ دشمن آتے تو اخلاق کا شکار ہو کر جاتے۔ ذرا یہ واقعہ دل کی گہرائیوں سے ملاحظہ فرمائیں اور حسن ولایت کی رعنائیوں اور رنگینیوں کو نظروں میں سموتے چلیں۔

ایک افغانی خانقاہ میں آتا ہے آپ پر حملہ آور ہو جاتا ہے خدام اس کے ہاتھ پکڑ لیتے ہیں آپ فرماتے ہیں اس کے ہاتھ چھوڑ دو سر مبارک زمین پر رکھ کر ارشاد ہوتا ہے۔

ما حاضریم ہر چہ بخاطر شماست بکنید — ہم تو حاضر ہیں جو بھی تمہارے دل میں ہے کر گزرو۔

وہ شخص شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا کچھ دیر کے بعد دو اور ساتھیوں کو لے کر آ گیا۔

۱۔ ایضاً ص ۱۴

۲۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۸۳ بحوالہ شجرہ انوار

آپ دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ارشاد فرمایا۔ "کیوں صاحب! مزاج بخیر ہیں" پہلے وار کی کاٹ میں جو کمی رہ گئی تھی اس فقرے نے پوری کر دی۔ اب حویلی کے پتھر تھے اور ان کے سر' وہ سر پتھروں کو مار مار کر معافی مانگ رہے تھے۔ [1]

مناقب فخریہ کے مصنف نے ایسے واقعات سے متاثر ہو کر یہ شعر لکھا ہے۔

اے برتر از سپہر و مہ و مہر جاہ تو — اے مرد کامل! آپ کا مرتبہ تو آسمان' چاند اور سورج سے بھی برتر و بالا ہے۔

گردن کشاں مسخر تیر نگاہ تو — بڑے بڑے سرکش اور گردن افراز آپ کی نگاہ کے تیر نے مسخر کیے ہیں۔

آپ ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے بیماری اور علالت میں بھی اس ادائے دلربائی کو جاری رکھا۔ اگر کوئی غریب خوشی و غمی کی تقریب منعقد کرتا تو آپ کئی دفعہ وہاں تشریف لے جاتے مریدوں کو بھی بار بار جانے کا حکم دیتے کہ اس طرح ایک غریب کے دل کو اطمینان کی دولت مل جائے گی۔ بیمار پرسی میں بھی یہی عادت شریفہ تھی کہ بیمار کے پاس بار بار جاتے۔ پیرا خاکروب دو دن نہیں آیا پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے تو فوراً دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ محبت سے حال پوچھا حکیم میر حسن کو علاج کے لئے مقرر فرمایا۔ انعام و اکرام کے بعد جو کلمات ارشاد فرمائے ذرا آپ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

میاں پیر محمد! شما کہ از دو روز نیامدید واز فقیر کہ در پرسش احوال شما تاخیر واقع شد معاف خواھند فرمود۔ — میاں پیر محمد! تم دو دن نہیں آئے ہو اور تمہارے احوال کی پرسش میں فقیر سے جو تاخیر ہوئی ہے اسے معاف کر دو۔

اللہ اللہ! یہ ہے خلق اسلام کا کرشمہ' معاشرے کا پیرا' حضرت کے لئے میاں پیر محمد ہے معاشرہ اسے خاکروب سمجھتا ہے اور اسلام کے نمائندہ فخر چشتیہ کی زبان دو دن مزاج پرسی میں تاخیر سے اس سے معافی کی طلبگار ہے۔ [2]

تبھی تو مناقب فخریہ کا مصنف ایک اور بات کہتا آگے بڑھتا ہے۔

۱۔ مناقب فخریہ ص ۳۱

۲۔ ایضاً ص ۳۷

یہ دہلی مظہر ماہ حجازی — دہلی میں حجاز کے چاند صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر موجود ہے۔

تو کوئی نائب شاہ حجازی — دیکھنے والے کو کہنا پڑتا ہے کہ وہ شاہ حجاز علیہ السلام کا نائب ہے

ایفائے عہد آپ کی فطرت میں شامل تھا' اظہار بزرگی ہرگز پسند نہ تھا کسی جلسہ میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو ساتھ لے کر نہیں جاتے تھے کہ یہ نمائش ہے۔ اگر کوئی قدم کو ہاتھ لگانا چاہتا تو ناراض ہوتے۔ اگرچہ دعوتیں پسند نہ تھیں مگر کسی کی استدعا کو رد بھی نہیں فرماتے تھے۔ مخاطب کو حضرت یا صاحب سے خطاب فرماتے آنے والے سے اس کے شعور کے مطابق گفتگو ہوتی کہ یہی انداز سنت ہے۔ چونکہ ہر قسم کے لوگ حضرت کی محفل میں تھے لہٰذا ایک دن ارشاد ہوا کچھ لوگ عالم سمجھ کر آتے ہیں بعض کا خیال ہے ہم صوفی ہیں' کچھ کیمیا گر مانتے تھے اور بعض ہمارے اخلاق کی وجہ سے ملتے ہیں بعض صرف اعمال و اوراد کے لئے ہمیں ملتے ہیں ہمارا ان سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے جیسا اعتقاد لے کر وہ آتے ہیں۔[1]

بقول حضرت شاہ نور محمد مہاروی آپ بڑے خوش طبع تھے اپنے مخصوص احباب سے خوش طبعی فرماتے۔ لیکن یہ کبھی نہیں فرماتے تھے کہ ایسا ہونا چاہئے۔ بڑی نرمی سے بات فرماتے حکم نہیں دیتے تھے۔

کوئی اجنبی کتاب چرا کر لے جاتا کوئی اور وہی کتاب بیچنے کے لئے آپ کے پاس لے آتا تو آپ نہیں پوچھتے تھے کہاں سے لی ہے۔ آپ کے کپڑے اور چاقو وغیرہ چوری ہو گئے چور کا پتہ چل گیا مگر اس کے سامنے آپ نے کچھ بھی نہ فرمایا کشمیر کے صوبیدار نے ہزار روپے بھیجے لانے والے نے خرچ کر لئے صوبیدار بلند خان کو پتہ چل گیا مگر سزا سے پہلے آپ نے صوبیدار کو لکھا۔ ''وہ روپے اس کی قسمت میں تھے اسے کچھ نہ کہنا۔''

شاہ عالم کی ہمشیرہ نواب خیر النساء بیگم نے چاندی کے کچھ برتن اور بارہ سو روپے بھیجے ملازم نے خود رکھ لئے۔ بیگم صاحبہ کو کچھ عرصہ بعد شبہ ہوا انہوں نے ملازم سے رسید مانگی

۱۔ فخر الطالبین ص ۱۴

وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا اسے رسید وصولی لکھ کر مہر لگا کر دے دو۔ یہی وہ عظمت اخلاق تھی جو لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا رہی تھی [1]

دلجوئی کا یہ حال تھا کہ ایک مجذوب ایک دن کہنے لگا میاں نور محمد کی دعوت کر رہا ہوں حضرت نے مسکرا کر پوچھا سامان ضیافت کہاں سے آئے گا اس نے کہا آپ دیں گے آپ نے یہ سن کر لانگری کو حکم دیا کھانا تیار کر دیا جائے۔ [2]

آپ عام گداگروں کو کم دیتے تھے فرماتے اگر میں نہیں دوں گا تو کوئی اور دیدے گا دینا تو ان شرفاء کو چاہئے جنہیں حالات نے مجبور کر دیا ہے ان کی عزت و ناموس خاک میں مل گئی ہے۔ شاہ صاحب ایسے حضرات پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

آپ کی صحبت کے اثرات

محبت الٰہی کی شراب جس انداز سے حضرت فخر پلاتے تھے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے جو آتا ان کا ہو کر رہ جاتا جس پر نگاہ پڑ جاتی شکار ہو جاتا جرائم پیشہ پناہ لینے آئے اور ولی بن کر نکلے۔ بڑے بڑے سرکش ایذا دینے آئے مگر غلامی کا پٹہ ہمیشہ کے لئے گلے میں ڈال کر در اقدس پر ہی بیٹھ گئے۔ ان کا سر پھوڑنے آئے مگر زندگی بھر ان کے آستانے پر سر پھوڑتے رہے وہ نگاہ دلبرانہ جدھر اٹھ جاتی جگر چیرتی جاتی۔ وہ آیا تو ایذا دینے تھا مگر ان کی نگاہ کی زد میں آیا تو چیخ اٹھا "رہزن دل ہمیں است" [3] دل کا ڈاکو تو یہی ہے۔

اس نظر کیمیا اثر کا کیا کہنا کہ آپ کے دربار سدا بہار میں ایک مجرم اپنی جان بچانے کے لئے طالب پناہ ہوا مگر چند دنوں کے بعد اس کی کیفیت یہ تھی کہ

در ہر کہ نظری کرد حالتش متغیری شد [4] جس پر اس کی نگاہ پڑ جاتی اس کی حالت بدل جاتی۔

حضرت کے غلاموں کی یہ کیفیت تھی اپنا یہ حال تھا کہ دس افغانی آپ کو شہید کرنے کے لئے قطب صاحبؒ میں اکٹھے ہوتے ہیں مگر جب آپ کی نگاہ کی زد میں آئے تو

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۹۱ بحوالہ شجرۃ الانوار
۲۔ مناقب المحبوبین ص ۷۱
۳۔ مناقب فخریہ ص ۵۰
۴۔ مناقب فخریہ ص ۱۶

ہمت ہار بیٹھے مناقب فخریہ کے مصنف نے ایک رباعی میں خوب نقشہ کشی کی ہے۔ ۔

نگا ہست دشمنان را دوست کردہ	آپ کی نگاہ ناز نے دشمنوں کو دوست بنا دیا ہے۔
اثرہا در رگ و درپوست کردہ	ان کی رگوں اور ان کے گوشت و پوست میں اثر ڈال دیئے ہیں
کہ آری خلیلے زبت خانہ	بت خانہ سے آپ کسی کو خلیل بنا کر لے آئے ہیں۔
کنی آشنائے ز بیگانہ [1]	بیگانوں کو یگانہ و آشنا آپ کی خوئے دلنوازی بناتی ہے۔

مناقب کے مصنف نے جب پہلی بار حضرت کی خدمت میں حاضری دی تو کیفیت یوں بیان کی ہے۔

گویا شرابے بود کہ در جام دل می ریختند و آتشے بود کہ در سینہ من انداختند [2]	گویا کوئی شراب تھی جو میرے دل کے پیالے میں بھر دی یا ایک آگ تھی جسے میرے سینے میں ڈال دیا۔

آپ کی نگاہ کی عکاسی ایک حد تک شاید یہ شعر کر سکے۔ ۔

ایں نگا ہیست کہ سطح فلک در گذرد	یہ وہ نگاہ ہے جو آسمان کی سطح سے بھی گزر جاتی ہے۔
پردہ دل چہ بود پردہ افلاک درد	دل کا پردہ کیا شے ہے وہ تو آسمانوں کے پردے پھاڑتی جاتی ہے۔

ایسا کیوں نہ ہوتا اس نگاہ ناز کو نگاہ مازاغ نے جلوہ سامانیاں عطا فرمائی تھیں۔

ولی اللٰہی خاندان سے مراسم

ہم عرض کر آئے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت شاہ فخرؒ اپنے اپنے انداز

---

[1] مناقب فخریہ ص ۵۰
[2] ایضاً ص ۱۶

سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت سرانجام دے رہے تھے علمی اختلافات کے باوجود دونوں گھرانوں کے بہترین تعلقات تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی علمی عظمتوں سے برصغیر کا بچہ بچہ واقف ہے وہ حضرت محب النبی فخر چشتیہ سے بے حد محبت فرماتے تھے تفسیر عزیزی اور ملفوظات میں آپ کا ذکر بڑے احترام' شاندار القاب اور گہری محبت سے کیا ہے۔ شیعہ کا جب دہلی میں اقتدار بڑھا تو شاہ عبدالعزیز پر مصیبت نازل ہوئی اور ان کی حویلی ضبط ہوئی تو شاہ صاحب انہیں اپنی حویلی میں لائے اور پھر بادشاہ سے ان کی حویلی واگزار کرائی اور اعزاز و اکرام سے انہیں واپس اپنی حویلی تک پہنچایا۔[1] ریذیڈنٹ دہلی الیگزینڈر ریسٹن سے شاہ عبدالعزیزؒ کا جھگڑا ہوا تو بھی شاہ فخرؒ نے ہی صلح صفائی کرائی۔[2]

ایک دفعہ نجف خان نے شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدینؒ کو اپنی قلم رو سے نکال دیا۔ یہ حضرات خواتین سمیت شاہدرہ تک پیدل آئے وہاں سے حضرت شاہ فخرؒ نے ان کی سواری کا بندوبست کیا۔[3]

امتحان کا نرالا انداز

ایک دہلوی نے اپنے دور کے تین بڑوں کا امتحان لیا۔ شاہ ولی اللہ۔ شاہ فخر الدین اور مرزا مظہر جان جاناں (علیہم الرحمۃ) کو دعوت دی یہ حضرات اس کے مکان پر پہنچے وہ زنان خانے میں کھانا لینے گیا کئی گھنٹوں کے بعد واپس آ کر بیوی کی علالت کی خبر دی اور کچھ پیسے تینوں بزرگوں کو دینے لگا۔ حضرت فخرؒ نے پیسے کھڑے ہو کر وصول فرمائے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بیٹھ کر لئے۔ حضرت مظہر جان جاناں نے یہ کہہ کر پیسے لئے کہ تم

۱۔ مناقب فخریہ ص ۳۱

۲۔ ایضاً ۳۶ مناقب فریدی

۳۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۲۳۲۔ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۔۱۱۳ پر لکھا ہے کہ حضرت چراغ دہلویؒ کے عرس پر آپ تشریف لے گئے تو انہوں نے تبرکات عطا کر کے فرمایا "تم محب النبی ہو" لہٰذا آپ نے اسی لقب سے شہرت پائی۔ تذکرہ فخر جہاں کے مصنف اخلاق احمد فرماتے ہیں کہ ایک صاحب معین الملتؒ کے مزار پر کسی مقصد کے لئے حاضر تھے انہوں نے بشارت دی کہ "انہیں (خواجہ فخر دہلوی) کو پہچان لو تمہاری حاجت ان سے پوری ہو گی ان کا نام محب النبی ہے"۔ اس شخص نے تلاش کر کے واقعہ بتایا بس پھر یہی لقب مشہور ہوا۔ ملاحظہ ہو ص ۵۴

نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ یہ ہیں وہ عظمتیں جو فخر ملتؒ نے فضاؤں میں بکھیر دیں اور پورے ملک کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔

تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۱۳۔۱۱۴ پر لکھا ہے کہ حضرت چراغ دہلویؒ کے عرس پر آپ تشریف لے گئے تو انہوں نے تبرکات عطا فرما کر فرمایا۔ ''تم محب النبی ہو'' لہٰذا اس طرح سے شہرت پائی۔ تذکرہ فخر جہاں کے مصنف اخلاق احمد فرماتے ہیں۔ ایک صاحب مزار معین الہند پر کسی مقصد کے لئے حاضر تھے حضور نے انہیں بشارت دی انہیں (خواجہ فخر دہلوی) پہچان لو آپ کی حاجت ان سے پوری ہو گی ان کا نام ''محب النبی'' ہے ان صاحب نے تلاش کر کے واقعہ بتایا بس پھر یہی لقب مشہور ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ص ۵۴

محسن اہل سنت کی مساعی

حضرت مجدد سلسلہ سیدنا فخر جہاں دہلویؒ پر لکھتے وقت سب سے زیادہ ضرورت فخر الحسن جیسی اہم کتاب کی ہوتی ہے سب تذکرہ نگار اس کتاب کی اہمیت کے قائل ہیں مگر کتاب تو نایاب ہے میرا تجسس یہی تھا کہ کسی طرح اصل کتاب ملے تو ذوق مطالعہ کا سامان بھی بنے اور قارئین کرام کے لئے کچھ تبرکات بھی پیش کر سکوں۔

پیر طریقت حضرت ابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہ السامی آستانہ خیریہ مرشد آباد شریف پشاور شہر سے کئی دفعہ کتاب کی نایابی کا تذکرہ کیا۔ حضرت تلاش میں رہے۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ الکریم سے لاہور میں تذکرہ فرمایا' انہوں نے بڑی محنت سے کتاب حاصل فرما کر حضرت ابوالخیر مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کی اور حضرت نے یہ تحفہ نایاب فقیر بے مایہ تک پہنچا دیا۔ فقیر نے بالاستیعاب امعان نظر سے اس سرمایہ علم کا مطالعہ کیا۔

یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں بانکی پور انڈیا میں مطبع الینج نے چھاپی تھی اسی صفحات پر مشتمل ہے مترجم ہے نصف صفحے میں عربی اور نصف میں اس کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ علامہ ابوالحسنات محمد عبدالغفور داناپوری مرحوم نے فرمایا ہے۔ اصل کتاب چوہتر صفحات پر ختم ہو گئی ہے آخر میں حضرت امام سیوطی رسالہ اتحاف الفرقۃ بوصل الخرقۃ بھی مندرج ہے اس کا بھی علامہ مذکور نے ترجمہ کر دیا ہے یہ رسالہ علامہ سیوطیؒ کی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۰۲

مطبوعہ مصر میں بھی مندرج ہے جس کے حوالے ہم سیدنا حسن بصریؓ کے حالات مبارکہ میں دے چکے ہیں اس تعارف کے بعد آیئے کتاب کی طرف آتے ہیں۔

زبان و بیان کا انداز

عربی زبان پر مہارت اور گرفت مثالی ہے بڑی فنی اور علمی عربی استعمال فرمائی گئی ہے قواعد نحویہ کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے کتاب کو علم بلاغت کا شاہکار بنا دیا گیا ہے جس اختصار اور جامعیت کے ساتھ مقاصد عالیہ کو واضح فرمایا گیا ہے وہ حضور فخر جہاں دہلویؓ کا ہی حصہ ہے اتنے اختصار کے باوجود کہیں بھی ابہام پیدا نہیں ہوا۔ کہیں الفاظ میں ثقل نہیں آنے دیا گیا کہیں تراکیب و معانی میں الجھاؤ نہیں آیا معانی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر الفاظ میں یوں سمویا ہے کہ علمی مہارت عظیم المرتبت مصنف کو سلام کرتی نظر آتی ہے۔

خالص حکیمانہ اور مصلحانہ انداز ہے مجال ہے کسی مقام پر بھی متانت کے چہرے پر بل آئیں حالانکہ کتاب ایک ایسی غلط تحقیق لایلیق کے جواب میں ہے جس سے علامہ کے قصر رفیع کو گرانے کی نامسعود کوشش کی گئی تھی۔

حضور مجدد چشتیہؒ نے اصل بنیاد کو لیا ہے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کو اپنا مخاطب نہیں بنایا بلکہ تحریر کا علامہ ابن تیمیہ کی طرف ہے جنہوں نے سب سے پہلے یہ نامرضیہ بات کہی تھی کہ حضرت حسن بصری اور سیدنا امیر المومنین علی حیدر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ثابت نہیں ہے اور اتصال سندی ناپید ہے چونکہ اس طرح سلسلہ عالیہ چشتیہ حضور حیدرؓ سے منقطع ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ حضور فخر جہان نے اتصال سند کو جس حسین و جمیل انداز سے ثابت فرمایا ہے وہ اسلامی تحقیقی تاریخ میں خاصے کی شے ہے چوہتر صفحات میں حسن اختصار اور کمال جامعیت سے وہ کچھ ارشاد فرما دیا ہے جسے سینکڑوں صفحات میں ہی سمویا جا سکتا ہے کتاب سے پوری طرح وہی حضرات محظوظ ہو سکتے ہیں جنہیں عربی گرائمر' بلاغت' ادب' حدیث' اصول حدیث اور اسماء الرجال پر پوری مہارت اللہ کریم نے عطا فرمائی ہے۔

معاصرانہ چشمک نہیں ہے

چونکہ حضرت سیدنا فخر جہاں دہلوی رضی اللہ عنہ اور سیدنا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

رضی اللہ عنہ ہم عصر ہیں دونوں حضرات کے اپنے اپنے انداز کے مدرسے ہیں دونوں حضرات دوسلسلوں --- سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ --- کے قائد اور عظیم المرتبت ولی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے جو کچھ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عدم اتصال کے متعلق کہا ہے وہ معاصرانہ چشمک ہے سراسر غلط بات ہے اور ملت کے عظیم قائد حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق سوئے ظن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے برے گمان سے بچائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ نے جو کچھ لکھا اسے سہواً شاہ صاحب نے بھی نقل فرما دیا اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے گرامی قدر والد کے ارشادات کو ہی نقل کر دیا۔

رہی بات حضرت فخر جہاںؒ کی تو وہ معاصرانہ چشمکوں سے بالکل پاک ہیں ذرا حضرت کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے متعلق ارشاد فرمائے۔

شیخ شیخ صاحب المقامات العلیۃ والکرامات الجلیلۃ الشیخ ولی اللہ المحدث سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ فی فن الحدیث۔[1]

(شیخ ابراہیم کردی) صاحب مقامات عالیہ اور کرامات جلیلہ حضرت شیخ ولی اللہ --- اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور فن حدیث میں انہیں باقی و سلامت رکھے --- کے استاذ الاستاذ ہیں۔

کیا یہی معاصرانہ چشمک ہے حضرت نے تصوف میں حضرت شاہ صاحبؒ کو مقامات عالیہ اور کرامات جلیلہ کا مالک قرار دیا ہے۔ ان کی محدثانہ صلاحیتوں کو دعائیں دی ہیں اور سلامتی و زندگی کی دعائیں مانگی ہیں۔ ہاں پوری تحقیق سے علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمتہ نے اسی لئے جواب نہیں لکھا کہ وہ سمجھ گئے کہ ابن تیمیہ کے نقطہ نظر کے تار و پود یوں بکھیرے ہیں کہ اب انہیں جوڑا نہیں جا سکتا۔

شاہ ولی اللہ مظلوم محقق

ہم تفصیلی انداز سے اپنی کتاب ترجمان اہل سنت' دیدہ بینا میں لکھ چکے ہیں کہ

۱۔ فخر الحسن ص ۲۶

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اہل سنت کے عظیم محقق عالم اور کامل ولی ہیں ان کے نام پر کچھ ایسے لوگوں نے کتابیں چھاپ دیں یا ان کی کتب میں یوں تحریف کر دی کہ حضرت شاہ صاحب علامہ ابن تیمیہ اور علامہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فوٹو سٹیٹ دکھائی دینے لگے یہ سب تحقیقات نامرضیہ شاہ صاحب کی ذات والا صفات کو مسخ کرنے کے مترادف ہیں اور ہم ایسی طفلانہ تحریفات کو شاہ صاحب کے بلند علمی مقام سے بہت پست سمجھتے ہیں۔ اصحاب علم و دانش کو دعوت دیتے ہیں کہ ہماری مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بھی کیا جائے تاکہ شاہ صاحب کی شخصیت کو مسخ کرنے کی ساری کوششوں کا علم ہو سکے۔ الطاف القدس' شاہ ولی اللہ کے سیاسی مقدمات' مقدمہ و اختتامیہ القول الجلی از شاہ ابوالحسن زید فاروقی' انشاء اللہ ان کتب کے مطالعہ سے شاہ صاحب مرحوم کا اصلی نورانی چہرہ سامنے آئے گا اور تلبیس و مکر کے تاریک بادل چھٹ جائیں گے۔

کچھ کتاب کے متعلق

حضرت مجدد سلسلہ سیدنا فخر جہاں دہلوی نے کتاب کی ابتداء میں چار مقدموں میں محدثانہ انداز سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ سیدنا حسن بصری کی ملاقات اور سماع حضور امیر المومنین حیدر کرار سے ثابت ہے انہوں نے کئی کتب کے حوالے مدلل انداز سے تحریر فرمائے ہیں۔ روایت حدیث کے لئے محدثین کے ہاں بالغ ہونا شرط نہیں ہے کئی نابالغ صحابہؓ نے روایات حضرت حسن کی نسبت بہت کم عمر میں روایت فرمائی ہیں اور بخاری سمیت سب محدثین نے یہ روایات قبول کی ہیں۔

ائمہ حدیث جو اصحاب صحاح ستہ سے پہلے گزرے ہیں وہ سب کے سب سیدنا حسن بصری کی جلالت شان کے قائل ہیں انہیں امام فن بھی مانتے ہیں اور ان کے زہد و ورع اور تقدس و عظمت کے بھی قائل ہیں اس دور سے لے کر آج تک کے سب سلاسل کے اولیاء ان کی سند کے اتصال کے قائل ہیں۔ ملاقات' سماع اور روایت کو صحیح مانتے ہیں دوسرے لفظوں میں اس پر اولیائے امت کا اجماع ہے حضرت کا ارشاد ہے کہ اصحاب صحاح ستہ کے ہاں بھی اتصال سند کا ثبوت موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فوجدت حديثا صحيحاً له عنه رضى الله تعالى عنه و عمن استفاضه عنه موصولا مقبولا على اصول هولاء الفخول وسماعه منه ولقائه اياه ثابتا عندهم ولكليهما اصلاً كلياً قويا عندجماهير ائمة هذه المعرفة شكر الله سعيهم فنبينه كله فى هذه الكراسة مع قصر . الباع فى الضاعته.[1]

مجھے حضور حیدر سے حضرت حسن کی صحیح حدیث کی وہ روایت مل گئی۔ اللہ ان سے اور ان سے فیض لینے والوں سے راضی ہو گیا۔ یہ روایت ان ماہرین فن کے اصول کے مطابق موصول ومقبول ہے ان کا حضور حیدرؓ سے ملنا اور سماع ان حضرات کے ہاں مسلم ہے ان دونوں باتوں --- سماع بھی اور ملاقات بھی --- کے لئے بھی اس علم کے جمہور ائمہ کے ہاں ایک کلی اور قوی اصل و قاعدہ موجود ہے اللہ تعالٰی ان کی مساعی کو مشکور فرمائے۔ ہم اس رسالہ میں یہ سب کچھ پوری وضاحت سے بیان کریں گے اگرچہ اس فن میں ہم اپنی نارسائی کو مانتے ہیں۔

سبحان اللہ کیا کسر نفسی ہے امام فن کی اور کتنی عاجزی وفروتنی ہے قطب زماں کی۔

منہاج السنۃ پر گرفت

علامہ ابن تیمیہ نے خرقہ کو بے اصل ثابت کرنے کے لئے بڑا زور قلم صرف کیا ہے حضرت فخر جہاں نے ساری عبارت نقل فرمانے کے بعد ان کی تاریخی تحقیق کو غلط ثابت فرماتے ہوئے افکار ابن تیمیہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ امام یافعی اور علامہ ابن حجر مکیؒ کے تاریخی حوالے قابل دید ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے جن احادیث کو ضعیف اور کذب قرار دیا ہے حضرت دہلویؒ نے اس تحقیق کو بھی صواعق محرقہ کے حوالے سے غلط قرار دیا ہے کیونکہ ان احادیث کو جماعت محدثین --- ترمذیؒ۔ نسائیؒ اور امام احمدؒ وغیرہم --- نے بے شمار اسناد سے روایت کیا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اسناد صحیح اور حسن ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے سولہ حضرات

۱۔ فخر الحسن ص ۳ امام فخر جہاںؒ دہلوی

راوی ہیں مطلب یہ ہوا کہ اتنے صحابہ کرامؓ اور اتنے ائمہ فن اتنی روایات سے بیان فرمائیں تو وہ حدیث کذب یا ضعف سے کیسے متصف ہوسکتی ہے۔ اسے ضعیف کہنا تو سینہ زوری ہے اسے خدمت فن نہیں کہا جا سکتا۔

منہاج السنۃ اور حضرت حسن بصری

منہاج السنۃ میں سیدنا حسن بصری پر جس انداز سے علامہ ابن تیمیہ برستے ہیں اب ذرا وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

والحسن البصری ولد بسنتین بقیتا من خلافۃ عمر و قتل عثمان وھو بالمدینۃ و کانت امہ امۃ لام سلمۃ فلما قتل عثمان حمل الی البصرۃ وکان علی بالکوفۃ والحسن فی زمنہ صبی من الصبیان لا یعرف ولا لہ ذکر۔[1]

حسن بصری کی ولادت اس وقت ہوئی جبکہ حضرت عمر کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب عثمان شہید ہوئے تو وہ مدینہ میں تھے ان کی والدہ ام سلمہؓ کی لونڈی تھی۔ شہادت عثمان کے بعد انہیں بصرہ لے جایا گیا اور علی کوفہ میں تھے حسن علی کے زمانہ میں ایک بچہ تھے بالکل غیر معروف جن کا ذکر تک نہ تھا۔

عبارت کا روکھا پن علمائے کرام سے مخفی نہیں ہے ہم نے ترجمہ میں ایک حد تک اس روکھا پن سے بچنے کی کوشش کی ہے جس انداز سے خلفائے راشدین اور ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے نام لئے گئے ہیں یہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کی خصوصی پہچان ہے جس سے سارا عالم اسلام آج تک حیران ہے۔

ذرا انداز جواب ملاحظہ ہو

۱۔ فخر الحسن ص ۶۹

وهذا عجيب منه لانّ سنه في زمنه كرم الله وجهه على ما اعترف به يزيد على خمس عشرة سنة ولا ريب في صحة السماع في سن خمس عند الامام احمد والبخارى و مسلم و جمهور ائمة الحديث. ويالیت شعری ما وجه ان الحديث الذى رواه الحسنؓ من عثمان رضى الله عنه فى صغره قبل خلافة علّى المرتضى رضى الله عنه يكون صحيحاً معتمداً عليه اتفاقاً والحديث الذى رواه عن على رضى الله عنه لا يصح اجماعاً بسببِ صغره. ص۳

ابن تیمیہ کی یہ بات عجیب ہے کیونکہ سیدنا حسن کی عمر حضور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کے زمانے خود ابن تیمیہ کے اپنے اعتراف کے مطابق پندرہ سال سے زائد تھی اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ امام احمدؒ بخاریؒ مسلم اور جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک پانچ سال کی عمر میں سماع حدیث صحیح ہوتا ہے۔ ہائے افسوس! اس کی آخر کیا وجہ ہے کہ جو حدیث سیدنا حسن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور حیدر مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے اپنی صغیر سنی میں روایت فرمائیں وہ تو اتفاقاً صحیح اور قابل اعتماد ہو اور وہ حدیث جو وہ حضور حیدر رضی اللہ عنہ سے روایت کریں (جبکہ ان کی عمر دور عثمانی سے بہت بڑھ چکی ہو) ان کی صغیر سنی کی وجہ سے اجماعاً صحیح نہ ہو۔

اب رہی علامہ ابن تیمیہ کی یہ بات کہ خلافت مرتضوی میں حضرت حسنؓ بالکل غیر معروف تھے ان کا ذکر تک نہ تھا تو اس ''غیر محققانہ'' جملے کا جواب حضرت فخر جہاں رضی اللہ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

کیا غیر معروف اور غیر مذکور کی یہی علامات ہیں؟

سبحان اللّٰہ! کیف لا یعرف ولا یکون له ذکر وقد تربّٰی فی حجر ام المومنین ام سلمة رضی الله عنها و شرب لبنها و کان فی بیتها

سبحان اللہ! وہ کیسے غیر معروف اور غیر مذکور ہو سکتے ہیں جبکہ ان کی تربیت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوئی ہے انہوں نے ام المومنینؓ کا دودھ بھی پیا ہے اور ان

وقد حنكه امير المؤمنين عمر رضى الله عنه بيده و كانت ام سلمة تخرجه الى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكانوا يدعون له واخرجته الى عمر رضى الله عنه فدعا له "اللهم فقهه فى الدين و حببه الى الناس" و كان يحضر الجماعات والجُمَع والاعياد فى زمن عثمان رضى الله عنه و قد سمع منه و حفظ خُطَبَهٗ. ۱؎

کے کاشانہ اقدس میں بھی رہے ہیں۔ انہیں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے گھٹی ڈالی ہے۔ حضرت ام سلمہ انہیں صحابہ کرام کی طرف بھیجتی تھیں تو وہ حضرات سیدنا حسن کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ ام المومنین نے انہیں سیدنا عمر کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے ان لفظوں میں حضرت حسن کو دعائے خیر دی "اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے لوگوں کا محبوب بنا دے" حضرت حسن دور عثمانی میں سب نمازوں کی جماعتوں جمعوں اور عیدوں کی جماعتوں میں حاضری دیا کرتے تھے حضرت عثمان کے ارشادات سنتے تھے اور ان کے خطبات بھی یاد کئے ہوئے تھے۔

اگر اتنی عظمتوں کے بعد بھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ غیر معروف اور غیر مذکور ہیں تو خدا جانے پھر معروف مذکور کے معنی ان حضرات کی لغت میں کیا ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ دعائے فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر ہے کہ حضور حسن محبوب خلائق ہیں ان کی خدمت میں عظمائے ملت نے جس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے حضرت فخر جہاں رضی اللہ عنہ نے کمال جامعیت سے اس کا تذکرہ فرمایا ہے جسے محققین و مورخین کو لازماً پڑھنا چاہئے اور سلسلہ عالیہ کے معتقدین کو بھی اسے پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرنا چاہئے۔

آج تک محبوبیت حسن رضی اللہ عنہ کی مہریں اولیائے امت کے دلوں پر لگی ہوئی ہیں اور علمائے اسلام کی زبانیں ان کے محامد و مناقب سے گلزار بنی ہوئی ہیں۔ عوام اہل سنت کی نگاہیں ان کی راہوں پر عقیدت و محبت سے بچھی ہوئی ہیں۔ ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء.

یہ ہے اتصال سند

دعویٰ یہ ہے کہ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کی کوئی سند متصل حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا امام امام الاولیاء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچتی اس کے جواب میں مرشد ملت حضور فخر جہاں دہلوی یہ سند پیش فرماتے ہیں اور راویوں کے ثقہ و معتبر ہونے کی دلیل کتب رجال سے سامنے لاتے ہیں۔

قال الحافظ ابن حجرؒ وقع فی مسند ابی یعلی حدثنا حوثرة بن شرس قال حدثنا عقبة بن ابی الصبهاء الباهلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیاً یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. "مثل امتی مثل المطر." (الحدیث). قال محمد بن الحسن الصیر فی شیخ شیوخنا هذا النص صریح فی سماع الحسن من علی کرم اللّٰہ وجهه و رجاله ثقات. حوثرة و ثقه ابن حبان و عقبته و ثقه احمد بن حنبل و ابن معین . [1]

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسند ابویعلیٰ میں یہ روایت ہے۔ ہمیں حوثرہ بن شرس نے حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں ابو الصبہاء کے بیٹے عقبہ باہلی نے خبر دی انہوں نے کہا میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حسن فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کی مثال بارش کی مثال ہے۔ آخر حدیث تک۔ ہمارے اساتذہ کے استاذ حضرت محمد بن حسن صیرفی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نص صریح ہے کہ حضرت حسن نے سیدنا حیدر کرار سے سماع حدیث کیا۔ اس سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔ حوثرہ کو حضرت ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور عقبہ کی توثیق سیدنا امام احمد اور حضرت ابن معین نے فرمائی ہے۔

اب فرمایئے ہم علی روس الاشہاد یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ ماذا بعد الحق

---

[1] فخر الحسن ص ۵۸

الّا الضلال۔ حضور فخر اولیاء رضی اللہ عنہ نے علمی دنیا کے چوراہے میں جناب ابن تیمیہ کی تحقیق کا بھانڈا پھوڑ دیا اب نام نہاد علمبرداران علم و تحقیق اس کے ٹکڑے چنیں اور جوڑیں۔

ایک خواہش

فقیر راقم الحروف --- سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی --- کی خواہش تھی کہ فخر الحسن جیسی مایہ ناز و افتخار کتاب کا ترجمہ شامل کرلیا جاتا یا کم از کم اس کا خلاصہ پیش کر دیا جاتا مگر کتاب کی طوالت کے خوف سے ایسا نہیں کیا جا سکا۔ اللہ کریم نے وقت عطا فرمایا تو الگ ترجمہ وضاحتی نوٹس کے ساتھ انشاء اللہ خدام ملت کے سامنے پیش ہوگا۔

مندرجہ بالا سند متصل کے بعد وہ عبارات بھی حضرات قارئین دوبارہ ملاحظہ فرما لیں جو سیدنا حسن بصریؓ کے حالات مبارکہ میں پیش کی جا چکی ہیں کہ زمانہ کے حالات کی وجہ سے سیدنا حسنؓ نے اپنی اسناد حضور حیدرؓ کے واسطے کے بغیر سید کل صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہیں وہ سب احادیث مرفوع ہیں موقوف نہیں ہیں۔ اللہ کریم حق کو سمجھنے اور اسے ماننے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

مجدد سلسلہ چشتیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

۱۴ رمضان ۱۱۴۲ھ چوٹالہ

۲ اپریل ۱۷۳۰ء

وصال پاک

۳ ذوالحج ۱۲۰۵ھ چشتیاں شریف

اگست ۱۷۹۱ء

۳ اگست ۱۷۹۰ء - ۱۷۹۱ء تذکرہ سکندر شاہ

نور عرفاں آفتاب دین ۱۲۰۵ھ

حیف و واویلا جہاں بے نور گشت

۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۱ء

ولادت باسعادت

چشتیوں کے نیر تاباں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ مطابق ۲ اپریل ۱۷۳۰ء حضرت ہندال بن تاتار بن فتح محمد کے کاشانہ اقدس میں متولد ہوئے۔ جناب ہندال کا گاؤں ''چوٹالہ'' تھا اور آپ کھرل برادری کے نامور فرزند تھے۔ حضرت خواجہ نور محمدؒ کا خاندانی نام بھبل تھا۔ یہ عظیم خاندان کھیتی باڑی اور گلہ بانی کو رزق حلال کے حصول کا ذریعہ بنائے ہوئے تھا حضرت خواجہ نور محمدؒ کے بچپن کے ایام میں ہی یہ خاندان ''چوٹالہ'' سے ہجرت کر کے مہار نامی گاؤں میں مقیم ہو گیا۔ حضور خواجہ مہاروی کے قدوم میمنت لزوم نے مہار کے چھوٹے سے گاؤں کو مرکز محبت بنا دیا اور یہ گاؤں مہار شریف کے نام سے ساری دنیا میں مشہور ہوا۔ عشق و مستی کے قافلوں کی چھاؤنی بن گیا۔ اصحاب محبت کشاں کشاں یہاں آئے اور انوار کی دولت سمیٹتے رہے۔

حصول علم

آپ نے مہار شریف میں حافظ محمد مسعودؒ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی درسی کتابیں بیلانہ گاؤں کے مولانا شیخ احمد کھوکھرؒ سے پڑھیں۔ اب اپنے گاؤں سے حصول علم کے لئے رخت سفر باندھا اور ڈیرہ غازی خان میں کچھ عرصہ قیام فرما کر شرح جامی تک کتابیں ختم کیں۔ خواجہ محکم دین سیلانی کے ساتھ وہاں سے لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں معاشی مشکلات نے آپ کو گھیرے رکھا مگر کسی مشکل کو پرکاہ کی حیثیت نہ دیتے ہوئے آپ نے حصول علم پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ ابتدائے اسلام سے اہل صفہ کی یہی سنت رہی ہے کہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی حصول علم کی کشتی پر سوار مصائب کے طوفانوں میں آگے بڑھا جائے اسی سنت کو ہمارے مشائخ پورا کرتے رہے ہیں اور حضور خواجہ مہارویؒ پر بھی لاہور میں ابتلاء کی ایسی ساعات گزری ہیں۔

اب لاہور سے دہلی تشریف لے جاتے ہیں اور مدرسہ نواب غازی الدین خان میں داخلہ لیتے ہیں اس مدرسہ میں مولانا میاں برخوردار جیؒ کا علمی طوطی بول رہا تھا آپ بڑے محقق اور ماہر استاد تھے حضرت نے کچھ کتابیں ان سے پڑھیں۔ ابھی آپ قطبی وغیرہ کتب پڑھ رہے تھے کہ استاد گرامی کو دہلی سے جانا پڑا۔

درمحبوب پر

آپ نے حصول تعلیم کے لئے اب مخدوم چشتیہ حضرت خواجہ فخر الدین رضی اللہ عنہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا قطبی کی تکمیل یہیں فرمائی اور حضرت سے ہی حدیث پاک پڑھی اور اسی دروازے سے سند فراغ حاصل فرمائی۔ اگرچہ مناقب المحبوبین میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ ابھی قطبی ختم نہیں ہوئی تھی کہ حضرت خواجہ فخر الدین نے فرمایا ظاہری علم میں وقت ضائع نہ کرو جو پڑھا ہے وہ کافی ہے اور آپ ہمہ تن اوراد و اشغال میں معروف ہو گئے مگر ہم پہلی روایت کو ہی زیادہ وقیع سمجھتے ہیں۔ خواجہ گل محمد احمد پوری تکملہ سیر الاولیاء میں بھی ہماری رائے سے متفق ہیں۔ حضور خواجہ فخر الدینؒ نے ہی آپ کا نام بھکل سے بدل کر نور محمد رکھا اور مرشد نے جو نور محمدی آپ کو عطا فرمایا وہی آپ ساری حیات طیبہ میں مہار شریف کی مسند سے تقسیم فرماتے رہے اور آج بھی وہی نور آپ کی قبر مبارک سے ابل رہا ہے۔

بیعت

اگرچہ آپ حضرت خواجہ فخر الدینؒ سے قطبی کا درس لینے گئے تھے مگر ان کی نگاہ لطف نے آپ کو وقت کی قطبیت کے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ ۱۱۶۵ھ مطابق ۵۲۔۱۷۵۱ء میں آپ نے حضرت فخر الملت کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں حضرت کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرنے والے آپ پہلے انسان تھے۔ حضرت نے کمال توجہ سے آپ کی تربیت فرمائی۔ خلافت سے نوازا۔ حضرت فخر جہاںؒ نے ایک محفل میں اپنے خلفاء اور عقیدت مندوں سے فرمایا "میرے پاس ایک روٹی تھی آدھی تو نور محمد پنجابیؒ لے گیا اور باقی آدھی میں سے ٹکڑا ٹکڑا تمہارا سب کا حق ہے۔" تذکرۃ الفقراء ص ۱۵۔ اس بیان سے حضرت کی عظمت و رفعت کی بھرپور وضاحت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی تربیت و اصلاح کے لئے واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مہار شریف کی ضیاء پاشیاں

آپ گھر سے ظاہری علوم کے حصول کے لئے نکلے تھے مگر جب واپس تشریف

لائے تو علم ظاہری کے ساتھ تاج ولایت بھی آپ کے سر مبارک پر دمک رہا تھا۔ اب مہار میں وہ عظیم آستانہ بن رہا تھا جس نے برصغیر کے بے شمار آستانوں کا مرجع و منبع بننا تھا دوسرے لفظوں میں ولایت کی مہار آپ کے ہاتھ میں تھی جدھر چاہتے ولایت ادھر رخ کر لیتی۔

آپ نے عوام و خواص کو یکساں نوازا۔ مذہبی' اخلاقی اور روحانی اصلاح فرمائی آپ کی تربیت نے لاتعداد انسانوں کو علمی و روحانی کمالات تک پہنچایا۔ شریعت محمدی اصلاح عقائد کے بعد سب سے زیادہ زور اصلاح اعمال پر دیتی ہے۔ مولائے کل دانائے سبل ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس خود عملی زندگی گزار کر شاہراہ عمل قائم فرما دی ہے اور یہی صراط مستقیم اولیائے امت کی گزرگاہ ہے حضرت مہارویؒ زندگی بھر طالبان راہ کو نقوش پائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی دکھاتے رہے ہیں آپ کی مقدس محفل ہمیشہ یاد خدا اور ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے معمور و معطر رہتی تھی۔ آپ کی ذات انسانوں کے لئے ایک عظیم الشان مرجع تھی جہاں اللہ اللہ کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔

مرشد کا وصال

حضور خواجہ مہارویؒ کو اپنے مرشد کریم خواجہ فخر الملتہ والدین سے بے پناہ محبت تھی عموماً آپ سال میں سے چھ ماہ کا عرصہ اپنے پیر کے آستانے پر حاضر رہتے اور چھ ماہ مہار شریف کو رونق بخشتے۔ جب ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ مطابق ۷ مئی ۱۷۸۴ء حضرت خواجہ فخر الدینؒ دنیائے فانی سے تشریف لے گئے تو حضور مہاروی کو شدید صدمہ ہوا ابھی اس صدمے کے زخم ہرے تھے کہ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت نور محمد ثانیؒ کا بھی انتقال ہو گیا اس دوہرے صدمے سے آپ بے حد متاثر ہوئے اور خلوت گزینی اختیار فرما لی دوسرے لفظوں میں عالم بالا کی تیاری شروع ہو گئی۔

خواجہ نور محمد ثانیؒ

ہم چاہتے ہیں کہ حضرت مہارویؒ کے خلیفہ حضرت نور محمد ثانیؒ کا مختصر سا تعارف کراتے چلیں۔ حضرت نور محمد ثانیؒ کے والد گرامی کا نام صالح محمدؒ تھا۔ آپ حاجی پور

(سندھ) کے رہنے والے تھے نقل مکانی کر کے چاہ ناردوالہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں رونق افروز ہوئے یہاں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ حضرت خواجہ فخر الدین دہلویؒ کو عریضہ لکھا جس میں بیعت کی خواہش کا اظہار تھا۔ انہوں نے جواباً فرمایا۔ مثنوی مولانا روم کا مطالعہ بھی جاری رکھیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اوراد و وظائف بھی پڑھتے رہیں اگر بیعت کی خواہش ہے تو خواجہ نور محمد مہارویؒ سے رابطہ و تعلق قائم کر کے ان سے بیعت کر لیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس جواب باصواب کے بعد آپ نے حضرت خواجہ مہاروی کے مقدس ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۴ھ/۲۲ جنوری ۱۷۹۰ء میں وصال ہوا۔ لفظ "چراغ" (۱۲۰۴ھ) سے تاریخ وصال نکالی گئی۔ مزار مبارک حاجی پور میں مرجع خواص و عوام ہے۔

حضرت خواجہ مہارویؒ خلوت میں تشریف فرما رہے وقت وداع قریب آ رہا تھا۔ قریباً ڈیڑھ سال بعد ۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ/۳ اگست ۱۷۹۰ء کو عالم جاوداں کی طرف مراجعت فرمائی۔ مشہور تاریخی مصرعہ وصال یہ ہے۔

حیف و واویلا جہاں بے نور گشت (۱۲۰۵ھ)

مشہور مؤرخ مولانا مفتی غلام سرور لاہوری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔

حضرت نور محمد نور حق جلوہ گر شد چوں بہ گلزار جناں
سال تر حیلش بقول اہل سیر نور عرفاں آفتاب دیں بخواں

نور عرفاں آفتاب دین (۱۲۰۵ھ) کتنی حسین تاریخ وصال ہے جس نے حضور خواجہ مہاروی کی حیات طیبہ کی کمال ترجمانی کر دی ہے۔ حضرت عرفان کا نور بھی تھے اور دین کا آفتاب بھی۔ آپ کی حیات طیبہ نے ظاہری شریعت اور باطنی انوار و طریقت کا احاطہ کر رکھا تھا۔ مشائخ اسلام کا یہی طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے انتہائی روحانی اوج پر پہنچ کر بھی ہمیشہ شریعت مطہرہ کے ظاہری احکام کی سرکار ابدالقرار علیہ السلام کی اتباع میں پیروی فرمائی۔

روضہ انور

اگرچہ وصال تو مہار شریف میں ہوا تھا مگر آپ کو قبرستان حضرت تاج سرور میں

دفن کیا گیا۔ آپ کے مزار اقدس پر نواب محمد بہاول خان ثالث نے ۱۲۶۶ھ میں شاندار روضہ تعمیر کرا دیا۔ آج یہ مزار مطلع انوار چشتیاں ریلوے سٹیشن سے شمال مغرب میں چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر انوار و تجلیات کی بارش برسا رہا ہے مخلوق خدا آج بھی اس آفتاب دین کے نور عرفاں سے جھولیاں بھر بھر کر لے جا رہی ہے۔

خلفائے کرام

اگرچہ آپ کے فیض سے لاتعداد انسانوں نے حصہ وافر لیا مگر بقول مصنف مناقب المحبوبین آپ کے عالی مرتبت اور ممتاز ترین خلفاء چھیالیس تھے۔ ہم صرف تبرکا چند اسمائے گرامی ذکر کریں گے۔

۱۔ سلیمان دوراں خواجہ محمد سلیمان تونسوی۔ ۲۔ حضرت صاحبزادہ نور الصمد (جانشین) ۳۔ حضرت خواجہ نور محمد ثانی المعروف حضرت نارووالہ۔ ۴۔ حضرت حافظ محمد جمالؒ ملتانی۔ ۵۔ حضرت قاضی محمد عاقلؒ مٹھن کوٹ۔ ۶۔ حضرت میاں محمد فاضلؒ نکوکارہ۔ ۷۔ حضرت قاضی احمد علیؒ بن قاضی محمد عاقلؒ مٹھن کوٹ۔

اولاد امجاد

آپ کی پانچ اولادیں تھیں۔ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں۔

صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت خواجہ نور الصمدؒ (یہی آپ کے جانشین بنے) حضرت خواجہ شیخ نور احمدؒ اور حضرت خواجہ شیخ نور الحسنؒ۔

حضرت خواجہ مہارویؒ کی کوئی تصنیف و تالیف ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔ ہاں آپ کے ملفوظات مبارکہ قاضی محمد عمر سید پوریؒ نے ''خلاصۃ الفوائد'' کے نام سے مرتب کئے ہیں جو طالبان راہ بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ کی مہر مبارک میں یہ عبارت کندہ تھی۔

زنور محمد جہاں روشن است۔ (محمد صلوات اللہ علیہ کے نور سے جہاں روشن ہے)

اس عبارت سے محبت رسول علیہ السلام کا چشمہ شیریں بہتا نظر آتا ہے اور ساتھ

ہی ساتھ سرکار مہاروی کا نام نامی نور محمد بھی اس میں موجود ہے۔

نگاہ مرشد میں آپ کا مقام

جب حضرت مہاروی نے مہار شریف میں قیام فرمایا تو اکثر حضرت فخر الملتؒ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ مکھن لے گیا پنجابی چھاچھ پیو سنسار۔ (یعنی مکھن تو پنجابی مہاروی لے گیا ہے اب ہمارے پاس صرف لسی ہے وہ باقی دنیا لے کر پیتی رہے)

ایک دفعہ یہ بھی فرمایا۔ ''اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو میں اس دنیا سے اپنے ارمان اپنے دل میں ہی لے کر مر جاتا۔''

آپ کے پیر بھائیوں نے رشک کی بناء پر حضرت فخر الملتہ والدین کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ پنجابی کھرل برادری کا فرد ہے اس کی برادری کے مرزا نام شخص نے ایک زمیندار کی صاحب جمال لڑکی صاحباں کو ورغلا کر اغوا کر لیا تھا مرزا کے پیچھے صاحباں کے باپ نے فوج لگا دی اور ساندل کے جنگل میں فوج نے اسے قتل کر دیا۔ ہمارے خیال میں اس پنجابی (خواجہ نور محمدؒ) کا رہنا اچھا نہیں ہے۔ حضرت نے یہ بات سن کر مسکرا کر فرمایا۔ ''مرزا کھرل نے تو صرف ایک صاحباں کو اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ ہمارا یہ پنجابی ایک جہان کو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔''[1]

انداز دلربائی

چشم فلک نے دیکھا کہ حضرت مہارویؒ کے درس ولایت کی طرف مخلوق خدا اُمڈ پڑی۔ آپ نے سب کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق فیض یاب فرمایا۔ حضرت گل محمد احمد پوری تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۲۲ پر آپ کی اس ادا کو ان لفظوں میں ادا فرماتے ہیں۔ ''ہر قسم آدم کہ می آید اختلاط مناسب وضع آں می فرمودند'' (جس قسم کا آدمی آتا اس کی وضع کے مطابق اس سے ملاقات فرماتے) امیر و غریب سب آتے مگر دنیا داروں سے چنداں لگاؤ اور تعلق نہیں ہوتا تھا۔ تلقین و ارشاد کا سمندر ہر طرف ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا مجلس میں محبت کی شعلہ نوائی رہتی اور لوگ لگاتار حصہ لیتے رہتے عوام کی بہبود کے لئے جلوت میں رہتے خواجہ گل محمد نے یہ فقرہ اسی بات کی عکاسی کرتے لکھا ہے ''واکثر در عالم محفل آرائی بودند'' (اکثر محفل

۱۔ مناقب المحبوبین ص ۱۱۱ از حاجی نجم الدین سلیمانیؒ

آرائی کے عالم میں رہتے) صحبت میں بلا کی تاثیر اور بے حد کشش تھی جو پہنچا وہیں کا ہو گیا جس نے ہاتھ پکڑا اس کی دنیا بدل گئی۔ سلیمان دوران خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے آپ کی روحانی تاثیرات کا ذکر ان عقیدت و حقیقت بھرے الفاظ میں فرمایا ہے۔

عجیب تاثیر بوذ ہر کہ دست ایشاں گرفتے اورا تاثیر شدے۔[1] عجیب تاثیر تھی جو ہاتھ تھامتا اسی کو تاثیر کی دولت مل جاتی۔

احیائے مسلک چشتیت

حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی اولاد پاک اور خلفاء کے بعد سلسلہ چشتیہ کا زور کم ہو گیا تھا۔ سندھ، مہار شریف، بہاول پور ملتان اور نواح میں اکثر سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا حلقہ اثر پوری طرح چھا گیا ان دونوں سلاسل کے اولیائے کرامؒ نے ان علاقوں میں بڑا کام کیا مگر اس عرصہ میں سلسلہ چشتیہ کی درگاہیں خاموش رہیں۔ یہ حضرت مہارویؒ کی ذات پاک تھی جس نے اس سارے علاقے میں چشتیت کی شمع دوبارہ روشن کی لاتعداد لوگوں کو خلافت و خرقہ سے نوازا آپ کا حلقہ اثر تونسہ مقدسہ، ملتان، کوٹ مٹھن، حاجی پور، مکھڈ، کلاچی، سنگھڑ اور لکھنؤ وغیرہ میں پھیلا برصغیر سے نکل کر کابل و خراسان کو بھی یہ اثر اپنے دامن میں لے آیا۔ آپ نے جو چراغ روشن فرمائے ان کی ضیاء پاشیوں نے دور دور تک لاکھوں انسانوں کو منور فرمایا اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی تابانیاں سب سلسلوں پر غالب آ گئیں حضرت مہارویؒ وہ نیر تاباں ہیں جن کے سامنے آنے والے ذرے ستارے بنتے گئے آپ کی ضیا پاشیوں نے سب روشنیوں پر غلبہ پا لیا۔

آپ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ مذہبی ضابطوں اور اخلاقی قدروں کی پاسبانی فرمائی۔ ایسے مسائل و افکار سے اپنے حلقہ اثر کو دور رکھا جو باطنی رموز کے زمرے میں آتے ہیں آپ ترک دنیا کے بھی مخالف تھے آپ کے نزدیک سماجی ذمہ داریاں قبول کرنے سے روحانی ارتقا ملتا ہے ہم سمجھتے ہیں یہ بھی اتباع سنت کا اثر ہے کیونکہ سید کل علیہ السلام نے خود سماجی ذمہ داریاں قبول فرما کر سماج میں ایک انقلاب پیدا فرمایا اور اسی انداز کو خلفائے

---

[1] نافع السالکین، مولانا امام الدینؒ

راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبھایا۔

ہمارے خیال میں مادی دنیا کے بارے میں یہ نظریہ تصوف زندگی کو حقائق سے قریب لے آتا ہے اور عظیم المرتبت صوفیاء نے عموماً اور چشتی مکتب فکر نے خصوصاً اس نظریہ کو سنت محمدی سمجھ کر قبول فرمایا ہے۔

حضرت مہارویؒ نے تو وحدت الوجود کے مسئلے سے بھی اپنے معتقدین کو دور رکھا تا کہ اس خالص علمی اور ذوقی مسئلے کی گہرائیوں میں وہ کھو کر عملی زندگی سے دور نہ ہو جائیں مشہور محقق قاضی جاوید[1] نے تین اسباب ذکر کیے ہیں جن کی وجہ سے حضرت نے مریدوں کو مسئلہ وحدت الوجود سے دور رکھا ہم ایک وجہ کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ برصغیر میں ہندو عظیم اکثریت میں تھے مغربی استعمار بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں برصغیر پر اپنے پنجے گاڑ چکا تھا اگر وحدت الوجود کو اس دور میں عام کیا جاتا اور ہمہ اوست کی جلوہ نمائیاں ہوتیں تو مسلم تشخص ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا اور بے رحم ہندو اکثریت مسلمانوں کو اسی طرح نگل لیتی جس طرح برصغیر میں آنے والی کئی فاتح قوموں کو وہ نگل چکی تھی لہذا مبلغ اسلام حضرت مہارویؒ نے قوم کو ادھر بڑھنے نہیں دیا اور اسلامی نظریہ زندگی کو مسلمانوں کے قلوب و ارواح میں اتار کر ان کا رخ مکین گنبد خضراء علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف پھیر دیا ہمارے نزدیک حضرت مہاروی رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اسی راستے پر آپ کے خلفاء گرامی اور ان کے بعد ان کے خلفائے عالی مقام بھی چلتے رہے ان حضرات کا اوڑھنا بچھونا ہی اتباع سنت تھا یہی انوار ہمیں تونسہ مقدسہ' سیال شریف' گولڑہ اور کوٹ مٹھن وغیرہ میں ملتے ہیں گویا حضرت نے سلسلہ چشتیہ کی تجدید فرما دی اور آسمان ولایت پر لاتعداد آفتاب و ماہتاب بکھیر دیئے جن کی ضوریزیاں اب تک دلوں کی دنیا آباد کئے ہوئے ہیں۔ اتباع سنت کا جذبہ آج بھی ان آستانوں کے غلاموں کے سینوں میں موجزن ہے اور عملی زندگی کے انوار آج بھی ان کے گھروں کو تاباں کئے ہوئے ہیں۔

آیئے اب مہار شریف سے تونسہ مقدسہ چلیں تا کہ آپ کے خلیفہ راشد حضرت پیر پٹھان کی جلوہ سامانیاں ملاحظہ کریں جن سے ایک جہاں روشن ہے اور جنہوں نے آپ کے مشن کو دور دور تک پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا فرمایا ہے۔

۱۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۳۶۔۲۳۵

سلیمان دوراں، غوث زماں

حضرت خواجہ سیدنا محمد سلیمان تونسوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت
۱۱۸۴ھ/ ۷۱۔۱۷۷۰ء
گڑگوجی۔ لورالائی
بلوچستان

وصال پاک
۷ صفر ۱۲۶۷ھ تونسہ شریف
۱۲ دسمبر ۱۸۵۰ء
او آفتاب چشتیاں بود
۱۲۶۷ھ

ولادت پاک

شہباز طریقت سلیمان دوراں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء میں حضرت زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خانؒ کے گھر گڑگوجی ضلع لورالائی (بلوچستان) میں ہوئی۔ آپ مشہور افغان قبیلہ جعفر خان کے عظیم المرتبت فرد ہیں۔

دریتیم

حضرت تونسوی ابھی شیر خوار تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت زکریا کا انتقال ہوگیا۔ کسے خبر تھی کہ یہ یتیم مستقبل کا دریتیم ہے۔ اللہ کریم جسے اپنے ظل عاطفت و سایہ رحمت میں رکھنا چاہتا تھا اسے کل لاتعداد بے کسوں اور لاکھوں بے بسوں کے لئے ظل پناہ بنانا تھا۔

والدہ مکرمہ نے اپنی نگرانی میں تربیت کی۔ چار سال کی عمر میں اپنے ہم قبیلہ مولانا یوسفؒ سے قرآن کریم پڑھنا شروع فرمایا۔ ان سے پندرہ پارے پڑھ کر باقی قرآن پاک ایک اور عالمِ دین کی نگرانی میں مکمل فرمایا۔ جب قرآن حکیم یاد فرما چکے تو علوم متداولہ کی طرف توجہ فرمائی۔

حصول علم

رخت سفر باندھا اور تونسہ مقدسہ تشریف لے آئے یہاں مولانا میاں حسن علیؒ سے فارسی کی چند کتابیں پند نامہ عطارؒ۔ گلستان و بوستان سعدی وغیرہ پڑھیں تونسہ شریف سے پانچ کوس کے فاصلے پر لانگھ گاؤں میں مولانا ولی محمد سے فارسی کی سب درسی کتب کی تکمیل فرمائی۔

اس زمانے میں کوٹ مٹھن علم و حکمت کا مرکز بنا ہوا تھا جہاں حضرت مہارویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ (م ۱۲۲۹ھ) نے علم و حکمت کا چشمہ فیض جاری کر رکھا تھا حضرت کی علمی شہرت چاردانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔

سیدنا تونسویؒ نے بھی کوٹ مٹھن کو منتخب فرمایا درس نظامی میں سے قطبی تک سب

کتابیں آپ نے یہیں سے پڑھیں۔ کوٹ مٹھن میں قیام کے دوران ایک دن یہ خبر گرم ہوئی کہ حضور مہاروی اوچ شریف قدم رنجہ فرما رہے ہیں خواجہ تونسویؒ نے اوچ شریف کا راستہ لیا۔ ملاقات کیا ہوئی مرادمل گئی ابھی پندرہ سولہ سال کی عمر تھی کہ بیعت کی اور وادی تصوف میں اتر کر گل چینی فرمانے لگے۔ اب خواجہ محمد سلیمان خواجہ پیر پٹھان بن چکے تھے۔

اپنے مرشد کامل سے تصوف کا سبق لیا۔ آداب الطالبین، فقرات، لوائح، عشرہ کاملہ اور فصوص الحکم جیسی مایہ صد افتخار کتب آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی سے پڑھیں یعنی جو کچھ کتب تصوف میں تھا اسے نگاہ مرشد نے آپ کے قلب اطہر میں یوں اتارا کہ سارا تصوف عملی شکل اختیار کر گیا۔

دہلی کا سفر

۱۱۹۹ھ/ ۸۵۔۱۷۸۴ء میں اپنے مرشد کا حکم پا کر دہلی کا سفر اختیار فرمایا اس سفر کے دیگر مقاصد کے علاوہ ایک اہم ترین مقصد یہ بھی تھا کہ حضرت سیدنا شاہ فخر الدین دہلوی --- حضرت مہاروی کے مرشد اور حضرت تونسوی کے دادا مرشد --- سے استفادہ کیا جائے۔ آپ ابھی دہلی نہیں پہنچے تھے کہ حضرت فخر چشتیہ کا وصال ہو گیا۔

خلافت

آپ کی عمر مبارک صرف اکیس سال تک پہنچی تھی کہ مرشد گرامی نے خرقہ خلافت پہنایا اور حضرت پیر پٹھان نے تونسہ شریف کو قیام کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے تونسہ شریف مرجع انام بن گیا۔ آپ نے تبلیغ دین کے لئے بے پناہ کام کیا۔ اشاعت دین کو حیات طیبہ کا اصول قرار دیا اور شب و روز اسی مقصد میں لگے رہے۔

علمی خدمات

اگرچہ خواجگان چشت نے علوم اسلامیہ کے پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اپنے اپنے آستانوں پر دینی ادارے اور عظیم درسگاہیں قائم کر رکھی ہیں مگر خواجہ تونسوی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ کو بہت زیادہ آگے بڑھایا تونسہ شریف اور اس کے گرد و نواح کے قصبات اور دیہات میں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا۔ تونسہ مقدسہ آپ کی تشریف آوری

کے بعد ایک عظیم دارالعلوم کی شکل اختیار کر گیا۔

حضرت پیر پٹھان رضی اللہ عنہ خود درس دیا کرتے تھے آپ کے درس میں بڑے بڑے جید علماء اپنی علمی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ امام غزالیؒ کی احیاء العلوم اور حضرت ابن عربیؒ کی فتوحات مکیہ کا درس علماء اور اپنے تصوف کے طالب ارادت مندوں کو خود دیا کرتے تھے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ فتوحات مکیہ کا علمی مقام کیا ہے؟ اور اسے پڑھانے والا کس انداز کا فاضل ہوتا ہے؟

حضور سلیمان دوراںؒ امت کے ان گنے چنے اولیاء میں شمار ہوتے ہیں جن کی قرآن وسنت اور علوم اسلامیہ پر گہری نگاہ ہوتی ہے۔ آپ کے ملفوظات قرآن وسنت کے گہرے مطالعہ کا پتہ دیتے ہیں جگہ جگہ قرآن وسنت کے حوالے آپ کے ارشادات میں ملتے ہیں۔ دراصل ہمارے اولیاء ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن وسنت کو اپنی زندگی کا مرکز و محور بنایا ہے۔ حیات قرآن سے زندگی حاصل کی ہے لہٰذا اس مصرعہ کے مصداق بن گئے ہیں کہ ۔ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت تونسوی کو فقہ حنفی پر بھی کامل اجتہادی عبور حاصل تھا فقہی مسائل سے بھی حاجت مندوں کو نوازتے تھے۔

طرز زندگی

اگرچہ حضرت کی ابتدائی زندگی مسافرت میں گزری اور ان سب مشکلات سے دوچار ہونا پڑا جن سے راہ حق کے راہ نوردوں کو دوچار ہونا پڑتا ہے سنت الٰہی بھی یہی ہے کہ کمال استغناء پیدا کرنے کے لئے ان حضرات کو مالی مسائل اور دیگر مشکلات سے گزارا جاتا ہے بلکہ جن حضرات کے پاس دنیوی ذرائع ہوتے ہیں وہ اپنی اولاد کو خود مشکلات کے شکنجے میں کس دیتے ہیں کہ ۔ سو بار عقیق کٹا تب نگیں ہوا --- کی عملی شکل سامنے آئے۔ اسی بناء پر عربی کے مشہور مفکر شاعر متنبی نے کہا تھا۔ ومن طلب العُلٰی سهر اللیال (بلندیوں کے طالب کو راتیں جاگ کر گزارنا ہوتی ہیں)

ایسی ہی مشکلات سیدنا تونسوی کو بھی پیش آئیں اس مرغ حرم کو اڑنے سے پہلے پرفشاں ہونا چاہئے تھا تاکہ مال اور حب جاہ دل سے الگ ہو جائے حصول خلافت کے بعد

تونسہ مقدسہ کو وطن اصلی ٹھہرایا تب بھی ظاہری غربت و عسرت کا دور تھا۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ولایت کی خوشبو برصغیر کی حدیں پھلانگ کر اکناف عالم میں پھیل گئی کچھ ایسا ہی منظر تھا کہ۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

کابل سے شاہ شجاع بڑی عقیدت سے آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ بہاولپور کے نوابوں کی عقیدت کا آپ مرجع تھے۔ یہ تو حکام کا حال تھا دوسری طرف دور دراز سے معرفت کے طلب گار مسافتیں طے کرتے تونسہ کی خاک پاک کو چومنے آ رہے تھے۔ دہلی سے مولانا حیات علیؒ اور صاحبزادہ نظام الدینؒ جیسے شہرہ آفاق لوگ روحانی پیاس بجھانے آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

اہل دولت آتے رہے مگر آپ کے استغناء کا وہی عالم رہا جو ہمیشہ رہا کرتا تھا۔ آپ نے اختیاری فقر کو چھوڑ کر فارغ البالی کی زندگی کو کبھی اختیار نہیں فرمایا آپ کا مزاج اقدس قناعت و توکل کے خمیر سے بنایا گیا تھا۔ یہ وہ درویشی تھی جس کے سامنے فغفوری ہر نیاز خم کیا کرتی ہے۔

ساٹھ باسٹھ سال کا طویل عرصہ آپ نے مسند علم و حکمت بچھائے رکھی اس پورے عرصے میں لاتعداد انسانوں کی روحانی، علمی اور اخلاقی پیاس بجھائی۔ لاتعداد لوگوں کو باطنی انوار سے نوازا۔ بے شمار انسانوں نے آپ سے اور آپ کے قائم کردہ مدارس سے علوم و فنون کا نور حاصل کیا۔ اس طویل عرصہ میں معاشرے کو اسلامی رنگ میں آپ نے رنگا۔ آپ ان اولیائے کبار میں شامل ہیں جن کی تجدید و تصحیح کی حدیں محدود نہیں ہوتیں، جن کے نفوس قدسیہ کے انوار صدیوں پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں جو اسلام کے وہ بحر نا پیدا کنار ہوتے ہیں جنہوں نے انسانیت کے خشک صحراؤں اور سنگلاخ چٹانوں کو سرسبز و شاداب کر کے عمل کے پھولوں سے بھرنا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے حکومتیں بدلتی ہیں۔ سیاستیں بدلتی ہیں۔ افکار و اطوار بدلتے ہیں اور حالات و نظریات بدلتے ہیں مگر یہ وادی محبت کے راہی اپنے انداز پر چلتے جاتے ہیں یہ دوش زمانہ کے ہیں ان کے نقوش مرور زمانہ سے مٹتے نہیں بلکہ ان کا عمل بتاتا ہے کہ۔ مردیوں مہریں لگاتے ہیں جبین وقت پر

حضرت تونسویؒ نے کئی طوفانوں کا منہ موڑا۔ اسلام کے اخلاقی نظام کو دور فرنگی میں پوری قوت سے قائم رکھا۔ انگریز دشمنی آپ کے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ آپ کے مشن کو آپ کے خلفاء نے عموماً اور دربار سدا بہار سیال شریف نے خصوصاً بقدر احسن جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔

وصال پاک

حضرت پیر پٹھان جدوجہد اسلامی سے بھرپور زندگی گزار کرے صفر ۱۲۶۷ھ/ ۱۲ دسمبر ۱۸۵۰ء کو دار بقا کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ نواب بہاولپور نے اس دور میں ستر ہزار روپے کی خطیر رقم سے آپ کا عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا۔

مولانا حسین علی فتح پوریؒ نے حضرت پیر پٹھانؒ کا قطعہ وصال یوں لکھا ہے۔

سلیمان زماں رحلت چوں فرمود یکا یک در جہان ظلمت
پے سال وفاتش ہاتف غیب بگفت ''او آفتاب چشتیاں بود''
۱۲۶۷ھ

(زمانے کے سلیمانؒ نے جب دنیا سے کوچ فرمایا تو یکا یک ساری دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ ان کے وصال کے سال پر ہاتف غیبی نے کہا ''وہ چشتیوں کے سورج تھے۔'')

اولاد پاک

حضرت تونسویؒ کے دو صاحبزادے --- حضرت خواجہ گل محمدؒ اور حضرت خواجہ درویش محمدؒ --- تھے دونوں حضور کی حیات ظاہری میں ہی وفات پا گئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے سیدنا خواجہ اللہ بخش تونسوی زیب سجادہ ہوئے۔

حضرت تونسویؒ قریباً باسٹھ سال مسند آرائے سجادہ رہے۔ اس عرصہ میں اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی چونکہ آپ کا مقصد اسلامی تصوف کو عام کرنا تھا لہٰذا بڑی کثرت سے خلافت واجازت سے بھی لوگوں کو نوازا۔ دوسرے لفظوں میں ولایت بانٹنے میں بے حد سخاوت سے کام لیا۔ امت میں نظریاتی اولیاء کا یہی انداز رہا ہے اس انداز کو شمس معرفت خواجہ سیالویؒ نے کس حد تک آگے بڑھایا یہ ہم ان کے تذکرہ میں ذکر کرنے والے ہیں۔

خلفائے گرامی

عام فیض کے ساتھ خصوصی فیض کا سمندر بھی جاری رہا۔ ان کے عظیم المرتبت خلفاء کی تعداد ستر ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ عالیہ کے بہت سے مشائخ عالی مقام کا تذکرہ ہے لہذا اختصار کے پیش نظر ہم تبرکا چند اسمائے گرامی پر کفایت کریں گے ورنہ حال یہ ہے کہ جس صاحب کمال پر نظر پڑتی ہے کچھ وہی کیفیت ہوتی ہے کہ

ے کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ا۔ شمس معرفت حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ۔ ۲۔ حضرت مولانا خواجہ محمد علیؒ مکھڈ شریف۔ ۳۔ حضرت خواجہ مولانا محمد علیؒ خیر آبادی۔ ۴۔ حضرت خواجہ نور جہانیانؒ بہاولپوری۔ ۵۔ حضرت خواجہ مولانا فاضل شاہ گڑھی افغاناں۔ ۶۔ حضرت خواجہ نور محمدؒ نارووالہ۔ ۷۔ حضرت خواجہ مولانا امام الدینؒ مؤلف نافع السالکین۔ ۸۔ حضرت حاجی نجم الدینؒ مؤلف مناقب المحبوبین وغیرہ

آپ کی کسی تصنیف کا ہمیں پتہ نہیں چل سکا۔ آپ کے ملفوظات و افادات کئی مجموعوں میں آپ کے مریدوں نے جمع کیے ہیں۔ چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں۔

ا۔ مناقب المحبوبین از حاجی نجم الدینؒ مطبوعہ۔ ۲۔ نافع السالکین از مولانا امام الدینؒ مطبوعہ۔ ۳۔ منتخب المناقب از مولانا یار محمد ذوقی غیر مطبوعہ۔ ۴۔ راحت العاشقین از مولانا محمدؒ غیر مطبوعہ۔

دونوں غیر مطبوعہ کتابیں حضرت مولانا مکھڈی کے کتب خانے میں موجود ہیں یہ عظیم کتب خانہ پنجاب کی بڑی لائبریریوں میں شمار ہوتا ہے۔

تعلیمات سلیمانیؒ کا مختصر خلاصہ

سیدنا تونسویؒ ان اولیائے امت میں سے ایک عظیم المرتبت امام ہیں جنہوں نے شریعت محمدی کو اپنا مقتدا مانا اور اتباع رسول علیہ السلام کو حیات انسانی کا کمال جانا۔ یہی فلسفہ زندگی عظمائے چشت کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضرت تونسویؒ کا دور اخلاقی انحطاط کا دور تھا لہذا آپ نے گم کردہ راہوں کو شاہراہ شریعت پر چلنے کی دعوت دی۔ "سوئے قطاری کشم ناقہ بے زمام را" کی عملی صورت پیدا فرمادی۔

آیئے حضرت کے کچھ ارشادات پر غور کرتے چلیں تاکہ پتہ چل سکے کہ آپ معاشرے میں کس قسم کا انقلاب لانا چاہتے ہیں اور اس انقلاب کو کن بنیادوں پر استوار فرمانا چاہتے ہیں۔

۱۔ اعتقاد توحید۔ اللہ کریم پر اعتماد و بھروسہ اسلامی عقائد کی روح ہے۔ حضرت فرماتے ہیں۔

التجا و تکیہ بر حضرت سبحانہ باید کرد نہ بغیر اوی[1]	التجائیں اور اعتماد صرف ذات خداوندی پر ہو غیر پر نہیں۔

سالک کا مطلب طلب رضا ہے اپنی رائے پر اللہ کریم سے عمل کرانا نہیں کس خوبصورت انداز سے حضرت یہ نکتہ سمجھاتے ہیں۔

سالک را باید کہ ہر فعل ایزد تعالیٰ را عین حکمت پندارد اگرچہ برآں اطلاع نداشتہ باشد و بروئے اعتراض نکند کہ اعتراض کند فہو مردود فی الدارین۔[2]	سالک اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو عین حکمت سمجھے خواہ اسے اس حکمت کا علم نہ ہو اسے ہرگز فعل ربانی پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے جو اعتراض کرتا ہے دونوں جہانوں میں مردود ہوتا ہے۔

۲۔ اتباع سید کل علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد مقبول و محبوب حق سبحانہ تعالیٰ گرد باید کہ در متابعت شریعت ظاہراً و باطناً کوشش نماید چنانچہ نص دریں باب وارد است ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔[3]	جو چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ کا مقبول و محبوب بن جائے اسے ظاہر و باطن میں شریعت کی متابعت کرنی ہوگی۔ اس سلسلہ میں خود قرآنی نص موجود ہے۔ "اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔"

مزید فرماتے ہیں۔

بغیر ذکر خدا و رسول ہمہ سردردی است۔[4]	خدا و رسولؐ کے ذکر کے بغیر سب سر دردی ہے۔

۱۔ نافع السالکین ص ۴۷ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ص ۳۵ (۴) ایضاً ص ۱۰۹

مزید ملاحظہ ہو۔

متابعت عبارت از دو چیز است آنچہ خدا و رسول خدا امر کردہ اند باید کرد و آنچہ منع فرمودہ اند نباید کرد۔

متابعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقدس نے فرمایا ہے وہ کیا جائے اور جس سے انہوں نے منع کیا ہے اس سے بچا جائے۔

ذرا محبت کا ایک اور انداز ملاحظہ ہو۔

خوب خصائل و حمیدہ افعال بغیر متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نشود۔ [۵]

اچھی عادات اور پسندیدہ افعال سرکار علیہ السلام کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔

۳۔ آداب معاشرت ملاحظہ ہوں۔ اب ہم صرف ترجمہ پر کفایت کریں گے تبرکاً اوپر آپ کی چند عبارات درج کر دی ہیں۔

ا۔ ہمارا کام بروں سے نیکی کرنا ہے۔ [۶]

۲۔ سالک کو ہمیشہ اعمال صالحہ پر مداومت کرنی چاہیے۔ [۷]

۳۔ غیبت چوری سے بھی بری ہے چور چیز چرا کر کھا تو لیتا ہے مگر غیبت میں تو یہ بات بھی نہیں اس لئے اس کے اپنے سارے اعمال غیبت کی وجہ سے جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ [۸]

۴۔ سالک کو سب مخلوق ---- ادنیٰ و اعلیٰ ---- پر شفقت و رحمت کی نظر ڈالنی چاہیے تاکہ اس کی اپنی ذات پر رحمت خداوندی کا نزول ہو۔ [۹]

۵۔ سالک لوگوں کے عیوب سے آنکھیں بند کر کے اپنے عیبوں کی تلاش میں لگا رہے۔ اس طرح اسے سعادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے "اسے خوشخبری ہو جس کی آنکھ لوگوں کے عیب نہیں دیکھتی"۔ [۱۰]

۶۔ توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اگتا جہاں شرک، حسد اور ریا کے کانٹے موجود ہوں۔ [۱۱]

۷۔ اللہ پر اعتماد و بھروسہ کام آتا ہے غیر پر بھروسہ کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اپنے بچوں پر بھروسہ کرتا ہے کہ وہ خدمت کریں گے تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ [۱۲]

نمبر ۵ تا ۱۲: نافع السالکین صفحہ نمبر بالترتیب ۹۷، ۱۱۹، ۶۲، ۸۳-۸۲، ۲۲، ۶۴، ۲۹، ۱۱۵

حضرت نے مختلف احکام شریعت کو بڑے بھرپور انداز میں بیان فرمایا ہے اور اپنے مریدوں کو عمل کرنے کی بہت تلقین فرمائی ہے۔ آپ بے عمل فلسفہ کے قائل نہیں ہیں۔

مرشد سے محبت

اولیائے امت سارے باطنی مدارج مرشد کے ذریعے طے کرتے ہیں لہٰذا تصوف میں اللہ تعالیٰ اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرشد سے محبت ضروری قرار پاتی ہے۔ حضرت تونسویؒ نے اس محبت میں بھی عظیم مرتبہ پایا۔ مشہور روایت ہے کہ حضور مہاورویؒ کو ان کے مرشد حضرت فخر الملتہ نے ایک شہباز مقید کرنے کی بشارت دی تھی جس نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو اوج لامکاں تک پہنچانا تھا اور آپ ہر سال اوچ اور مٹھن کوٹ اس شہباز کی تلاش میں آیا کرتے تھے۔ یہ بات حضور فخر الملتہ نے خود اپنے ایک عزیز محمد حسینؒ کو بتائی تھی جب وہ شہباز بصورت سلیمان دوران مل گیا تو پھر آپ اوچ اور مٹھن کوٹ کی طرف کبھی تشریف نہیں لائے۔[1]

یہ شہباز بھی حضرت مہارویؒ کی آمد سن کر اس نیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ مولویانہ انداز پر حضرت سے مسئلہ سماع پر مناظرہ و مباحثہ کرے گا مگر نگاہ ناز نے گھائل کر دیا اور دل کی دنیا بدل گئی بیعت کی درخواست پیش کی حضور مہارویؒ نے حضرت سید جلالؒ کے مزار اقدس کے سرہانے لے جا کر بیعت کیا۔ ہم سوچتے ہیں کہ بیعت کا کتنا بڑا گواہ بنایا۔ شکاری عمدہ شکار سب کو دکھاتا ہے۔ حضور مہاروی نے آپ کو اسی لئے دہلی بھیجا تاکہ حضرت فخر نے جس شہباز کی بشارت دی تھی اسے اپنی نگاہ انور سے ملاحظہ فرمالیں مگر حضرت تونسوی کے پہنچنے سے پہلے حضرت فخر عالم بالا کا سفر اختیار فرما چکے تھے۔

حضرت اپنے مرشد سے محبت کی وجہ سے زیادہ وقت مہار شریف میں گزارنے لگے خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں ایک مہینہ حضرت مہارویؒ کی خدمت میں گزارتا چند دن گھر آتا تو پھر راہ نوردی مہار ہو جاتا والدہ ماجدہ حیران ہوتیں کہ بیٹے کو کیا ہو گیا ہے گھر آرام نہیں کرتا علماء و فقراء سے تعویذ لیتیں مگر فقیر تو جذبہ عشق کا اسیر تھا اور بیقراری کو صورت قرار نہیں مل رہی تھی۔"

محبتے ست کہ دل می دہد آرام ۔۔۔ وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد[2]

ا۔ نافع السالکین ص ۳۳ (۲) نافع السالکین ص ۱۷

ترجمہ : یہ محبت ہی تو ہے جو دل کو آرام نہیں لینے دیتی ورنہ کون ایسا ہو سکتا ہے جو طالب آرام نہ ہو۔

والدہ ماجدہؒ نے راہ محبت سے روکنے کے کتنے جتن کیے اور حضرت نے کس انداز سے ان رکاوٹوں کو دور فرمایا یہ بھی حضرت کی اپنی زبان ولایت ترجمان سے سنئے۔ نافع السالکین فارسی کے ص ۱۳۴ پر یوں مذکور ہے۔

''ابتداء میں والدہ محترمہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری سے روکتی تھیں ایک رات قبیلہ جعفر کا میاں باراں نامی شخص میرا نگراں مقرر فرما دیا میں نے جب دیکھا کہ وہ نیند کی گرفت میں ہے تو بستر خواب سے اٹھا دیوار پھلانگ گیا مگر باہر تو کانٹوں کی باڑ تھی اس میں جا گرا پاجامہ کانٹوں سے پھٹ گیا دونوں پاؤں کانٹوں سے چھلنی ہو گئے خون کے فوارے چھوٹ پڑے —— پھر میں خدمت مرشد میں حاضر ہو گیا۔''

والدہ مکرمہ رحمہا اللہ تعالیٰ جب عرصہ دراز تک آپ کو نہ پاتیں تو تلاش کے لئے کسی کو بھیج دیتیں ایک دفعہ خود گڑ گوجی سے سوکر بیٹے کی تلاش میں آئیں اور وہاں سے اپنے داماد کو آگے تلاش کے لئے بھیجا وہ حضرتؒ مہاروی کے پاس پہنچے تو مراد کو پا لیا اجازت پا کر والدہ گرامی کی خدمت میں حاضر تو ہو گئے مگر دل محفل مہارویؒ میں چھوڑ آئے تھے بیقراریوں نے قرار نہ پایا تو بار بار راہ مہار کو اپنایا یہ طویل سفر پاپیادہ ہوتا تھا۔ ایک سفر میں میاں غلام حیدر اور میاں عیسیٰ جعفر ساتھ آئے ان کی زبانی سفر محبت کا حال سنتے ہیں۔

''میں (غلام حیدر) نے بارہا دوران سفر دیکھا کہ آپ کے مقدس پاؤں کے جوتے خون سے بھر گئے ہیں اور خون کے قطرے جوتوں سے باہر ٹپک رہے ہیں مگر آپ اس تکلیف سے لاپرواہ معتاد طور پر چل رہے ہیں انہیں پاؤں زخمی ہونے اور خون بہنے کی گویا خبر تک نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا یہاں بیٹھ جاتے ہیں مگر آپ نے یہ درخواست قبول نہ فرمائی۔ منازل طے کرتے جب ملتان پہنچے تو اس خیال سے کہ شاید جوتا تنگ ہے ایک نیا کھلا جوتا خریدنا چاہیے مگر ایک نئی چادر کے علاوہ خریداری کے لئے کوئی رقم نہ تھی میں نے چاہا یہ چادر بیچ کر جوتے کی قیمت ادا کر دوں میں نے بہت کوشش کی کہ آپ مان جائیں مگر آپ نے اجازت نہ دی بڑی بحث کے بعد فرمایا ہمیں تو ان زخموں اور خون کا پتہ تک نہیں ہے بے

فکر چلتے رہو منازل طے کرنے میں زخمی پاؤں کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"[1]

آپ نے اپنے سفر کی کیفیت میں خود بھی ذکر فرمایا ہے۔"میرے دونوں پاؤں کے دس کے دس ناخن جدا ہو گئے۔"[2]

حضرت مرشد کو مشاطہ سے تشبیہ دیتے ہوئے وجہ شبہ کا ذکر کس بلیغ انداز سے ذکر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"مرشد تو مرید کے لئے مشاطہ ہے جس طرح مشاطہ دلہن کو سجا دھجا کر خاوند کے لئے تیار کرتی ہے اسی طرح مرشد مرید کے ظاہر و باطن کو شریعت سے آراستہ و پیراستہ کر کے محبوب حقیقی مجدہٗ کی محبت کے قابل بناتا ہے۔"[3]

عجیب اتفاق ہے کہ آپ مہار شریف میں بیٹھے دیوان حافظ کے مطالعہ میں محو ہیں کہ اچانک حضور مہارویؒ تشریف لا کر پوچھتے ہیں کیا پڑھا جا رہا ہے؟ جواباً عرض کیا دیوان حافظ اور پھر یہ شعر بھی پڑھ دیا۔ جو آپ کے نظریہ کا ترجمان تھا۔

کمال صنعت مشاطہ باید — کہ روئے زشت رازیبا نماید[4]

ترجمہ: مشاطہ کے فن کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مشاطگی سے بدصورت چہرے کو حسن و زیبائش عطا کر دیتی ہے)

مرشد کی صحبت کی شرط اول آپ کے ہاں عقیدت ہے اگر مرشد سے عقیدت نہ ہو گی تو صحبت کا اثر نہ ہو گا۔ خود فرماتے ہیں "صحبت شیخ با عقیدہ باید کرد کہ بے عقیدہ از صحبت ہیچ فائدہ نیست۔"[5] عقیدت کیساتھ صحبت شیخ اختیار کی جائے ورنہ کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ آپ کو اپنے مرشد پاکؒ کی ظاہری دنیا میں چھ سال صحبت نصیب ہوئی۔[6]

یہ صحبت کیا رنگ لائی؟ ایک جہاں کی تقدیر بدل گئی سیشن جج فاربس تونسہ شریف کے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں لکھتا ہے "خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب کے زمانہ میں جو حالات تونسہ کے تھے ان سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اور ان کے خلفاء ہی نے اس کو آباد کیا تھا۔"[7]

اگرچہ ہم ضمناً آپ کے حالات میں مدارس کا ذکر کر آئے ہیں مگر یہاں چند مزید

۱۔ نافع السالکین ص ۱۸ (۲) ایضاً ص ۱۱ (۳) ایضاً ص ۷۹ (۴) ایضاً ص ۴۳ (۵) ایضاً ص ۵۰
(۶) ایضاً ص ۱۴۵ (۷) ترجمہ فیصلہ مقدمہ نمبر ۱۰۹ سن ۱۹۱۱ دیوانی ڈسٹرکٹ جج ضلع ملتان

گزارشات پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اسلامی مدارس

اگرچہ ان مدارس کی تفصیل تو معلوم نہیں ہے کیونکہ ہمارے اولیاء اپنی شہرت سے متنفر تھے اور اپنی نیکیوں کو اچھالنے کے دشمن۔ ان کا انقلاب خاموش انقلاب تھا جسے آنکھیں دیکھتی تھیں مگر کان نہیں سنا کرتے تھے۔ ان مدارس میں سے صرف تونسہ مقدسہ میں قائم ہونے والی عمارات مدارس کا علم اس دیوانی مقدمے کی وجہ سے ایک حد تک پتہ چل سکا جو خواجہ حامدؒ اور خواجہ محمودؒ کے درمیان ۱۹۱۱ء میں ڈسٹرکٹ جج ملتان ایچ ایس فاربس کی عدالت میں چلا۔ فاربس اپنے فیصلہ میں لکھتا ہے۔

''انہوں نے (خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ) مذہبی اغراض کے لئے مدارس جاری کئے تھے ان مدارس میں زائرین و مریدین کو آپ مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ سب سہولتیں بھی انہیں مہیا کرتے یہ ساری کارروائی ان کی اپنی نگرانی میں ہوتی تھی۔ آپ کے خلفاء مدارس چلانے میں مدد دیتے تھے۔ بڑے بڑے خلفاء کے نام پر یہ عمارات قائم تھیں۔ اگرچہ اب اصلی مکانات گر گئے ہیں، گواہوں میں سے احمد کا بیان ہے کہ خواجہ اللہ بخشؒ کے مکانات تعمیر ہونے سے قبل یہ جگہ خالی تھی فقیروں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ یہ مکانات کئی ناموں سے نامزد ہیں مکھڈی بنگلہ۔ بنگلہ محمد علی شاہ۔ مدرسہ مولوی محمد عمر۔ مدرسہ مولوی الٰہی بخش۔ بنگلہ مولوی احمد وغیرہ۔ یہ سب حضرات خواجہ شاہ محمد سلیمان کے خلفاء تھے۔ نور محمد گواہ بتاتا ہے کہ میرا دادا تونسہ شریف میں آیا۔ پندرہ سال خواجہ محمد سلیمانؒ اور پندرہ سال خواجہ اللہ بخشؒ کی خدمت کی۔ اسے مولوی شیخ احمد کہتے تھے اس کا بھی یہاں ایک مدرسہ تھا میرے دادا مولوی شیخ احمد نے مجھے بتایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کے زمانے میں یہاں پچاس استاد تھے۔ ان کے مکانات تھے بعض مکانات میں کئی استاد رہتے تھے۔ خواجہ کے لنگر سے سب کو کھانا ملتا تھا۔

حضرت تونسوی نے دوسرے لفظوں میں اپنے دارالعلوم کو یونیورسٹی کی سطح تک پہنچا دیا تھا جہاں سب علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی طلبہ کو سیراب کیا جاتا تھا اور

(۵) ایضاً ص ۶۶ [illegible] (۶) ایضاً ص ۶۲ [illegible] ۱۱ (۶) ایضاً (۹) ص ۸۱ [illegible]

ایضاً ص ۱۲ [illegible] (۷) [illegible] ص ۵۷۱ ایضاً (۲)

بھی اس عظیم یونیورسٹی کا طرۂ امتیاز تھا۔ شاہ تونسوی ایک متبحر عالم دین تھے اور فنی کتابوں کا درس خود دیا کرتے تھے۔ نگرانی خود فرماتے تھے۔ یہ یونیورسٹی خالص رفاہی ادارہ تھی جس میں سب ضرورتیں مفت پوری کی جاتی تھیں۔ اس یونیورسٹی سے ملحقہ ادارے جال کی طرح پورے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے ہزارہا طلبہ قال اللہ و قال الرسول کا ورد کر رہے تھے۔

حضرت تونسوی فقہ حنفی پر عمل فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ مجتہد ہی اچھی طرح حدیث کو سمجھتے ہیں اقسام حدیث' صحت وضعف' تقدم و تاخر زمانی وغیرہ کی مہارت کے بغیر سچی بات یہ ہے کہ حدیث نہیں سمجھی جا سکتی اسی بناء پر حضرت کا ارشاد ہے۔

فہم حدیث بغیر مجتہد کسی را نیست مارا | مجتہد کے بغیر کوئی حدیث سمجھ نہیں پاتا ہمارا
عمل بر قول مجتہد است موافق حدیث [1] | عمل قول مجتہد پر ہے مگر یہ قول موافق حدیث ہے۔

آپ نے طلباء کے لئے جو لنگر خانہ قائم فرمایا تھا اس میں ضرورت کی ہر شے موجود تھی حتیٰ کہ لوہار' حجام' موچی' دھوبی' سقے وغیرہ ماہانہ تنخواہ پاتے اور ہمہ وقت آستانے پر موجود رہتے۔ بیمار درویشوں کا علاج کرایا جاتا تھا مودی کو حکم تھا کہ جو شخص اس کی دکان پر نسخہ لائے اسے دوا دی جائے۔ ایک دفعہ لانگری خدا بخش نے عرض کیا۔ حضور! اس مہینے میں مودی نے پانچ سو روپیہ درویشوں کی دواؤں کے سلسلے میں درج کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو بہت غصہ آیا۔ فرمایا۔ "اگر پانچ ہزار بھی دوا پر خرچ ہو تو مجھے اطلاع نہ کی جائے۔ کیا درویشوں کی جان کے مقابلے میں روپیہ کی کچھ حقیقت ہے۔" [2]

ہمارے قارئین کو یہ ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ واقعات انیسویں صدی کے پہلے نصف کے ہیں اس وقت کے پانچ سو روپے ویسے ہی آج کے تیس ہزار سے زائد ہیں مگر اس شہنشاہ بوریا نشین اور اس مرد خدا مست کے انداز ہی نرالے تھے۔

اختیاری فقر

اختیاری فقر کا یہ عالم ہے کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی فرماتے ہیں۔ "عمر

۱۔ نافع السالکین ص ۱۱۲

۲۔ خاتم سلیمانی ص ۶۶

کے آخری ایام تک بھوک، پیاس اور بے خوابی کی تکلیف کو --- جسے آپ صوم معنوی کہتے ہیں --- بڑی خوشی سے برداشت کرتے رہے سردیوں کے موسم میں برہنہ چارپائی پر سوتے اور کبھی کبھار پاؤں کے نیچے جاء نماز پھیلا لیتے آپ کی چارپائی مزی کے سخت اور کھردرے ریشے سے بنی ہوئی تھی۔ اکثر اوقات آپ دو زانو بیٹھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی دونوں پنڈلیوں کی جلد جم کر سیاہی مائل ہو گئی تھی کبھی کبھی آپ چوکڑی مار کر بھی بیٹھتے تھے اور کبھی پاؤں کے بل بیٹھتے لیکن کسی چیز کے ساتھ کبھی ٹیک نہ لگاتے۔ کبھی میوے نہ کھاتے لیکن پیلو درخت کا پھل حضرت گنج شکر کی سنت سمجھ کر کھا لیتے بعد ازاں خواجہ سیالوی نے فرمایا خواجہ تونسوی فرمایا کرتے تھے کہ ہر آدمی نے دنیا کو برا بھلا کہا ہے لیکن جو کچھ مولانا رومؒ نے کہا ہے وہ کسی سے نہیں بن پڑا۔[1]

اہل دنیا چہ کہین وچہ مہین　　　لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

ترجمہ: اہل دنیا خواہ وہ ادنیٰ ہیں یا اعلیٰ ان سب پر اللہ کی لعنت ہے۔

اسی اختیاری فقر کی وجہ سے اپنی آبائی گڑ گوجی والی زمین کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ فتوحات کے بعد بھی اسی اختیاری فقر کو قائم رکھتے ہوئے شان استغناء سے زندگی بسر فرمائی۔ بقول نافع السالکین ''اس سلطان التارکینؒ کی خدمت میں ہزارہا روپے، گھوڑے، اونٹ، کپڑے اور سامان مرید پیش کرتے مگر آپ وہیں تقسیم فرما دیتے اپنے پاس کچھ بھی نہ رہنے دیتے۔''

ایک دفعہ عرب و عجم کے سیاح محمد واصل نے حضرت کی اس عطا کی تعریف کی تو فرمایا ''میاں واصل میں تو وہی ہوں جو تونسہ میں کتے والے مکان سے کھانا لے کر کھاتا تھا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔''[2] ہم آگے چل کر اس مکان کا ذکر کرنے والے ہیں جس کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت سیالویؒ کی شہادت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اب ذرا مناقب حافظیہ ۱۵۔۱۴ کی تصدیق بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔ ''ترک و تجرید میں حضرت شیخ اکبر کا کوئی مثل نہ تھا۔ بجز ایک لنگی کوئی چیز شیخ اکبرؒ کے پاس نہ تھی خواہ سفر ہو یا حضر، گرمی ہو یا سردی، حجرہ مبارک

۱۔ مرآۃ العاشقین از سید محمد سعید۔ ملفوظات حضور شمس العارفین سیالوی ص ۱۵۰

۲۔ نافع السالکینؒ ص ۱۴۹

میں صرف ایک بوریا تھا اس پر نماز نوافل پڑھتے اور اسی کو سونے کے وقت تخت پر بچھا لیتے تھے۔ گرمیوں میں وہی لنگی سرہانے رکھ کر استراحت فرماتے تھے۔ جاڑے میں اسی لنگی کو استراحت کے وقت جسم مبارک پر ڈال لیتے تھے۔"

حضرت نے مریدوں کے لئے بھی یہ ہدایت جاری فرمائی تھی کہ وہ صابر، شاکر اور قانع بنیں۔[1]

حصول تعلیم کے عرصے میں ہمارا یہ شہباز کن مشکلات سے گزر کر "سلیمان دوراں" بنا آیئے ذرا ایک نظر ادھر بھی ڈالتے جائیں۔ آج تو طلبہ جس سہل پسندی سے گزر رہے ہیں ہمارے اسلاف کے چشم تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی تبھی تو آج کے فاضل اس مقام کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے جو ہمارے ان عظیم المرتبت اسلاف کو حاصل تھا۔

فقر غیور اور حوادث کی دو دھاری تلوار

ہمارے عظیم شیخ جب حصول تعلیم کے لئے گھر سے نکلے تو تونسہ مقدسہ میں میاں حسن علی کے مدرسہ میں تشریف لائے وہاں کا طریقہ کار یہ تھا کہ طلبہ گداگری یا مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھتے تھے مدرسہ کے مہتمم میاں حسن علیؒ نے آپ کو بھی گداگری کا حکم دیا چونکہ آپ نے کبھی گداگری نہیں کی تھی فطرتاً ہچکچائے مگر استاد کے حکم کی تعمیل تو ضروری تھی۔ گداگری کے لئے نکلے اور ایک ہندو بقال کے گھر پہنچے وہاں چوکے پر بیٹھی اس کی بیوی روٹی پکا رہی تھی اس نے روٹی نہ دی تو آپ نے چوکے سے روٹی خود اٹھا لی۔ بقال کی بیوی نے خاوند کو بتایا اس نے میاں حسن علی سے شکایت کی۔ استاد نے بلا کر کہا۔ میاں روہیلے! (آپ کو بوجہ پٹھان روہیلہ کہا جاتا تھا) یہ کیا کیا ہے؟ استاد کو بتایا۔ آپ نے مجھے مانگنے کا حکم دیا تھا اس عورت نے مجھے روٹی نہ دی تو میں اٹھا لایا۔ میاں حسن علی سن کر ہنس دیئے اور فرمایا تمہیں گدائی کا طریقہ نہیں آتا لہٰذا مزدوری کر لیا کرو تا کہ روٹی کپڑے کا خرچ نکل آئے۔ اب آپ دو آنے یومیہ کی مزدوری پر لگ گئے۔ مگر پورا دن ایک پتھر پر بیٹھے رہے اگر کوئی کام کرنے کو کہتا تو آپ اسے پتھر مارتے۔ مزدوروں نے اپنے ٹھیکیدار تاج خان سے شکایت کی وہ بولا انہیں کچھ نہ کہو۔ شام کو اس نے دو آنے

---

[1] تافع السالکین ص ۹۵

مزدوری دے دی آپ نے شام کو منگوئے قصبہ میں دو آنے کا آٹا خرید ا روٹیاں پکوا کر کچھ خود کھائیں باقی فقراء کو کھلا دیں۔ صبح استاد کے پاس پہنچے انہوں نے پوچھا مزدوری کے دو آنوں کا کیا کیا؟ عرض کیا آٹا خرید کر روٹیاں پکا ئیں کچھ کھائیں باقی فقیروں کو دے دیں۔ استاد نے بطور ملامت کہا تمہیں معلوم نہیں آج کل غلہ کتنا سستا ہے؟ جوابا عرض کیا مجھے فی الواقع معلوم نہ تھا تاج نے مزدوری دیتے ہوئے مجھے کہا تھا یہ دو آنے لے لو تمہاری رات کی روٹی نکل جائے گی میں نے آٹا خرید لیا جس کی چودہ روٹیاں پک گئیں۔ استاد نے سب حال سن کر فرمایا۔ اچھا کل سے مزدوری پر نہ جایا کرو۔ ہمارے گھر سے کھانا کھا لیا کرو۔" [1] ملخصا

ایک اور صاحب نے بھی کچھ عرصہ آپ کو کھانے کی دعوت دے رکھی اس کھانے کی روایت بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

"خورد نوش کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے ایک صاحب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میرے گھر سے کھانا کھا لیا کریں وہاں مصیبت یہ تھی کہ اس کے دروازے پر ایک کتا رہتا تھا آپ کھانا لینے جاتے تو اس انتظار میں کھڑے رہتے کہ کتا ہٹے تو اندر جائیں اگر کتا وہاں سے نہ ہٹتا تو آپ دن بھر بھوکے رہ جاتے۔" [2]

ان اقتباسات سے ان مشکلات کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے جو حضرت پیر پٹھان کو پیش آئیں اور اس دور کے دینی مدارس کے انتظامات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔

انگریز دشمنی

ہمارے عظیم ولی اگرچہ چشتی روایات کے مطابق صلح جو طبیعت رکھتے تھے ہندوؤں کا بھی آپ سے رابطہ رہتا تھا اپنے مذہب و تمدن پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذاہب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا مریدوں کو بھی حکم دیتے تھے کسی کو رنج دینے کے آپ شدید مخالف تھے لیکن انگریز دشمنی میں آپ بہت آگے تھے۔ انگریز مسلمانوں سے حکومت چھین چکا تھا وہ سمندر پار سے محض استیصال اسلام کے لئے آیا تھا۔ وہ اپنی تہذیب اور اپنے علوم کو مسلمانوں

۱۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب اعجاز الحق قدوسی ص ۶۳۰۔ ۶۲۸

۲۔ نافع السالکین ص ۶۹ نیز انوار الاولیاء ص ۵۰۵ از رئیس احمد جعفری

پر مسلط کرنا چاہتا تھا اس خطرے کو بھانپتے ہوئے حضرت نے انگریز کی شدت سے مخالفت فرمائی۔ ایک شخص سے فرمایا "فرنگیاں را تیر نمی زنی" (تو فرنگیوں کو تیر نہیں مارتا) اس نے عرض کی "قدرت نہیں رکھتا ہوں آپ میری مدد فرمایئے۔" آپ نے یہ شعر پڑھا اور خاموش ہو گئے۔

کماں نرم باید کماندار چست ‏ ‏ ‏ ‏ بوقت کشیدن در آید درست

ترجمہ : کمان نرم اور کمان والا چست ہونا چاہیے تا کہ کھینچتے وقت درست ہو سکے۔

آپ انگریز کی ملازمت کو بھی شدت سے ناپسند فرماتے تھے۔ آپ کا مشہور مقولہ تھا۔

اگر فرشتہ باشد چوں در معاملہ سرکار افتد ‏ ‏ ‏ ‏ انسان اگرچہ فرشتہ ہو جب بلازمت میں پڑتا

دیو شود۔[1] ‏ ‏ ‏ ‏ ہے تو شیطان بن جاتا ہے۔

ان کا نظریہ تھا کہ نوکری اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے سرکار کی نہیں۔ آپ دراصل مسلمانوں کو ذہنی غلامی سے بچانا چاہتے تھے۔ حضور مہاروی، حضور تونسوی اور آگے چل کر حضور سیالوی (علیہم الرضوان) نے انگریزی تمدن کے سامنے بند باندھنے کی بھرپور کوششیں فرمائیں وہ اس طوفان کو ملاحظہ فرما رہے تھے جو انگریز کے اقتدار کے ساتھ برصغیر میں امڈ آیا تھا۔ لارڈ میکالے کے فکری انداز کو وہ بھانپ چکے تھے لہٰذا اسلامی علوم کے احیاء کی کوششیں پوری قوت سے کی گئیں اور مسلمان عوام کو پوری طاقت سے اسلام کی طرف بلایا گیا۔

ان حضرات کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہوئیں؟ ایک غیر جانبدار محقق کہہ سکتا ہے کہ ان درباروں کے حوالے سے مسلمانوں کو مرکز مل گیا اور ان کی تہذیب بچ گئی۔ حضرت مہارویؒ نے جو پودا لگایا تھا حضور تونسوی نے اسے تناور درخت بنا دیا اور حضور سیالویؒ نے بڑی جرأت سے اس کی حفاظت فرمائی۔ جب انگریز کے خلاف تحریک چلی تو صف اول میں انہی آستانوں کے قائدین اور ان کے معتقدین نظر آتے ہیں۔

بد مذہب لوگوں سے بھی حضور خواجہ تونسوی کو عداوت تھی مذہب کے باغیوں سے

۱۔ نافع السالکین

وہ روابط کے قائل نہ تھے ملاحظہ ہو۔

سالک را باید کہ از صحبت بد مذہباں خودرا دور دارد۔ اگرچہ در صحبت ایشاں نعیم دنیوی موجود شوند ہرگز اختیار نہ کند بلکہ بہ گرسنگی و برہنگی گذران بہتر است۔[1]	سالک اپنے آپ کو بدمذہبوں کی صحبت سے دور رکھے خواہ ان کی صحبت میں دنیوی فوائد ہی کیوں نہ ہوں۔ ان سے ہرگز میل جول نہ رکھے بلکہ بھوکا اور ننگا رہنا ان کی صحبت سے بہتر ہے۔

مذہب سے بیگانگی کو سب مصائب کا اصل سمجھتے تھے مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کے نظریہ کے مطابق اسی لئے حکومت جاتی رہی کہ وہ مذہب سے دور ہو گئے تھے۔ اعمالکم عمالکم (تمہارے حاکم دراصل تمہارے اپنے اعمال ہیں) پر ان کا اعتقاد تھا۔ ظالم حکومت بدلنے کے لئے وہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو بدلنا ضروری سمجھتے تھے اسی بناء پر انہوں نے ہمہ گیر اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔[2]

آپ مذہبی قانون کی ہمہ گیر اور کلی بالادستی کے قائل تھے اور ہر اس فلسفہ زندگی کو رد فرماتے جو اس نظام کے خلاف ہوتا۔ اسی بناء پر وہ بے راہرو علماء اور کجرو صوفیاء کے بھی خلاف تھے۔

علماء وصوفیاء کی اصلاح

ایک عالم کے بگاڑ کو وہ ایک عالم (جہاں) کا بگاڑ سمجھتے تھے علماء کی گمراہی ان کے نزدیک ساری قوم کی گمراہی تھی۔ ایک عامی کی گمراہی اس کی ذات تک محدود ہوتی ہے مگر عالم کی گمراہی سے عوام بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا۔

نہ در جنت تنہا می روندو نہ در دوزخ بلکہ ہر دو طرف باجماعت کثیر روانہ می شوند۔[3]	وہ (علماء) نہ تو جنت میں تنہا جاتے ہیں اور نہ ہی دوزخ میں بلکہ دونوں جگہ ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

وہ اس علم کے حصول کے قائل ہیں جو محبت ربانی پیدا کرتا ہو جو ذریعہ ہدایت ہو

۱۔ نافع السالکین ص ۱۶۲
۲۔ انوار الاولیاء ص ۵۲۱
۳۔ نافع السالکین ص ۴۰

جو منبع عمل ہو اگر عالم عامل نہیں تو اس میں اور کتابوں کا بوجھ اٹھانے والے گدھے میں کیا فرق ہے۔[1]

آپ علوم قرآنیہ اور علوم فقہیہ کی تعلیم کو بے حد ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ فرض، واجب اور سنت وغیرہ کا علم ہو سکے اور عمل کو ایک بنیاد مل سکے جن علوم کا تعلق عمل سے نہیں ہے ہمارے حضرت انہیں سر دردی سے تعبیر فرماتے ہیں۔[2]

علماء کے علاوہ ایسی ہی باتیں وہ سالکوں اور صوفیوں کو بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر روحانی ترقی محض حصول دنیا کا ذریعہ ہو تو وہ حضرت کے نزدیک معیوب ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

سالک را باید کہ در عملیات تضیع وقت نکند کہ ایں راہزن و مانع راہ فقر است و مقصود اصلی یاد کردن حق است۔[3]	سالک کو عملیات میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے یہ مشغلے راہ فقر کے ڈاکو اور رکاوٹ ہیں مقصد اصلی یاد خدا ہے۔

ان کے نزدیک دونوں جہانوں کی کامیابی یہ ہے کہ انسان دین برحق کا غم کھائے۔[4]

آپ صوفیاء سے پوچھتے ہیں کہ آج ان کے حجروں سے فغان نیم شبی کی صورت میں اس شعر کی صدا کیوں بلند نہیں ہوتی جو شیخ الاسلام شکر گنج تنہائیوں میں سربسجود ہو کر درد دل سے پڑھا کرتے تھے۔

مقصود من خستہ ز کونین توئی　　از بہر تو میرم ز برائے تو زیم

ترجمہ: مجھ خستہ و شکستہ کا مقصود دونوں جہانوں میں صرف تو ہے صرف تیرے لئے مرتا ہوں اور تیری خاطر جیتا ہوں۔

دنیوی مقاصد کے لئے وظائف پڑھنے کی بجائے آپ ذکر جہر --- کلمہ طیبہ پسند فرماتے ہیں اور اسی کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حسب ارشاد رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حصول دنیا کے سب اوراد سے یہی ذکر افضل ہے۔[5]

آپ چاہتے ہیں کہ دنیا سے صرف وہ چند چیزیں ہی لی جائیں جن کے بغیر چارہ

۱۔ نافع السالکین ص ۱۲۲　　۲۔ ایضاً ص ۱۳۵
۳۔ ایضاً ص ۴۵　　۴۔ ایضاً ص ۳۰　　۵۔ انوار الاولیاء ص ۵۱۳

نہیں اور سالکان راہ انہیں دنیا میں شمار ہی نہیں فرماتے بلکہ یہ امور دینیہ ہی ہیں۔ ا۔ غذا اس نیت سے کہ طاقت عبادت کے لئے بحال رہے۔ ۲۔ کپڑا تاکہ ستر عورت ہو سکے۔ ۳۔ پانی کیونکہ اس کے بغیر زندگی کو بقا نہیں ہے۔ ۴۔ مسکن جس میں رہ کر عبادت ہو سکے۔ ۵۔ علم جس پر عمل کیا جا سکے۔[۱]

حضرت کا نظام الاوقات

آپ کے یہ ارشادات نرا فلسفہ نہ تھے آپ کے نظام الاوقات اور طرز زندگی سے ان پر عمل کی مہر لگتی ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

پیر پٹھان نماز مغرب سے فارغ ہو کر ایک پہر تک ذکر جہر فرما رہے ہیں اس ذکر کے بعد جو چاہے ملاقات کر سکتا ہے ملاقات سے فارغ ہو کر کھانا تناول فرماتے ہیں۔ پھر نماز عشاء باجماعت ہوتی ہے اب آپ حجرہ شریف کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں تہجد کے بعد ذکر جہر پھر شروع ہے جس کے بعد سماع خصوصی ہوتا ہے جو آپ کو بہت عزیز ہے اکیلے سنتے ہیں کسی اور کو اجازت نہیں ہے میاں احمد قوال ہی اس تنہائی میں ساتھی ہے نماز فجر سے پہلے اپنے تخت پر آرام فرما رہے ہیں۔ ادھر اذان ہوئی ادھر آپ مسجد میں تشریف لائے۔ نماز سے فارغ ہو کر حجرہ میں قدم رنجہ فرمایا ایک پہر کے بعد عام مجلس شروع ہوئی جس کے بعد کھانا اور قیلولہ فرمایا نماز ظہر سے عصر تک تلاوت کلام اللہ ہو رہی ہے عصر سے مغرب تک مسجد میں ہی قیام ہوتا۔ سفر و حضر میں اپنے معمولات پر شدت سے کاربند رہتے۔[۲]

سماع سے شغف تھا ایک دفعہ آنکھوں سے خون کے فوارے ابل پڑے ایک دفعہ نبضیں ختم ہو گئیں حاضرین نے سمجھا کہ خواجہ کاکیؒ کی طرح واصل بحق ہو گئے ہیں مگر نماز ظہر کے وقت آپ اٹھے اور نماز پڑھی۔[۳]

اصحاب اقتدار سے استغناء

علماء و صوفیاء کی اصلاح پر زور دینے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے اصحاب اقتدار کو آپ نے پرکاہ کی حیثیت نہیں دی بھری محفلوں میں انہیں شدت سے ڈانٹ پلائی پھر بھی والیان ریاست چاہتے تھے کہ حضورؒ ہی ان کے سر پر اقتدار کی پگڑی باندھیں۔[۴]

ا۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۶۴۸ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۴۵ (۲) نافع السالکین ص ۱۴۷، خاتم سلیمانی ص ۸۶، مناقب حافظیہ ص ۱۵ (۳) مناقب المحبوبین ص ۱۷۵۔۱۷۴ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۵۱۔۲۴۹ (۴) خاتم سلیمانی، نافع السالکین، انوار الاولیا ص ۶۸۔۵۲۶

حکام و امراء کے متعلق ان ارشادات کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ سالک را باید کہ از صحبت اہل دنیا دور باشد۔	سالک کو دنیا داروں کی محفل سے دور رہنا چاہیے۔
۲۔ قرب ایشاں ہلاکت جان است قرب سلطان آتش سوزاں بود	ان کے قرب سے جان ہلاک ہوتی ہے سلطان کا قرب جلانے والی آگ ہے۔
۳۔ صحبۃ الاغنیاء تمیت القلب ولو کانت ساعۃ۔[1]	اغنیاء کی ایک ساعت کی صحبت سے دل مر جاتا ہے۔

فرماتے تھے اہل دنیا سفید چشم اور بے وفا ہوتے ہیں مصیبت آتی ہے تو پیر فقیر تلاش کرتے ہیں آہ و زاری کرتے ہیں مطلب نہ ہو تو کبھی فقراء کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔[2]

یہی استغنا تھا کہ ڈیرہ غازی خان کے نواب عبدالجبار خان نے درویشوں کے خرچ کے لئے جاگیر پیش کی تو فرمایا۔

ما ایں جاگیر نگیریم کہ خلاف سنت پیراں و شیخاں ما ہرگز نخواہیم نمود کہ ایشاں قبول نہ کردہ اند۔[3]	ہم یہ جاگیر نہیں لیں گے کیونکہ ہم اپنے پیروں اور مشائخ کی سنت کے خلاف نہیں چل سکتے۔ انہوں نے جائیدادیں ہی قبول نہیں فرمائی ہیں۔

اس پر کچھ لوگوں نے کہا اپنے صاحبزادہ گل محمدؒ کے لئے ہی قبول فرمالیں۔ ذرا جواب ملاحظہ ہو۔

گل محمد را نیز حاجت جاگیر نیست اگر نعلین درویشاں راست کند برائے خدمت او مقرباں خدمتگار شوند۔[4]	گل محمدؒ کو جاگیر کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہے گا تو مقربین بطور خدمتگار اس کی خدمت کرتے رہیں گے۔

شہباز طریقتؒ نے طریقت کی لاج رکھ لی اور سلیمان دورانؒ نے خاتمیت محمدی

۱۔ نافع السالکین ص ۲۹۔۲۸ (۲) ایضاً ص ۸۲، انوار الاولیاء ص ۵۲۶
۳۔ ایضاً ص ۱۶۸ (۴) ایضاً ص ۱۶۱

کی عظمت کا جھنڈا سب جھنڈوں سے اونچا کر دیا۔

ہم محسوس کر رہے ہیں کہ مقالہ ذرا طویل ہو رہا ہے اور داستان محبت کی وسعتیں اپنا دامن سمیٹتی نظر نہیں آ رہی ہیں آیئے حضرت کی حیات طیبہ ظاہری کی آخری ساعات کی طرف بڑھیں۔ حضرت نجم الدین حیات طیبہ کے آخری ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۲۶ نومبر کے بعد وصال شریف تک یہ دوشعر آپ روزانہ دہرایا کرتے تھے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد — جو لوہا سنگ پارس کے ساتھ دوستی لگا لیتا ہے۔

فی الحال صورت طلا شد — وہ اسی وقت سونا بن جاتا ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد — اگر تند و تیز ہوا کے جھکڑ سارے روئے زمین کو اپنی گرفت میں لے لیں۔تب بھی اللہ کے مقبول بندوں کے چراغ نہیں بجھا کرتے۔

چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

ہم سمجھتے ہیں کہ حضور سلیمان دوراںؒ نے اپنی ساری حیات طیبہ کا نقشہ پہلے شعر میں کھینچ دیا ہے اپنی ذات اقدس کو آہن سے تشبیہ دے کر ذات خداوندی کو پارس قرار دیا ہے پارس نے لوہے کو اپنی جان بخش تاثیر سے فوراً سونا بنا دیا ہے۔ جب وہ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ گئے ہیں تو اب حوادث کی آندھیاں خواہ جتنی بھی طاقتور ہوں اس چراغ کو بجھا نہیں سکتی ہیں کیونکہ اس کا تعلق اب نور ازلی سے ہے۔ اب یہ کسی غیر فانی کا عکس ہے اب یہ نور مطلق کا پرتو ہے۔ سبحان اللہ! وصال اقدس کو ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے مگر ابھی تک ''چراغ مقبلاں'' پوری تابانیوں سے ضوریز ہے۔

آپ کی ذات پاک پر کل بھی اہل اللہ کو ناز تھا آج بھی ناز ہے کل بھی وہ آپ کے انفاس قدسیہ سے راہ ہدایت کے طالب تھے اور آج بھی ان کے انوار کے سہارے راہ حق پر چل رہے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ العالی حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے چھوٹے بھائی اور مرشد اہل سنت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالویؒ مدظلہ السامی مسند آرائے سجادہ سیال شریف کے چچا جان کیا خوب فرماتے ہیں۔

کجا لاف زور سلیمانؑ زنم
کہ چوں مور بے مایہ و بے پرم
غبار رہ منزل دوست فخریہ
چہ خوب است تاج و کلاہ سرم

جب میں ایک بے مایہ و بے پر چیونٹی کی طرح ہوں تو میں سیدنا سلیمان دوراں کے زور کے دعوے کیسے کرسکتا ہوں (میرا تو یہ اعزاز ہے کہ) اے فخر سیالوی! میرے سر کے لئے دوست محترم کی منزل کی طرف جانے والے راستے کا غبار تاج و کلاہ بن گیا ہے۔

ایک اور غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

سرم خاک رہ شاہ سلیماں
مرا فخر است ایں بسیار اے یار!

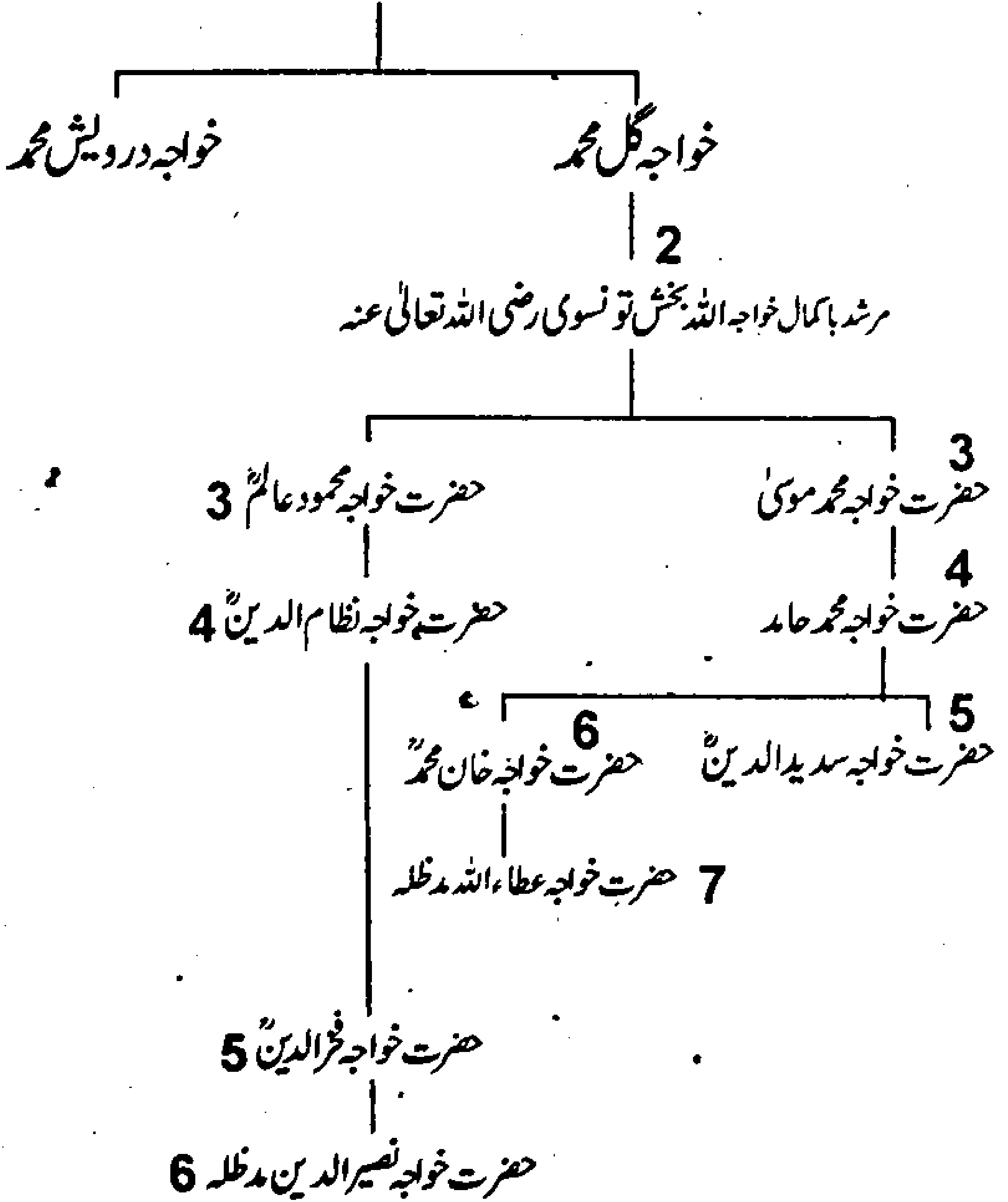
اے دوست! میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میرا سر شاہ سلیمانؓ کے راستے کی خاک بن گیا ہے۔

حضرت سلیمان دوراں کے بعد ان کے پوتے سیدی خواجہ اللہ بخشؒ مسند آرائے خلافت ہوئے آپ کے کمالات کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ ان کے دونوں صاحبزادے مسند نشین تھے لہٰذا دو سجادہ نشین ہوئے اب تک یہی سلسلہ جاری ہے البتہ حضرت خواجہ محمد حامدؒ کے جانشین حضرت خواجہ سدید الدینؒ کی اولاد نہیں تھی لہٰذا ان کے بھائی حضور خواجہ خان محمدؒ ان کے بعد مسند آرائے سجادہ ہوئے۔ اب خواجہ محمد موسیٰ کی گدی پر خواجہ عطاء اللہ مدظلہ اپنے اسلاف کی روایات کے امین ہیں تو خواجہ محمود عالم کی مسند پر خواجہ نصیر الدین مدظلہ رونق افروز ہیں۔ دربار سدا بہار آج بھی مرجع انام ہے۔ مرکز اولیائے عظام ہے اور ملجائے علمائے اعلام ہے۔

آباد خدا رکھے ساقی تیرا مے خانہ شراب محبت پلائی جا رہی ہے اور سلیمانی اقدار سے لوگ جھولیاں بھر کر لے جا رہے ہیں۔

درگاہ سلیمانیہ کے سجادہ نشین حضرات

سلیمانِ دوراں خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



شمس معرفت، بحر حقیقت

سیدنا خواجہ محمد شمس الدین سیالوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

۱۲۱۴ھ/۱۸۰۰ـ۱۷۹۹ء

سیال شریف

وفات شریف

جمعہ ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ سیال شریف

یکم جنوری ۱۸۸۳ء

''شمس اوج علم و دیں رفت''

۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء تذکرہ سید سکندر شاہ

عرش ''یگانہ'' بود تولد چہ اختری
۸۶ ۱۲۱۴ھ

''شمس منیر کشور دینی'' وصال او
۱۳۰۰ھ

روضہ اقدس کے مشرقی دروازے پر یہ شعر کندہ ہے۔

ولادت سراپا سعادت

شمس چشتیہ سیال شریف کے بالکل چھوٹے سے گاؤں میں حضرت میاں محمد یارؒ کے کاشانہ اقدس میں ۱۲۱۴ھ/۱۸۰۰۔۱۷۹۹ء شمس العارفین بن کر طلوع ہوئے۔ کسے خبر تھی کہ ضلع سرگودھا کے آخری کنارے کا یہ مختصر سا گاؤں معرفت و ہدایت کا منبع اور اصحاب قلب ونظر کا کعبہ بننے والا ہے۔ کون جانتا تھا کہ یہاں سے اہل نظر اٹھ کر برصغیر میں کئی نئی علم و حکمت کی بستیاں آباد کریں گے۔ کتنا پیارا نام ہے شمس الدین اور شمس چشتیہ نے اس مقدس نام کی کس حسین انداز سے لاج رکھی وہ دین کا شمس بن کے چمکے اور آسمان ولایت پر نہ صرف چھا گئے بلکہ لاتعداد چاند ستاروں سے پوری فضاؤں کو بقعہ نور بنا دیا۔ ولایت کو یوں بانٹا کہ بقول حضور خواجہ گولڑویؒ مرشد علی الاطلاق ٹھہرے، محبت کے قافلے پورے برصغیر اور افغانستان سے خطۂ پاک سیال کی طرف اُمڈ پڑے۔

شجرہ نسب

آپ کے شجرہ نسب میں پانچویں پشت پر حضرت شیر کرم علیؒ قادری کا نام نامی ملتا ہے جن کا مزار اقدس سیال شریف سے مغربی سمت آج بھی مرجع انام بنا ہوا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ علمدار کربلا سیدنا عباس ہیں آپ کا سلسلہ نسب بھی مولائے کائنات حضور حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف سے ملتا ہے اور چشتی ہونے کی وجہ سے روحانی سلسلہ بھی حضور کرار کے ہاتھ میں ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.

تعلیم و تربیت

اس زمانے میں پنجاب پر سکھوں کا تسلط قائم تھا مسلمان بے پناہ مصائب میں مبتلا تھے حضرت کے والد گرامی حضرت محمد یارؒ کو بھی سکھوں نے گرفتار کر لیا جس کی وجہ سے یہ خاندان بے پناہ مصائب میں مبتلا ہو گیا۔ ان مصائب کے باوجود انہوں نے اپنے لخت جگر کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک آپ نے یاد کر لیا۔ اب رخت سفر باندھا اور اپنے ماموں میاں احمد دینؒ کے ساتھ حصول علم کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ان دنوں میکی ڈھوک نزد فتح جنگ میں ایک مدرسہ چل رہا تھا آپ

چند ماہ وہاں رہے کریما اور نام حق وغیرہ کا درس یہیں لیا۔ آیئے خواجہ سیالوی کی اپنی زبان مبارک سے ان کی تعلیم کے متعلق کچھ سن لیں۔ حضرت خواجہ کی عمر مبارک چوراسی سال تھی کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد دین ثانیؒ نے آپ سے تعلیمی دور کے متعلق سوال کیا۔ مرأۃ العاشقین کے اردو ترجمے میں آپ کا جواب کچھ یوں مذکور ہے۔

''بیساکھ اور جیٹھ کے دو مہینوں میں میں نے موضع میکی ڈھوک میں کریما اور نام حق کا درس لیا اس کے بعد مکھڈ شریف میں ماموں احمد دین صاحب کی خدمت میں پند نامہ عطار شروع کیا حتیٰ کہ نظم کی تمام کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ اس کے بعد صرف ونحو اور منطق کی کتابیں مولوی علی محمد صاحب سے پڑھیں تیرہ سال وہیں گزارے پہلے سال شرح وقایہ اور دوسرے سال مطول کو پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد چھ ماہ کابل شہر میں رہ کر ہدایہ شریف کو پڑھا اور ساتھ ہی علم حدیث کی سند بھی لی۔ اس کے بعد تونسہ شریف میں لوائح حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں رہ کر تصوف کی چند کتابیں پڑھیں۔ جن میں خاص طور پر لوائح جامی لمعات عراقی شرح لمعات جامی سواء السبیل، کشکول کلیمی اور مرقع کلیمی قابل ذکر ہیں۔''
(کتاب مذکور ص ۶۷)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شمس معرفت نے علوم زیادہ تر مکھڈ میں مولانا علی محمدؒ سے پڑھے تیرہ سال کا طویل عرصہ یہاں گزارا ہدایہ اور حدیث کا درس کابل میں حضرت علامہ حافظ دراز (م ۱۲۶۳ھ) سے لیا۔ کابل جانے کا ذریعہ یوں بنا کہ میاں محمد امین نامی ایک تاجر نے وہاں جانا تھا۔ آپ کے استاد مولانا علی محمد صاحب سے عرض کی برکت کے لئے میں آپ کے شاگرد شمس الدینؒ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اجازت ملنے پر آپ وہاں تشریف لے گئے اور سفر سے یوں فائدہ اٹھایا کہ ہدایہ اور حدیث وہاں پڑھ کر علوم کی تکمیل کر لی۔[1]

تذکرہ علمائے پنجاب میں مذکور ہے کہ آپ نے اخلاص ضلع اٹک میں رہ کر ۱۰ سال تک حنفی فقہ کی تکمیل فرمائی تھی۔[2]

ان حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ شمس اسلام و معرفت نے سولہ سترہ سال

۱۔ انوار الاولیاء ص ۳۳۳

۲۔ تذکرہ علمائے پنجاب ج ۱ ص ۲۳۹

متداولہ اسلامی علوم کو دیئے تصوف کی جو کتب حضرت تونسویؒ سے پڑھیں وہ حضور نے آپ کو کس توجہ سے پڑھائیں۔ آیئے ذرا یہ بھی سنتے چلیں۔

''تصوف کی کتابیں مثلاً لوائح اور لمعات وغیرہ کو میں بغل میں لئے حضرت تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا' جب آپ کی نظر مجھ پر پڑتی تو ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلا کر سبق پڑھاتے اور دوران سبق اکثر اوقات بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ مہار شریف کے درویش خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد خاص و عام کا ہجوم تھا۔ اسی حالت میں بھی جبکہ آپ کو فراغت نہ تھی۔ اپنے ہاتھ سے آپ نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے فی الفور آپ کے پاس پہنچ کر کتاب کھولی اور سبق پڑھا۔''[1]

علوم ظاہری کے بعد اس انداز سے حضور تونسوی حضرت سیالوی کی روحانی آبیاری فرما کر انہیں شمس حقیقی بنانے میں مصروف تھے۔ یہ واقعات بیعت کے بعد کے ہیں ہم نے علوم کی تکمیلی مرحلے کی خاطر پہلے ذکر کر دیئے ہیں آیئے واپس مکھڈ شریف چلتے ہیں۔

بیعت

حضرت مولانا علی محمدؒ روحانی تسکین کے لئے کسی مرد حق کی تلاش میں تھے حضرت سیالویؒ نے ظاہری علوم ان سے مکمل کر لئے انہوں نے حضرت پر بڑی توجہ مبذول کی کھانا اپنے دسترخوان پر کھلاتے علمی مسائل پر آپ سے گفتگو کرتے دراصل مولانا بھی اپنے شاگرد کے علمی انہماک سے بے حد متاثر تھے۔ ان حالات میں حضرت کی صلاحیتوں کے وہ جوہر کھل گئے جو نامساعد حالات کی وجہ سے کملا چکے تھے۔[2]

اب مرشد کی طلب آپ کو بھی تھی ادھر سلیمان دوراں کا طوطی بول رہا تھا مولانا علی محمد کشاں کشاں اپنے شاگرد سمیت تونسہ شریف کے راستوں پر چل رہے تھے حضرت سیالویؒ اٹھارہ سال کے رعنا جوان تھے سرکار تونسوی کی نگاہ کرم دونوں پر پڑی تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دونوں استاد و شاگرد بیعت ہو گئے۔ اس وقت تونسہ شریف علم و حکمت کا مرکز تھا

۱۔ مرآۃ العاشقین ص ۷۰۔ ۶۹

۲۔ (۱ تا ۶) ملخصاً از تذکرہ صوفیائے پنجاب' تاریخ مشائخ چشت' انوار الاولیاء' تذکرہ علمائے پنجاب' پنجاب کے صوفی دانشور وغیرہ

چالیس اساتذہ پڑھا رہے تھے۔ ہر استاد بیس سے زائد اسباق پڑھا رہا تھا۔ حضرت سیالویؒ نے یہاں سے بھرپور علمی و روحانی استفادہ کیا۔

مولوی علی محمد صاحب کی اولاد نہیں تھی انہوں نے حضرت کی علمی تربیت بچوں کی طرح کی سارا مال و متاع بھی خواجہ غریب نوازؒ کے حوالے کر دیا اب حضرت مکھڈ شریف میں مولانا کے مدرسہ میں ان کے قائم مقام تھے عرصہ تک اپنے استاد کے مدرسے کا نظام چلایا۔[۲]

شادی و متاہل زندگی

والدین کا اصرار تھا کہ شادی ہو لیکن آپ مکھڈ شریف چھوڑ کر ازدواجی بندشیں قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ حضرت کے والد گرامی حضرت محمد یار نے حضور تونسویؒ کی سرکار میں استغاثہ کیا حضور تونسویؒ نے مولانا علی محمدؒ کو لکھا۔ ''مولویا! تو نے اس فقیر کو کیوں اسیر کر رکھا ہے اس کو باپ کے پاس بھیج دے۔'' ادھر شمس معرفتؒ کو ہدایت فرمائی کہ والدین کے پاس جائیں اور نکاح کریں۔ اب آپ سیال شریف تشریف لائے والدین نے آپ کے چچا میاں احمد یارؒ کی دختر نیک اختر سے آپ کی شادی کر دی۔[۳] شادی کے وقت آپ کی عمر مبارک چونتیس سال تھی۔

آپ کے والد گرامی اس زمانہ میں مالی تنگ دستی میں مبتلا تھے اکثر فاقوں کی نوبت بھی آ جاتی اور بے شمار تکالیف سے واسطہ پڑتا۔ دوسرے لفظوں میں یہ دور ابتلا تھا۔ آپ نے اب وطن میں ہی رہنے کا پختہ ارادہ فرما کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ عبادت و ریاضت پر بھرپور توجہ مبذول کی۔ سال میں کئی دفعہ تونسہ شریف فیوض باطنی کی دولت سمیٹنے تشریف لے جاتے۔[۴]

اپنے مرشد کریم سے بے پناہ محبت تھی تونسہ شریف سے چودہ دفعہ حضور تونسویؒ کے ساتھ پیدل مہار شریف کا طویل سفر اختیار فرمایا۔ راہ محبت کا یہ عظیم المرتبت راہی یوں چلتا کہ حضرت سلیمان دوراںؒ کا سارا سامان اس کے کندھوں پر ہوتا اور حضرت کی سواری کے آگے آگے چلتا رہتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ محبت سب کچھ کرایا کرتی ہے۔ ''عشق ازیں بسیار کردست و کند۔'' خدا جانے آپ نے ان چودہ پھیروں میں تصوف کے کتنے مراحل

طے فرمائے ہوں گے اور شہباز چشتیہ انہیں کن کن باطنی راہوں سے لے کر گزرے ہوں گے۔ [۵]

عطائے خلافت

آپ کی عمر مبارک ۳۶ سال ہوئی تو مرشد پاک نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ بیعت کا کام بڑے اہتمام سے کرنا اپنے اشغال میں معروف ہو کر اسے نظر انداز نہ کرنا۔ [۶]

ہم سمجھتے ہیں کہ حضور تونسوی محسوس فرما رہے تھے کہ ان کے سلسلہ عالیہ کا بہت زیادہ کام حضرت سیالویؒ نے سرانجام دینا تھا لہٰذا یہ خصوصی حکم ہوا کہ اشغال باطنی میں معروف ہو کر سلسلہ بیعت کو موقوف نہ کر دینا بلکہ طالبان راہ کی دستگیری جاری رکھنا اور ہم دیکھتے ہیں کہ بیعت و تربیت کو آپ نے بڑی اہمیت دی آپ کی مساعی سے بڑی تعداد میں چشتی آستانے قائم ہوئے حضرت مہارویؒ اور حضرت تونسویؒ کے مشن کو کمال جان فشانی سے آپ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وہی انداز جو مہار شریف سے چل کر تونسہ مقدسہ میں پہنچا تھا اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ سیال شریف ابر بہار بن کر برسا اور محبت اسلام اور عشق رسول کے لاتعداد گلشن کھلا گیا۔ جن کی مہک برصغیر سے باہر تک پھیلتی چلی گئی۔

آپ کا انداز تربیت

حضرت شمسؒ نے جو انداز تربیت سیال شریف میں اپنایا وہ بالکل تونسوی انداز کی نقل تھی۔ مشہور مؤرخ پروفیسر خلیق احمد آپ کے اس انداز کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

"شیخ شمس الدینؒ نے سیال شریف میں اپنا خانقاہی نظام اعلیٰ پیمانے پر قائم کیا تھا ان کے یہاں لنگر کا خاص اہتمام تھا تمام زائرین اور مسافروں کو کھانا لنگر خانے سے ملتا تھا شہر کے مفلسوں اور مسکینوں کو بھی کھانا دیا جاتا تھا۔ قیام کا انتظام بہت اچھا تھا چارپائی اور بستر ہر آنے والے کے لئے مہیا کئے جاتے تھے جو لوگ مستقلاً خانقاہ میں رہتے تھے ان کو کپڑا بھی دیا جاتا تھا۔" [۱]

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۷۰۵

اخلاق شمسیؒ

یہی پروفیسر خلیق احمد اپنی کتاب کے اسی صفحہ پر حضرت کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''شیخ سیالویؒ کے اخلاق بہت اعلیٰ تھے اجنبی اور ملاقاتی سے ایک طرح ملتے تھے ہر آنے والے سے خلوص اور محبت کا اظہار کرتے تھے ہمدردی سے دکھ درد کی داستان سنتے تھے اور مناسب حال علاج کرتے تھے شریعت کے معاملہ میں بہت سخت گیر تھے اور اس سلسلہ میں مریدوں پر سختی کو ضروری سمجھتے تھے نماز باجماعت پڑھتے تھے سماع بالمزامیر سے کلی اجتناب کرتے تھے۔''[۱]

یہ نظام تربیت جو تونسہ شریف سے آپ کو ملا تھا آج تک آستانہ شمسیہ کا طرۂ امتیاز ہے لنگر بفضلہٖ تعالیٰ روز اول کی طرح چل رہا ہے۔ درویش، فقیر، مسافر اور مرید اس لنگر سے مستفید ہو رہے ہیں۔ سادات اور علماء پر خصوصی کرم گستریاں ہوتی ہیں۔ اخلاق شمسیؒ کا سمندر آج بھی موجزن ہے اجنبی وہاں اجنبی نہیں ہوتا۔ میں نے مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین صاحب قبلہ سجادہ نشین دربار شمسیہ سے درخواست کی کہ میرے دوست خان عبدالرؤف خان صاحب ریٹائرڈ سفیر مقیم اسلام آباد آستانہ عالیہ پر چند دن حاضر رہ کر ڈاڑھی رکھنا چاہتے ہیں کیا انہیں آستانہ پر قیام کی اجازت ہے؟ تو آپ کا جواب تھا ڈاڑھی رکھنے میں تو دیر نہ کریں رہا میرا گھر تو وہ سب مسلمانوں کا گھر ہے جب چاہیں تشریف لائیں مجھے چشم براہ پائیں گے۔

حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین اپنے جد امجد حضور شمس معرفتؒ کے اخلاق عالیہ کا زندہ نمونہ تھے۔ سادات گرامی اور علمائے عظام کا وہ احترام شاید ہی کہیں چشم فلک نے دیکھا ہو جو حضورؒ کے ہاں تھا۔ عوام میں سے ہر ایک محفل میں یہی سمجھتا کہ حضرت کی توجہ اقدس کا مرکز میں ہی ہوں۔ آپ کے حالات طیبات میں کچھ مثالیں پیش ہوں گی۔ انگریز دشمنی بھی جو دربار شمسی کو مہار شریف اور تونسہ مقدسہ سے وراثت میں ملی انگریز رخصتی تک پوری قوت سے قائم رہی اور انگریزی طرز معاشرت اور انگریزی انداز فکر سے آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی۔

۱۔ تاریخ مشائخ چشت نیز انوار الاولیاء ص ۴۳۵۔۴۴۳

آغاز بیعت

سیال شریف قیام کے بعد جن لوگوں نے سب سے پہلے بیعت کی ان میں سرفہرست والدین کریمین تھے واضح بات ہے کہ والد بیٹے کے ہاتھ پر تبھی بیعت کر سکتا ہے جب اس میں شمسی رفعتیں اور سخاوتیں پیدا ہو جائیں شمس دور آسمان کی بلندیوں سے زمین کے سب ذروں کو نور تقسیم کرتا ہے ادنیٰ و اعلیٰ سب اس کے سامنے یکساں ہوتے ہیں اولیائے گرامی میں یہی کیفیات ہوتی ہیں اور اسی نکتہ کمال کو پا کر والد بھی ہاتھ بڑھا کر وہ ہاتھ تھام لیتے ہیں جو سلیمان دوراں کے ہاتھ سے ہوتا ہوا دور بہت دور امام انس و جان نبی آخر زماں علیہ الصلوٰۃ الرحمان کے دست رحمت تک جا پہنچتا ہے۔ فخر ملت خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ سیالوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شکر کہ دست پاک ازلی را
لاتعداد شکر ہے کہ پاک ازلی ہاتھ کو

دوست خدائے لم یزلی را
جو حی و قیوم خدائے قدوس کا دوست ہے

دست بدست از دور گرفتم
جہت سے ہاتھوں کے وسیلے سے بہت

صلی اللہ علیہ وسلم
دور سے میں نے بھی پکڑ لیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم

والدین شریفین کے بعد ان چار حضرات نے مقدس شمسی ہاتھ پر بیعت کی۔

۱۔ میاں چٹھہ کسب دار۔ ۲۔ شیخ عبدالجلیل قریشی۔ ۳۔ عبداللہ دین دار۔ ۴۔ میاں فضل احمد قریشی۔

انوار شمسیہ میں ان حضرات کے مختصر حالات درج ہیں۔[۱]

خاکساری میں عظمت

اب مخلوق خدا اُمڈ پڑی ان میں علماء بھی شامل تھے اور مشائخ بھی، خواص بھی شامل تھے عوام بھی، بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی، عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی، یہ تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی مگر اخلاق کریمانہ کا ذرا یہ پہلو ملاحظہ ہو۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ لاتعداد ہاتھ آپ نے تھام لئے ہیں تو ارشاد ہوا مختلف ہاتھ پکڑ رہا ہوں شاید کسی مغفور ہاتھ سے ہاتھ لگ جائے تو بخشا جاؤں۔ سبحان اللہ! یہی عظمت اخلاق تھی اور یہی انداز دلربائی تھا جو

۱۔ انوار الاولیاء ص ۴۳۴

تشنگان ولایت کو کھینچے لا رہا تھا۔ محمود و ایاز ایک صف میں کھڑے تھے کسی صف میں حضرت گولڑوی اور حضرت جلالپوری ہیں تو ان سے کندھا ملائے ایک کسان اور ایک کسب دار بھی کھڑا ہے۔ یہ روایات پھر آپ کی نسل پاک میں چل پڑیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ علاول شریف ضلع چکوال حضرت سیالویؒ کے خلیفہ حضرت سید محمد حیات شاہؒ کے عرس پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے رہائش گاہ سے نکل کر سٹیج پر خطاب کے لئے تشریف لانا تھا دروازے سے سٹیج تک آپ کے پروانوں کا وہ ہجوم تھا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ تھی دروازہ کھلا تو انسانوں کے اس سمندر میں طوفان بیقراری اٹھ آیا میں نے حلقہ یاراں بنایا کہ آپ کو اس طرح دھکم پیل سے بچا کر سٹیج تک لے جایا جائے۔ آپ کی طبع نازک پر یہ بات بہت گراں گزری۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ ''شاہ جی یہ حلقے توڑ دیں مجھے دھکے لگنے دیں کسی مغفور کا دھکا لگے گا تو میں بھی بخشا جاؤں گا۔''

اللہ! اب وہ صورتیں کس دیس بستیاں ہیں

پھر میں نے دیکھا کہ مجمع میں حضور گھرے ہیں انسانوں کا ریلا کبھی دائیں کبھی بائیں آپ کو دھکیلے جا رہا ہے اور آپ کے چہرے پر وہ جان بخش مسکراہٹ ہے جو سدا بہار کلیوں کی طرح اس پھول پر کھلا کرتی تھی۔

مسئلہ وحدت الوجود

اگر اولیائے چشت فلسفہ وحدت الوجود کے علمبردار رہے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے کمال شان تحقیق بھی دکھائی ہے مگر عام طور پر وہ حضرات اس مسئلہ کو اولیائے کرام کا وجدانی مسئلہ اور حل سمجھتے رہے ہیں لہٰذا اکثر حضرات چشتیہ نے اس پر بحثوں کی عوامی اجازت نہیں دی جیسا کہ ہم حضرت مہارویؒ اور حضرت تونسویؒ کے افکار میں لکھ آئے ہیں۔ حضرت تونسوی تو ایسی بحثیں بند کمروں میں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سیالویؒ کی اکثر محفلوں میں یہ مسئلہ زیر بحث آتا تھا آپ تفصیل سے اس کے مباحث بیان فرمایا کرتے تھے معترضین کے شافی جوابات بھی عطا فرماتے مخالفین کی مخالفت کو وہ پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے تھے یہ مخالفت ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی کیونکہ آپ ظاہری علوم کے بھی بحر ذخار تھے کئی منطق

بحثوں کا حضرت گولڑوی نے ذکر فرما کر آپ کے علمی کمالات کا بھرپور اعتراف فرمایا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت گولڑوی نے وحدت الوجود کی جس بھرپور علمی انداز سے تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ حضرت سیالوی کی مقدس محفلوں کا اثر تھا لیکن ان ساری علمی بحثوں کے باوجود اپنے مشائخ عالی مقام کے انداز کو ہی حضرت سیالوی اور حضرت گولڑوی نے بھی اپنایا۔ وحدت الوجود پر علمی اتھارٹی ہونے کے باوجود حضرت گولڑوی نے فرمایا ''وحدت الشہود ابتدائے سلوک اور نفس ایمان ہے۔ وحدت الوجود انتہائے مقام اور کمال ایمان ہے اس مقام کے لئے نہ امم سابقہ مکلف تھیں نہ یہ امت رحومہ یہ اخص الخواص کا مشاہدہ اور حال ہے قال نہیں۔''[۱]

مزید فرماتے ہیں ''وجود حقیقی صرف ذات واحد کا ہے اس کائنات کے تعینات و تنزلات اسمائے الٰہیہ کے ظل ہیں ان کا اپنا وجود کوئی نہیں ---- حقیقتِ عالم محض نمود ہے یہ بے بود و بے وجود صنعت کاملہ خداوندی سے مخلوق ہے ذات الٰہیہ اس سے وراء الوراء ہے عین نہیں۔ یہ دونوں قسمیں آثار باطنیہ ہیں لہٰذا عوام ان پر اعتقاد کے مکلف نہیں۔''[۲]

حضرت نے اخص الخواص کے الفاظ کا استعمال فرما کر طالبان حقیقت کو حقیقت بتا دی ہے۔ نیز کائنات کے تعینات و تنزلات کو اسمائے الٰہیہ کا ظل قرار دے کر مسئلہ کی مشکلات کی طرف بڑا بلیغ اشارہ بھی فرما دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسئلہ وحدت الوجود میں ہمارے اولیاء چشت کا انداز فکر بڑا واضح اور غیر مبہم ہے یہاں فلسفیانہ موشگافیاں نہیں ہیں یہ ان کے نزدیک وصول الی اللہ کا کامل ذریعہ ہے مگر حال ہے قال نہیں جو عوام و خواص کو سمجھ آ سکے یہ صرف اخص الخواص کا حصہ ہے۔ یہی نظریہ ہمیں شمس معرفت کے ارشادات میں ملتا ہے آپ اس نظریہ کو اساس عمل بنانا چاہتے ہیں لہٰذا توحید لسانی کے ساتھ توحید قلبی کو لازم قرار دیتے ہیں ہندوؤں پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اگرچہ عقیدہ توحید کو زبان سے مانا ہے مگر عمل کی اس پر بنیاد نہیں رکھی۔ اگر عقیدہ و عمل کو متعین نہ کرے تو وہ حضرت کے نزدیک بے معنی اور بانجھ ہے۔[۳]

۱۔ مہر منیر ص ۱۳ مولانا فیض احمد بار ششم ۱۹۸۱ء (۱۴۱۶ھ) پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور
۲۔ مہر منیر
۳۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۶۰۔۲۵۹

ہم حضور مہارویؒ کے حالات طیبہ میں اشارہ کر آئے ہیں کہ وحدت الوجود کی اشاعت عمومی سے اسلامی تشخص ختم ہوتا تھا لہٰذا انہوں نے اسے خواص تک محدود رکھا یہی انداز حضرت تونسویؒ کا رہا خواص میں بحثوں کے علاوہ حضرت شمس معرفت نے بھی اس مسئلے کو عام نہیں ہونے دیا یہی وجہ ہے کہ آپ زیادہ تر حافظ و جامی کا کلام سنتے تھے کیونکہ وہ اپنے کلام میں مضمون توحید علامتی اسلوب اور رمز و کنایہ کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں کچھ اور شعراء کا انداز شمشیر براں تھا لہٰذا اس وحدت کے مضمون کو آپ نے پسند نہیں فرمایا۔[1]

شریعت کی برتری

حضرت سیالویؒ اگرچہ مفکر و دانشور اجتہادی صوفیہ کے سرخیل ہیں مگر آپ ہر حال میں شریعت مطہرہ کی برتری اور عظمت کے قائل ہیں ان کے نزدیک شرعی قانون کی اہمیت اور بالادستی شک وشبہ سے بالاتر ہے حدود شرعی مطلق ہیں ان سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ آپ کے ملفوظات کے جامع سید محمد سعیدؒ نے کہا ''میں نے ایک رند سے سنا کہ جب تک نماز حقیقی یعنی وصال دوست حاصل نہ ہو تو اس وضو اور ظاہری نماز سے کیا فائدہ؟ -- فرمایا حقیقی نماز کے حصول کے گمان میں وہ ظاہری نماز سے بھی محروم رہتے ہیں جو نماز حقیقی کی اصل بنیاد ہے اور یہ نہیں جانتے کہ خدا نے ظاہری نماز حکماً فرض کی ہے پس جب کوئی آدمی شرعی آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو یقیناً بتدریج اسے نماز حقیقی کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔[2]

آپ نے روحانی ارتقاء کے لیئے ایسی چلہ کشی کی بھی ممانعت فرمائی جو اسلام کے مذہبی قانون سے متصادم ہو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت تصوف کو حقیقی اسلامی رنگ دینے کی کس حد تک سعی بلیغ فرما رہے ہیں۔ اسی بناء پر آپ فرقہ ملامتیہ کے ایسے افعال کو بھی ناپسند فرماتے تھے جو شریعت مطہرہ سے متصادم ہیں مگر ان کے باکمال لوگوں کے افعال کو شریعت کے خلاف نہیں کہتے بلکہ انہیں مقصود شریعت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ماضی کے ملامتی شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرتے تھے آج کے ملامتی تو شریعت کے باغی ہیں۔

۱۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۶۰

۲۔ ایضاً ص ۲۶۴ مرآۃ العاشقین ص ۱۷۹

قلندروں اور صوفیہ کا بھی آپ نے خوب موازنہ فرمایا ہے صوفیہ کو شریعت کے مطابق ثابت کیا ہے اور شریعت کے باغی قلندروں کی عادات کو ناپسند فرمایا ہے۔[1]

فضیلت علم

آپ علم کی فضیلت کے قائل تھے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ "جس نے علم کے بغیر زہد اختیار کیا وہ کفر کی موت مرا اور اس پر ایک قسم کا جنون مسلط کر دیا گیا۔"

علم عبادت سے اعلیٰ و ارفع ہے اسے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "عالم باعمل کی دو رکعت نماز تمام دنیائے بے علم کی عبادت سے بہتر ہے۔" علم کے ساتھ انسانی اقدار و روابط کو بھی آپ بے حد اہم سمجھتے ہیں ایک طالب علم حاضر خدمت ہو کر کہتا ہے "میرے والد صاحب نحیف اور ضعیف ہیں وہ اس امر کی اجازت نہیں دیتے کہ میں کہیں اور جا کر پڑھوں آپ اس بارے میں جو ارشاد فرمائیں میں اسے بسر و چشم قبول کروں گا۔" آپ نے پوچھا "تمہارا کوئی اور بھائی ہے۔" اس نے عرض کیا "کوئی نہیں" آپ نے فرمایا "اگر تم اپنے باپ کی راحت کی کوئی اور صورت پیدا کر سکو تو علم حاصل کرو ورنہ حقوق والدین دوسرے تمام حقوق پر مقدم ہیں' لہٰذا تم والد کے جیتے جی اس کی خدمت کر دو کیونکہ علم سے مقصود بھی عبادت اور حق شناسی ہے۔"[2]

ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ عبارت میں حضرت نے مقصد علم کو انتہائی بلیغ انداز سے بیان فرما دیا ہے۔ مقصود علمی عبادت کی درستی اور حق شناسی ہے یعنی ۔ علم کہ راہ حق نہ نماید ضلالت است۔ جو علم راہ حق کی طرف نہ لے کر نہیں جاتا وہ صرف اور صرف گمراہی ہے تضیع وقت ہے بقول خواجہ تونسوی دردسر ہے۔ حقیقی علم کی حضرت سیالوی کو کس حد تک تڑپ ہے ذرا ملاحظہ ہو۔ "گردش روزگار سے میرا دم آخریں قریب آ پہنچا ہے لیکن اب بھی میرے اندر کتب سلوک و توحید کے مطالعے کا شوق ذرہ برابر کم نہیں ہوا۔"[3]

طالب علم لڑکے نے جس انداز کا حضرت سے سوال کیا ایسا سوال ہی عظیم مفکر ژاں پال سارتر سے کیا گیا تھا تو اس کا جواب تھا اس قسم کے معاملات میں کوئی فرد کسی

۱۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۶۴۔ ۲۶۳ مرآۃ العاشقین ص ۱۸
۲۔ مرآۃ العاشقین ص ۴۰۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۶۵
۳۔ مرآۃ العاشقین ص ۴۰

دوسرے فرد کی رہنمائی نہیں کر سکتا ہر فرد کو خود ہی انتخاب کرنا ہوتا ہے چاہے یہ عمل کتنا ہی کرب ناک کیوں نہ ہو۔ جہاں ژاں پال سارتر دکھی انسانیت کا ہاتھ نہیں پکڑتا اور جواب سے راہ فرار اختیار کرتا ہے وہاں شمس معرفتؒ انسانیت کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور دکھی انسانیت کے زخم پر مرہم رکھ دیتے ہیں کہ یہی انداز مصطفوی ہے۔ آپ کا یہ عمل انسانی فلسفہ پر محمدی فلسفہ حیات کی برتری ثابت کر دیتا ہے۔

قاضی جاوید کا غلط انداز فکر

ہم نے حضرت کے حالات طیبہ لکھتے ہوئے چند احوال مشہور مؤرخ و محقق قاضی جاوید کی کتاب پنجاب کے صوفی دانشور سے بھی لئے ہیں مگر ہمیں ان کے ایک نظریئے سے اختلاف ہے آیئے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

جاوید قاضی فرماتے ہیں ''سید علی ہجویریؒ کی طرح خواجہ شمس الدین سیالویؒ بھی عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے ایک حد تک تو یہ بات دنیا بھر کے صوفیوں کے لئے درست ہے کہ تاہم خواجہ سیالویؒ اس معاملے میں ان سے چار قدم آگے دکھائی دیتے ہیں عورتوں کی ازدواجی زندگی، شادی اور محبت جیسے جذباتی، نفسیاتی اور سماجی مسائل کے بارے میں ان کی رائے جاننے کے لئے ہمیں مرآۃ العاشقین کا درج ذیل اقتباس پیش نظر رکھنا ہوگا ان کے جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ ''فرمایا سالک کو عورتوں کی محبت سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ عورت پر ہی تمام تعلقات کا مدار ہے نیز عورتوں کی محبت پر ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ چند دنوں کے بعد اس سے سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بقول حضرت علیؓ [۱] **النکاح سرور شهر و حزن دهر وکسر ظهر ولزوم مهر**۔ ضمناً فرمایا ''لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کی دو رانوں کے درمیان گویا رس سے بھرا شہد کا چھتہ ہے لیکن جب ان کی شادی ہو جاتی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ تو بھڑوں کا چھتہ ہے اور پھر تمام عمر کف افسوس ملتے رہتے ہیں۔''

پھر جناب جاوید دربار عالیہ تونسہ شریف کے ایک خادم گوہر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں جو لنگر سے چوری کر کے نکاح کے لالچ میں ایک عورت کو غلہ دیتا تھا اس نے غلہ کھا لیا

۱۔ نکاح ایک ماہ کا سرور ہے اور ساری زندگی کا غم ہے۔ کمر توڑ دیتا ہے اور مہر الگ لازم کرتا ہے

مگر نکاح نہ کیا تو یہ صاحب کیس عدالت میں لے گئے عورت سے عدالت نے روپے تو لے لئے مگر خواجہ تونسوی کی خدمت میں بھیج دیئے گوہر کا راز کھل گیا تو خواجہ تونسوی اسے فرمایا کرتے ''تو نہ تو عاشق ہوا اور نہ فاسق ہوا' چند برس تک حضرت تونسویؒ اسے انہیں الفاظ سے یاد فرماتے۔ خواجہ سیالویؒ ان الفاظ کی پوری شرح فرماتے ہیں۔ ''میں نے کہا فاسق سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق کام کرے اور اہل اللہ کے نزدیک یہ چیز بری ہے۔ خواہ نکاح ہو یا زنا۔''[1] ان اقتباسات کے بعد جناب قاضی جاوید یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ''ازدواجی زندگی اور شادی کے سماجی ادارے کے بارے میں ہمارے ممدوح کی رائے انتہا پسندانہ ہے وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ سالک کو حتی الوسع مجرد رہنے کی کوشش کرنی چاہئے یہ درست ہے کہ سید علی ہجویری اور پنجاب کے دیگر صوفی دانشوروں نے بھی ایسی ہی رائے کا اظہار کیا تھا لیکن خواجہ سیالویؒ اس پر اکتفا نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں نکاح بھی زنا کی مانند ہے اور منکوحہ عورتوں سے مجلس رکھنا بھی زنا کے برابر ہے۔ بلاشبہ اس انتہا پسندانہ رویے کا دفاع محال ہے یہ رویہ انسانی مسرتوں کے بارے میں منفی سوچ کی نشاندہی کرتا ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے جدید صوفی دانشوروں کا رویہ انسانی زندگی اور اس کے مسائل کے بارے میں کس قدر تجریدی ہو چکا ہے جیسا کہ برٹرینڈرسل لکھتا ہے ''شادی دو انسانوں کے مابین حد درجہ مکمل اور مقدس رشتہ ہے۔'' اس رشتے کی قدر و قیمت کم کرنے والا ہر فلسفہ انسانی مسرتوں کا دشمن ہے اسے آج کے انسان کے لئے موزوں قرار دینا حماقت ہے۔''[2]

سب سے پہلی بات جو ہم جاوید صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ حضرت سیالویؒ نے خود متاہلی زندگی گزاری اور آپ کی عائلی زندگی بڑی شاندار روایتی اور مثالی تھی۔ آپ کے بے شمار خلفاء اور مریدین نے بھرپور عائلی زندگی گزاری آپ نے نہ خود مجرد زندگی کو اختیار فرمایا اور نہ ہی کسی خلیفہ و مرید کو مجرد زندگی گزارنے کا حکم دیا پھر آپ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ فرما لیا کہ حضرت سیالویؒ کی ازدواجی زندگی اور شادی کے سماجی ادارے کے بارے میں انتہا پسندانہ ہے ہمارا خیال ہے کہ آپ کا یہ الزام انتہا پسندانہ ہے

۱۔ مرآۃ العاشقین ص ۱۷۲۔۱۷۱

۲۔ پنجاب کے صوفی دانشور ص ۲۶۸۔۲۶۵

آپ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت سیالویؒ نے تصوف اور زندگی کو شریعت اسلامی کے تابع فرمایا کون نہیں جانتا کہ شریعت اسلامی کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو سنت اسلامی قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی (نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرا نہیں ہے) کیا پھر حضرت سیالویؒ سے ان کی تعلیمات کی روشنی میں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ شادی کے سلسلہ میں انتہا پسندانہ رویہ رکھیں گے۔

آپ یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ حضور داتاؒ اور دیگر صوفیہ بھی اس تجرد کے قائل ہیں مگر حضرت سیالویؒ چند قدم آگے نکل جاتے ہیں آپ یہ فرمائیں کہ جو حوالہ بذات خود آپ نے امام صوفیہ حضرت حیدر کرارؓ کا نقل کیا ہے اس کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہیں وہ شمس العارفینؒ سے چار قدم اور آگے تو نہیں نکل گئے اور کیا اس طرح وہ بھی ازدواجی زندگی کے بارے میں انتہا پسند تو نہیں ہو گئے۔

یقیناً اسلامی علوم کے مطالعہ کے دوران آپ نے خواتین کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے مبارک پڑھی ہو گی انھن حبال الشیطان (وہ تو یقیناً شیطان کی رسیاں ہیں) آپ کے نظریئے کے مطابق سرکار ابدالقرار عرش وقار علیہ السلام کا یہ انداز بھی کہیں انتہا پسندانہ تو نہیں ہے؟ جن کے پاس شادی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے مالی ذرائع نہ ہوں ان لوگوں کو سرکار علیہ السلام نے تجرد کی زندگی گزارنے کی ہدایت فرمائی اور شہوت توڑنے کے لئے روزے کا حکم دیا۔

تو کیا یہ سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی انتہا پسندانہ رائے تھی؟ اگر نہیں تو پھر حضرت سیالویؒ کی رائے کیوں انتہا پسندانہ ہے۔

آپ کا یہ ارشاد کہ حضور سیالویؒ اس زمانے میں نکاح کو بھی زنا سمجھتے ہیں اور منکوحہ عورتوں سے مجلس رکھنا بھی زنا کے برابر قرار دیتے ہیں۔ بالکل ناسمجھی پر مبنی ہے آپ کی تحریر سے واضح ہے کہ گوہر خادم کو ایک مخصوص پس منظر میں خواجہ سیالویؒ نے فاسق قرار دیا' مطلب یہ تھا کہ سوائے خواہش نفسانی کے غلبے کے اس پر اور کوئی خیال طاری نہ تھا اور صرف اسی خواہش کی تسکین کے لئے وہ غلط راستے سے نکاح تک پہنچنا چاہتا تھا۔ یہ انداز فاسقانہ

ہے مگر آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اسلام نکاح صرف شہوت رانی کے لئے جائز قرار نہیں دیتا۔ اسلام کے سامنے نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ ہے جس کا مدار نکاح پر ہے اسلام ایک مرد کو محصن اور ایک عورت کو محصنہ بنانا چاہتا ہے اور اس کا نکاح پر مدار ہے اسلام آنے والی نسل کی صحیح تربیت کرنا چاہتا ہے اگر نکاح کے بغیر اولاد ہوگی تو اس کی تربیت کا کون ضامن ہوگا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ توالد و تناسل بذریعہ نکاح احصانی ہو اور بچوں کی تربیت ان کے محصن والد اور محصنہ و عفیفہ والدہ کے ذمہ ہو۔ اب اگر معاشرہ اس راستے سے ہٹ جائے اور نکاح محض شہوت رانی کا ذریعہ بن جائے تو اسے حضرت سیالویؒ جیسا مقدس اور علمبردار و محافظ اسلام زنا سے تشبیہ نہ دے گا تو اور کیا کہے گا؟ کاش آپ حضرت کا بلیغ کلام سمجھ سکتے۔

برٹرینڈ رسل سے غلط استدلال

آپ نے برٹرینڈ رسل کا حوالہ غالباً یہ رعب ڈالنے کے لئے دیا ہے کہ آپ مغربی مفکرین کے افکار سے بھی واقف ہیں مگر آپ یہ بات بھول گئے کہ برٹرینڈ رسل کے اپنے ملک انگلستان میں "دو انسانوں کے درمیان اس حد درجہ مکمل اور مقدس رشتے" کی مٹی کس طرح پلید ہو رہی ہے۔ ہر نکاح سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ اور کتنے فیصد نکاح طلاقوں کی زد میں ہیں؟ بیوی صرف اس جرم میں خاوند سے طلاق بذریعہ عدالت لے لیتی ہے کہ صاحب بہادر سوتے ہیں خراٹے بھرتے ہیں وہ خاوند کو اس لئے چھوڑ دیتی ہے کہ وہ اس کے "پیارے کتے" سے پیار نہیں کرتا۔ کیا ایسے رشتے ہی مقدس اور مکمل ہوتے ہیں؟ دراصل وہاں شہوت رانی کے دریا بہہ رہے ہیں۔ حضور سیالویؒ کی دوربین نگاہ دیکھ رہی تھی کہ انگریز فحاشی و بے حیائی کا طوفان ساتھ لا رہا ہے لہٰذا سرکار سیالؒ نے بے حیائی سے اجتناب کے راستے متعین فرمائے۔ عورت کو مسلط کرنے سے روکا۔ عورت کی محبت راہ خدا میں حائل ہو تو اسے جھٹک دینے کا حکم دیا۔ توجہ الی اللہ کو مرکز فکر بنایا اور ایک ولی برحق سے ہم اسی بات کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ ظلم یہ ہے کہ جناب جاوید ایک طرف تو حضرت کو مسند ولایت کا عظیم صوفی اور علوم محمدیہ کا ترجمان سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ایسے مقدس انسان سے جدید دور کے مطابق اس معاشرتی زندگی کی بے حجابیوں کی تائید بھی چاہتے ہیں جس کی نمائندگی ان کے ممدوح برٹرینڈ رسل کر رہے ہیں۔ برٹرینڈ رسل اسلام کا کتنا بہی خواہ ہے؟ اس نے دنیا کے تمدنوں پر

ایک جامع کتاب لکھنے کی کوشش کی مگر پوری دنیا کے تمدنوں کو لکھنے کے بعد اسلامی تمدن کا خانہ خالی چھوڑ دیا۔ اسے پوری دنیا میں کہیں اسلامی تمدن کا وجود نظر نہیں آیا اور حضرت جاوید اس کے حوالے سے ہمیں نکاح کا انتہائی مکمل اور مقدس رشتے کا تقدس سمجھانے چلے ہیں۔

فرائڈ کا فراڈ

یورپ کے ایک اور ''عظیم مفکر'' فرائڈ صاحب نے اس رشتے کا تقدس ایک اور انداز سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے ساری دنیا کے انسان صرف ایک نکتہ پر متحد ہیں وہ نکتہ جنسیت پرستی ہے اس سے کسی نے پوچھا معصوم بچہ جب ماں کا دودھ پی رہا ہوتا ہے تو اس میں جنسیت کا جذبہ نہیں ہوتا' جناب فرائڈ نے برجستہ جواب دیا وہ ماں کو محبوبہ سمجھ کر اس کا دودھ چوس رہا ہوتا ہے۔ کیا یہی ''مقدس مفکرانہ انداز'' ہیں جن کے لئے ہم اپنے عظیم صوفیہ کی اصلاحی کوششوں پر انہیں انتہا پسند کہیں گے اور انہی مسرتوں سے روکنے والے فلسفہ کو انسانی مسرتوں کا دشمن قرار دیں گے اور یہی وہ حماقت ہوگی جس سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ برٹرینڈ رسل اور فرائڈ کے فراڈوں کو بقول جاوید قاضی مان لیا جائے؟ دراصل مغرب کے پیمانے الگ ہیں ان سے رسول ہاشمی کے غلاموں کو نہیں ناپا جا سکتا کیونکہ

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

وحدت الوجود اور جبریت

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے وہ لوگ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں عقیدہ جبریت کو تسلیم کر چکے ہیں اور عملی دنیا سے الگ ہو گئے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو

جو کرے سو آپ کرے ہے مفت ہمیں بدنام کیا

مگر حضرت سیالوی وحدۃ الوجود کے اقرار کے باوجود جبریوں اور وحدت الوجودیوں کے درمیان ''خط فاصل'' کھینچ دیتے ہیں۔ پہلا فرق یہ ہے کہ جبری لوگ تعداد اور تکثر کے قائل ہیں مگر صوفیہ وحدت کو تسلیم کرتے اور کثرت سے انکار فرماتے ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جبریہ کا رویہ مجہولی ہے اور وہ خارجی جبر کو بہ امر مجبوری قبول کرتے ہیں جبکہ صوفیہ حضرات خارجی جبر کو اپنی ذات کا جزو بنا کر معروضیت کو موضوعیت میں بدل دیتے ہیں

اس انداز سے جبر جبر نہیں رہتا بلکہ اختیار بن جاتا ہے کارل مارکس بھی ہمارے صوفیہ کے ساتھ ہے جب وہ کہتا ہے کہ جبر کا شعور اختیار ہے۔

حضرت سیالویؒ نے جب خارجی جبر کو جزو ذات بنا کر اختیار میں بدل دیا تو توکل کا مفہوم اسی حوالے سے متعین فرماتے ہوئے تین قسمیں قرار دے دی ہیں۔

پہلی قسم شریعت محمدی علی صاحبہا السلام کا مظہر ہے۔ حضرتؒ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ انسان جس کام میں بھی مصروف و مشغول ہو اس کا حاصل و نتیجہ من جانب اللہ شمار کرے اپنی محنت پر ہی بھروسہ کرے۔

دوسری قسم توکل طریقت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ دل کو سب خارجی و داخلی تعلقات سے منقطع کر کے کمال یکسوئی سے ذات ربانی کی طرف متوجہ کیا جائے دل پر وہ کیفیت طاری ہو جائے کہ وہ ذات اعلیٰ جل مجدہٗ سے مل کر مقام وصال کی مسرتوں سے ہم کنار ہو جائے۔

توکل کی تیسری اور سب سے اعلیٰ قسم توکل حقیقت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فرد اپنی ذات کو یوں محو کر دے کہ ذات خداوندی کے بغیر ہر شے کی نفی ہو جائے اس مقام پر پہنچ کر فرد کو توکل کی حقیقت معلوم ہوتی ہے خودی کی نفی سے کامل آزادی کا سورج طلوع ہوتا ہے اور فرد کے وجود میں "یا ایک نیا فرد جنم لیتا ہے۔ اس نظریہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ راہ سلوک کا نکتہ اول شریعت ہے اور اس کی تکمیل حقیقت ہے۔ جناب جاوید کا یہ کہنا "حضرت سیالویؒ کے نظریہ توکل سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ شریعت' طریقت اور حقیقت میں امتیاز رکھتے تھے" بھی ان کی پہلی تحقیق کی طرح غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ حصول عظمت انسانی کے لئے حضرت سیالویؒ شریعت کی پیروی لازمی قرار دیتے ہیں یہی نظریہ آپ کے مرشد دادا مرشد اور دیگر اسلامی تصوف کے علمبردار مشائخ گرامی کا ہے۔

تصنیفات

آپ نے اگرچہ اپنی کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی مگر آپ کے ملفوظات آپ کے خلفائے گرامی اور علمائے معتقدین نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ذکر کئے ہیں حضرت سید سعیدؒ نے مرآۃ العاشقین کے نام سے آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں حضرت معین الملۃؒ

حضرت کا کی، حضور شیخ الاسلام فرید اور حضرت نظام الاولیاء علیہم الرضوان سے ہی چلا آ رہا تھا۔ ان ملفوظات میں ان حضرات کی زندگیوں اور افکار کی جھلکیاں بڑی وضاحت سے ملتی ہیں سیدی شمس معرفتؒ کی حیات طیبہ اور افکار عالیہ و افعال زاکیہ کے کوائف بڑی تفصیل سے مرآۃ العاشقین میں ملتے ہیں۔ حضرت جلال پوری، حضرت گولڑوی، حضرت مرولوی اور حضرت چاچڑوی وغیرہ نے بھی آپ کے ارشادات افکار اور معمولات کو لاتعداد جگہوں پر اپنی تصانیف و محافل میں نقل کیا ہے حضرت پیر سیال لج پال کے الفاظ بڑی کثرت سے دل کی گہرائیوں سے الفت و محبت کی اداؤں کے ساتھ ان کی تقریر و تحریر کا ماحصل ہے۔

وصال شریف

چشتیوں کا یہ نیر تاباں چھیاسی سال کی عمر ظاہری پا کر قریباً پچاس سال مسند ارشاد سجا کر عالم بالا کی طرف مراجعت فرما ہوا آپ کے تین فرزند تھے۔ ا۔ حضرت خواجہ محمد دینؒ (جانشین شمس معرفت) جنہیں عموماً حضرت ثانی سیالویؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۲۔ خواجہ فضل الدینؒ۔ ۳۔ حضرت شعاع الدینؒ۔

وصال شریف سے پہلے آپ نے محرم ۱۳۰۰ھ میں اپنے وصال کی خبر دے دی تھی آپ کی خواہش تھی کہ حیات طیبہ ظاہری اپنے مرشد برحق سے زائد نہ ہو۔ حضرت ثانی خواجہ محمد دینؒ نے عرض کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ آپ کی چالیس سال ابھی زندگی رہے۔ فرمایا۔ اے فرزند مجھے اعتبار نہیں کہ وہ چالیس دن بھی ہو۔ یہ پندرہ محرم کی بات ہے اور چوبیس صفر ۱۳۰۰ھ بروز جمعہ نماز صبح کے بعد آپ ذکر پاس انفاس فرماتے رہے مجلس نشینوں پر نگاہ رخصت ڈالی چہرہ مقدس قبلہ کی طرف پھیر لیا وجود اقدس میں جنبش ہوئی علامات وصال طاری ہوئیں حاضرین رونے لگ گئے لمحہ کے بعد ایک سانس بھری جان پاک ملأ اعلیٰ کی طرف چلی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرولویؒ کچھ اور علماء اور مرآۃ العاشقین کے مؤلف نے مل کر غسل آخر دیا۔ مولانا مرولویؒ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ نماز ظہر جنازہ کے بعد ادا کی گئی۔ تاحد نگاہ انبوہ عوام تھا۔ شمس معرفتؒ غروب ہو رہا تھا۔ میر اور محمد قوالوں نے فراقیہ غزلیں پڑھیں۔ وجود اقدس کو صندوق میں رکھ کر قبر میں نماز عصر سے پہلے رکھ دیا گیا جہاں آج شاندار روضہ

مبارک موجود ہے۔ قل اور چہلم میں آنے والوں کو تبرکاً نقدی ادا کی گئی آنے والوں کی بے حد خدمت کی گئی۔ حضرت کے وصیت نامے کے کچھ اقتباسات ہم نقل کر کے اپنے قارئین کو انداز شمسی سے متعارف کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ''میرے دادا بزرگوار کئی دیہات میں اراضی اور جائیداد رکھتے تھے اور ان کے پاس مال مویشی بھی بہت کچھ تھا اسی طرح میرے والد بھی فارغ البال تھے۔ بعد ازاں میں نے حضرت تونسوی سے بیعت کی تو میرے پاس ظاہری اسباب روز بروز گھٹتے گئے۔ چنانچہ مجھے کبھی روٹی مل جاتی اور کبھی سات سات دن فاقے سے گزار دیتا تھا لیکن میں نے کبھی کسی کے سامنے فاقے کا راز فاش نہ کیا اس وقت خدا کے فضل سے میرے پاس دنیا کی تمام چیزیں اور کئی ہزار نقد روپے موجود ہیں میں اراضی اور دنیوی ساز و سامان مہیا کر سکتا تھا لیکن ہمیں اس فانی دنیا سے محبت نہیں ہاں البتہ دو چیزیں جو ہمارے مشائخ کا ورثہ ہیں مجھے عزیز ہیں ایک درویشوں کی محبت دوسرے شیخ کی اطاعت ---- چار چیزوں پر استقامت پیدا کرنا توکل، تسلیم، صبر اور قناعت ---- اے فرزند! میں نے یہ وصیت کی باتیں اس لئے تھوڑی کہی ہیں کہ افسوس ہے اس آدمی پر جو مرتے وقت محبوب حقیقی سے روگردانی کر کے اپنے دوستوں اور بیٹوں کے ساتھ معروف گفتگو ہو اور اولاد کو مال و اولاد کی وصیت کرتا رہے ---- اے فرزند! اگر مستحبات پر تمہیں قدرت نہ ہو تو فرائض میں ضرور مشغول رہنا تاکہ تم سعادت دارین پا سکو۔'' [1] ان وصیتوں کے بعد حضرت ثانیؒ کو سیدنا خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی کی خدمت میں بھیجا اور حضرت صاحبزادہ فضل الدینؒ کو اپنے پاس رکھا۔ ثانی صاحبؒ کو جلدی واپسی کا فرمایا حضرت ثانی ۲۱ صفر کو واپس آئے اور ۲۴ صفر کو حضور کا وصال ہو گیا۔ [2]

بڑی مشکل سے پیدا اک وہ آدم زاد ہوتا ہے جو خود آزاد جس کا ہر نفس آزاد ہوتا ہے

میر تقی میر نے کیا خوب کہا۔

مت سہل ہمیں جانوں پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

دربار سدا بہار تونسہ شریف سے محبت کا یہ عالم کہ وصال سے پہلے حضرت صاحبزادہ فضل الدینؒ نے عرض کیا ''اس مسکین کو فیوضات رحمانی میں سے کوئی چیز عنایت

۱۔ مرآۃ العاشقین ص ۹۲۔۲۸۹

۲۔ ایضاً

ہو۔" آپ نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی طرف رہنمائی کی کہ وہیں جایا کرو اور عین اسی موقع پر حضرت خواجہ محمد دین کو تونسہ شریف بھیج دیا جو وصال اقدس سے صرف تین دن پہلے واپس تشریف لائے۔

مختلف لوگوں نے تاریخ وصال کہی۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے کہا۔

چوں سرور جست تاریخش زہاتف بگفتا شمس اوج علم دین رخت

۱۳۰۰ھ

آپ کی روحانی عظمتوں کے ذکر میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ حضور مہارویؒ اور حضور تونسویؒ نے احیائے چشتیت' اطاعت نبوی اور قانون اسلام کی برتری کے جو پودے اہل ایمان کے دلوں میں لگائے تھے حضور سیالویؒ نے ان کی آبیاری فرمائی۔ ولایت محمدی کو یوں بانٹا کہ اپنے دور میں عالم اسلام میں شمس تاباں نظر آئے۔

حضرت اعلیٰ گولڑویؒ نے آپ کو مرشد علی الاطلاق کہا اور جب حضرت حاجی امداد اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حج کے موقع پر آپ کو باطنی نعمت دینا چاہی تو فرماتے ہیں۔" میرے دل میں خیال گزرا کہ جو رخ انور ہم نے دیکھا ہے جہاں میں اور کہیں نظر نہیں آتا آخران کے اصرار پر عرض کی کہ اگرچہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن چونکہ آپ بخوشی عنایت فرما رہے ہیں لہٰذا آپ کا شکر گزار ہوں تاہم اس عنایت کو اپنے شیخ طریقت کی طرف سے سمجھتا ہوں۔[1]

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں" آفاق عالم میں اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور شمس العارفینؒ قطب مدار اور غوث الاغیاث ہیں قطب مدار کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کا سایہ نہیں رہتا۔ حضرت مولانا مرولہ شریف[2] والے حلفیہ بیان فرماتے تھے کہ آخری دس سال پیر سیال کا سایہ نہیں تھا نہ رات کو اور نہ دھوپ میں۔ ایک چھپر ہوتا تھا بہت بڑا (اس چھپر کی میں نے بھی زیارت کی تھی) وہ حضور دن کو بھی اور رات کو بھی اپنے سر پر رکھتے تھے یہ چھپانے کے لئے کہ کسی کو عدم سایہ کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ فرماتے ہیں" میں ضعیف آدمی ہوں اوس پڑتی ہے اس سے بچنے کے لئے اسے ساتھ رکھتا ہوں۔"[3]

۱۔ مہر منیر ص ۱۰۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۸۶ (۲) خواجہ معظم دین مرولوی (۳) ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۱۹۷

لاتعداد مخلوق نے آپ سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کیا جو آیا خالی نہیں گیا۔ راقم الحروف (سید محمد ذاکر حسین شاہ) کے ساتھ مشہور مناظر اور صوفی منش عالم دین مولانا اللہ یار خانؒ چکڑالوی آستانہ عالیہ پر ایک مناظرہ کے سلسلہ میں ہی حاضر ہوئے۔ میں نماز ظہر سے پہلے حضور شیخ الاسلامؒ سے اجازت لے کر واپس آ گیا اور مولانا کو حضرت نے وہاں روک لیا۔ بعد میں کچھ احباب نے بتایا کہ مولانا اللہ یار نے رات روضہ شریف کے اندر بسر کی وہ بے ہوش ہو گئے ہوش نہ آئی تو انہیں اندر ہی رہنے دیا گیا سویرے جب روضہ اقدس کا دروازہ کھلا تو باہر آئے۔ کئی اور باتیں بھی سنی گئیں۔ میں نے چاہا کہ خود حضرت مولانا کی زبان سے بات سنوں۔ جب ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا ''نماز ظہر کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے مجھے کہا مولانا! آپ نے روضہ شریف پر حاضری نہیں دی۔ میں نے جواباً کہا۔ وہ بلائیں گے تو جاؤں گا۔ نماز عصر کے بعد مسجد کے صحن میں آئے تو میں نے کہا حضرت! اب مجھے روضے والے بلا رہے ہیں، میں جا کر مزار کے پاس مراقب ہوا۔ ساری رات گزر گئی میں محویت کے عالم سے باہر نہ آیا سورج نکلنے کے بعد دروازہ کھلا تو میں باہر آیا۔ پھر حضرت کے فیوض کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اللہ یارؒ نے کہا۔ ''حضرت بڑے ہی سخی انسان ہیں فنا و بقا کی منازل طے کرا دیتے ہیں میں نے دو قبروں والوں کو بے حد سخی پایا ایک صاحب سخن ملتان کے قبرستان میں ہیں اور دوسرے خواجہ شمس العارفین سیالویؒ''

خلفائے عالی مقام

حضور سیالویؒ نے سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے بہت سے لوگوں کو خلافت سے نوازا۔ ان حضرات نے برصغیر کے مختلف حصوں پر عوامی تربیت کا سلسلہ پھیلا دیا۔ فکری طور پر لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا اور مستقبل میں یہی افکار قیام پاکستان کا سبب بنے لہٰذا یہ کہنا ''اولیاء کا ہے فیضان، پاکستان پاکستان'' بالکل بجا اور حرف بحرف صحیح ہے۔ بہت سے خلفاء میں سے پینتیس کا ذکر مختلف تذکروں میں ملتا ہے۔[1] چند مبارک نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد الدینؒ المعروف حضرت ثانی سیالوی (فرزند) ۲۔ حضرت

صاحبزادہ فضل الدین سیالویؒ (فرزند) ۳۔ حضرت صاحبزادہ شعاع الدین سیالوی (فرزند) ۴۔ حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہؒ جلال پور شریف۔ ۵۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف راولپنڈی۔ ۶۔ حضرت مولانا فضل الدینؒ چاچڑ شریف (شاہ پور) ۷۔ حضرت مولانا معظم الدین مرولہ شریف سرگودہا۔ ۸۔ حضرت مولانا محمد امین چکوڑی شریف گجرات۔ ۹۔ حضرت سید محمد شاہ غزنوی ساکن کٹاوارہ علاقہ بویک خیل خراسان۔ ۱۰۔ حضرت سید اکرام شاہؒ علاقہ رسول نگر۔ ۱۱۔ حضرت سید نو بہار شاہؒ سنجر ڈیرہ غازی خان۔ ۱۲۔ حضرت میاں پیر بخشؒ خواجہ آباد میانوالی۔ ۱۳۔ حضرت میاں خوشنودؒ یوسف زئی ساکن کابل۔ ۱۴۔ حضرت سید محمد حیات شاہ صاحب نارگ علاول شریف چکوال۔ ۱۵۔ حضرت سید رستم علی شاہؒ پونچھ کشمیر۔ ۱۶۔ حضرت سید سعید شاہ بھتہ لاہور مؤلف مرآۃ العاشقین۔ ۱۷۔ حضرت سید شاہ اللہ بخشؒ حاجی پور ڈیرہ غازی خان۔ ۱۸۔ حضرت حافظ صاحب سمو کے والا اٹک۔ ۱۹۔ حضرت میاں محمد طیبؒ جالندھری بلبل پڑی وغیرہم

آپ کے خلفاء میں سے ہر ایک ہزار ہا عقیدت مندوں کا مرکز ہے مگر مقدم الذکر آٹھ دس حضرات کے جلو میں تو لاکھوں افراد ہیں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اور آستانہ قدسیہ جلال پور شریف تو برصغیر کے ان چند آستانوں میں شمار ہوتے ہیں جن کا سکہ پورے ملک میں رواں ہے۔ حضرت گولڑویؒ پر بھی فقیر نے دو مقالے سپرد قلم کئے ہیں۔ جن میں سے ایک رسالہ شمس الاسلام بھیرہ میں شائع ہوا۔

آستانہ عالیہ جلال پور شریف کے سجادہ نشین حضرات جلوہ فرماتے ہوئے

۱۔ خواجہ خواجگاں سید غلام حیدر شاہؒ۔

۲۔ حضرت خواجہ سید محمد مظفر علی شاہؒ۔

۳۔ حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ اولؒ۔

حضرت خواجہ محمد فضل شاہؒ نے حزب اللہ کے نام سے ایک جماعت قائم فرمائی اس کی شاخیں دور دور تک قائم فرمائیں۔ ملک گیر دورے فرمائے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں ملت کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ آپ کا انداز خطاب نرالا ہوتا تھا۔ چشتیت کے بہت سارے علاقوں میں نئے چراغ جلائے۔ اپنے مرشد خانے سے دربار جلال پور شریف کی

عقیدت سب سیالوی حلقوں میں مسلم ہے اور آج مسند پر حضرت سید برکات احمد شاہ مدظلہ اپنے والد گرامی کے روحانی مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اپنے پیر خانے سے محبت و عقیدت کی روایات کو آگے بڑھانے میں معروف ہیں۔

۴۔ حضرت خواجہ سید برکات احمد شاہ مدظلہ العالی۔

آستانہ چشتیہ گولڑہ شریف کے سجادہ کو زیب بخشنے والے حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں

ا۔ محقق ولایت، منبع ہدایت، خواجہ خواجگاں پیر سید مہر علی شاہؒ۔

حضور سید پیر مہر علی شاہؒ علوم ظاہری کے مایہ ناز محقق و مدقق اور اہل سنت کے مرجع تھے مرزا قادیانی کا غرور آپ نے خاک میں ملا دیا۔ بدمذہب لوگوں کی تردید میں کتب تحریر فرمائیں۔ عقائد اہل سنت کا مثالی دفاع فرمایا۔ اقبالؒ نے آپ کی طرف کئی مسائل میں رجوع کیا۔

۲۔ خواجہ خواجگاں حضور خواجہ پیر سید غلام محی الدین شاہ بابو جیؒ۔

حضرت بابو جیؒ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں قوم کے مجاہدوں کو ولولہ تازہ سے نوازنے کے لئے ریڈیو پر خطاب فرمایا۔ تحریک ختم نبوت میں اپنے والد گرامی کے شاندار کردار کو مزید آگے بڑھایا۔

۳۔ مخدوم ملت خواجہ خواجگاں حضرت سید غلام معین الدین مدظلہ العالی۔

حضرت خواجہ غلام معین الدین مدظلہ العالی کے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام نصیر الدین مدظلہ نے حضرت اعلیٰ کے تبلیغی انداز کو آگے بڑھاتے ہوئے کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ کے قلم سے اہل سنت کو بے شمار امیدیں وابستہ ہیں تازہ تالیف ''نام ونسب'' ہے جس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب کی تحقیق و تدقیق فرمائی گئی ہے کئی ضمنی مسائل کو بڑے عالمانہ انداز میں حل کیا گیا ہے۔ کتاب تحقیقی شاہکار ہے اللہ کریم نے حضرت کو علمی، فکری، تحقیقی اور ادبی عظمتوں سے نوازا ہے۔ آپ عربی، اردو اور پنجابی کے عظیم شاعر ہیں۔ تصوف کی شاعرانہ روایات کے امین ہیں وہ خود بھی عنفوان شباب میں ہیں اور ان کی قادر الکلامی بھی اپنی جوانی کے جوبن پر ہے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین

بیالوی کی شہادت پر آپ کا مرثیہ ادبی وفنی خوبیوں کا مرقع ہے۔ نعت گوئی میں آپ ایک منفرد مقام کے حامل ہیں معلوم ہوتا ہے آپ حضور گولڑویؒ کے انداز بیان کی ایک حسین تفسیر لکھ رہے ہیں۔

آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کے اصحاب ولایت

۱۔ خواجگان چشت بھیرہ امیر ملت حضرت خواجہ خواجگاں پیر محمد امیر شاہؒ۔

دربار عالیہ سیال شریف سے حضور خواجہ محمد امیر شاہؒ کو مثالی محبت تھی آپ نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف فرمائی۔ بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت ثانی خواجہ پیر محمد شاہؒ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کے ساتھ پورا تعاون کیا ملک گیر دورے فرمائے قیام پاکستان کے بعد کشمیر کی آزادی کی جنگ میں محاذ پر تشریف لے گئے اور جہاد میں عملاً حصہ لیا۔

۲۔ مجاہد ملت خواجہ پیر محمد شاہؒ۔

۳۔ ضیائے ملت، مفسر قرآن حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری۔

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے ہمہ جہتی اسلام کی خدمت کی ہے آپ نے پانچ جلدوں میں تفسیر ضیاء القرآن لکھی ہے۔ سرکار علیہ السلام کی حدیث پاک پر تاریخی اعتراضات کے جوابات "سنت خیر الانام" میں دیئے ہیں کتاب بڑی ہی تحقیقی اور علمی ہے۔ اپنے موضوع پر بے مثل معلومات کا خزانہ ہے۔ شاندار دارالعلوم بھیرہ میں قائم فرمایا ہے اس کی کئی شاخیں ملک میں قائم فرمائی ہیں۔ اسلام آباد کی شاخ وسیع رقبے پر قائم ہے۔ آپ مایہ ناز مقرر بھی ہیں اور خطیب ملت بھی آپ صاحب طرز ادیب ہیں ازہر یونیورسٹی سے سند فضیلت حاصل کی۔ عربی ادب میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے نوری قلم نے ہزارہا صفحات کی کتابیں لکھ کر انوار کے غیر فانی گلشن کھلائے ہیں آپ کے انفاس قدسیہ سے گلشن چشتیت میں بہار آئی ہوئی ہے آپ قانونی مہارت کی وجہ سے پاکستان سپریم کورٹ میں جسٹس کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ صاحبزادگان آپ کی اعلیٰ تربیت کا حسین نمونہ ہیں۔ حضور شیخ الاسلامؒ کے آپ منظور نظر ہیں۔

آستانہ عالیہ مرولہ شریف کے اصحاب ولایت

۱۔ خواجہ خواجگان مولانا محمد معظم الدین مرولوی۔

علم و حکمت کے نیر تاباں فقر و ولایت کے ماہ لمعاں تھے۔ اعلیٰ حضرت سیالویؒ آپ کو اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے جائیداد سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت خواجہ علامہ محمد حسین مرولویؒ۔

اعلیٰ حضرت مرولویؒ کے صاحبزادے تھے۔ علم و عمل کا حسین پیکر تھے۔

۳۔ حضرت خواجہ غلام سدید الدینؒ۔

اعلیٰ حضرت کے پوتے تھے۔ مرولہ شریف کی عظمتوں کو خوب چمکایا۔ حضور شیخ الاسلام سیالویؒ کی آپ پر خصوصی نگاہ کرم تھی۔ اکثر اپنی موجودگی میں آپ کو خطاب کا حکم ہوتا تھا۔

۴۔ حضرت خواجہ حمید الدین احمد مدظلہ السامی۔

رونق افروز سجادہ ہیں اپنے اسلاف کی روایات کے امین ہیں۔

آستانہ عالیہ چاچڑ شریف

۱۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ مولانا فضل الدینؒ چاچڑوی۔

نگاہ پیر سیالؒ کے پروردہ تھے نوازشات کریمانہ سے وافر حصہ ملا تھا۔ محبت رسول ﷺ کا نمونہ تھے۔

۲۔ حضرت خواجہ مولانا محمد نصیر الدینؒ فرزند اول۔

علم و عمل کا حسین امتزاج، فقر و غنا کا شاہکار تھے۔ قلندرانہ ادائیں تھیں۔ جلال وہ کہ الامان جذبہ وہ کہ الحفیظ۔ حضرت خواجہ سیدی محمد بدر الدین سیالویؒ سے بے حد چاہت تھی لاتعداد روایات دونوں حضرات سے وابستہ ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیزؒ فرزند ثانی۔

۴۔ مولانا حضرت محمد یعقوب مدظلہ۔

زیب سجادہ ہیں۔ حضرت عبدالعزیز کے نواسے ہیں۔

شاہ سیال کے غلاموں کی فہرست بہت طویل ہے محترم محمد مرید احمد آف چک

جانی پنڈ دادنخان سب کے ذکر کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ ہم ان چند گوہر ہائے تابدار کی ضیا باریوں پر ہی کفایت کر رہے ہیں کیونکہ شمس سیالؒ کے جس پھول پر نگاہ پڑتی ہے کچھ ایسا منظر سامنے آتا ہے کہ ۔

شمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

جس شجر سایہ دار سدا بہار کی شاخیں رشک بہاراں ہیں اس کے اپنے حسن کا عالم کیا ہوگا۔

امام عارفاں، خواجہ خواجگاں

حضرت سیدنا محمد الدین ثانی لاثانی سیالوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت

۱۲۵۳ھ

۳۸۔۱۸۳۷ء

سیال شریف

وفات شریف

۲ رجب ۱۳۲۷ھ

۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء سیال شریف

"رہبر چشتیاں محمد دینؒ"

۱۳۲۷ھ

ولادت سراپا سعادت

سیدی خواجہ محمد الدین ثانی رضی اللہ عنہ ۱۲۵۳ھ/ ۳۸۔۱۸۳۷ء میں آستانہ قدسیہ سیال شریف میں حضور شمس معرفت خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ کے کاشانہ اقدس میں دنیائے ظاہری میں تشریف فرما ہوئے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی فارسی درسیات اپنے عظیم المرتبت والد گرامی سے پڑھیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور شمس معرفت ظاہری علوم کے بھی محقق و مدقق عالم تھے اور اپنے شیخ گرامی حضرت سلیمانؒ دوراں تونسوی کی سنت کو جاری رکھتے ہوئے تدریس بھی اختیار فرما رکھی تھی۔ اپنے لخت جگر اور نور نظر کو بھی ابتدائی فارسی درسیات کا خود سبق دیا۔ دراصل ہماری ابتدائی فارسی درسیات میں اخلاق اسلامی اور تصوف کی تعلیم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ کریما اور پند نامہ عطار پر سرسری سی نگاہ ڈالیں تو آپ اسلامی اخلاق اور نبوی تصوف کا مہکتا گلشن اپنی نظروں کے سامنے پائیں گے۔ آج جدید تعلیمی نصابات میں اخلاقیات کا کہیں مستقلاً درس نہیں ہے۔ ہمارے قدیم نصاب کے مرتبین کے سامنے یہی حقیقت تھی کہ اگر طالب علم ابتدائی درسیات میں اخلاق اسلامی اور تصوف محمدی سیکھ لے گا تو عملی زندگی میں "سراپا خیر" بن جائے گا۔ اسی بناء پر آغاز ان کتب سے کرایا جاتا تھا اور اس گئے گزرے دور میں بھی ہمارے دینی مدارس میں یہ کتب شامل نصاب ہیں۔

جب ان کتابوں کے پڑھانے والے شمس معرفتؒ ہوں اور طالب علم ثانی لاثانی سیالوی ہوں تو واضح بات ہے کہ یہ اشعار مجسمہ عمل بن کر حیات ثانی میں داخل ہو گئے ہوں گے اور انفاس شمس نے اپنے بیٹے کے دل و دماغ میں عشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھر دیا ہوگا جسے اخلاق اسلامی نے مزید جلا دی ہوگی اور یہی چیز آگے چل کر ہم حضرت ثانیؒ کی زندگی میں پاتے ہیں۔

ابتدائی فارسی درسیات کے بعد آپ نے علوم دینیہ مولانا محمد سلیمان اور کچھ عرصہ مولانا فتح محمد آف سلیانہ ضلع جھنگ سے پڑھے۔ اعلیٰ کتب اور تکمیلی مرحلہ حضرت خواجہ معظم الدین مرولویؒ سے طے فرمایا۔[1] حضور شمس معرفت کے غلاموں میں یوں تو علماء عالی مقام

۱۔ تذکرہ علمائے پنجاب ج ۲ ص ۶۳۰

کی ایک جماعت کثیرہ شامل ہے مگر دو حضرات مجتہدانہ صلاحیت کے مظہر اور بحر تحقیق کے شناور تھے ایک یہی حضرت خواجہ معظم الدین مرولویؒ جن پر حضرت پیر سیال کی بڑی ہی نگاہ اور توجہ تھی اور یہی آپ کے عظیم المرتبت جانشین حضور ثانی سیالویؒ کے استاد گرامی تھے دوسرے عظیم مجتہد اور محقق حضرت اعلیٰ گولڑوی تھے جن کے علم و فضل کا ایک زمانہ معترف ہے اور جن کی علمی عظمتوں کے سامنے متنبی قادیاں آنے کی جرات نہ کر سکا۔ جنہوں نے اختلافی مسائل میں مذہب حقہ اہل سنت کی اس انداز سے توضیح فرمائی کہ سب اندھیرے کافور کر دیئے۔

علمی و دینی خدمات

آستانہ قدسیہ کے پروگراموں کو ہمہ جہتی آگے بڑھایا دینی علوم کے لئے شاندار انتظام فرمایا۔ آستانہ عالیہ علماء و طلباء کا جمگھٹا بن گیا۔ باطنی علوم کے متلاشی بھی پیر سیال کے دربار سدا بہار کی طرف پروانہ وار آرہے تھے اور علوم اسلامیہ ظاہریہ کے طلب گار بھی کشاں کشاں منبع علم و حکمت سیال شریف کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چند گھروں پر مشتمل یہ چھوٹی سی بستی برصغیر کے لئے عموماً اور پنجاب کے لئے خصوصاً "مرکز ثقل" بن چکی تھی۔ ذکر اللہ سے فضائیں معمور تھیں اور صلوٰۃ وسلام کے نغموں سے ہوائیں مسرور تھیں۔

حضرت ثانی کے دور میں مہمان خانے تعمیر ہوئے۔ لنگر خانوں میں وسعتیں آئیں۔ مجلس خانہ شایان شان تعمیر ہوا۔ روضہ اقدس پورے حسن و جمال سے عشاق کی نظروں میں سمایا۔[1]

آستانہ عالیہ سیال شریف کی علمی درسگاہ ظاہری و باطنی انداز سے بہت آگے بڑھی۔ دینی خدمات کا ایک نیا ریکارڈ قائم ہوا۔ مسلمانوں کی اصلاح کا جو کام علاقہ میں آپ کے عظیم المرتبت والد نے جاری فرمایا تھا آپ نے اسے مزید آگے بڑھایا مریدوں کو تعلیمات محمدی پر عمل پیرا کیا' جس مشن کو مہار شریف اور تونسہ شریف نے قائم کیا تھا آپ نے اسی مشن کو آگے بڑھانے میں پوری زندگی صرف فرما دی۔ انگریز دشمنی کی روایات کو مزید جلا بخشی جس کے نتیجہ میں آپ کی اولاد امجاد نے ہر میدان میں انگریز کی مخالفت کو اپنا

۱۔ تذکرہ علمائے پنجاب ج ۲

طرۂ امتیاز بنایا آپ نے ستائیس سال تک مسند عالیہ شمسیہ کو زینت بخشی اور ان ستائیس سالوں میں انتھک محنت سے سینکڑوں سالوں کا کام نمٹایا۔ متلاشیان حق جوق در جوق آئے اور شمس معرفتؒ کے جانشین نے ان کی دستگیری فرمائی۔

خلفائے عالی مقام

آپ کے لاتعداد خلفاء تھے تبرکاً چند نام پیش خدمت ہیں۔

۱۔ خواجہ خواجگان حضرت محمد ضیاء الدین سیالویؒ۔ ۲۔ حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی بھیرہ۔ ۳۔ حضرت قاضی امیر عبداللہ ناڑوی۔ ۴۔ حضرت سید غلام فرید شاہ خواجہ آبادی۔ ۵۔ مرشد و محمد حضرت خواجہ سید رسول [1] بولہ شریف۔ ۶۔ حضرت سید غلام نصیر الدین شاہ خواجہ آباد۔ ۷۔ حضرت سید امیر علی شاہ سلہو کی شریف۔ ۸۔ حضرت مولانا فیض رسول چکوڑوی۔ ۹۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم سوتہ۔ ۱۰۔ حضرت مولانا غلام حسین مکھیانوی۔ ۱۱۔ حضرت مولانا سید احمد دین گانگوی۔ ۱۲۔ حضرت مولانا غلام خواجہ کلوروی۔ ۱۳۔ حضرت سید الف شاہ علاول شریف۔ ۱۴۔ حضرت مولانا محمد شریف سرکی شریف۔ ۱۵۔ حضرت مولانا محمد اکرم بہاول پوری۔ ۱۶۔ آغا سید محمد سعید جان پشاوری۔ ۱۷۔ حضرت سید تجمل حسین شاہ پشاوری۔ ۱۸۔ حضرت میاں دوست محمد چنیوٹی۔ ۱۹۔ حضرت سید غلام مرتضٰی شاہ بخاری۔ ۲۰۔ حضرت میاں عبدالرحمان محمدی شریف۔ ۲۱۔ حضرت مولانا غلام رسول سدوالی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وصال پاک

شمسی سجادہ کے وارث نے ۲ رجب ۱۳۲۷ھ ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور شمس معرفت کے روضہ اقدس میں مشرقی سمت محو خواب ہیں۔ آپ شریعت کی

---

[1] خواجہ سید رسول رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ پیر سید محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ نامور خلیفہ تھے۔ زہد و تقویٰ شعار تھا۔ توکل علی اللہ کی تصویر تھے عالم باعمل تھے۔ آپ نے خلافت راقم الحروف (سید محمد ذاکر حسین شاہ) کو عطا فرمائی۔ حضرت خواجہ سید رسولؒ نے بے شمار لوگوں کو علم دین کی تعلیم اپنے اخراجات پر مختلف دینی مدارس میں دلائی۔ جس گاؤں کے مولانا محمد خان اعوانؒ سابق مدرس آستانہ عالیہ سیال شریف بھی ان لوگوں میں شامل تھے راقم الحروف نے حضرت خواجہ سید رسولؒ کے حالات ایک مضمون میں لکھے ہیں جناب محمد مرید احمد کی کتاب میں چھپیں گے۔

اتباع اور عشق رسول علیہ السلام کا نمونہ کامل تھے۔ ''رہبر چشتیاں محمد دین'' تاریخ وصال ہے۔

۱۳۲۷ھ

اولاد امجاد

حضرت ثالث خواجہ خواجگاں سیدنا محمد ضیاء الدینؒ کے علاوہ آپ کی باقی اولاد یہ ہے۔

۲۔ سیدنا خواجہ محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ علم و عمل کا حسین مرقع تھے۔ روایتی شاہ زور تھے کوئی حریف سامنے تک نہیں سکتا تھا۔ حسن باطن کے ساتھ حسن ظاہر کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ فقیر راقم الحروف نے آپ کی زیارت کی۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ جب گورنر پنجاب عبدالرب نشتر (مرحوم) آستانہ قدسیہ پر سلامی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے چند شعران کی آمد پر مناسب موقع ارشاد فرمائے۔ مجمع نے بے حد پسند کئے۔ اپنے لئے قطعہ مزار بھی خود تحریر فرمایا جو مزار اقدس پر آج کندہ ہے۔ صاحب اولاد تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ آپ کے داماد تھے۔ دوسری صاحبزادی حضرت خواجہ محمد بدر الدینؒ (برادر حضور شیخ الاسلامؒ) کے گھر تھیں۔ صاحبزادگان میں خواجہ مظہر الحق'' بیرونی ممالک میں بھی رہے۔ دوسرے صاحبزادے خواجہ منظور الحق ہیں۔ مزار اقدس روضہ انور سے جنوب کی طرف مرجع انام ہے عظمائے خاندان کے اور بھی بہت سارے مزارات آپ کے ساتھ اور اندر جنوبی کمرے میں ہیں۔ آپ کے مزار سے مغرب کی طرف مستورات محترمات کے مزارات ہیں۔

۳۔ حضرت خواجہ محمد سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ۔ علم و فراست کا مجموعہ تھے۔ اعزازی جج بھی رہے۔ طبیعت میں ظرافت تھی کسی بھی فقرے کو ذومعنیین بنا دینا آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ محافل میں گفتگو فرماتے تو انہیں زعفران زار بنا دیتے۔ آپ کا بنگلہ اصحاب علم و فکر کا مجمع بنا رہتا تھا ہر موضوع پر گفتگو رہتی اور آپ علمی لطائف سے محفل کو مسحور فرما دیتے۔

ایک دفعہ حضور خواجہ تونسویؒ تشریف لائے کرسی کو رونق بخشی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی روایتی ادب پسندی کی وجہ سے زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا۔ جاؤ بھاگ کر کرسی لاؤ۔ کسی نے کہا حضور یہاں کسی کی کیا ضرورت ہے فرمایا ''فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا ہے پیر صاحب تونسہ شریف کرسی پر ہیں پیر سیال شریف زمین پر ہیں اب ان کے

خلفاء گڑھے کھود کر نیچے بیٹھیں گے۔" حضرت تونسویؒ ہنس دیئے اور حضور شیخ الاسلامؒ کو کرسی پر بٹھا دیا۔

محفل میں شامل اصحاب علم وفکر کے نام آپ ترتیب وار لے رہے تھے فلاں صاحب' فلاں صاحب دفعتاً اپنا نام لینے کی بجائے فرمایا "میں صاحب" حاضرین اس ادا پر ہنس دیئے۔

عدالت کے فیصلے سناتے ہوئے بھی آپ کی رگ ظرافت پھڑک کر ماحول کو ہنسا دیا کرتی تھی۔

آپ کی اولاد پاک کو بھی علم وعمل کی دولت عطا ہوئی ہے حضرت صاحبزادہ حاجی رب نواز مدظلہ معروف شخصیت ہیں پوتے بھی اپنے اسلاف کے راستے پر چل رہے ہیں۔

دوسرے دو صاحبزادوں کے اسمائے گرامی خان صاحب اور حضرت غیاث الدین ہیں۔ خان صاحب کافی عرصہ پہلے وصال پا گئے تھے آپ کا مزار بھی اپنے عظیم بھائی خواجہ محمد عبداللہؒ کے پاس ہے اور خان صاحب بھی یہیں استراحت فرما ہیں۔ فقیر راقم کے دور طالب علمی میں حضرت حاجی رب نواز مدظلہ کالج میں پڑھتے تھے اور غیاث الدین صاحب حفظ قرآن میں مشغول تھے۔

قائد قافلہ حریت، ضیاء الملت

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال پاک	ولادت شریفہ
۱۲ محرم ۱۳۴۸ھ	۱۳۰۴ھ
۲۱ جون ۱۹۲۹	۸۷_۱۸۸۶ء
سیال شریف	سیال شریف

ولادت شریف

آپ نے حضرت ثانی سیالویؒ کے گھر ۱۳۰۴ھ/ ۸۷۔۱۸۸۶ء کو سیال شریف میں آنکھ کھولی۔ آپ کا تاریخی نام نامی منظور حق ---- ۱۳۰۴ھ ---- ہے۔

تعلیم و تربیت

آستانہ قدسیہ کے انداز کے مطابق آپ نے سب سے پہلے قرآن پاک یاد کیا۔ اس دور کے عظیم اساتذہ سے درس لیا۔ اسلامی علوم کی تکمیل فرمائی۔

بیعت و خلافت

اپنے والد گرامی حضور ثانی سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کو خرقہ خلافت والد گرامی کے علاوہ درگاہ سلیمانیہ سے حضرت خواجہ سیدنا محمد موسیٰؒ (م ۱۳۲۴ھ) نے پہنایا۔ حضرت ثانی لاثانیؒ کے وصال پر آستانہ عالیہ شمسیہ کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔

شوق علم و مطالعہ

آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ مختلف ادیان کا مطالعہ خصوصی موضوع تھا۔ وہ باقی ادیان کا مطالعہ فرما کر اسلام کے ازلی و ابدی اصولوں کی برتری ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس دور میں چونکہ انگریز کا پورے برصغیر پر کامل تسلط تھا۔ انگریز نے اپنے علوم وفنون کے لئے یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ نصرانی تہذیب کو پوری قوت سے برصغیر میں پھیلایا جا رہا تھا۔ لہٰذا آپ نے خصوصی طور پر بائیبل کا گہرا مطالعہ فرمایا اور اپنی تقاریر میں عیسائیت کے خوب خوب بخیئے ادھیڑے اسی سلسلے میں ایک علمی معرکتہ الآراء رسالہ "معیار المسیح المعروف ضیاء الشمس" بھی تحریر فرمایا۔

مدرسہ کی تعمیر و ترقی

آستانہ عالیہ کے عظیم مدرسے نے آپ کے دور سجادگی میں بہت ترقی کی علماء و طلباء کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں روضہ اقدس کے شمال، مغرب اور جنوب میں درس نظامی کے طلبہ کا ہر وقت جمگھٹا رہتا۔ آپ کے دور اقدس میں اس عظیم درسگاہ کا نام "دارالعلوم شمس الاسلام" ہر خاص و عام کی زبان پر آ گیا۔

آپ نے نہ صرف پنجاب بلکہ برصغیر کے دیگر علاقوں سے بھی جوہر قابل ---- فاضل علماء --- کو تلاش کیا اور معقول اور پرکشش مشاہروں پر انہیں آستانہ عالیہ سیال شریف کی مسند تدریس پر لا بٹھایا۔ اس مقدس عرصے میں بے حد علمی کام ہوا۔ آپ کے صاحبزادوں نے بھی خوب خوب اکتساب علم کیا قمر ملت خواجہ شیخ الاسلام حضور خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ ان طلبہ کے ہم سبق تھے۔ دس سالہ نصاب تدریس تھا جس کے بعد طالب علم کسی ایک مضمون میں تخصص حاصل کر سکتے تھے اس دور میں جو لوگ آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوتے رہے وہ اس گلشن علم کے حسن و جمال کے لاتعداد واقعات اور اساتذہ و طلبہ کی لاتعداد علمی عظمتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم ان اساتذہ عالی مقام کے نام حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدینؒ کے حالات زندگی میں لکھیں گے۔

حسین و وسیع لائبریری

آستانہ عالیہ روز اول سے مخزن علم و حکمت تھا۔ دور شمسیؒ اور دور حضور ثانیؒ میں لاتعداد کتابیں لائبریری کی زینت بن چکی تھیں جن سے علماء و طلباء شب و روز علمی پیاس بجھا رہے تھے مگر حضرت ضیاء الملۃ ثالث غریب نواز کے دور میں انتہائی قیمتی اور نایاب کتابوں سے یہ عظیم علمی لائبریری بھر گئی اس عظیم کتب خانہ کا شہرہ ملک بھر میں ہوا۔ کتب خانے کے لئے عمارت مختص کی گئی جس میں بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا اضافہ فرمایا گیا۔ راقم الحروف نے پہلی دفعہ جب لائبریری دیکھی تو حیران رہ گیا اس وقت میری عمر بہ مشکل بارہ تیرہ سال تھی پھر اس عظیم لائبریری سے استفادہ کا اللہ کریم نے موقع بھی عطا فرمایا اور نایاب و کم یاب کتابوں کی زیارت بھی کرتا رہا اور اکتساب فیض بھی ہوتا رہا یہ لائبریری پنجاب کی عظیم لائبریری حضرت ثالثؒ کے دور میں ہی بنی جس میں مزید اضافے حضور شیخ الاسلامؒ نے فرمائے یہ اضافے آج دور مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ السامی میں بھی جاری ہیں۔

انگریز دشمنی

انگریز سے جو دشمنی بذریعہ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ اور حضرت خواجہ محمد شمس الدین

سیالویؒ وراثت میں ملی تھی اسے آپ نے کمال تک پہنچا دیا۔ حکومت برطانیہ کے وہ ملازمین جو دربار سدا بہار سیال شریف سے وابستہ تھے آپ نے ان سے نذرانے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ پہلی جنگ عظیم میں خدمات سرانجام دینے والے سون سکیسر کے لوگوں کے لئے ایک پتھر کی تختی انگریزوں نے وہاں نصب کر رکھی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے عرب مسلمان بھائیوں پر انگریز کا ملازم ہونے کی حیثیت سے گولیاں چلائی تھیں۔ حضرت ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ کی غیرت ایمانی نے پتھر کو اکھاڑ پھینکا اور ارشاد فرمایا۔ ''ہم ان بدبختوں کے نام دیکھنا نہیں چاہتے جنہوں نے عربوں پر گولیاں چلائی تھیں۔''[1]

حسب ارشاد خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ السامی انگریز نے پتھر اکھاڑنے کو حکومت کی توہین سمجھا عدالت میں طلب کیا آپ کے ساتھ مولانا ظہور احمد بگوی بھی تھے آپ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے ظہور احمد سب کچھ کر رہے تھے مگر یہ میرے نمائندے تھے سب میرے حکم سے ہوا متعلقہ حاکم بات سننے کے بعد بولا ''تشریف لے جائیں'' یہ خوشاب کا واقعہ ہے چونکہ اس دور میں علاقہ سون کی تحصیل خوشاب اور ضلع سرگودھا تھا۔

آپ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ کوئی مسلمان انگریزوں کی فوج میں بھرتی نہ ہو۔ آپ بڑے زمیندار تھے مگر ساری عمر انگریز کو اپنی اراضی کا مالیہ نہیں دیا۔[2] کہنا تو بہت آسان ہے لیکن ذرا اندازہ لگایئے انگریز کے دور اقتدار میں ایسا کرنا کتنی مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف تھا حضور ضیاء سیالویؒ نے انگریز دشمنی میں یہ سب کچھ کر دکھایا یہ سب اطاعت اسلام اور حب رسول خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے لئے تھا۔

تحریک خلافت اور دیگر اسلامی تحریکات

اسی انگریز دشمنی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہر اس تحریک کی صف اول کے قائد بن جاتے جو برصغیر میں انگریزوں کے خلاف کھڑی ہوتی۔ جب ترکی خلافت کو انگریز نے قوت بازو سے ختم کر دیا اور ان کی عظیم حکومت کو چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں میں تبدیل کر دیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے ''تحریک خلافت'' کے نام سے انگریز کے خلاف عظیم تحریک چلائی۔

۱۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۴۵۔۲۴۴، تذکرہ علمائے پنجاب ج ۱ ص ۲۴۵۔۲۴۴

۲۔ ماہنامہ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۲۸

حضرت ثالث سیالویؒ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا ملک بھر کے دورے فرمائے اپنے مریدوں کو منظم کیا اگر یہ کہا جائے کہ سارے پنجاب کو آپ نے اس تحریک میں شامل کر دیا تو بے جا نہ ہو گا۔ آپ کے لاتعداد مریدوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں انگریز نے اس راستے سے آپ کو ہٹانے کی ساری کوششیں کیں مگر آپ نے ذرا بھی انہیں اہمیت نہ دی۔ میرے خاندان کے کئی افراد گرامی نے اس تحریک میں محض آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستگی کی بناء پر حصہ لیا گرفتاریاں دیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ جامعہ محمدی شریف' حکیم علی محمد اعوان دہلوی اور دیگر لاتعداد لوگوں کو حضور ثالث سیالویؒ نے مختلف گروہوں کا قائد بنایا اور یہ حضرات دن رات تحریک کے لئے کام کرتے رہے۔

شاطر انگریز ترکی خلافت ختم کر بیٹھا لیکن ترکی میں ایک شعلہ جوالہ مصطفیٰ اتاترک کی شکل میں ملت اسلامیہ کے سامنے آیا جس نے ترکی کا وہ حصہ جو یورپ میں واقعہ ہے انگریزی استبداد سے بزور شمشیر آزاد کرا لیا اس ''مرد حر'' کے خلاف انگریز کفر کے فتوے حاصل کرنے لگ گیا تاکہ مسلمانوں کی قوت کو اس سے الگ کیا جا سکے برصغیر میں اتاترک کے خلاف انگریز نے ایک طوفان کھڑا کر دیا جب حضرت ثالثؒ کے سامنے فتویٰ دستخطوں کے لئے پیش ہوا تو آپ نے انگریز کی چال کو سمجھتے ہوئے اس پر دستخط کرنے سے انکار فرما دیا۔[1] اگرچہ اتاترک نے چند غلطیاں کی تھیں جن کی سزا ملت ترکیہ اب تک بھگت رہی ہے مگر اس دور میں اتاترک پر کفر کا فتویٰ لگانا ملت ترکیہ کو انگریز کی غلامی میں دینے کے مترادف تھا لہٰذا سیال عظمت مثال کے شہباز کی دوربین نگاہ نے وہ کچھ پا لیا جہاں دوسروں کی نگاہیں نہ پہنچیں اور آپ نے مہر تصدیق ثبت نہ فرمائی۔

انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت سے بھی اسی وجہ سے دشمنی تھی کہ وہ انگریز کے آلہ کار تھے اور انہوں نے جہاد ختم کرنے کے لئے جھوٹی نبوت گھڑ کر مسلمانوں کے سر پر سوار کی تھی۔

انگریز سے نفرت کے اس شاہکار --- حضرت ثالث سیالویؒ --- نے یہ مثالیں

۱۔ ایضاً ص ۳۰ ماہنامہ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲

بھی پیش فرمائیں کہ انگریز حکومت کے کسی مسلمان ملازم نے لنگر شریف میں کھانا کھا لیا تو آپ نے وہ برتن توڑ دینے کا حکم صادر فرمایا۔

ایک فوجی ملازم نے حضرت ثالثؒ کی پسندیدہ گھوڑی کی پشت پر ہاتھ پھیر دیا تو فرمایا اب یہ ہمارے استعمال کے قابل نہیں رہی اس کی پشت کو فرنگی کے ملازم کا ہاتھ لگ گیا ہے۔

ایک دفعہ رائفل کے لائسنس کے لئے حکومت کو خط تحریر فرمایا جواباً حکومت نے پوچھا رائفل کی آپ کو کیوں ضرورت ہے شمس معرفتؒ کے علم و حکمت کے محرم نے ارشاد فرمایا "یہ تلوار سے جنگ کا زمانہ نہیں دل کی آرزو ہے کہ موقع ملے تو کسی انگریز کے سینہ میں سے گولی پار کر دوں۔"

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے اسلاف گرامی اور مشائخ عالی مقام کی طرح آپ نے بھی ساری زندگی اتباع سنت میں گزاری اپنی کسی خواہش کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ ہر بات محبت رسول علیہ السلام کی وجہ سے سنت نبوی کے مطابق کیا کرتے تھے۔ احیائے سنت کے لئے ہی "دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام" میں اسلامی علوم وفنون کے پھیلانے پر زور دیا اور جید اساتذہ مہیا فرمائے۔ تاریخ، جغرافیہ اور چند جدید علوم کو بھی شامل نصاب کیا تاکہ وہاں کے فضلاء رفعت اسلام کے لئے چومکھی جنگ لڑ سکیں جو آستانہ عالیہ عرصہ دراز سے لڑ رہا تھا۔

حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے ایک محفل میں مجھے ارشاد فرمایا "حضرت ثالث غریب نواز کا وقت واپسیں تھا کہ حضور نے مجھے طلب فرما کر نماز باجماعت کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "قمر الدین! میری زندگی میں صرف دو نمازیں ایسی تھیں جو جماعت سے ادا نہ ہوئیں اور آج دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے ان کا بے حد افسوس ہے۔" یہ تھا اتباع سنت اور محبت عمل رسول علیہ السلام کا وہ معیار جو حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے قائم فرمایا اور سلیمان وشمس کی تعلیمات پر اس انداز سے عمل کر کے شاہراہ چشتیت پر مزید چراغ محبت جلا دیئے تاکہ آنے والے روشنی میں آگے قدم بڑھاتے جائیں۔

خلفائے گرامی

اپنے اسلاف گرامی کی طرح سلسلہ عالیہ کو آگے بڑھانے کے لئے آپ نے شاندار کارنامے سرانجام دیئے' مدارس قائم کرائے' علماء اور طلباء پر خصوصی توجہ فرمائی۔ بہت سے انسانوں کی تربیت فرما کر درجہ کمال تک پہنچایا۔ چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ علامہ حافظ محمد قمرالدین سیالویؒ۔ ۲۔ مولانا محمد حسین مرولوی۔ ۳۔ حضرت پیر محمد شاہ بھیروی۔ ۴۔ حضرت سید شاہ محمد غوثؒ ہمدانی علاول شریف۔ ۵۔ حضرت سید غلام فرید شاہ سلھو کی شریف۔ ۶۔ سید غلام حسین شاہ سلھو کی شریف۔ ۷۔ حضرت میاں عبدالحمیدؒ مکان شریف کفری۔ ۸۔ حضرت سید غلام دستگیر شاہ گیلانی وڑچھہ شریف۔ ۹۔ حضرت مولانا عبدالغفورؒ حمدی شریف۔ ۱۰۔ حضرت مولانا نور محمدؒ سویہ شریف گجرات۔ ۱۱۔ حضرت قاضی غلام محمد ناڑوی۔ ۱۲۔ مولانا محمد ذاکر محمدی شریف۔ ۱۳۔ قاضی فیض عالمؒ آف چکوال۔ ۱۴۔ مولانا غلام یٰس کلووالی۔ ۱۵۔ حضرت سید امیر علی شاہ کاظمی وغیرہم سنت اسرارہم۔

وصال اقدس

۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۹ء آپ کو پیغام یار مل گیا آپ ملأ اعلیٰ تشریف لے گئے۔ حضور شمس معرفتؒ کے روضہ اقدس میں آپ کی قبر مبارک کے مغربی پہلو میں مدفون ہیں۔ اس طرح شمس معرفت درمیان میں ہیں مشرقی طرف حضور ثانی اور مغربی طرف حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ تشریف فرما ہیں۔ آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت صرف چوالیس سال تھی۔ بیس سال سے کچھ زائد عرصہ زینت سجادہ شمسیہ رہے۔

اولاد پاک

۱۔ حضور شیخ الاسلامؒ کے علاوہ اللہ کریم نے آپ کو تین اور فرزند عطا فرمائے۔ مختصر سا تذکرہ یوں ہے۔

۲۔ خواجہ محمد بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ۔ آستانہ قدسیہ سیال شریف میں آپ قلندرانہ اداؤں کے ترجمان تھے۔ قرآن پاک حفظ فرمایا اپنے عظیم المرتبت والدؒ کے وصال پاک کے

بعد طبیعت قلندرانہ انداز کو ظاہر کرنے لگ گئی۔ چونکہ دربار سدا بہار سالکوں کا مرجع تھا لہٰذا بڑی حد تک اپنی مستی کو چھپایا مگر تاڑنے والی نگاہیں تاڑ گئیں۔ بھارت سے ایک قلندر راولپنڈی آئے فقیر راقم سے کوئی تعارف نہ تھا اچانک مخصوص اداؤں کے ساتھ میرے راجہ بازار والے بالا خانے پر آئے ان کی نگاہیں ان کے باطن کی ترجمان تھیں۔ فرمایا آپ سیالوی ہیں میں آپ کی پشت پر خواجہ محمد بدر الدینؒ کا ہاتھ دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ نہ سمجھ سکے کہ وہ کس پایہ کے قلندر تھے کاش وہ سالکوں سے الگ ہو جاتے تو ایک اور سہون شریف پاکستان میں بن جاتا۔ انہوں نے حضرت کے متعلق لاتعداد باتیں بتائیں کچھ ایسی مخصوص باتیں بھی تھیں جنہیں حضرت بدر کے متعلق صرف میں جانتا تھا کیونکہ وہ میرے متعلق تھیں۔ میرے یہ قلندر دوست باتیں کر رہے تھے اور غیب کی دنیا سے پردے سرکا رہے تھے تو میرے ذہن میں یہ مصرعہ آ رہا تھا کہ۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید قلندر جو کہتا ہے مشاہدہ کر کے کہتا ہے۔

حضور شیخ الاسلامؒ سفر حج پر تھے کہ آپ کا وصال ہوا۔ وصال کی اطلاع بھی قبل از وقت دے دی تھی۔ فقیر راقم الحروف مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا آپ سرگودھا ڈسٹرکٹ ہسپتال میں زیر علاج تھے ڈرپ لگی ہوئی تھی مجھ پر نگاہ پڑی اسے یوں جھٹکا کہ سوئی رگ سے نکل گئی اور مجھے گلے لگا لیا۔ راز و نیاز کی باتیں چلیں۔ ارشاد ہوا ''معین کو کہہ دو کمہاروں سے کہہ کر میری قبر کھدوا دیں تاکہ دفن میں تاخیر نہ ہو مجھے دیر تک رکھے نہ رکھیں۔'' آپ کے لخت جگر حضرت خواجہ غلام معین الدین کمرے میں تشریف لائے اس موضوع پر بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا ''شاہ جی! یوں ہنس ہنس کر بات کرنا' ڈرپ توڑ کر ملاقاتیں کرنا موت کی علامت ہوتی ہیں؟ میں قبر کھدوا دوں لوگ مذاق اڑائیں'' مگر وہی ہوا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا جس وقت کی اطلاع دی تھی وہی وفات کا وقت ہوا اور روضہ اقدس کے سامنے قلندر دوراں نے اپنا ڈیرہ ڈال دیا اب دربار شمسؒ و قمر کا ہر زائر آپ کے مزار اقدس کے پاس سے ہو کر آگے حاضر ہوتا ہے۔

چاچڑ شریف کے صاحب سجادہ حضرت قلندر عبدالعزیزؒ سے خصوصی لگاؤ تھا وہ آپ کی شان قلندری پر فدا ہوتے تھے۔ کہا کرتے ''میری قبر پر بھی اگر خواجہ بدر سیال

تشریف لائے اور اکیلے ہوئے تو اٹھ کر ملوں گا۔" پھر چشم فلک نے کچھ عجیب مناظر دیکھے ظاہر پرستوں کی یہ دنیا نہیں ہے تفصیلات کے لئے کتاب "حیات عزیز" کا مطالعہ کیا جائے۔

آپ کے لخت جگر حضرت خواجہ غلام معین الدین مدظلہ میرے کلاس فیلو ہیں آپ کو بھی قلندرانہ ادائیں وراثت میں ملی ہیں۔ آپ کے فرزند صاحبزادہ غلام قطب الدین مدظلہ حضور شیخ الاسلامؒ کے نواسے ہیں۔ خواجہ بدرؒ کے احوال پر تو ایک مستقل کتاب درکار ہے اللہ کرے کوئی سیالوی یہ کام کر ڈالے اور جس انداز سے آپ نے قلندروں کی تربیت فرمائی ہے وہ سامنے آسکے۔

بھون کے نور محمد بسملؒ اور غلام محمد کے علاوہ بے شمار قلندروں نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ نور محمد بسملؒ سے آپ ناراض ہوئے چاچڑ شریف میں بالاخانے پر تشریف فرما تھے انہوں نے یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

آشنا ہر خار را از قصۂ ما ساختی
در بیابان جنوں بردی و رسوا ساختی

آپ نے تو ہر کانٹے کو ہمارے قصے کا آشنا واقف بنا دیا۔ ہمیں جنوں کے صحرا میں لے گئے اور رسوا فرما دیا۔

کاغذ پر نگاہ پڑی پگڑی تک نہ اٹھائی جوتے بھی پوری طرح پاؤں میں نہ ڈالے اور نیچے بسمل کو اپنی نگاہ ناز سے نواز دیا۔

فقیر راقم الحروف پر آپ کی نوازشات کی بھرمار رہی۔ مگر خود نمائی نہیں چاہتا اس لئے ان واقعات کو پردہ راز میں رکھنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ آپ کی عمر مبارک چھیاسٹھ سال تھی۔ حسب ارشاد خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی وصال ۱۳۹۴ھ ہے اسی طرح تاریخ ولادت ۱۳۲۸ھ بنتی ہے۔ (ملاحظہ ہو باب جبریل ص ۸۵)

۳۔ سیدنا خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع ہیں، قادر الکلام شاعر ہیں۔ شعر فارسی زبان میں ارشاد فرماتے ہیں روایات تصوف آپ کی شاعری کی روح ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کی شاعری کا اکثر حصہ الہامی ہوتا ہے اور کئی اشعار تو پورے پورے دیوان پر بھاری ہیں۔ سید کل علیہ السلام کی محبت ہر لفظ سے جھلکتی ہے۔ حضور سلیمان دوراں تونسویؒ اور حضور شمس معرفت سیالویؒ سے بے حد عقیدت و محبت ہے اور

یہ محبت اظہار کے کئی رنگ پا کر آپ کے کلام کو معطر کرتی ہے۔

آپ ملک کے مایہ ناز عامل بھی ہیں تعاویز کو فنی مہارت سے لکھتے ہیں ان تعاویز میں بے حد شفا ہے لہٰذا پروانوں کی طرح انسان آپ کو گھیرے رہتے ہیں۔ آپ نے ذرہ پروری فرماتے ہوئے بہت سے اعمال کی فقیر راقم الحروف کو اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ یہ اجازت زبانی بھی ہے اور تحریری بھی۔

اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے حد محبت کی وجہ سے ان کے اسمائے عالیہ کے اعداد حسب قواعد مربع میں پر کئے ہیں اور لاتعداد مرضوں پر لاتعداد مریضوں کو عطا فرمائے ہیں۔ ایک دنیا ان کی شفا بخش تاثیرات کی قائل ہے۔

آپ سیف اللسان ہیں فقیر نے لاتعداد مرتبہ دیکھا کہ کوئی سائل آیا اس نے اپنی مشکل بنائی آپ نے فارسی کا کوئی شعر لکھ دیا چند دنوں کے بعد سائل اطلاع دینے آیا کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ کئی دفعہ آپ نے لکھا۔ کریما! بہ بخشائے بر حال ما۔ کئی دفعہ کوئی اور مصرعہ لکھا یہ شعر تو مربع ہی پر فرمایا۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　ہر زماں از غیب جان دیگر است

شب بیداری اور ریاضت خاندانی اور چشتی روایات کے مطابق نبھائے جا رہے ہیں بے حد نقاہت ہے۔ وجود اقدس انتہائی کمزور ہے مگر روح کی جولانیاں لامکان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ سرکار عرش وقار علیہ السلام کی ایک نعت کا صرف یہ ایک مصرعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ز تصور جمالت بخداشد آشنائی　　یا رسول اللہ! جب آپ کے جمال کا تصور آتا ہے تو اللہ کریم سے دوستی و آشنائی آ جاتی ہے۔

آپ کی راتیں حسن محبوب کے تصور میں بسر ہوتی ہیں تو دن اسی تصور کو لوگوں کے دلوں میں اتارتے گزر جاتے ہیں۔

آپ کا کلام "باب جبریل" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ تبرکاً چند شعر ہم اپنے قارئین کی نظر کر رہے ہیں۔

بہ مثل گلم تو چون خوشبودراں
نہ تو دیگری و نہ من دیگرم
اگر ناتوا نم توانا ست یار
بہ تنہائی خویشتن لشکرم
فراموش کر دم ہمہ خواندہ را
مگر ورد نام تو ماند از برم

میں پھول کی طرح ہوں اور آپ اس میں خوشبو کی مانند ہیں۔ آپ اور میں الگ الگ نہیں ہیں (پھول اور خوشبو الگ نہیں ہوتے) اگر میں کمزور ناتواں ہوں تو میرا محبوب تو توانا ہے۔ (پھر میں اکیلا نہیں) تنہائی میں بھی اپنے اندر لشکر رکھتا ہوں۔ میں سب پڑھا پڑھایا بھول گیا ہوں (اگر نہیں بھولا) تو وہ آپ کے مقدس نام کا ورد ہے جو مجھے سدا یاد رہتا ہے۔

اللہ کریم سے محبت کیا رنگ لاتی ہے۔ ذرا شعر ملاحظہ ہو۔

دل ما منزل شاہ ہست دروے
نگنجد لشکرے۔ زنہار۔ اے یار!

اے دوست! ہمارا دل بادشاہ مطلق کی منزل ہے اب اس میں لشکر کی جگہ بھلا کہاں سے آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا اندازہ فرمائیں فخر سیال کس انداز سے اظہار فرماتے ہیں۔

کراماً کاتبین بردو شہا بار
چون لطف تست۔ آخر کار اے یار!

اے محبوب! جب آپ کی نوازشات والطاف نے ہی دستگیری فرمائی ہے تو پھر کراماً کاتبین تو کندھوں کا صرف بوجھ ہی ہیں۔

سید کل علیہ السلام سے تعلق ہی معراج انسانیت ہے ذرا ملاحظہ ہو ہمارے خواجہ اس تعلق کے لئے کیا انداز بیان اپناتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

شکر کہ دست پاک ازلی را
دوست خدائے لم یزلی را
دست بدست از دور گرفتم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شکر ہے کہ پاک ازلی لایزال خدا کے دوست کے مقدس ہاتھ کو کئی ہاتھوں کے وسیلے اور واسطے سے بہت دور سے میں نے بھی پکڑ لیا ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ نے ملاحظہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزن پر تین مصرعے کس لطافت سے موزوں ہو گئے ہیں پھر سرکار علیہ السلام کے منور ہاتھ کو ازلی اور پاک ہاتھ قرار دیا ہے یہ اس ہستی کا ہاتھ ہے جو اللہ کریم کے دوست ہیں مگر براہ راست یہ ہاتھ ہمارے ہاتھ نہیں آیا اپنے مشائخ کے مبارک ہاتھ ہیں سیال شریف سے لے کر نجف اسرف تک ان ہاتھوں کا سلسلہ نور پھیلا ہوا ہے اور یہ کڑیاں رحمت للعالمین علیہ السلام کے پاک ازلی ہاتھ سے مل جاتی ہیں اور ہمارے خواجہ مدظلہ السامی کا وجدان جھوم اٹھتا ہے۔

قرآن پاک کا مطالعہ فرماتے ہوئے ہمارے خواجہ کئی نوری فقروں کے اوزان پر رباعیات کہہ جاتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کس قادر الکلامی اور کس سوز و مستی کا اظہار ہو رہا ہے۔

اگر قرب خدا خواہی بشب خیز
کہ وردِ نیم شب دارد بسے اجر
فرشتہ ہم دعا گو ید ترا فخر
سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اگر قرب خدا کی چاہت ہے تو رات کو اٹھو کہ آدھی رات کے ورد کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اے فخر! پھر فرشتہ بھی تیرے لئے دعا کرے گا کیونکہ یہ سلام طلوع فجر تک وہ پیش کرتے رہتے ہیں۔

مزید ملاحظہ ہو۔

جس نے جو بویا وہی حاصل کیا گالیاں دے کر نہ گا کب دعا
فخر بیشک سچ ہے فرمان خدا لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اس لطیف گفتگو کو ہم اس ''ترجمان محبت'' رباعی پر ختم کرتے ہیں قارئین اس رباعی کی مثال اردو ادب میں بہت کم پائیں گے۔ حضور شیخ الاسلامؒ آپ کے کلام سے متاثر ہو کر گھوڑے انعام میں دے دیا کرتے اور فرماتے ایک ایک شعر دیوان پر بھاری ہے۔

باب جبریلؑ کے پہلو میں ذرا دیرے سے فخر کہتے ہوئے جبریلؑ کو یوں پایا گیا
اپنی پلکوں سے دربار پہ دستک دینا اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

آپ علم طب میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں بڑے بڑے نایاب نسخے غلاموں کو عطا فرماتے رہتے ہیں۔ آستانہ عالیہ سیال شریف میں اب آپ ہی سب سے عمر رسیدہ

مقدس شخصیت ہیں حضرت ثالثؒ کی فرزندی کا شرف آپ کو حاصل ہے حضور شیخ الاسلامؒ کا بھائی ہونے کا اعزاز آپ کا طرۂ امتیاز ہے اور حضور مرشد اہل سنت آپ کے بھتیجے اور داماد ہیں۔ اس عزت کی بھی مثال نہیں۔ آپ کی تصیف لطیف باب جبریل کے نام سے چھپ گئی ہے۔ قادر الکلامی کا شاہکار ہے۔ طبی نسخے بھی بڑے حسین پیرائے میں نظم فرما دیئے ہیں۔ قابل مطالعہ اور خاصے کی شے ہے۔

اولاد پاک

اللہ کریم کے فضل و کرم سے تین صاجزادے اپنے اپنے کاموں میں معروف ہیں۔ بڑے حضرت خواجہ محمد صلاح الدین غازی مدظلہ السامی ہیں دین و دنیا کے جامع ہیں سیاسی بصیرت رکھتے ہیں روایتی خوش اخلاقی ورثے میں پائی ہے فقیر راقم الحروف کے دور طالب علمی کے مربی ہیں رائے صائب ہوتی ہے۔ صاحب اولاد ہیں اپنے عظیم المرتبت والد مدظلہ السامی کی روایات کے امین ہیں۔ آپ سے چھوٹے حضرت خواجہ ریاض الدین ہیں اور سب سے چھوٹے خواجہ فیاض الدین ہیں۔ روایتی انداز سے سب نے دینی و دنیاوی علوم پڑھے ہیں۔ اخلاق شمسی کا نمونہ ہیں غریب پروری پورے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔

۶۔ حضرت خواجہ محمد ظہیر الدین مدظلہ السامی۔ حضور ثالث سیالویؒ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ مزاج میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جب آستانہ قدسیہ پر راقم الحروف نے درس نظامی کا آغاز کیا تو آپ اس عرصے میں کافیہ، شرح وقایہ، قطبی، شرح جامی اور مقامات حریری وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ مختلف اساتذہ سے تعلیم کی تکمیل کی، کم عمری میں عظیم والد کا سایہ اقدس سر سے اٹھ گیا حضور شیخ الاسلامؒ اور دوسرے عظیم المرتبت بھائیوں نے تربیت کا حق ادا کیا۔ آپ کے بڑے صاجزادے خواجہ محمد مسعود بھی خاندان کی روایات کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں۔

حضرت ثالث کی شاعری

آپ کبھی کبھی شعر بھی ارشاد فرماتے تھے۔ ان اشعار میں ملت کا غم بھرا ہوتا۔ فرنگیوں کی دشمنی کا بھرپور اظہار ہوتا۔ سرکار رسالت ﷺ سے مدد طلب کی جاتی۔ ملاحظہ ہو۔

اے شہ خیر البشراب لے خبر ہند کی شتاب — قوم انگلش ہم چوں کشمش خوردہ و کردہ خراب
بھیج دو فاروق اعظمؓ یا کہ خالد سیف حق — یا نما ارسال فارغ بال حیدر بوترابؓ
قوم مسلم رحمن کی علت میں ہے اب مبتلا — اَسۡقِنَا کَاساً شِفَاءً مِنۡ لَّدُنۡکَ یَا سَحَاب
آپ کی امت سا دنیا میں نہیں کوئی ذلیل — این سزائے آنکہ اوشد بے خبر زام الکتاب
یا الٰہی! بخش دے ہم کو ضیائے شمس دینؒ — سرخرو باشیم شاداں پیش تو یوم الحساب

حسب روایت حضرت خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی جب حضور شیخ الاسلامؒ پہلی دفعہ ۱۹۳۵ء میں حج کر کے واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا "حضرت! آپ نے مدینہ طیبہ میں سرکار علیہ السلام سے کیا مانگا؟" حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا "پہلا شعر پڑھ کر سرکار عرش وقار سے پاکستان مانگا۔"

الحمد للہ سرکار علیہ السلام سے خواجہ شیخ الاسلامؒ نے ۱۹۳۵ء میں پاکستان مانگا جب کہ ابھی تحریک میں جان نہیں پڑی تھی اور ابھی لاہور میں مطالبہ پاکستان کو پانچ سال باقی تھے کہ یہ مطالبہ مارچ ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ ہمارے مرشد کامل نے اپنے والد گرامیؒ کے اشعار روضہ رسول علیہ السلام پر پڑھ کر پاکستان مانگ لیا اور ڈوبے سورج کو واپس لانے والے رسول معظمؐ نے عرض داشت منظور فرمالی اور پاکستان مل گیا تبھی تو یہ نعرہ اکثر محفلوں میں گونجتا ہے کہ "اولیاء کا ہے فیضان --- پاکستان پاکستان"

تصنیفات

سب حضرات جانتے ہیں کہ متنبی قادیاں کی وجہ سے انیسویں صدی کا آخری ربع اور بیسوین صدی کے چوہتر سال مسلمانوں کے لئے کرب و ابتلاء کا عرصہ تھے مرزائیت کے خلاف مشائخ عظام اور علمائے کرام شب و روز ایک کئے ہوئے تھے آج کچھ لوگ فتنہ مرزائیت کے خلاف اپنے آپ کو چیمپئن سمجھتے ہیں اور انسداد مرزائیت کے لئے اولیت کا تاج اپنے سروں پر سجاتے ہیں۔ مگر حقیقتاً یہ اعزاز بھی ہمارے عظیم المرتبت مشائخ کو حاصل ہے حضور ثالث سیالویؒ نے مرزائیت کے خلاف صرف تقریری جہاد نہیں فرمایا بلکہ تحریری دنیا میں بھی یہ جہاد جاری رہا۔ آپ نے "معیار المسیح" کے نام سے بڑی تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی۔ ہم معزز قارئین سے درخواست کریں گے کہ اس کتاب کا مطالعہ فرمایا جائے تا کہ پتہ

چل سکے کہ ہمارے مشائخ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر قوم کی کس طرح رہنمائی فرمائی اور انگریز کے خود کاشتہ پودے کے خلاف کس علمی وفکری انداز سے بات کی۔

آستانہ عالیہ سے وابستہ دوسرے عظیم شیخ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے بھی اس دور پرفتن میں مرزائیت کو للکارا مناظرہ کے لئے میدان میں اترے سرزمین گولڑہ سے قادیاں کے قریب بڑے شہر لاہور میں تشریف لے گئے مگر متنبی قادیاں حق کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ آپ کی عظیم تصنیف "سیف چشتیائی" کی دھوم پورے ملک میں مچ گئی۔ یہ مساعی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فتنہ قادیاں کے مقابلے میں ہمارے مشائخ پہلے تھے۔ علماء کے گروہ سیال شریف سے تیار ہو کر مرزائی مبلغین کا طویل عرصہ تک تعاقب کرتے رہے یہ انداز حضرت ثالث اور حضرت شیخ الاسلام کے دور میں جاری رہا مولانا ظہور احمد بگوی اور دیگر علماء اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔ مولانا بگوی نے رسالہ شمس الاسلام میں طویل تعاقب کا ذکر کئی شماروں میں کیا ہے۔ ایک خصوصی نمبر بھی اسی موضوع پر انہوں نے نکالا تھا دیگر تصانیف میں اعلان واجب الاذعان اور امر معروف قابل ذکر ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہم حضور ثالث سیالوی کی انگریز دشمنی کا ذکر پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں اور آگے چل کر مجاہد ملت حضرت شیخ الاسلام کی انگریز دشمنی، تحریک پاکستان کے لئے قید و بند کی قبولیت اور دیگر ملی خدمات کا تذکرہ کرنے والے ہیں۔ یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ انگریز اپنی انتظامیہ اور اپنے پروردہ لوگوں کے ذریعے اولیائے گرامی اور علمائے نامی کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے تراشا کرتا تھا۔ کچھ جعلی تنظیمیں سامنے لا کر ان پر مشائخ کا لیبل چسپاں کر کے ان سے انگریز حکومت اور اس کے ذمہ دار افسروں کے حق میں بیان دلائے جاتے تھے۔

آج جبکہ ہمارے حکام مسلمان ہیں محض اپنی تائید کے لئے کتنی جعلی مشائخ تنظیمیں قائم ہیں جو صرف حکام کے قصیدے پڑھتی رہتی ہیں انگریز اس فن کا موجد تھا لہذا اس نے بڑے پیمانے پر یہ کام کیا ایسی ہی کسی جعلی تنظیم نے اس دور کے پنجاب کے گورنر مائیکل اولڈ وائر کی الوداعی تقریب میں اسے سپاسنامہ پیش کیا یہ سپاسنامہ کیا تھا انگریز کی منحوس

حکومت کا قصیدہ تھا اولدوائر اور اس کی لیڈی کی تعریف تھی آنے والے گورنر کے لئے توصیف تھی اور تاج برطانیہ کی عظمتوں کے گیت تھے۔ یہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے۔

اس جعلی تنظیم نے آستانہ عالیہ سیال شریف کی سجادگی کا تاج حضرت خواجہ محمد سعد اللہ صاحب کے سر پر رکھا اور دربار سدا بہار سیال شریف کو بھی انگریز کا بہی خواہ قرار دیا حالانکہ ۱۹۱۹ء میں مسند سجادہ پر سیدنا ثالث سیالوی حضور محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ جلوہ افروز تھے اور وہ انگریز کے خلاف ہر تحریک کے قائد تھے ہم تفصیلات پیچھے عرض کر آئے ہیں انگریز کے خلاف ان کے سینے میں جو لاوا پک رہا تھا اس کا پورا عروج ہم ان کے لخت جگر حضور شیخ الاسلام سیالویؒ کی حیات طیبہ میں دیکھتے ہیں کہ وہ قائداعظمؒ کے ساتھی ہیں مسلم لیگ کے لیڈر ہیں اور انگریز نواز یونی نسٹ پارٹی کے دشمن اول ہیں مسلمانان پنجاب کو انگریز کے خلاف منظم کرنے کا سہرا آپ کے مبارک سر پر ہے۔

اولیاء دشمنی کہاں لے گئی

جان باز مرزا نامی کسی شخص نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری پر ''امیر شریعت'' نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کے ص ۹۵ پر یہ ایڈریس (سپاسنامہ) نقل کرنا شروع کیا ہے آخر میں ان حضرات کے نام دیئے ہیں جن کی طرف سے یہ ایڈریس تھا۔ ۱۹۲۶ء میں شاہ صاحب اپنے ایک نمائندے ڈاکٹر محمد عالم کے انتخابی جلسہ کو خطاب کرنے ملتان تشریف لے جاتے ہیں تو وہ ان حضرات پر گرجتے اور برستے ہیں جنہوں نے یہ سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ شاہ صاحب کا زور خطابت بجا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۱۹ء کا یہ سپاسنامہ ۱۹۲۶ء تک کہاں غائب رہا۔ شاہ صاحب جیسے ''نابغۂ روزگار'' شخص نے اس طویل اور طوفانی دور میں سینکڑوں جلسوں کو خطاب کیا اس کا کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا حالانکہ اس دور کی تاریخ ساز شخصیات میں شاہ صاحب شامل تھے انہیں اس سپاسنامے کا خیال صرف اس وقت آیا جب ملتان کے ایک حلقے میں ان کے ایک عقیدتمند کے مقابلے میں کوئی ایسی شخصیت آ گئی جس کا تعلق وہاں کی کسی درگاہ سے تھا لہٰذا ایک سپاسنامہ ''ایجاد بندہ'' کے طور پر اولیاء دشمن لوگوں نے شاہ صاحب کے سامنے لا رکھا اور شاہ صاحب نے اسے ایک سیاسی سٹنٹ کے طور پر اپنے خطاب میں خوب خوب اچھالا۔ ایک مقامی سیاست دان پر غصہ اتارتے ہوئے مشائخ عالی

مقام کو بھی ساتھ نتھی کرتے ہوئے ایسے شدید الفاظ استعمال کیے جو ''سوقیانہ پن'' کی حدوں کو بھی عبور کر گئے۔

شاہ صاحب بھول گئے

شاہ صاحب اگر گہری نظروں سے اس ایڈریس کو ملاحظہ فرما لیتے تو شاید اس حد تک نہ جاتے کیونکہ اس جعلی سپاسنامے میں حضرت قبلہ بابو جی سید غلام الدین شاہؒ زیب سجادہ گولڑہ شریف کا اسم گرامی ولدیت سمیت لکھا ہوا ہے۔ یعنی جعلساز کو اتنی سمجھ بھی نہیں تھی کہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے صاحب سجادہ اتنے غیر معروف ہیں کہ ولدیت لکھنا ضروری ہے اور حضرت بابوجیؒ کے والد گرامی وہی ولایت مآب ہستی ہیں جن کے ہاتھ پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری بیعت تھے اور یقیناً شاہ صاحب کو آستانہ کی روایات کا علم تھا انگریز سے لاتعلقی کا بھی علم تھا انگریز نے جس طرح اس شاہین اسلام کے سامنے روباہی اختیار کی تھی اور اس کی ساری چالیں ناکام ہوئی تھیں ان کا بھی شاہ صاحب کو علم تھا اور اعلیٰ حضرتؒ خود ۱۹۱۹ء میں رونق افروز مسند تھے بابوجیؒ نہیں تھے۔ اس گھرانے نے شاہ صاحب کی جس طرح روحانی و مادی امداد فرمائی تھی وہ بھی شاہ صاحب سمیت بے شمار انسانوں کو معلوم ہے اور شاہ صاحب کے فکری پروردہ جناب شورش کاشمیری کی دستگیری جس طرح حضرت بابوجیؒ نے فرمائی اس کی راقم الحروف سمیت ایک دنیا گواہ ہے۔

پھر آستانہ قدسیہ تونسہ شریف کے صاحب سجادہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام نظام الدینؒ نے جس طرح مختلف اوقات میں انگریز گزیدہ شاہ صاحب بخاری کی مالی امداد فرمائی اور مشکلات سے انہیں نکالا اس کی تفصیلات آستانہ قدسیہ تونسہ شریف اور آستانہ سے وابستہ خلفاء کے آستانوں میں سب لوگوں کو معلوم ہیں۔

ان حضرات کی کرم گستریوں کی داستانیں بہت طویل ہیں مولوی غلام یٰس آف واں بھچران بڑے فاضل آدمی تھے یقیناً انہیں جان باز مرزا اور ان کے ہمنوا جانتے ہیں جب وہ دیوبند پڑھ رہے تھے تو ان کے اخراجات آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضور محمد ضیاء الدینؒ پورے فرما رہے تھے۔ دوران طالب علمی آستانہ عالیہ سے فقیر راقم الحروف --- سید محمد ذاکر حسین شاہ --- نے کتاب لائبریری سے پڑھنے کے لئے لی تو اس سے ایک

پوسٹ کارڈ برآمد ہوا یہ مولوی غلام یٰس کے ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بذریعہ خط حضرت ثالثؒ سے مالی امداد جلدی بھیجنے کی درخواست کی تھی جس میں غالباً چند دنوں کی تاخیر ہو گئی تھی۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں ہمارے علم پرور' غریب نواز اولیائے امت کی اسلامی اداؤں کی' کہیں تو غلام یٰس صاحب کی پرورش ہو رہی ہے' کہیں شورش صاحب کی بہنوں کو جہیز دیئے جا رہے ہیں اور کہیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو زر ضمانت سے نوازا جا رہا ہے۔

مگر یہ کتنی احسان فراموشی ہے کہ انہی آستانوں کے خلاف زہر میں بجھی زبان چلائی جاتی ہے اور جعلی سپاسناموں کو بنیاد بنا کر دشنام طرازی کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے جاتے ہیں۔

؎ عجب ہیں یہ سب کھانے غرانے والے

سپاسنامے میں بہت سے غیر متعلقہ لوگوں کو مشائخ بنا کر اور اصحاب سجادہ کہہ کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے حقیقی آستانوں میں سے صرف حضرت بابو جیؒ کا اسم گرامی ہی ایسا ہے جو صاحب سجادہ تھے مگر ۱۹۱۹ء میں وہ مسند سجادگی پر نہیں آئے تھے یہ حضرت اعلیٰؒ کا دور تھا لہٰذا یہ ایک اور جعل سازی ہے جس پر نہ شاہ صاحب نے توجہ فرمائی اور نہ جانباز مرزا ہی ادھر متوجہ ہوئے شاید اولیاء دشمنی کے اندھے کنوئیں میں گرنے کا یہی انجام ہو۔

بہر حال یہ ایڈریس غیر متعلقہ لوگوں کے ناموں کے سہارے مرتب ہوا ہے ہماری عظیم درگاہوں کے اصحاب سجادہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں اور جو ایک صاحب سجادہ --- حضرت بابو جی گولڑویؒ --- ان میں شامل ہیں وہ اس وقت صاحب سجادہ نہیں تھے وہ دور اعلیٰ حضرت گولڑویؒ کا تھا جو سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے مرشد تھے۔ یہ ایڈریس جھوٹ کا پلندہ' ایجاد بندہ اور ولایت کی دشمنی کے مزمن مرض کا شاہکار ہے۔

جانباز مرزا کی اس دریافت کو ایک خالص اخباری نمائندے نے اپنی کتاب "سیاست کے فرعون" کے ص ۲۳ پر بھی نقل کیا ہے نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے جو سیاست کے فرعون کے "مایہ ناز" مصنف کو غالباً بوسر راہ نہیں مل سکی ورنہ وہ اندھی تقلید سے ہٹ کر کچھ لکھتے۔

اصل بات یہ ہے کہ برصغیر میں اولیائے عالی مقام کی ملی و مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ عظیم سیاسی خدمات اور تحریک پاکستان میں ان کے شاندار کردار کو دیکھ کر بہت سے بونوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھتے ہیں اور ان کا بھونڈا اظہار سیاست کے فرعون اور مذہب کے نمرود کرتے رہتے ہیں' اولیائے ملت کا قافلہ عشق و مستی اس غوغا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اسلاف کے روایتی جادہ پر چلتا رہتا ہے اور چلتا رہے گا یہ ناموافق آندھیاں ان کوہ وقار لوگوں کا نہ کچھ بگاڑ سکی ہیں نہ بگاڑ سکیں گی وہ حقائق کے شہباز میں صرف پریس کی پروردہ چڑیاں نہیں ہیں جن کا بسیرا صرف اخبارات کے صفحات ہوں جنہیں پیسے دے کر خریدا گیا ہو۔

جاگیرداروں کے گروہ میں اگر ان حضرات نے اولیائے امت کو شامل کیا ہے تو ہم ان سب مصنفین و مؤلفین ان کے نام نہاد مقلدین اور سب ہم نواؤں سے پرزور الفاظ میں درخواست کرتے ہیں کہ انگریز نے جو جائیدادیں آستانہ قدسیہ تونسہ شریف' آستانہ عالیہ سیال شریف' آستانہ مقدسہ جلال پور شریف اور آستانہ سامیہ گولڑہ شریف کو پیش کی ہیں وہ ہمیں بتائی جائیں اگر آپ بتا نہیں سکتے اور ایسی کوئی جائیداد نہیں ہے اور ایسی پیش کشوں کو ان صنادید اسلام نے جوتے کی نوک پر رکھنا بھی گوارا نہیں فرمایا تو پھر محض اس لئے کہ آپ کے انداز فکر سے یہ حضرات متفق نہیں ہیں۔ ان کے خلاف بہتان طرازی کرنا انسانیت کی توہین کے مترادف ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے یہ عظماء انگریز کے بھی دشمن تھے اور ہندو کے بھی عدو تھے چونکہ جناب جانباز مرزا کے اکابر ہندو کے چرنوں میں بیٹھے تھے لہٰذا اس ''بے ضمیری'' کو چھپانے کے لئے اولیائے امت پر انگریز دوستی کا الزام لگایا گیا۔ چور کی یہ ہیرا پھیری ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ایک حکیم کا ارشاد

پچھلے دنوں ایک مایہ ناز اکانوے سالہ حکیم صاحب سے ایک طویل نشست ہوئی فرمانے لگے بخاری سید ہوں ایک عظیم آستانے کا نور نظر ہوں مگر نظریات بدل لئے ہیں نیاز نہیں لیتا' گیارہویں نہیں کھاتا' عرسوں کا قائل نہیں ہوں۔ راقم الحروف ان کی طویل تقریر

سنتا رہا۔ ارشاد ہوا علامہ آزاد کے سامنے اپنی خطابت کا لوہا منوایا ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ مل کر بلاغت کا سکہ جمایا ہے پنڈت موتی لال نہرو کے گھر کھانا کھایا ہے اور وہ کھانا خود موتی لال نہرو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر گھر سے مہمان خانے میں لاتے رہے ہیں یہی انداز جواہر لال نہرو کے ساتھ تھا۔'' میں نے عرض کیا حضرت پھر آپ گیارہویں نہ کھانے میں حق بجانب ہیں بھلا جس پیٹ مبارک میں موتی لال کے گھر کے ٹکڑے ہوں وہاں گیارہویں کیسے سما سکتی ہے حرام اور حلال کیسے ایک جگہ جمع ہوں گے۔ فرمانے لگے آپ لوگوں کا استدلال بھی عجیب ہوتا ہے۔ عرض کیا حضور سچ فرماتے ہیں غریب لوگوں کا عجیب استدلال بھلا اس ذہن میں کیسے جگہ پا سکتا ہے جس میں ہندو کے مرغن کھانے کی تبخیر موجزن ہو۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حضرات اس الزام تراشی میں اپنے سیاسی اکابر کا ''حق خدمت'' ادا فرمارہے ہیں اگر ایسا نہ کریں تو ''مشاہرہ'' نہیں ملتا۔

فخر ملت مدظلہ کا ارشاد

اس ایڈریس کا ذکر فقیر راقم الحروف --- سید محمد ذاکر حسین شاہ --- نے ایک عریضہ میں حضور خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی برادر حضور شیخ الاسلام سیالویؒ و فرزند حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ --- سے کیا اور سیال شریف کی انگریز سے مخالفت کی بات بھی لکھی تو حضرت خواجہ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ یہ ہے۔

صاحبزادہ خواجہ غلام فخر الدین	۷۸۶	باآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سیال شریف	۷۹۲	زما سلام رسانید ہر کجا ہستند
	۳۱۳	فون ۶۴۹۳۱

مکرمی جناب شاہ صاحب زید قدرہٗ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی! عنایت نامہ پہنچا حالات سے اطلاع ہوئی آپ نے مجھے وہ سیاسی دور یاد دلایا جس میں سیال شریف انگریز دشمنی کا ایک مرکز بنا ہوا تھا حضرت ثالث غریب نواز رضی اللہ عنہ کا تعامل بھی میرے سامنے ہے اور ایک تحریر بھی مطبوعہ بنام (اعلان واجب الاذعان) ۱۹۲۰ء کا طبع شدہ جو آپ نے عرس شریف کے موقعہ

پر ایک تقریر فرمائی تھی جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت انگریز کا کوئی فوجی ملازم یا پولیس ملازم مجھے نہ ملے اس کا نذرانہ قبول نہیں کیا جائے گا اس وقت سی آئی ڈی بھی بہت تھی۔
حضور نے پہرہ کے لئے ایک کتا رکھا ہوا تھا جس کا نام جارج رکھا ہوا تھا فرمایا کرتے تھے کہ جارج کو روٹی ڈالو جارج کو پانی ڈالو۔ ہر وقت یہ نظمیں پڑھی جاتی تھیں۔

در ترک موالات نصاریٰ ہمہ تن کوش

حضور کی ایک التجا بھی قوال اکثر پڑھتے تھے۔

اے شہ خیر البشر اب لے خبر ہند کی شتاب قوم انگلش مجھ کشمش خوردہ و کردہ خراب

اس ایڈریس کے متعلق بھی گزارش کرنی ہے مگر بالتفصیل زبانی انشاء اللہ جتنا جلدی ہو سکے آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ۔

والسلام

دعا جو غلام فخر الدین سیالوی

ہمارا خیال ہے کہ جس دربار عدا بہار کے صاحب سجادہ کتے کو انگریز بادشاہ جارج کا نام دیتے تھے وہ ضرور ہمارے ان کرم فرماؤں کے ارشاد کے مطابق انگریز کے بھی خواہ خواں ہوں گے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قرآن کی زبان میں اس کا جواب لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہی ہے۔

آستانہ قدسیہ سیال شریف پر حاضری

راقم الحروف کی خواہش تھی کہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضری ہو اور بالمشافہ بہت سی باتیں معلوم کی جائیں اس خواہش کو حضرت خواجہ ابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہ السامی نے مزید یہ ارشاد فرما کر تیز تر کر دیا۔ ''وقت کو غنیمت سمجھ کر اولین فرصت میں آستانہ عالیہ پر حاضری دے کر سب تاریخی شہادتیں قلمبند کی جائیں وقت کا پتہ نہیں ہے۔''
۲۴ دسمبر سنہ بدھ وار بھیرہ سے سرگودہا حاضری دی پتہ چلا کہ حضور مرشد اہل سنت دامت معالیھم السامیہ سرگودہا میں تشریف فرما ہیں۔

مرشد اہل سنت مدظلہ السامی کا ارشاد

حضور سے تفصیلی ملاقات ہوئی جانباز مرزا کی کتاب کا تفصیلی تذکرہ ہوا وکیل انجم کی کتاب سیاست کے فرعون کا بھی فقیر نے تذکرہ کیا۔ حضور مرشد اہل سنت خواجہ علامہ حافظ محمد حمید الدین صاحب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف نے فرمایا ''میں نے وکیل انجم کی کتاب دیکھی ہے یہ عجیب بات ہے کہ اسے صرف انگریز نواز اصحاب سجادہ ہی ملتے ہیں انگریز دشمن اصحاب سجادہ کا اس نے بالکل ذکر نہیں کیا۔'' مزید فرمایا ''جو شخص داڑھی رکھ لے وہ شیخ نہیں بن جایا کرتا۔''

اصحاب علم وفکر جانتے ہیں کہ حضور کیا فرما گئے مطلب یہ تھا کہ اگر برصغیر سے چند لوگ انگریز کے کہنے پر چل رہے تھے اور وہ حقیقی مشائخ نہیں تھے تو علمی دیانت داری یہ تھی کہ حقیقی مشائخ کا تذکرہ بھی یہ نام نہاد مصنفین کرتے جنہوں نے پوری قوت سے انگریز کی مخالفت کی اور بحمد للہ سیال شریف کے انگریز دشمن ریکارڈ پر توسنیت کو ناز ہے۔

حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی نے اپنی خاندانی کریمانہ روایات کے مطابق فقیر پر محفل میں بڑی نوازشات فرمائیں۔ حضور سے اجازت لی اور آستانہ قدسیہ سیال شریف حاضری دی۔ نماز ظہر سے فارغ ہوتے ہی حضور خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی برادر حضور شیخ الاسلام خواجہ علامہ محمد قمر الدین سیالوی ؒ وفرزند حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی ؒ سے شرف ملاقات پایا۔ کھانے کی آپ نے دعوت دی۔ عرض کیا کھانا کھا چکا ہوں۔ فرمایا ''میں گھر کھانا کھا کے آتا ہوں'' آپ تشریف لے گئے تو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ ظہیر الدین صاحب مدظلہ السامی سے ملاقات ہوگئی۔ آپ اپنے ڈیرے پر ساتھ لے گئے۔

حضرت خواجہ محمد ظہیر الدین مدظلہ السامی

اسی موضوع پر آپ سے بھی بات ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا ''حضرت چچا سعد اللہ صاحب کہا کرتے تھے کہ جب گورنر پنجاب نے ان لوگوں کو دیکھا جو اصحاب سجادہ بن کر گئے تھے تو اس نے کہا یہ اصل مشائخ نہیں ہیں۔''

معزز قارئین! ذرا اس فقرے کی گہرائی ملاحظہ فرمائیں۔ شاطر انگریز تاڑ گیا کہ

سرکاری مشینری نے بے حد کوشش کے بعد جن لوگوں کو اکٹھا کیا ہے اور ان پر مشائخ کا لیبل لگایا ہے وہ مشائخ نہیں ہیں بلکہ انگریز کی عیار انتظامیہ نے چند لوگوں کو انگریز کے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کے صاحب سجادہ تو حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ تھے وہ انگریز کو کیا سمجھتے تھے ہم کچھ عرض کر آئے ہیں اور کچھ عرض کرنے والے ہیں۔ انگریز خود انہیں کیا سمجھتا ہے اس کی ایک شہادت ہم آگے پیش کرنے والے ہیں جو مخالفین کی ساری تحقیقات و مزعومات کا جنازہ نکال دے گی۔

فخر اہل سنت مدظلہ السامی کی خدمت میں

اب فقیر حضور خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کی عمر مبارک اسی سال سے زائد ہے اور آپ حضور ثالثؒ اور حضور شیخ الاسلامؒ کے انقلابی دور کے چشم دید گواہ ہیں اول الذکرؒ کے آپ فرزند دلبند اور موخر الذکرؒ کے پیارے بھائی ہیں لہٰذا جو قرب آپ کو حاصل تھا وہ کسی عالم، مؤرخ یا مرید کو حاصل نہ تھا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی خلوت کدہ میں لے گئے دروازہ بند کرا دیا، چائے کا دور نفیس لوازمات سمیت چلتا رہا اور ماضی کے چہرے سے پردے بھی سرکتے رہے۔

حضرت ثالثؒ اور علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری

حضرت خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی نے ایک کتابچہ تلاش فرما رکھا تھا جس کا نام اعلان واجب الاذعان ہے یہ ۱۹۲۰ء ۲۰/۱۹ مارچ کا واقعہ ہے یکم دو رجب المرجب ۱۳۳۹ھ کو حضور ثانی سیالویؒ کا عرس مبارک تھا اس عرس پر علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری بھی آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے کیوں؟ آیئے اس کیوں کا جواب خود شاہ صاحب سے ہی لیتے ہیں۔ اعلان واجب الاذعان کا ابتدائیہ شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ ہم کتابچہ کی فوٹو سٹیٹ ساتھ دے رہے ہیں قارئین خود ملاحظہ فرما کر کئی نتائج اخذ کر لیں گے ہم صرف چند اقتباسات شاہ صاحب کی عبارات سے پیش کریں گے۔ شاہ صاحب ان آستانوں سے ترک موالات اور انگریز دشمنی کی اپیل کرنا چاہتے تھے ”جن کے قبضہ میں لاکھوں انسانوں کے قلوب ہیں۔“ فرماتے ہیں۔

الغرض اس خیال نے مجھے ۲ رجب المرجب کو سیال شریف پہنچا دیا اور جاتے ہی مجھے جناب سجادہ نشین حضرت مولانا محمد ضیاء الدین صاحب منفع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کی قدم بوسی نصیب ہوئی' آپ نہایت تواضع سے پیش آئے اور بڑی عزت افزائی فرمائی۔ اس کے بعد معاملات حاضرہ پر گفتگو شروع ہوئی آپ کے خیالات سن کر ایمان تازہ ہو رہے تھے اور حاضرین مجلس کی ایک عجیب حالت تھی۔ آپ نے عدم تعاون ہجرت اور ترک موالات پر اس بے باکی اور جرات ایمانی سے گفتگو فرمائی کہ بے اختیار ہر دل سے یہ دعا نکلتی تھی کہ خداوند اس پیر جواں بخت و جواں سال کو مسلمانوں کے سروں پر بہت دیر تک سلامت رکھ حتی یکون الدین کلہ للہ[1]

مزید فرماتے ہیں ''لیکن یہ اعلان اپنے رنگ میں اپنا آپ ہی جواب ہے اس قدر مختصر اور اتنا مدلل ہے کہ سبحان اللہ! کلام الملوک ملوک الکلام۔ جناب نے اس سے پہلے ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء کو دوسرے یوم خلافت کے دن بھی ایک ایسی ہی زبردست تقریر فرمائی تھی جو کسی قدر اختصار کے ساتھ اخبار المنیر جھنگ میں شائع ہوئی تھی۔ حسن اتفاق سے وہ پرچہ بھی مجھے مل گیا چنانچہ پہلے ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء والی تقریر اور بعد میں یہ تازہ اعلان اور اس کے بعد جناب حضرت پیر حافظ عبداللہ صاحب برادر عزیز جناب سجادہ نشین صاحب قبلہ کی دو ایک نظمیں جو جناب حافظ صاحب نے مختلف مواقع پر پڑھیں ہدیہ ناظرین کر کے خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ۔

جو عدوئے دین ہو برباد ہو چاہے وہ گلچیں ہو یا صیاد ہو

خادم ملک و ملت۔ التوکل باللہ الباری

السید عطاء اللہ البخاری متوطن موضع ناگڑیاں[2]

ضلع گجرات (پنجاب)

اس طویل عبارت سے یہ باتیں ثابت ہوئیں۔

---

[1] اعلان واجب الاذعان ص ۴۔۳

[2] ایضاً ص ۵۔۴

نوٹ: تحقیق مطلوب ہو تو اعلان واجب الاذعان (مرتبہ علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری) اور امر معروف (مرتبہ مولانا ظہور احمد بگوی) کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ دونوں کتابیں حضرت کے خطبات اور فرامین پر مشتمل ہیں۔ ذاکر سیالوی

۱۔ اصحاب سجادہ کو شاہ صاحب مسلمانوں کے دلوں پر قابض سمجھتے تھے وہ اسی لئے سیال شریف حاضر ہوئے کہ مائیکل اوڈ وائر کے مصنوعی مشائخ والی چالبازی کو توڑا جا سکے جیسا کہ ان کے ابتدائیہ میں مذکور ہے۔

۲۔ شاہ صاحب حضرت ثالث سیالویؒ کی جرأت ایمانی اور بے باکی سے بے حد متاثر ہوئے۔

۳۔ شاہ صاحب نے ان کی درازی حیات کے لئے دعائیں کیں تاکہ ان کی مساعی جمیلہ سے دین الٰہی غالب آ سکے۔

۴۔ یوم خلافت اور یوم عرس کی دو تقاریر شاہ صاحب کو عام کرنے کا حکم دیا۔ شاہ صاحب ان خطابات کی جامعیت سے بے حد متاثر ہوئے۔

نتائج کیا نکلے

مائیکل اوڈ وائر کو سپاسنامہ ۱۹۱۹ء میں پیش کیا جاتا ہے یہ دور حضور ثالث سیالویؒ کا ہے اس سپاسنامہ کے توڑ کے لئے مارچ ۱۹۲۴ء میں شاہ صاحب حضرت ثالثؒ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہو کر "قدم بوسی" کرتے ہیں ان کی جرأت ایمانی پر قربان ہوتے ہیں ان کے خطابات کی اشاعت کرتے ہیں' ان خطابات کے اقتباسات بھی آگے آ رہے ہیں یہ جرأت شاہین اسلام مرشد اہل سنت سجادہ نشین سیال شریف ہی کر سکتے ہیں یہ ہمت انہی کو بجتی ہے۔

ثابت ہوا کہ سپاسنامے سے آستانہ قدسیہ سیال شریف کا کوئی تعلق نہیں تھا صاحب سجادہ پوری توانائیوں سے انگریز دشمنی کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ کاش جانباز مرزا اپنے ممدوح کی یہ عبارات بھی دیکھ سکتے اور کاش کہ وکیل انجم صاحب جب سیاست کے فرعونوں کا تعارف کرا رہے تھے تو سیاست کے موسیٰ بھی انہیں یاد رہ جاتے یک رخی تحقیق تحریف ہوتی ہے تحقیق نہیں۔

حضرت ثالثؒ کے اپنے خطابات کو بھی ذرا ملاحظہ فرماتے چلیں جن کی وجہ سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان کی قدم بوسی کو سعادت سمجھتے ہیں۔

حضرت ثالث سیالویؒ کا نعرۂ حق

''اب بصورت اعلان ہر ایک خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جو شخص فوج اور پولیس میں ملازم ہو تو اس سے فقیر کا کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کو فقیر سے کوئی تعلق ہونا چاہئے یہ میں نہیں کہتا کہ وہ ملازمت چھوڑ دیں یا نہ چھوڑیں یہ ان کے ضمیر اور ایمان پر چھوڑا گیا ہے اور آئندہ کوئی فوجی اور پولیس میں کوئی نذرانہ کسی قسم کا فقیر کے پیش نہ کرے کیونکہ وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا بناء علی قولہ تعالی و من یتولھم منکم فھو منھم (اور جو تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا) اور چاہئے کہ کوئی آدمی فوجی ہو یا پولیس کا فقیر سے بیعت نہ کرے کیونکہ اس کو بیعت نہیں کیا جاوے گا بناء علی قولہ تعالی ضرب اللہ مثلا رجلاً فیہ شرکوءُ متشاکسون[1]

یہ ہے وہ معرکتہ آرا اعلان جس نے جانباز مرزا اور وکیل انجم کے تحقیق کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے اسلام کے بطل جلیلؒ نے انگریز کی سطوت پر وہ ضرب ماری ہے جس کی کسک انگریز کے ساتھ اس کے حواری اب تک محسوس کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب کی شہادت اور صاحب سجادہ کے اس اعلان کے بعد مزید کسی گواہی کی انصاف پسند حضرات کے نزدیک ضرورت نہیں مگر آیئے انگریز سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ وہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے صاحب سجادہؒ کو کیا سمجھتا ہے۔

انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس کی رپورٹ

ان دنوں میں حضرت ثالثؒ کی شدت سے انگریزوں کی پولیس نگرانی کر رہی تھی یہ کام ڈی جانس پولیس سپرنٹنڈنٹ کی نگرانی میں ہو رہا تھا۔ اس کی انتہائی خفیہ رپورٹ جو برٹش حکومت کو بھیجی گئی تھی ریکارڈ میں موجود ہے وہ رپورٹ اس وقت ہمارے سامنے ہے اس کے کچھ حصوں کی فوٹو سٹیٹ ہم ساتھ دے رہے ہیں۔ ہم یہاں صرف چند فقرے نقل کریں گے تاکہ پتہ چل سکے کہ دربار سدا بہار سیال شریف کے متعلق انگریز کی خفیہ ایجنسیاں کی رپورٹیں بھیج رہی تھیں۔ جانس لکھتا ہے۔

---

[1] اعلان واجب الاذعان ص ۱۴

And is the key figure in creating hatred in the public against the "His Majesty" Government.	اور وہ اعلیٰ حضرت حکومت کے خلاف پبلک میں نفرت پیدا کرنے کا مرکزی کردار ہیں۔

اس فقرے نے بات واضح کر دی کہ انگریز شہنشاہ کے خلاف نفرت کا جو لاوا پک رہا تھا اس کا مرکزی کردار آستانہ عالیہ سیال شریف کے صاحب سجادہ حضور ثالثؒ تھے۔

اس نے بارہ الزامات اپنی رپورٹ میں حضرت پر لگائے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ آپ خلافت کمیٹی کے سارے نعروں کو انگریز کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی جہاد کے داعی ہیں۔ اسلامی نظریات' اسلامی فلاسفی کو مدلل انداز سے اپنے غلاموں تک پہنچاتے ہیں۔ وہ قدیم اسلامی قوت' کلچر اور تہذیب کا احیاء چاہتے ہیں اور دلائل سے اپنے متبعین کو یہ چیزیں سمجھاتے ہیں۔ ان کے مرید کئی دفعہ سرکاری فورسز پر پتھروں اور اینٹوں کی بارش کر چکے ہیں۔ سرکاری املاک کو نقصان پہنچا چکے ہیں۔ وہ رضا کار بھرتی کرتے ہیں اور سرکاری ملازمت سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ ایک "مخصوص جرم" حضرت کا یہ ہے کہ

Moreover he is a great financial source for the Khilafat committee and other non cooperative.	مزید براں وہ خلافت کمیٹی اور تحریک عدم تعاون کے لئے ایک بڑا مالی ذریعہ بھی ہیں۔

ملاحظہ ہو رپورٹ کی دفعہ نمبر ۱۰۔

رپورٹ کی اس شق نے مسئلہ بالکل صاف کر دیا وہ ہستی جو ہر انگریز دشمن تحریک کو مالی امداد فراہم کر رہی تھی اور یہ ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ خفیہ پولیس کا سپرنٹنڈنٹ یہ رپورٹ تاج برطانیہ کو پیش کر رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حکومت کے خلاف جو تحریکات چل رہی ہیں ان کا ایک بڑا مالی ذریعہ پیر آف سیال شریف خواجہ علامہ محمد ضیاء الدینؒ ہیں۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ ہم جانباز مرزا سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اسی دربار نے انگریز گورنر کے سپاسنامے کی تائید کی تھی۔ کیا یہی تائید ہوتی ہے۔

پھر کیا ہوا

آیئے رپورٹ کی دفعہ نمبر ۱۲ سے بھی محظوظ ہوتے چلیں۔

جب ہز ایکسیلنسی لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء کو ملتان میں کیمپ لگایا تو ان کے تین مرید جنہوں نے بعد میں اعتراف کیا کہ انہیں ان کے پیر صاحب (محمد ضیاء الدین آف سیال شریف) عزت مآب گورنر کی رہائش گاہ تباہ کرنے کے لئے متعین کیا تھا' رنگے ہاتھوں پکڑے گئے جن کے قبضے سے دھماکہ خیز مواد نکلا۔

When His Excellency Lieut Governor of Punjab camped at Multan on 19-3-1920, three of his followers (Who stated later were on that they are depented by Their Pir Sahib (Maulavi Muhammad Ziauddin of Sial Sharif) to dedtroy the residence of His Excellency) were caught red handed in possossion of explosive material.

ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۱۲۔

سبحان اللہ! جو غلاموں کو بھیج کر گورنر پنجاب کی کیمپ میں رہائش گاہ کو تباہ کرا رہے ہوں وہ ضرور انگریز کے حامی و ناصر ہوں گے۔ اس دفعہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیالوی انگریز کے کتنے بڑے دشمن تھے اور انگریز انہیں کیا سمجھتا تھا۔ یہی وہ روایات ہیں جنہیں ہم سیال شریف کی خصوصی روایات کہتے ہیں اور جنہیں سیال پاک کے ہر سجادہ نشین نے اپنے دور میں نہ صرف نبھایا ہے بلکہ مزید آگے بڑھایا ہے۔

پولیس سپرنٹنڈنٹ مزید لکھتا ہے کہ ان کے وارنٹ بلا ضمانت بھی جاری ہوئے مگر ان پر عمل درآمد نہ ہو سکا کیونکہ پنجاب گورنمنٹ کے پولیٹیکل ریذیڈنٹ کمشنر نے فوری طور پر یہ وارنٹ منسوخ کر دیئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب کو انتشار سے بچانے کے لئے یہ وارنٹ پولیٹیکل کمشنر نے منسوخ کر دیئے ہوں گے۔

شاہین زیر دام نہ آسکا

ڈی جانس پولیس سپرنٹنڈنٹ اپنی رپورٹ کے آخری دو پیراگرافس میں کتنی بڑی حقیقت کہہ گیا ہے۔

تبصرہ (رائے زنی)۔

ان کی مصروفیات اعلیٰ حضرت کی حکومت کے لئے نقصان دہ ہیں وہ قانون نافذ کرنے والی قوتوں کے لئے دردِ سر اور رکاوٹ ہیں بہت سی کوششیں انہیں نرم و ہموا بنانے کے لئے اپنے ذرائع سے براہ راست اور بالواسطہ ہم نے کی ہیں مگر سب رائیگاں گئی ہیں۔

اگرچہ وہ اب بھی ہمارے گھیراؤ اور شدید قسم کی نگرانی میں ہیں۔ مستقل طور پر نگران سٹاف ان کے لئے تعینات کر دیا گیا ہے۔ رپورٹیں پہنچ رہی ہیں۔ ان کی فائیلو (چارج بک) سیکورٹی برانچ میں رکھ دی گئی ہے۔

ڈی جانس۔ سپرنٹنڈنٹ

Comments

His activities are harmful to the His Mejesty's Government. He is a headache and obstacle for local lans abiding forces. Several efforts have been made directly and indirectly through our sources to soften him or modirate him, but all in vain. However, he is being cordoner and kept under strict surreillance. The Surveillance staff have been deputed permanently. Reports are being received and the folio is maintained in the secracy Branch.

D. Jones, Superintendent.

انگریز ذہنیت

پیراگراف نمبر ۱۲ کا ابتدائی فقرہ ہم الگ ذکر کر رہے ہیں تاکہ انگریز کی ذہنیت کی عکاسی ہو سکے وہ حضرت ثالث کو سبوتاژ کرنے والا عظیم دشمن قرار دیتا ہے۔ الفاظ پر غور فرمائیں۔

ان پر شبہ تھا کہ وہ سبوتاژ کرنے والے گروپوں کے ساتھ اتحاد عمل رکھتے تھے۔	He was suspected having collabonation with sohotaga groups.

اس اتحاد عمل کے ثبوت کے لئے وہ ان تین حضرات کو بطور شہادت پیش کرتا ہے۔ جو ملتان میں گورنر کی رہائش گاہ کو تباہ کرتے ہوئے آتش گیر مواد کے ساتھ بقول اس کے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے تھے۔ ان شواہد کے بعد کوئی بصیرت و بصارت کا اندھا ہی سیال شریف کو انگریز دوست اور ان کے لئے سپاسناموں پر دستخط کرنے والا کہہ سکتا ہے' ہم جانباز مرزا اینڈ کمپنی کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ ہندوؤں کی آپ کے لیڈروں نے جس طرح حمایت کی ہے وہ ان بوگس الزامات کے پانی سے دھوئی نہیں جا سکتی۔

حضرت خواجہ کے ارشادات

اسی محفل اور خلوت میں حضور خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ السامی نے فرمایا ''ہمارا لڑکپن تھا گھر میں یہ بات عام تھی کہ اب ہم کابل چلے جائیں گے وہیں قیام ہو گا اور آستانہ قدسیہ پر کوئی ایک درویش صرف نگرانی کے لئے رکھا جائے گا۔ ہم ایک دوسرے کو کہتے رہتے تھے کہ بس آج یا کل کابل روانہ ہو جائیں گے۔''

بقول حضرت خواجہ صاحب ''حضرت ثالثؒ سب لوگوں کو انگریز کی مخالفت کی دعوت دیتے تھے پہروں اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی' انگریز کی انٹیلی جینس سائے کی طرح حضرت کے آگے پیچھے ہوتی تھی۔ رپورٹیں ہر وقت حکومت کو بھیجی جاتی تھیں مگر حضرت ثالث کسی کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے تھے عظیم مجمعوں میں انگریز کے خلاف جس انداز سے آپ گفتگو اور خطاب فرماتے وہ اس جابرانہ اور ظالمانہ دور میں آپ کا ہی حصہ تھا۔''

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد ہوا ''اپنی حیات طیبہ میں آپ نے خاندان کے کسی فرد کو انگریز سے رابطہ رکھنے کی اجازت دی اور نہ ہی ملازمت کرنے دی۔ حضرت صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے آپ کے وصال کے بعد ہی آنریری مجسٹریٹ بنے۔ کچھ ٹوانوں کے ساتھ ان کے مراسم تھے لہٰذا وہ انہیں کئی ایسی باتوں پر آمادہ کر لیتے تھے جن سے دربار عالیہ سیال شریف یا صاحب سجادہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا' یہ دستخط اگر ان کی طرف سے ہوئے ہیں تو پس منظر میں ہے۔''

ہم پہلے حضرت صاحبزادہ محمد ظہیر الدین صاحب کے حوالے سے حضرت محمد سعد اللہ صاحب کی بات نقل کر آئے ہیں آگے چل کر حضرت بابو جی گولڑوی کے دستخطوں میں پھر بتائیں گے کہ چال کیا تھی۔ مگر یہ بات تو اظہر من الشمس ہوگئی کہ دربار سدا بہار سیال شریف کا ان دستخطوں سے واسطہ نہیں تھا۔ آیئے اب آپ کو گولڑہ شریف لے چلتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت گولڑویؒ اور انگریز

انگریز اور اس کے انداز زندگی سے اہل اللہ کو نفرت تھی حضرت گولڑویؒ بھی اس نفرت میں شریک تھے ان کے مرشد خانہ سیال شریف میں کوئی انگریزی سکول انگریز کے پورے دور میں قائم نہیں ہوا۔ سیدنا گولڑویؒ نے بھی اس روایت کو نبھایا اور اپنے خاندان کے بچوں کو انگریزی تعلیم نہیں دلوائی۔[1]

آپ کا نظریہ مبارک انگریزی تعلیم کے متعلق یہ تھا "اس طرز تعلیم کا اثر احکام شرعیہ، صوم وصلوٰۃ وغیرہ کو پس پشت ڈالنے اور ظاہری اعزاز وشکم پروری کے بغیر کچھ نہیں ہو گا مگر جیسے اللہ محفوظ رکھے۔"[2] ملاحظہ فرمائیں! اس ایک جملے میں حضرت کیا کچھ فرما گئے۔

انگریز اپنی مکارانہ روایات کے مطابق آپ کو ۱۹۱۱ء میں دہلی میں اپنے شاہی دربار میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے مگر آپ اس میں شمولیت سے انکار فرما دیتے ہیں وہ آپ کو مخالف سمجھ کر ایذا رسانی کی طرف مائل ہوتا ہے مگر کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔[3]

جاگیر کی پیش کش

انگریز نے بقول شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ چار سو مربع نہری زمین کی پیشکش کی گورنمنٹ کے نمائندے نے قبول کرنے کے لئے بڑے زوردار دلائل دیئے مگر آپ نے یہ مربعے لینے سے انکار فرما دیا۔ پوری تفصیل مہر منیر میں مذکور ہے۔[4]

آپ زمانہ جنگ (جنگ عظیم اول) میں بھی بدستور انگریز دشمنی پر قائم تھے۔ فوجی بھرتی کو ناجائز قرار دیتے تھے۔[5]

۱؎ مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض ص ۱۴۱ مطبوعہ ۱۹۹۱ء گولڑہ شریف
۲؎ ایضاً
۳؎ ایضاً ص ۱۴۴
۴؎ ایضاً ص ۲۷۵
۵؎ ایضاً ص ۲۷۴

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضور گولڑوی انگریز دشمنی میں بہت آگے تھے۔

اب ذرا ملاحظہ ہو کہ ۱۹۱۹ء میں کیا چال چلی جاتی ہے۔

مائیکل اوڈوائر کے لئے سپاسنامہ

جن دنیا داروں نے انگریزوں سے بڑی بڑی جاگیریں لے رکھی تھیں وہ چاہتے تھے کہ مشائخ کے دربار بھی ان کی طرح انگریز کی ہمنوائی کریں۔ جب جلیانوالہ باغ امرتسر کی فائرنگ کا ہیرو اوڈوائر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب واپس جانے لگا تو اسے الوداعی تقریب میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

اس پروگرام میں شمولیت کے لئے لاتعداد امراء، جاگیرداروں اور زندگی کے مختلف نمائندوں کو دعوت دی گئی کمشنر راولپنڈی وغیرہ سرکاری نمائندوں نے اعلیٰ حضرت گولڑوی کو بھی باصرار شامل ہونے کے لئے کہا مگر آپ تشریف نہیں لے گئے۔ جو ہستی ۱۹۱۱ء کے شاہی دربار دہلی جانے سے انکار فرمادے وہ پنجاب کی الوادعی پارٹی میں کیسے شمولیت کر سکتی تھی۔

پھر سر عمر حیات ٹوانہ نے بے حد تقاضا اور اصرار کیا تو حضرت نے اپنے لخت جگر حضرت بابو جی کو صرف اس لئے بھیج دیا کہ "ملک عمر حیات خان غرباء کے کام کرتا ہے اور اس وجہ سے مجھے اس کا خیال ہے۔"[1] بابو جی قبلہ لاہور پہنچ گئے۔ ملک عمر حیات خان نے کہا کہ آپ خود کوئی بات نہ کہیں ہم جو کچھ کہیں آپ صرف ہاں میں ہاں ملا دیں۔ حضرت بابو جی کا ارشاد تھا کہ آپ لوگ کیا کہیں گے ملک صاحب نے انگریزوں کے حق میں مدحیہ الفاظ کہہ سنائے۔ یہ سن کر قبلہ بابو جی نے فرمایا یہ غلط باتیں ہیں میں ان کی تائید نہیں کر سکتا ملک ٹوانہ سمجھ گئے بات نہیں بن سکتی لہٰذا انہوں نے آپ کی شمولیت کو مناسب نہ سمجھا آپ ان سے الگ ہو گئے۔

صاحب سجادہ پاک پتن سے بابو جی ملے تو انہوں نے اصرار کر کے روک لیا اپنے ساتھ پارٹی میں لے گئے۔

۱۔ مہر منیر ص ۲۸۷

جعلی سپاسنامہ

وہاں مختلف لوگ بیٹھے تھے ایک کاغذ پر دستخط کرائے جا رہے تھے عموماً محافل میں حاضرین سے دستخط لینے کی رسم ہے تاکہ پتہ چلے کہ کون کون لوگ پارٹی میں شریک تھے۔ حضرت بابوجی نے بھی اس کاغذ پر دستخط کر دیئے یہی کاغذ اس نام نہاد سپاسنامہ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا جو اوڈوائر جیسے خبیث النفس انسان کو جاگیردار سرمایہ دار اور انگریزوں کے ایجنٹ پیش کرنا چاہتے تھے ایک چال چل کر ان لوگوں نے چند علماء یا مشائخ کے بھی دستخط لے لئے تاکہ انگریز کی خوشنودی حاصل کی جا سکے۔ خود حضرت بابوجیؒ کا اپنا ارشاد یوں ہے۔

بابوجیؒ فرماتے ہیں کہ "مجھے کچھ علم نہ تھا کہ ایسے اجتماعات کے طور طریقے اور آداب کیا ہوتے ہیں ایک کاغذ پر سب کے دستخط کرائے گئے۔ میں نے بھی اس خیال سے کہ حاضرین کی فہرست ہے دستخط کر دیئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دستخط سپاسنامہ کے سلسلے میں تھے۔ سخت افسوس ہوا مگر اس وقت مجبوری تھی اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔"[1]

حضرتؒ کے ارشاد سے واضح ہوا وہ ایک کاغذ تھا جس پر صرف دستخط ہو رہے تھے یعنی سپاسنامہ کی تحریر اس پر نہ تھی اسے پھر سپاسنامہ سے لگا دیا گیا اور یہ جعلسازی جاگیرداروں اور انگریزوں کے زرخرید غلاموں نے کی۔ اس جعلی سپاسنامہ کو بنیاد بنا کر مشائخ کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھانا نہ شرافت ہے اور نہ انسانیت۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ہندو سے منافقانہ سیاست سیکھی ہے۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دربار عالی گولڑہ شریف انگریزوں کا حامی نہیں تھا وہ شدید مخالف تھا ان کے درباروں میں حاضری سجادہ نشینان گولڑہ شریف کا وطیرہ نہیں تھا۔ صاحبزادگی کے دور میں بھی ملک عمر حیات جیسے وزیراعظم پنجاب اور بڑے جاگیردار کو بابوجیؒ نے فرما دیا میں آپ کے ان اقوال کی تائید سے قاصر ہوں۔ بھلا وہ اوڈوائر جیسے نجس انسان کو کیسے مدحیہ سپاسنامے پیش فرما سکتے تھے۔

مخالفین نے اپنے اپنے مقاصد کے تحت دربار عالی وقار کی مخالفت کی جو آج تک جاری ہے مگر عظمتوں کے امین کل بھی اپنے راستے پر چل رہے تھے آج بھی صراط مستقیم پر

ا۔ مہر منیر ص ۲۸۷

چل رہے ہیں۔

جلال پور شریف کا آستانہ

آستانہ عالیہ جلال پور شریف بھی آستانہ قدسیہ سیال شریف سے وابستہ ہے۔ ۱۹۱۹ء میں صاحب سجادہ امیر حزب اللہ اول حضرت سید محمد فضل شاہؒ تھے ان کی مساعی جمیلہ سے پوری قوم واقف ہے حزب اللہ نے تحریک پاکستان کے لئے پنجاب بھر میں راستہ ہموار کیا مسلم لیگ کا ساتھ دیا جناب نواب مہر شاہ کے اس کاغذ پر دستخط ہیں جو جعلی ہے سپاسنامہ کے ساتھ نہیں تھا مگر سید مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین تھے ان کا فعل مشائخ کا فعل کیسے قرار پایا۔ اسی طرح خواجہ سعد اللہ صاحب سیال شریف کے مقدس آستانے کے سجادہ نشین نہیں تھے اس دور میں وہاں کے سجادہ پر حضور ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ تشریف فرما تھے ان کی انگریز دشمنی مثالی تھی پھر غیر متعلقہ حضرات کے دستخط اصحاب سجادہ کے دستخط کیوں قرار دیئے گئے اور ان دستخطوں کو حقیقت بنا کر مشائخ عالی مقام کے خلاف کیوں زہر اگلا گیا اور آج تک اس جعلی سپاسنامے کی وکالت از قسم جانباز مرزا، وکیل انجم جیسے لوگ کس غرض سے کر رہے ہیں کیا صرف ولایت دشمنی انہیں ایسے کرنے پر اکسا رہی ہے یا کسی سازش کا وہ شکار ہو گئے ہیں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

قدوۃ الانام شیخ الاسلام

حضرت خواجہ علامہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت پاک
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ
۷ جولائی ۱۹۰۶ء
سیال شریف

وصال شہادت
۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء
سیال شریف جف القلم وخسف القمر ۱۴۰۱ھ
ہو گیا ارتباط شمس و قمر ۱۴۰۱ھ
مہر درخشاں ۱۴۰۱ھ
امام الاتقیا ذوالاحترام ۱۹۸۱ء

ولادت سراپا سعادت

حضور ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کو اللہ کریم نے ۷ جولائی ۱۹۰۶ء/ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ میں وہ تاجدار ولایت عطا فرمایا جس نے کل شیخ الاسلام والمسلمین اور محبت رسول خیر الانام کا امین بننا تھا۔ یہ حضرت ثانی لاثانی سیالویؒ کے دور خلافت کے آخری سال تھے۔ ابھی حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کی ظاہری عمر اڑھائی تین سال تھی کہ جو کپڑا بھی گھر سے دستیاب ہوتا بطور پگڑی سر مبارک پر باندھ لیتے یہ اشارہ تھا کہ صاحب دستار ''عبقریٔ عصر'' ہوگا۔ کسی نے حضرت ثانی غریب نوازؒ کو یہ باتیں گوش گزار کیں تو اپنے پوتے کو طلب فرما کر تبرکات کا صندوق اور پیر خانہ سے عطا ہونے والے عمامے اور خواجہ شمس معرفتؒ کی متبرک دستار نکال کر اپنے دست حق پرست سے معصوم قمر کے سر پر باندھ دیں۔ حاضرین نے یہ دلکش منظر دیکھا۔ حال بتا رہا تھا کہ مستقبل کتنا حسین ہوگا۔

تعلیم و تربیت

حفظ قرآن پاک کے لئے حضور کو اپنے گاؤں آستانہ عالیہ سیال شریف سے تین میل دور پوہلا نامی بستی میں حافظ کریم بخشؒ کے ہاں چھوڑا گیا نو برس کی عمر میں حضور قمر ملتؒ نے قرآن پاک یاد فرما لیا۔ یہ بھی آستانہ عالیہ سیال شریف کا طرۂ امتیاز ہے کہ یہاں کے سب عظمت مآب سجادہ نشین قرآن حکیم کے حافظ تھے اور علوم ظاہریہ کے مستند اور جید علماء تھے۔ آج تک یہی سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ے خانہ کی یہ شراب سہ آتشہ --- حفظ قرآن، علوم ظاہری اور علوم باطنی --- تا قیام قیامت تشنگان عشق خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے لئے قائم و دائم رکھے۔

حفظ قرآن کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل آپ نے ''دار العلوم ضیاء شمس الاسلام'' سے کی آپ کے عظیم المرتبت والدؒ نے اس زمانے میں اس عظیم درسگاہ کو مثالی انداز سے نواز رکھا تھا ملک بھر سے جید علماء کا وہاں جمگھٹا لگا ہوا تھا اور علوم اسلامیہ کے عاشق ہر طرف سے امڈتے آ رہے تھے۔ آپ نے اس عظیم درسگاہ میں ان اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔

۱۔ حضرت ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ مسند آرائے آستانہ قدسیہ سیال شریف۔ ۲۔ مولانا محمد حسین جھنگوی۔ ۳۔ مولانا حافظ جان محمد (سرگودہا) ۴۔ مولانا حفیظ اللہ

(مظفر گڑھ) ۵۔ مولانا محمد مٹھا (ڈیرہ غازی خان) ۶۔ مولانا قمر الدین (میانوالی) ۷۔ مولانا غلام مرتضٰی (میانوالی) ۸۔ علامہ سلطان محمود۔ ۹۔ علامہ غلام محی الدین۔ ۱۰۔ مولانا محمد دین۔ ۱۱۔ مولانا سلطان اعظم رحمہم اللہ سیال شریف سے ظاہری علوم اسلامیہ کی تکمیل تو فرمالی لیکن آپ کے عظیم المرتبت والدؒ نے آپ کو مزید اکتساب علوم کرنے کے لئے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بھیج دیا۔ وہاں آپ نے غزالی دوراں، بحر ذخار علوم حضرت مولانا معین الدین اجمیری سے فنون عالیہ معقولات اور ریاضی کے علاوہ حدیث پاک کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۱ھ میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل فرما کر سیال شریف کے مرکز روحانیت پر تشریف لائے۔ ۱۳۶۵ھ میں حضور قمر ملتؒ نے فریضہ حج ادا کیا دوران حج قاضی اندلس شیخ ابوبکر بنائیؒ اور شیخ الشیوخ عمر وحمدان شیخ الحدیث مدرسہ صولیتہ مکہ مکرمہ سے صحبت رہی ہر دو حضرات نے آپ کو سندات عطا کیں۔

مسند سجادہ پر تشریف آوری

آپ کی حیات طیبہ کا تیسواں سال تھا کہ ۱۹۲۹ء میں حضرت ثالث غریب نوازؒ کا وصال ہو گیا۔ بڑا ہی روح فرسا وقت تھا حضور ثالثؒ عین جوانی کے عالم میں تشریف لے گئے تھے۔ مرکز علم و روحانیت سیال شریف کے غلاموں پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے مگر حضور قمر ملتؒ نے زخمی دلوں کی تسکین کے لئے بڑا اہم کردار ادا فرمایا۔ جوانمردی، اولوالعزمی اور بے حد ثابت قدمی سے اپنی گراں قدر ذمہ داریوں کو نبھایا۔ والد گرامیؒ کا ظاہری سایہ عین عنفوان شباب میں اٹھ گیا ہے۔ عقیدت مندوں کی تعداد بے پناہ رش بنائے ہوئے ہے ان کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان کی غم و اندوہ سے بھری داستانوں پر توجہ دینی ہے۔ وہ دینی معاملات کے ساتھ دنیوی معاملات کے حل کے لئے بھی گزارشات پیش کرتے ہیں آپ نے یہ عقدے بھی حل فرمانے ہیں ان کے قیام و طعام کا بندوبست بھی کرنا ہے دارالعلوم کو بھی آگے بڑھانا ہے اپنے اوراد و وظائف اور معمولات کو بھی پورا فرمانا ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے دور سجادگی میں ان سب معاملات کو جس شاندار انداز سے چلایا وہ انہی کا حصہ ہے۔

علمی و عملی کمالات

ہم حضرت کے تعلیمی کوائف اوپر درج کر آئے ہیں۔ نادر کتب کا حصول اور مطالعہ آپ کی حیات طیبہ کا لازمہ تھا ذہانت کا یہ عالم تھا کہ جو کتاب نظر سے گزری ذہن اقدس میں محفوظ ہو گئی۔ ایک مناظرے کے لئے حضورؒ نے سیال شریف طلب فرمایا مشہور مناظر علامہ اللہ یار خان چکڑالوی بھی میرے ساتھ تھے سات بجے محفل شروع ہوئی اور ایک بجے تک چلتی گئی لاتعداد حوالہ جات سامنے آئے۔ بعد میں علامہ اللہ یار خان نے مجھ سے پوچھا کہ ''حضرت ہمہ وقت مریدوں کا مرکز بنے رہتے ہیں اتنا وسیع مطالعہ یہ کس وقت فرماتے رہتے ہیں۔'' میں نے کہا ''اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔''

عربی زبان پر وہ دسترس تھی کہ باید و شاید' کئی فتاوی تحریر فرمائے۔ عربی زبان میں رسائل تحریر فرمائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ مادری زبان میں تحریر فرما رہے ہیں مگر طرز استدلال' زور بیان اور حوالہ جات کا انبوہ اس شکوہ سے سامنے آتا کہ اہل زبان بھی دنگ رہ جاتے۔ ذرہ پروری فرماتے ہوئے کئی فتاوی پر مجھ سے تصدیق کے لئے ارشاد ہوا تو میں آپ کی شاندار علمی و ادبی زبان پڑھ کر دنگ رہ گیا اور جو چند فقرے عربی میں تصدیقاً لکھے ان میں ''مرعوبیت و ذھولیت'' کی وجہ سے ایک آدھ غلطی کر گیا آپ نے کرم گستری فرماتے ہوئے ٹائپ کرتے وقت درستی فرما دی مگر مجھے اطلاع نہ فرمائی۔

فارسی ادب پر بھی اسی انداز کی مہارت حاصل تھی۔ خواجہ حافظؒ کی ٹیکسالی زبان کی تشریح فرماتے ہوئے شاندار علمی نکتے ارشاد ہوتے۔ لغوی تحقیق میں دونوں زبانوں میں دریا بہا دیتے۔ دونوں زبانوں میں آپ نے شعر بھی کہے اگرچہ بے حد مصروف زندگی اور علمی لاتعداد خدمات کی وجہ سے شاعری کو زیادہ وقت عطا نہیں فرما سکے۔ اردو میں ایک مخصوص انداز کا جوش بیان آپ کی طرز تحریر کا خاصہ ہے جن حضرات نے ''مذہب شیعہ'' کا مطالعہ کیا ہے وہ آپ کے اس مخصوص انداز کی گہرائیوں اور گیرائیوں کو جانتے ہیں۔ استعارات' تلمیحات' تشبیہات اور محاورات کو استعمال کرنے پر بے حد دستگاہ حاصل تھی۔ ذوق سخن انتہائی اعلیٰ تھا۔ اپنے بھائی حضور خواجہ غلام فخر الدین قبلہ مدظلہ کی کئی عارفانہ غزلوں کو ''دیوانوں'' پر بھاری سمجھتے تھے اور آپ کو انعام و اکرام سے بھی نوازتے تھے۔ خواجہ حافظ شیرازی' علامہ

اقبال اور غالب کا اکثر کلام بھی کئی نجی محفلوں میں پیش فرمایا کرتے تھے۔ حکیم علی محمد دہلوی ---مقیم سرگودہا--- کو ان کے مخصوص انداز کی وجہ سے چچا غالب فرمایا کرتے تھے۔

مطالعہ کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ ماحول سے بے اعتنائی فرما لیتے۔ صبح نماز کے بعد کھلے صحن میں مطالعہ شروع فرمایا ہے جون جولائی کا گرم سورج نکل آیا ہے گیارہ بج رہے ہیں زمین تپ چکی ہے لوگوں نے سامنے چارپائی کھڑی کر کے سایہ کر دیا ہے اب چارپائی کا سایہ ختم ہو گیا ہے مگر حضور ہیں کہ اپنے انداز سے مطالعہ میں محو ہیں میں نے آستانہ قدسیہ کے علاوہ یہ منظر سرگودہا میں بھی دیکھا ماحول پر سکوت طاری تھا اور ایسی ہی شدید گرمی میں آپ نے دن کے اڑھائی بجے تک مطالعہ جاری رکھا کسی کو جرات نہ ہوتی کہ قریب جا کر کچھ کہہ سکتا۔ مطالعہ کا یہ انہماک ہے تو عبادت کا انہماک کیا ہو گا ابھی آگے چل کر ہم عرض کریں گے۔

کتب سے مطلوبہ عبارات فوراً عربی میں ٹائپ فرما لیتے ٹائپ رائٹر پاس پڑا رہتا تھا اور بڑی مہارت سے ٹائپ فرما کر صفحات کے صفحات محفوظ فرماتے چلے جاتے۔ بنگلہ کے اندر ایک کمرہ میں لکڑی کا تخت بچھا ہوا تھا جس کے چاروں طرف لکڑی کے پھٹوں سے اچھی خاصی باڑ لگی ہوئی تھی یہ سارا ذخیرہ اس میں محفوظ ہوتا چلا جاتا۔

اگرچہ مروج طریقے پر آپ نے تدریس کی مسند نہیں بچھائی مگر وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کو اسباق پڑھائے ہمارے آستانہ قدسیہ کے شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے حضور شیخ الاسلامؒ سے اسباق پڑھے۔[1] طلباء سے مختلف مواقع پر مختلف فنون سے سوال پوچھتے صحیح جواب پر انعام سے نوازتے نامکمل جواب کی وہ وضاحت فرماتے کہ کتاب کا وہ مقام ہمیشہ یاد رہ جاتا۔ اساتذہ کو پڑھاتے سنتے اور طلباء سے پھر انہی مقامات کا اعادہ کرا کے مزید وضاحت فرما دیتے اگر فلسفہ یا منطق کا وہ قاعدہ و انداز فکر اسلام کے ازلی و ابدی اصولوں کے خلاف ہوتا تو مصنف کے طرز استدلال کے بخیے ادھیڑ دیتے اور احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کی یوں تشریح فرماتے کہ فضائیں نور و سرور سے بھر جاتیں۔ راقم الحروف کو کئی دفعہ حضور نے انعامات سے نوازا۔ کئی دفعہ دودھ سے ایک

۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۴۷

گھونٹ تناول فرما کر باقی مجھے عطا فرما دیا۔ اللہ اب وہ صورتیں کس دیس بستیاں ہیں۔

مناظرانہ صلاحیتیں

آپ ہمارے ان مشائخ عالی مقام میں شامل ہیں جنہوں نے باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے میدان میں للکارا۔ اس غرض کے لئے مختلف ادیان کی مرکزی کتابوں کا مطالعہ فرمایا۔ تورات وانجیل پر بے پناہ مہارت حاصل تھی ان کے تضادات کو پیش فرما کر ارشاد ہوتا اگر یہ محرف نہ ہوتیں تو ان میں یہ تضاد نہ ہوتا۔ اسلامی اخلاقیات کو سامنے رکھ کر تورات وانا جیل کی عبارات پیش فرما کر ارشاد ہوتا عام انسانی اخلاق سے یہ گری باتیں کلام اللہ میں ہرگز نہیں ہوسکتیں یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کارستانیاں ہیں۔

تونسہ مقدسہ میں حاضری دی پتہ چلا کہ ایک پادری برسرعام اسلام پر حملے کر رہا ہے آپ فوراً وہاں پہنچے پادری کو اس طرح لاجواب کیا کہ وہ تونسہ شریف سے بھاگ نکلا۔ ایسا ہی ایک منظر سلانوالی میں لوگوں نے دیکھا اس پادری کا نام براؤن تھا اس نے دعوت مناظرہ قبول کی آپ نے بائبل کو موضوع سخن بنایا۔ آپ نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔ براؤن کو کوئی جواب نہ سوجھا اور میدان مرد میدان کے لئے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بے شمار عیسائیوں نے مختلف اوقات میں آپ کے مقدس ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

مرزائیت کے لئے بھی آپ شمشیر تابدار تھے ان کا ہر جگہ تعاقب فرمایا۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ اور چند علماء کو ان کے تعاقب کے لئے مامور فرمایا۔ مولانا بگویؒ نے رسالہ شمس الاسلام میں اس تعاقب کی بھرپور تفصیل دی ہے حضرت کی اس کرامت کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ دوران تعاقب علاقے سے ناواقفی کی وجہ سے اشیائے خوردونوش کے خاتمے پر پریشانی تھی کشتی تعاقب کرتے دریا میں چل رہی تھی کہ ایک بڑی سی مچھلی اچھل کر کشتی میں آگری اور قافلہ کے ارکان نے اسے کھالیا۔

شیعیت ونجدیت کے خلاف کئی معرکتہ آراء مناظرے کرائے جو پنجاب کی تاریخ کے یادگار مناظرے تھے۔ ایک ان پڑھ دیہاتی نے جو ضلع سرگودھا کے کسی چک کا رہنے والا تھا راقم الحروف کو سرگودھا میں بتایا کہ میں نے خواجہ سیالوی کو دیکھا ہوا نہیں تھا میدان مناظرہ

لے ضیائے حرم تیغ الاسلام نمبر ص ۷۴

پر آئے تو میں نے عجیب منظر دیکھا آپ کا قد تو میانہ تھا مگر آپ جس عالم کے ساتھ کھڑے ہوتے دو تین انچ اس سے بلند نظر آتے ہیں تاثر گیا کہ مناظرے میں آپ ہی غالب آئیں گے۔

کالووالی ضلع جھنگ میں مولانا اللہ یار خان کا مناظرہ مشہور شیعی مناظر علامہ اسماعیل گوجروی سے تھا پہلی نشست کے بعد دوسری نشست کی تیاری کے لئے یہ فقیر راقم الحروف اور مولانا اللہ یار خان الگ قبرستان میں ایک درخت کے سائے کے نیچے کتابیں کھولے حوالہ جات مرتب کر رہے تھے کہ ایک سفید ریش عابد و زاہد انسان وہاں آیا اسے مناظرے کی پہلی نشست پسند نہیں آ رہی تھی اور میں خود بھی اس نشست سے مطمئن نہیں تھا اور علامہ اللہ یار خانؒ کا بھی کچھ ایسا ہی تاثر تھا اس کی وجہ مولانا کے چند ساتھی علماء تھے جنہوں نے پہلی نشست میں صدارت کی اور نظام سٹیج سنبھالا۔ راقم الحروف بیمار تھا مولانا مصر تھے کہ دوسرے اجلاس کی صدارت میں کروں اور حوالہ جات کی ترتیب کو قائم رکھ کر مولانا کی معاونت بھی کروں۔ میری عمر بمشکل بیس بائیس سال تھی لہٰذا اکابر کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا بہرحال مولانا کی خواہش پوری کی گئی۔ اب درخت کے سائے میں اس بوڑھے بزرگ نے ایک عجیب بات کہہ دی ''آپ لوگ خواجہ شیخ الاسلام سیالویؒ کے انداز سے بات کیوں نہیں کرتے ان کی بات تو کانوں سے گزر کر دل میں اتر جاتی ہے اور آپ لوگ صرف کانوں کو بات سنا رہے ہیں۔'' بابا کو میں نے عرض کیا۔ ''دعا فرمائیں دوسری نشست میں خواجہ سیالویؒ کا روحانی تصرف ہمارے ساتھ ہو'' اور پھر سچ مچ عجیب منظر سامنے آیا تین گھنٹوں کی نشست کے بعد شیعہ مناظر اسماعیل اپنی کتابوں کے انبار سمیت مناظرہ گاہ سے نکلا جا رہا تھا حالانکہ یہ جگہ اس کے ہم عقیدہ لوگوں کی حویلی تھی۔

ضلع سرگودھا کے ایک مشہور دیوبندی عالم دین سے میں نے پوچھا حصول علم کے بعد خطابت و حصول تدریس میں مشکلات وغیرہ کا سامنا تو نہیں ہوا۔ انہوں نے جواب دیا۔ حضرت سیالویؒ نے میرا بھرپور علمی تعاقب کیا اور مجھے ان کے سامنے میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ عموماً ایسے مواقع پر حضرت بڑی ہمت کا مظاہرہ فرماتے کتابیں لئے گاڑی ساتھ ہوتی۔ علامہ دوست محمد قریشی سے علامہ اسماعیل مذکور کا مناظرہ تھا آپ صدر

مناظر تھے ایک کتاب کا حوالہ جو فیصلہ کن تھا --- پیش کرنے کے لئے فوراً کار سیال شریف کی طرف دوڑی اور کتاب لے کر واپس آئی اور مناظرہ کا رخ بدل گیا۔

کمیونزم اور سوشلزم کے مقابلے میں بھی آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مشہور سیاسی لیڈر بھاشانی نے جلسہ کرایا تو اس کا توڑ خواجہ سیالؒ نے فرمایا ٹوبہ ٹیک سنگھ دارالاسلام بنا اور آپ جمیعت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ پھر سوشلزم کے خلاف وہ محاذ قائم ہوا جس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے نعرہ سوشلزم کو حضرت سیالویؒ کے نعرہ رسالت نے پاش پاش کر دیا۔ بھٹو کے عظیم جلسوں کو پیر سیال کے جلسوں نے مات دے دی۔ بی بی سی نے بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا باطل مذاہب اور جدید کافرانہ' ملحدانہ اور مادہ پرستانہ افکار کے خلاف جس جرات' جس بیباکی اور جس قوت ایمانی سے چومکھی جنگ لڑی برصغیر کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مہار شریف' تونسہ مقدسہ اور سیال شریف کے سب محامد اس ذات اقدس میں جمع ہو گئے تھے۔ فیض مہارویؒ' علم تونسوی اور تربیت سیالویؒ کا عملی نمونہ شیخ الاسلام قمر سیالویؒ کی ذات اقدس تھی وہ ایک فرد نہیں بلکہ حسب ارشاد حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی ''ایک ادارہ' ایک مشعل اور ایک مینارہ نور تھے۔''[1] حقیقت یہ ہے کہ آپ جس راہ پر چلے مقلد کی حیثیت سے نہیں مجتہد کی حیثیت سے چلے۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ السامی نے ایک محفل میں ذکر فرمایا ''اگر آپ کو عرض کی جاتی کہ حضرت وضو فرمائیں یا فلاں کام کریں وقت جا رہا ہے تو آپ فرماتے ''میں ابن الوقت نہیں ہوں'' اس مقدس فقرے نے کئی مسائل حل کر دیے ابن الوقت وقت کا تابع ہوتا ہے اور ابو الوقت کے تابع خود وقت ہوتا۔ غوث وقت کا یہی انداز ہوتا ہے جس کا اظہار سیدی غوث اعظم شاہ بغداد رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا۔

عشق و محبت کا ترجمان

حضور شیخ الاسلام تکمیل ایمان کا ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذات اقدس کو کہتے تھے۔ سرکار ابد قرار علیہ السلام کا نام نامی زبان اقدس

۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۸۹

پر آتا تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ایک قسم کی کپکپی آپ کے وجود مسعود پر طاری ہو جاتی نام نامی جب اذان میں سمع نواز ہوتا تو زبان سے یوں عرض کرتے۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِتُرَابِ اَقْدَامِ كِلَابِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه. اے رسول خدا! آپ کے کتوں کے قدموں سے لگنے والی مٹی میری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے۔

پھر ایک مخصوص والہانہ انداز سے انگوٹھے چوم لیتے دوران نماز جب سرکار عرش وقار علیہ السلام پر سلام اور درود بھیجتے تو یہیں کھو جاتے امام سلام پھیر دیتا اور آپ کی زبان حقیقت ترجمان ابھی السلام علیک ایھا النبی کی جان پرور نداؤں میں محو ہوتی کبھی آگے بڑھ گئے تو اشھد ان محمدا کی حسین عطر بیز اور گلریز وادی میں یوں اترے کہ دیر تک نکل نہ سکے۔ اکثر یوں بھی ہوا کہ نماز مغرب کے بعد دو سنتیں پڑھ رہے ہیں اور قعدہ اتنا طویل ہو گیا کہ عشاء کی اذانیں ہو گئی ہیں اور آپ ابھی اشھد ان محمدا کے جان بخش حسن سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

حضور سید الرسل علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے عشق تھا۔ گنبد خضراء کے سبز رنگ کا اسی نسبت سے بے حد احترام تھا۔ کبھی بھی سبز جوتا نہیں پہنا کہ اس طرح ادب نہیں رہتا۔

بقول حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب "ضیاء منزل کٹھوائی کی مسجد میں سبزہ پیدا ہو گیا اسی سال رواں میں ۳ رمضان کو آپ جونہی مسجد میں داخل ہونے لگے تو فرمایا کہ سبزہ بالکل کاٹ دو۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ سبزہ بھلا معلوم ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ روضہ انور کا رنگ سبز ہے۔ سبز چیز پر پاؤں رکھنا ادب کے خلاف ہے آپ نے پوری عمر ایسا جوتا نہ پہنا اور نہ پسند کیا جس پر ذرا بھی سبز رنگ موجود ہوتا۔"[1]

مدینہ طیبہ میں حاضری دی تو محلوں اور گلیوں میں ایک بوڑھی عورت کے تعاون سے سید زادیوں کے دروازے تلاش فرماتے رہے اور خدمات بجا لا کر نیاز پیش فرمائی۔ دعائیں لیں۔ مدینہ طیبہ سے باہر ایک ہوٹل پر بدوؤں کی دعوت فرمائی۔ حضرت مرولوی جیسے انسان نے انہیں کھانا کھلانے کی سعادت حاصل فرمائی۔ روضہ اقدس کی سیر بھر مٹی مبارک کسی نے لا کر دی تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔[2]

۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۵۵ (۲) ایضاً

آپ اکثر فرمایا کرتے میری زندگی تریسٹھ سال سے آگے بڑھ گئی ہے کاش وہاں ختم ہو جاتی تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی طرح سرکار علیہ السلام کے ساتھ ظاہری عمر میں مساوات کا شرف پالیتا۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں اپنا کفن زمین پر بچھانے کا حکم دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ مدینہ کی گلیوں میں چلنے والے لوگ اس کے اوپر سے گزریں۔

سادات گرامی کا بے حد ادب فرماتے ایسے مناظر آپ کے لاتعداد غلاموں نے دیکھے کہ سادات کے بچوں کے قدم چھو رہے ہیں شیعہ سادات سے بھی یہی سلوک ہوتا حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی راوی ہیں کہ ایک شیعہ سید جو اپنے زمینداروں اور سرمایہ داروں کی امداد سے محروم ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں نہ صرف باپردہ مکان مہیا فرمایا بلکہ ساری زندگی کی ضرورتیں بھی پوری فرمائیں انہیں شاہ صاحب کا چھوٹا بچہ حاضر خدمت ہوا ضروری اشیاء کا مطالبہ کیا حضورؒ نے سب چیزیں مہیا فرما کر دونوں ہاتھ بچے کے قدموں پر رکھ دیئے اور فرمایا شاہ جیؒ مجھ سے راضی تو ہو ناراض تو نہیں ہو؟[1]

اسی بناء پر مسواک سے بہت محبت تھی ہر وقت مسواک ساتھ رہتا۔ ارشاد ہوا میرے کفن میں مسواک رکھنا تا کہ بارگاہ خداوندی میں عرض کر سکوں کہ ''اور تو کوئی عمل صالح نہ کر سکا تیرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر ضرور عمل کیا ہے اور اس عمل کی بناء پر نظر کرم اور نگاہ لطف کا امیدوار ہوں۔''[2]

محبت محبوب علیہ السلام سے خالی دور حاضر کے خارجیوں سے اسی بناء پر نفرت تھی حلقہ مریدین کو ان کی محفلوں سے روکتے تھے۔ فرماتے کافرانہ خیال کے بیس مرد ملائیں تو مشکل سے ایک خارجی بنتا ہے۔ فرماتے ''ایمان ادب مصطفیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور یہ فرقہ اپنے عقائد کی روشنی میں محبتؑ و ادب سے محروم ہے اس فرقے سے دوری ہی بھلی ہے۔''[3]

محبت رسول علیہ السلام میں صحابہ کرامؓ کی ایک اور ادا پر بھی عمل فرماتے کہ مرنے والوں کا جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں پیغام دیتے جب محفل مصطفوی میں حاضری ہو تو میرا سلام و نیاز عرض کرنا۔ صاحبزادہ عزیز احمد کے والد گرامی کا جنازہ پڑھا کر یوں ارشاد ہوا۔

---

۱ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۷۳
۲ ایضاً
۳ ایضاً ص ۵۵ بحوالہ صاحبزادہ عزیز احمد

"میری جانب سے سلام و نیاز عرض کریں۔ یہ فرما کر پھر یہ شعر پڑھا۔

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیائی بیاد آر حلیفان جادہ پیارا

ترجمہ : جب محفل محبوب علیہ السلام میں پہنچ کر شربت وصال پینے لگیں تو راہ حیات کے ساتھیوں کو بھی یاد کر لینا۔[1]

پیران عظام سے عقیدت و احترام

یوں تو سب اولیائے امت سے آپ کو عقیدت تھی اور سب کا بے حد احترام فرماتے تھے مگر آستانہ قدسیہ تونسہ شریف کی حاضری کا انداز ہی نرالا ہوتا تھا وہاں اس انداز سے حاضر ہوتے کہ اپنی دستار مقدس کو بطور رسی گلے میں ڈال لیتے سلیمان دوراںؒ کے کسی شہزادے کو عرض کرتے مجھے پکڑ کر لے چلو جب اس انداز میں عوام ملاحظہ کرتے تو ان کی چیخیں نکل جاتیں دربار سلیمانی کی عظمتوں کا نقشہ ذہن میں بیٹھ جاتا۔ آستانہ قدسیہ تونسہ سے آپ کا کھانا تو ڈیرے پر پہنچتا مگر آپ حضور سلیمانؒ کے خاندان عرش نشان کے ہر دروازے پر جھولی پھیلا کر روٹی کا ٹکڑا مانگتے۔ گلیوں میں خواتین اور بچے دیکھتے کہ وقت کا شیخ الاسلام ملت کا قمر تاباں کس خود فراموشی میں مرشد کی اولاد پاک کے دروازوں پر کھڑا ہے۔ لنگر خانے میں اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے کلہاڑا پکڑے لکڑیاں چیر رہا ہے۔ اسی بے پایاں محبت کی وجہ سے آپ کی زبان پر اکثر "حضرت پیر پٹھان" کے الفاظ جاری رہتے تھے۔ یہی محبت تھی جو وصیت نامے میں بھی اپنی اولاد کو یہ کہنے پر مجبور کر گئی کہ تونسہ مقدسہ کی حاضری کو فرض عین سمجھنا۔ حضور شمس معرفتؒ بھی تونسہ مقدسہ کی طرف اپنے شہزادوں کو اشارے کرتے گئے۔

محبت کا یہی مقدس انداز حضور پیر سیال سے بھی تھا یہاں بھی کبھی کبھی یہ منظر لوگوں کی نظروں میں سما جاتا کہ آپ نے کپڑا گلے میں ڈالا ہوا ہے سلیمانی پاپوش اقدس سر مبارک پر بطور تاج سجائے ہوئے ہیں کسی پیرزادے یا کسی تونسہ مقدسہ کے باسی نے گلے کے کپڑے کو پکڑا ہوا ہے اور آپ دربار شمسیؒ میں حاضر ہو رہے ہیں۔

خاندان عظمت نشان کے جد حضرت شیر کرم علیؒ قادری ہیں لہٰذا حضرت سیالوی کی

---

[1] ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۷۶

کوشش ہے کہ کسی گیلانی سید کو تلاش کریں اور سوا گیارہ روپے گیارہویں کا نذرانہ اس کی خدمت میں پیش کریں اکثر سادات وڑچھ کو یہ نذرانہ ملا کرتا۔ سادات نذرانہ پیش کرتے تو نسبت مصطفوی کی وجہ سے اسے اٹھا کر چوم لیتے میری موجودگی میں میرے کئی عزیزوں کے نذرانوں کو سرکار شیخ الاسلامؒ نے اٹھا کر چوم لیا اور اپنی دونوں آنکھوں پر لگایا۔

محبت مرشد میں راستے پر حائل موجزن نالے کے پانی کی پرواہ نہ فرمائی جس کی تندی سے ڈر کر لوگ اس کے اترنے کا انتظار کر رہے تھے دیکھنے والی نگاہیں اس جنون عشق پر حیران تھیں وہ سوچ رہے تھے کہ پانی آپ کو بہا لے جائے گا اور پھر پانی کمر تک پہنچا تو آپ کے قدم اکھڑے معاً ایک شخص نمودار ہوئے ہاتھ پکڑ لیا مگر پار کنارے پر لگا کر غائب ہو گئے۔[1]

حضرت نظام الدین تونسوی کا قوال سیال شریف حاضر ہے حقہ نہیں ملتا رات کو اسی تلاش میں ہے آپ تشریف لاتے ہیں اس کی نظر کمزور ہے پہچانتا نہیں۔ آپ رات کے اندھیرے میں دور کنوئیں سے حقہ لاتے ہیں اپنے کمرے میں لا کر اسے پلاتے ہیں وہ نام پوچھتا ہے آپ ٹالتے ہیں جب اصرار کرتا ہے تو فرماتے ہیں فقیر کو قمر الدین کہتے ہیں۔ وہ قدموں پر گرتا ہے آستانہ قدسیہ تونسہ شریف پہنچ کر حضرت نظام الدینؒ کو واقعہ سناتا ہے وہ اپنے غلاموں کو اکٹھا کر کے قمر سیال کی ان ضو باریوں کا ذکر فرماتے ہیں۔[2]

عشق ازیں بسیار کردست و کند

بھیرہ میں حضرت میراں قادریؒ کے دربار پر حاضری دیتے ہیں ہوا کے جھونکے سے وہاں کھڑی بیری کا ایک پتہ گرتا ہے آپ اس تبرک کو اٹھا کر منہ مبارک میں ڈال کر چبا کر تناول فرما لیتے ہیں۔[3]

اہل اللہ سے محبت کا ایک منظر میں نے آستانہ قدسیہ پر اس انداز سے بھی دیکھا کہ آپ نماز ظہر کے بعد مجلس خانہ شریف کے اندر جنوبی حصے میں ختم خواجگان پڑھانے میں

۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۶۷۔۶۶

۲۔ ایضاً ص ۶۷

۳۔ روایت پیر جانی علی شاہ صفحی ولانہ بھیرہ

مصروف ہیں دفعتاً مجلس خانے کے ایک دروازے سے سفید ریش کھدر کے میلے کپڑوں میں ملبوس گہرے سیاہی مائل رنگ کا ایک شخص نمودار ہوتا ہے۔ آپ ختم پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اسے گلے لگا کر محفل ختم میں بٹھاتے ہیں ختم کے بعد گفتگو شروع ہوتی ہے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت سید جماعت علی شاہ ثانیؒ علی پور شریف کا مرید ہے حضور پیر سیالؒ اس بزرگ کو حضرت ثانی علی پوریؒ کی کئی کرامات ارشاد فرماتے ہیں جن کا وہ واقف نہیں ہوتا۔ اور بے حد نوازشات فرماتے ہیں۔

نسبت علوم محمدی کی وجہ سے علمائے گرامی کا بھی بے حد احترام فرماتے۔ سادات و علماء کے کھانے کا خصوصاً خیال ہوتا۔ ہم پیچھے مولانا اللہ یار خانؒ کا ذکر کر آئے ہیں۔ حضور شیخ الاسلامؒ کی محفل میں ہم بیٹھے تھے حوالہ جات لکھے اور لکھائے جا رہے تھے گیارہ بجے کے لگ بھگ کھانا آیا مگر مطالعہ کے استغراق کی وجہ سے حضورؒ نے ذرا بھی توجہ نہ فرمائی کھانا خدام نے دروازوں کے اوپر طاقوں میں لگا دیا۔ وقت پھیلتا گیا مولانا اللہ یار خان نے دو تین دفعہ میرے کان میں کھانے کے لئے بوجھ کہا۔ آپ تاڑ گئے۔ فرمایا کھانا تا حال نہیں آیا عرض کیا گیا بڑی دیر سے آیا ہے۔ فرمایا اب وہ کھانا ٹھنڈا ہو گیا ہے جاؤ جو برتن لنگر خانے میں آج ہی سرگودہا سے آئے ہیں ان میں تازہ کھانا علماء کے لئے تیار کرو۔ پہلا کھانا ان میں علماء کے لئے پکے گا وہ بھی مقدس ہو جائیں گے کوئی دو بجے کے لگ بھگ کھانا پک کر آیا اور سب نے مل کر کھایا۔ رخصتی کے وقت مولانا اللہ یار خان کو رقم بھی عطا فرمائی۔ اکثر علماء کے ساتھ یہی سلوک ہوتا تھا۔

شیخوپورہ کے مجذوب سید

شیخوپورہ کے ایک سید صاحب بڑے فاضل آدمی تھے مگر مجذوبانہ انداز تھا ایک صبح کی نماز کے بعد دولت کدہ میں حضورؒ رو بقبلہ یوں دروازے کے سامنے تشریف فرما تھے کہ حضور شمس معرفتؒ کے روضہ اقدس کا گنبد مبارک نظر نواز ہو رہا تھا یہی مجذوب سامنے آئے عرض کیا آپ کے دولت خانہ سے --- لنگر سے نہیں --- چائے منگوا لوں؟ حضور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا ''شاہ جی! گولی کینڈی تے گاھنیں کینڈے'' [1] آپ ضرور منگوا لیں۔ راقم

۱۔ لونڈی اور اسکے زیور آپکے ہی ہیں

الحروف انہیں صرف مجذوب سمجھتا تھا ایک شام عصر کے بعد حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ السامی سیر کیلئے باہر نکلے تو وہ مجذوب شاہ صاحب بھی ساتھ چل پڑے میں بھی ساتھ ہو لیا۔ حدود سیال شریف سے باہر نکلے تو مجذوب کی جذب و مستی کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے بیضاوی شریف کے چند مقامات مجذوب صاحب سے پوچھے تو انہوں نے بڑے عالمانہ انداز سے بیضاوی کے وہ مقامات واضح کر دیئے میں حیران تھا کہ یہ کیسا مجذوب ہے مگر ادھر واپس سیال شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو شاہ صاحب پھر بیضاوی سے نکل کر حسن شمسیؓ میں یوں کھو گئے کہ نہ ماحول کی خبر رہی نہ اپنی ذات کی۔

ہمیں شدت سے احساس ہے کہ ہم ایک تذکرہ لکھ رہے ہیں تذکرہ کا دامن وسیع نہیں ہے ذکر قمرؓ ذرا مختصر ہونا چاہئے مگر کیا کریں یہاں اختصار میں سینکڑوں صفحات کا طالب ہے بہر حال کوشش ہو گی کہ اس ہمہ گیر مقدس شخصیت کی حیات طیبہ کے چند پہلوؤں پر اکتفا کریں۔

شیخ الاسلام کا جذبہ جہاد

جہاد کا جذبہ اور شوق شہادت آپ اسلاف گرامی سے وراثت میں پایا تھا۔ حضرت عباسؓ علمدار سے لے کر دور حاضر تک سب حضرات جذبہ جہاد سے سرشار تھے حضرت مہاروی اور حضرت پیر پٹھان سے روحانی تعلق نے اس جذبے کو مزید جلا دی۔ حضور شیخ الاسلام نے اسی مقصد کے لئے نشانہ بازی میں مہارت حاصل کی شوق شکار بھی اسی جذبے کی تکمیل کا ایک ذریعہ تھا فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں اور تیز رفتار دوڑتے جانوروں کو نشانہ بناتے اور یہ نشانہ کبھی خطا نہ ہوتا۔

قیام پاکستان کے بعد ہندوؤں نے کشمیر میں پیش قدمی کی تو حضور کا دیرینہ شوق جہاد جاگ اٹھا ملک بھر میں دورے کر کے مجاہدین کشمیر کی طرف بھیجے بہت سارا اسلحہ اپنی جیب خاص سے خرید کر مجاہدین کے حوالے کیا اور یہ قافلہ شوق ساتھ لے کر خواجہ بدر وحنین صلوات اللہ وسلام علیہ کی سنت پاک کا احیاء کرتے ہوئے بارڈر پر تشریف لے گئے راقم الحروف کا یہ لڑکپن کا تعلیمی دور تھا ایک اہل حدیث بھی کشمیر گیا نام دوست محمد تھا۔ واپس آیا تو بھری محفل میں اساتذہ طلبہ اور عوام کے سامنے کہہ رہا تھا ''سچا مسلمان تو میں نے پیر سیال

شریف کو دیکھا جو تھری ناٹ تھری کی رائفل اٹھائے کشمیر کی پہاڑیاں یوں چڑھ رہے تھے گویا یہی ان کا مادری وطن ہے انہوں نے جہاد میں رات دن ایک کر رکھا ہے حیران ہوں کہ ناز و نعم میں پروردہ انسان اتنا جفاکش بھی ہو سکتا ہے۔''

حضور کشمیر جاتے ہوئے پدھراڑ کے مقام پر ایک بڑے مجمع کو خطاب کرنے کے لئے رکے۔ بہت بڑا مجمع تھا آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ باتوں کا وقت نہیں ہے نذرانہ جان پیش کرنے کا وقت ہے جو کافروں کے خلاف جہاد میں شریک نہیں ہو گا ساری زندگی مکھی کی طرح ہاتھ ملتا رہے گا۔'' میں نے دیکھا کہ آپ کی مجاہدانہ گفتگو کا بے حد اثر ہوا بہت سے لوگ اپنی بارہ بور کی رائفلیں ہی لے کر چل دیئے۔ میر کارواں رضی اللہ عنہ ولولوں کو جگاتے' جذبہ جہاد کو ابھارتے' سینوں میں ایمان کو بھڑکاتے شہادت گاہ کشمیر کی طرف رواں دواں تھے۔

پھر سنہ ۱۹۶۵ء میں بھارت کے ساتھ جنگ ہوئی۔ حضورؒ نے سپاہ پاکستان کے لئے گھر کی سب عصمت مآب خواتین کے زیورات سنت صدیقی کو جاری رکھتے ہوئے پیش فرما دیئے۔ قوم کو بیدار کرنے کے لئے نہ ختم ہونے والے دورے شروع فرمائے۔

حضورؒ کے والد گرامی سیدی ثالث غریب نوازؒ کی مجاہدانہ ادائیں غلاموں نے حضرتؒ کے وجود میں دیکھیں' نرم دم گفتگو گرم دم جستجو کا حسین امتزاج آپ کی ذات میں تھا۔

۱۹۷۱ء میں پھر ہندو نے پاکستان پر یلغار کر دی حضرت پھر میدان عمل میں تھے ایک دفعہ پھر دولت کدہ سے مہیا ہونے والے سارے زیورات اور نقدی اسلامی فوج کے لئے وقف ہو گئی۔ اسلام کے عظیم مجاہد نے عوام و خواص کو ہندو کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنانے کی کوششیں شب و روز جاری رکھیں۔ عموماً نمازوں کے بعد شہادت کی دعا ہوتی وہ دعا قبول تو ہوئی مگر یہ شہادت کار کے حادثے میں نصیب ہوئی۔

یہ تحریر رمضان ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں لکھ رہا ہوں کشمیر پر پھر ظلم و ستم کے پہاڑ ہندو بنیا ڈھا رہا ہے بھارت کا وزیراعظم وی پی سنگھ جنگ کی دھمکیاں دے رہا ہے سندھ کے بارڈر پر اس نے فوج لگا دی ہے۔ شہباز طریقت مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین قبلہ آج آستانہ شمسیہ کے صاحب سجادہ ہیں اور بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کی روایات تاباں کے امین بھی ہیں اب بھی آستانہ پر وہی عمل دہرایا جا رہا ہے جو کل کیا جا رہا تھا۔

تحریکات اور حضور شیخ الاسلام

یوں تو حضور شیخ الاسلام کی ساری زندگی ہی ایک تحریک ہے جو پونی صدی پر پھیلی ہوئی ہے اور جو اپنے تنوع' رنگا رنگی اور ہمہ گیری کی وجہ سے پورے ماحول پر چھائی ہوئی ہے لیکن حضور کی حیات طیبہ میں جو تحریکات مسلمانوں نے برپا کی ہیں ان میں صرف آپ نے حصہ ہی نہیں لیا بلکہ قیادت فرمائی ہے آپ کے کارناموں سے ان تحریکوں کی تاریخ بھری پڑی ہے ہم چند بڑی تحریکوں میں آپ کے کارناموں کی طرف مختصر سے اشارات پر اکتفا کریں گے۔

تحریک پاکستان

برصغیر کی حکومت انگریزوں نے مسلمانوں سے چھینی تھی' مسلمان غلامی کا دشمن ہے۔ وہ اس تاک میں تھا کہ موقع ملے تو انگریزوں سے نجات حاصل کرے مگر یہاں کی غالب ترین اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی اور انگریز کا طرز حکومت ہندو کے حق میں جا رہا تھا اور ہندو بھی سوچ رہا تھا کہ اگر کسی وقت بھی انگریز اس ملک سے رخصت ہوا تو انگریز کے ساختہ پرداختہ نظام حکومت جمہوریت کے تحت اقتدار پکے ہوئے سیب کی طرح ہندوؤں کی گود میں آ گرے گا اور پھر کبھی واپس مسلمانوں کو نہیں مل سکے گا۔ مسلمانوں کو ہمیشہ غلام رکھ کر ماضی کا انتقام بھی لیا جائے گا اور مسلمانوں کا صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ ملی وجود بھی ختم کر دیا جائے گا۔ کانگریس اسی انداز پر سوچ رہی تھی مسلمانوں کے کئی گروہ خصوصاً جاگیردار' سرمایہ دار اور علمائے دیوبند کانگریس کے ہمنوا تھے ہندو لیڈرز سمجھ رہے تھے کہ ان کی سکیم پوری ہو رہی ہے مگر دو مسلمان قائد طوفان بن کر سامنے آئے اور کانگریس سے پنجہ آزمائی شروع کر دی یہ قائد علامہ اقبال اور مسٹر جناح تھے جنہیں آگے چل کر قوم نے قائداعظم کہا۔ ان حضرات نے ملت اسلامیہ کو الگ اور مستقل قوم قرار دیا۔ ملت پروانوں کی طرح ان قائدین کے اردگرد جمع ہو گئی۔

آستانہ قدسیہ سیال شریف کی تو اپنی روایات ہی خدمت اسلام اور ملت اسلامیہ کا تشخص تھا لہٰذا حضور شیخ الاسلام نے رات دن ایک کر کے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔ میرا

لڑکپن تھا اور ۴۷۔۱۹۴۶ء میں ایک طالب علم کی حیثیت سے میں آستانہ قدسیہ پر مقیم تھا ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ حضور شیخ الاسلام ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے برصغیر کے دورے پر رہتے۔ کاشانہ اقدس سے حضور کی والدہ ماجدہ مسجد میں نماز کے بعد دعا کے لئے ارشاد فرما بھیجتیں "دعا کرو میرا قمر خیریت سے واپس آئے۔" لق و دق صحراؤں میں' سنگلاخ پہاڑوں میں اور بے آباد میدانون میں پیر سیال کی جیپ فراٹے بھرتی رہتی تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک محفل میں حضور نے فرمایا تھا تحریک پاکستان کے دنوں کا یہ سفر ایک لاکھ چوالیس ہزار میلوں سے آگے نکل گیا تھا۔ علاقہ تھل کے کچھ علاقوں میں جس انداز سے آپ نے سفر فرمایا ملک کے مشہور صحافی جناب م۔ش (محمد شفیع) نے کئی دفعہ اخبارات و رسائل میں اس کا تزکرہ کیا۔ اس راستے میں جتنی مخالفتیں ہوئیں انہیں بڑی جرات' ہمت اور پامردی سے برداشت فرمایا پنجاب میں تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کا سب سے بڑا دشمن پنجاب کا وزیر اعظم ملک خضر حیات ٹوانہ تھا چونکہ ملک خضر کا آبائی گاؤں کالرہ سٹیٹ سرگودہا میں واقع تھا ملک صاحب انگریز پرستی میں سب ہم عصروں کو مات کر گئے تھے اور ان کے خاندان کے کچھ لوگ دربار سیال شریف سے وابستہ تھے اور سیال شریف کے صاحب سجادہ تحریک کے صف اول کے قائد اور مسلم لیگ کے ضلعی صدر تھے لہٰذا جناب ٹوانہ نے حضرت کا راستہ روکنا اشد ضروری سمجھا۔ سرگودہا میں آپ کے جلسہ پر پابندی لگائی گئی حضور نے اس پابندی کو توڑا سرگودہا کے جلسہ عام میں ملک خضر کو للکارا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ان میں مجھے کہیں خضر کا نام نہیں ملا مجھے کس منہ سے پھر وہ دھمکی دے رہا ہے پاکستان تو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام پر حاصل ہو رہا ہے انشاءاللہ پاکستان تو بن کر رہے گا۔" الیکشن میں خضر کے مقابلے میں ان کے خاندان کے ایک فرد ملک ممتاز کو لایا گیا تا کہ خضر اپنی نشست میں ہی الجھ کر رہ جائیں۔ حضرت سیالوی نے کانگریس اور خضر کی یونینسٹ پارٹی کا پوری قوت سے مقابلہ کیا اور پورے برصغیر میں مسلم لیگ کے لئے انتھک دورے فرمائے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستہ خلفاء کے لئے حکم تھا کہ تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لئے پوری قوت سے کام کیا جائے۔ اس حد تک سختی تھی کہ جو وابستہ دربار سدا بہار لیگ کا ساتھ نہ دے وہ سیال شریف کی طرف رخ نہ کرے۔ مجھے اچھی طرح

یاد ہے کہ پیر کھارا کے تارا پیر صاحب نے یونینسٹ پارٹی کا ساتھ دیا اور پھر سیال شریف حاضری دی تو آپ ان سے نہیں ملے وہ معافی کے لئے آپ کے پلنگ شریف کے نیچے بیٹھے رہتے اور سب لوگ یہ منظر دیکھتے رہتے حتی کہ حضرت کے چچا جان حضرت میاں عبد اللہ نے نماز عصر کے بعد گزرتے ہوئے یہ منظر دیکھا اور حضور کو کہا یہ پیر ہیں اور اعلیٰ خاندان سے ہیں چارپائی کے نیچے سے تو اٹھا دیں آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ جو الفاظ اس وقت اپ کی زبان سے نکلے اتنے سخت تھے کہ ہم کسی مصلحت کی وجہ سے وہ نقل نہیں کرنا چاہتے۔

صوبہ سرحد پر ریفرنڈم کانگریس نے مسلط کرایا تو حضور پیر سیال نے اپنے مرشد خانہ سے حضرت خواجہ سدید الدین کی معیت میں سرحد کا دورہ فرمایا حضرت پیر مانکی شریف اور دیگر مشائخ کو ساتھ لیا اور صوبہ سرحد کا ریفرنڈم مسلم لیگ کے حق میں ہو گیا۔

سنی کانفرنس بنارس

سنی کانفرنس بنارس کو قیام پاکستان میں خصوصی اہمیت حاصل ہے برصغیر کے علماء و مشائخ نے ہندوؤں کے مقدس و متبرک شہر میں یہ کانفرنس کرا کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی تھی بنارس ہندوؤں کے لئے اسی طرح مقدس ہے جیسے مکہ مکرمہ مسلمانوں کے لئے ہمارے مشائخ نے اس شہر میں جا کر کانگریس کو للکارا اور اعلان کیا کہ لوگ قائداعظم تک بھی مطالبہ پاکستان سے ہٹ جائیں تو ہم ہر حال میں پاکستان بنا کر دم لیں گے۔ وہاں خصوصی کمیٹی برصغیر کے چند منتخب لوگوں پر مشتمل بنائی گئی تھی اس کے حضور سیالوی ایک اہم رکن رکین تھے۔ تحریک کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف فرما دی تھی صحراؤں اور تھلوں میں کئی کئی دن ریت اور خاک میں بسر فرماتے عنبریں زلفیں خاک آلود ہو جاتیں۔ کپڑے بے حد میلے ہوتے مگر قمر اپنی تابانیوں میں محو ماحول سے بے خبر مسلمانوں کو قیام پاکستان کے لئے دعوت دیتے رہتے۔ دھمکیوں کے بعد لاکھوں روپے اور جائیدادوں کی پیشکش ہوئی مگر نگاہ فقر نے سب کو جوتے کی نوک پر رکھا۔ بھلا شیخ الاسلام کا ایمان بھی خریدا جا سکتا تھا؟ بکاؤ مال تو روز اول سے کانگریس کے جوتے سیدھے کرنے میں مصروف تھا یہ سرکار مدینہ کے عاشق تھے بلالی اداؤں کے وارث تھے صدق صدیقی کے علمبردار تھے فقر حیدر کا مظہر تھے۔ جرأت فاروقی کا نمونہ تھے ان کے راستے میں ایک گاندھی ایک نہرو اور ایک خضر کی حیثیت ہی کیا

تھی اگر سارے برصغیر کا ہر فرد نہرو اور گاندھی بن جاتا تو راہ فقر میں اسے پرکاہ کی حیثیت بھی حاصل نہ ہوتی۔

قیام پاکستان تک حضرت نے اپنے شب و روز اسی انداز سے گزارے قائداعظم سے خط و کتابت رہی جب تنگ آ کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا تو آپ کے غلاموں نے جیلیں گرفتاریاں پیش کر کے بھر دیں۔ آپ کے کمرے میں گوبر ڈال کر بھر دیا گیا جس میں آپ کھڑے رہے کھڑے کھڑے ہی تیمم سے نمازیں ادا فرمائیں' سکھ ایس پی کو کہا ''میرے سامنے اسوہ حسینی ہے جہاں تک امام حسین نے قربانی کی مثال پیش فرمائی ہے وہاں تک میں بھی جاؤں گا۔'' سکھ ایس پی حیران ہو گیا۔ قائداعظم نے بھی آپ کو لکھا زیادہ وقت جیل میں رہ کر دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ چھوڑا جائے۔ بند گاڑی میں نماز عصر کے بعد سیال شریف تالاب کے پاس آپ کو لا کر چھوڑ دیا گیا یہ واقعہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

تحریک ختم نبوت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پاک اصل ایمان ہے اور عقیدہ ختم نبوت ایمان کی جان ہے حضرت سیالوی نے مرزائیت کے خلاف تقریری و تحریری جہاد بھی فرمایا اور منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف اٹھنے والی دونوں تحریکوں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھر پور حصہ لیا۔ ملک بھر میں جلسوں میں شمولیت فرمائی قیادت کی۔ راولپنڈی میں عظیم الشان مشائخ کانفرنس کی صدارت کی۔ یہاں ہی آپ نے وہ معرکتہ آراء تقریر فرمائی تھی جس میں ارشاد ہوا کہ ''حکومت پاکستان درمیان سے ہٹ جائے مرزا کی امت کو میرے غلاموں کے مقابل آنے دے ہم صرف سات دنوں میں ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ۱۹۵۳ء میں برکت علی اسلامیہ ہال میں ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے علماء نے مرزائیوں کے خلاف کنونشن بلائے حضور شیخ الاسلام کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی۔ وہاں بھی آپ نے اسی قسم کا مجاہدانہ اعلان فرمایا۔ لاہور سے آئے ہوئے کسی عالم دین نے کہا۔ حضور! آپ تو صرف تین دنوں میں ختم فرما سکتے ہیں۔ درد گردہ کے باوجود آپ نے اس مقدس تحریک میں بھی ہزاروں میل سفر کیا اسلامی قوتوں نے مل کر شاہی مسجد لاہور میں آخری اجتماع کیا۔ حضور شیخ الاسلام اپنے مخصوص انداز میں وہاں بھی تشریف لے گئے شاہی مسجد کے مجمع میں جس

انداز سے آپ داخل ہوئے اور جس والہانہ انداز سے ملت اسلامیہ نے وہاں آپ کا استقبال کیا وہ بھی تاریخ ساز تھا۔ مطالبہ منظور نہ ہونے کی صورت میں آپ نے بغاوت کا اعلان فرمایا۔

سوشلزم کے خلاف تحریک

ہم ٹوبہ ٹیک سنگھ کی بھاشانی ریلی کا ذکر کر آئے ہیں سابق وزیر اعظم بھٹو بھی سوشلزم کے علمبردار تھے اور اسی بناء پر حضور سیالوی فکری دنیا میں ان کے شدید مخالف تھے۔ جب بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو آپ نے اس کی بھی بھرپور قیادت فرمائی۔ ایک ملاقات میں جو بھٹو صاحب کی طویل خواہش اور آپ کے کئی دفعہ انکار کے بعد ہوئی تھی آپ نے واشگاف الفاظ میں بھٹو مرحوم کو کہہ دیا تھا کہ ہم صرف قادیانی کفر ہی نہیں بلکہ ہر کفر کے خلاف ہیں جس میں سوشلزم بھی شامل ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی بھی سنی کانفرنسیں ہوئیں ان کے روح رواں آپ تھے۔ ملتان سنی کانفرنس ہو یا رائے ونڈ سنی میلاد کانفرنس سب کو آپ نے کامیاب کرایا۔

کلمہ حق کی ادائیگی

مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور میں جو مشائخ کانفرنس ہوئی اس میں آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا" ہماری دعائیں اور ہماری تقلید یا تابعداری مشروط ہوتی اگر جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی آئین کے لئے کوشش کی جیسا کہ کر رہے ہیں اور آخری سانس تک انہوں نے اسلامی آئین کے لئے یہ مساعی جاری رکھیں تو ہم تن من دھن سے ان پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں لیکن خدانخواستہ کچھ بھی انہوں نے کوتاہی کی تو آپ یہ یاد رکھیں ہماری اعانت ان کے ساتھ نہیں ہوگی۔ بلکہ جس مقصد کے لئے ہم نے پاکستان بنایا تھا۔ اس مقصد کے لئے ہم لڑیں گے اور لڑ رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کی خاطر ہم سے جو کچھ ہو سکے گا ہم کریں گے۔"[1]

آپ نے حضرت قائد اعظم کو بھی آئین اسلامی کے نفاذ کے لئے خطوط تحریر فرمائے قائد اعظم نے جوابا لکھا کہ اس ملک میں بہر حال اسلامی نظام ہی نافذ ہوگا۔ مرحوم

ا۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۲۰۳

لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان سے دو گھنٹوں کی طویل گفتگو اسی موضوع پر رہی۔ آپ نے ہمیشہ اپنا تعاون اس شرط سے مشروط رکھا کہ اسلامی نظام لایا جائے ورنہ دربار سیال شریف کی طرف سے کوئی تعاون نہیں ہوگا۔ کئی وزراء سے تو محض اس لئے ملاقات بھی گوارا نہ فرمائی کہ وہ اسلامی نظام کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔

ظاہر شاہ کو خطاب

والئی افغانستان ظاہر شاہ نے بھارت کے دورے کے دوران کرشن کی مورتی پر پھول نچھاور کئے اخبارات کی خبر پڑھ کر حضور کی رگ حمیت پھڑکی اسے خط میں چند خود ساختہ اشعار لکھے تبرکا دو شعر آپ بھی پڑھ لیں۔

خلف خلیل ناشر توحید بر زمیں
رونق دہ بتاں شدہ بر نہج آزری
ظلم عظیم جور و جفایت زحد گزشت
با خویش دشمنی و بہ دشمن برادری

روئے زمین پر توحید پھیلانے والے حضرت خلیل کا خلف آج آزرانہ انداز سے بتوں کو رونق دے رہا ہے۔ تیرے جور و جفا اور ظلم عظیم نے ساری حدیں توڑ دی ہیں کہ اپنوں (یعنی پاکستانی ملت) کا تو دشمن ہے اور غیروں کا بھائی بنا ہوا ہے

آپ نے کبھی بھی ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے سے دریغ نہیں فرمایا۔ دنیا کے بڑے لوگوں کی مصنوعی بڑائیوں کو پرکاہ کی حیثیت بھی کبھی نہیں دی۔

ترویج علوم دینیہ

آستانہ عالیہ کے عظیم الشان ادارے "دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام" نے آپ کے دور اقدس میں بہت ترقی کی۔ اہل علم کشاں کشاں ملک کے مختلف حصوں سے وہاں لائے گئے سابقہ عمارت کو کافی نہ سمجھتے ہوئے آپ نے آستانہ قدسیہ سے شمال اور شمال مشرق میں عظیم الشان اور وسیع عمارات تعمیر کرائیں جہاں درس نظامی کے ساتھ ساتھ جدید علوم کا بھی ایم اے تک معقول بندوبست کیا گیا۔ حضرات صاحبزادگان نے بھی اس شاندار روایتی دانش گاہ میں علم حاصل کیا۔

حضور مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ العالی صاحب سجادہ ان کے بھائیوں اور خاندان عظمت نشان کے دیگر عظیم المرتبت ارکان نے یہاں سے اکتساب فیض کیا۔ اساتذہ میں بھی بڑے بڑے نابغہ روزگار لوگ شامل تھے۔

استاذ الاساتذہ مولانا عطاء محمد بندیالوی، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا احمد بخش ضیائی وغیرہم نے ادارے کی بڑی خدمت کی۔ فقیر راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسی عظیم المرتبت مادر علمی میں پڑھا بھی اور کچھ عرصہ یہاں پڑھایا بھی آستانہ قدسیہ سے وابستہ بہت سے حضرات نے اپنے پیر کی اداؤں کو پہچانتے ہوئے ملک میں کئی ادارے قائم کیے حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے بھیرہ میں جامعہ محمدیہ غوثیہ قائم کیا جو آج ایک مثالی ادارے کی حیثیت سے ملک بھر میں پہچانا جاتا ہے۔ حضرت جسٹس پر حضور کی خصوصی کرم نوازیاں تھیں ایک محفل میں تو آپ نے فرمایا۔ ''محمد کرم شاہ میری آنکھیں ہیں، محمد کرم شاہ میرے کان ہیں۔''

حضرت مولانا محمد ذاکر نے محمدی شریف میں عظیم ادارہ قائم فرمایا جس میں فقیر راقم الحروف بھی کچھ عرصہ پڑھاتا رہا کراچی میں قمر الاسلام جیسا عظیم ادارہ بھی اسی انداز سے قائم ہے۔ ملک کے گوشے گوشے میں آپ کے عقیدت کیشوں نے انداز شیخ الاسلام کی شمعیں جلائی ہوئی ہیں فقیر بھی آج کل پنڈی میں جامعۃ الزہراء اہل سنت کے نام سے حضرت کے انداز کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے۔ حضرت سید برکات احمد شاہ نے جلال پور شریف میں جامعہ حیدریہ قائم فرما دیا ہے۔

یہ اختصار ہے ان طویل تعلیمی کوششوں کا جو حضرت نے جاری فرمائیں۔ استیعاب مقصود نہیں ورنہ آپ کے خلفاء کے آستانوں پر قال اللہ اور قال الرسول کے نغمے گونج رہے ہیں اور آپ سے وابستہ علماء ترویج دین محمدی میں رات دن مصروف ہیں۔ حفظ قرآن کے مدارس الگ ہیں۔ آپ کے تینوں عالی مرتبت صاحبزادے حافظ قرآن ہیں خاندان عرش نشان کے بہت سے اراکین کے سینوں میں قرآن پاک کی امانت محفوظ ہے۔ دربار سدا بہار کے سب اصحاب سجادہ حفاظ تھے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت شیخ الاسلام کی شاعری

آپ کبھی کبھار شعر بھی کہہ لیتے تھے اگرچہ سخن فہمی شناسی میں آپ کا مقام بہت بلند تھا لیکن بے حد مصروف اور علمی زندگی کی وجہ سے اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ معروف معنوں میں شعر کے لئے گھنٹوں سوچتے اور پھر کچھ لکھتے۔ فیاض ازل نے جو کرم نوازیاں فرمائی تھیں بس انہیں استعمال فرماتے ہی جاتے کبھی تحریری انداز سے کبھی تقریری طریقے سے تحریر کبھی نثر کی صورت اختیار کرتی تو کبھی شعر کا لباس پہن لیتی تبرکا چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گزشتند
برفضل تو اے ختم رسل دادہ گواہی
درخلق و در خلق توئی نیر اعظم
لاتدرک اوصافک لم تدد کماھی
یا احسن یا اجمل یا اکمل اکرم
واللہ باخلاقک فی الملا یباھی

آج تک جتنے بھی ہادی و برحق رسول گزرے ہیں۔ اے خاتم المرسلین! سب نے آپ کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ صورت و سیرت میں صرف آپ ہی آفتاب عالمتاب ہیں۔ نہ تو آپ کے اوصاف کا احاطہ ممکن ہے اور نہ ہی آپ کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اے سب سے حسین، اے سب سے جمیل، اے سب سے کامل اور سب سے بڑھ کر سخی! ملائکہ کی محفل اقدس میں صرف آپ کی ذات پر ہی اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے۔

نعت کے بعد ذرا غزلیہ انداز ملاحظہ ہو۔

زقامت عالمے زیر و زبر شد محبوب! یہ تیرے قد کی رعنائیاں ہیں جن
اسیر کیسوئت آشفتہ ترشد سے ایک دنیا تہ و بالا ہو کر رہ گئی ہے۔ تیری
زحال زار مشتاقاں چہ پری زلفوں کا قیدی بہت زیادہ آشفتہ ہو جاتا
کہ آہودریم و ماھی بہ برشد ہے۔ اپنے مشتاقوں کے ''حال راز'' کو کیا
نیاید پشہ در سایہ او پوچھتے ہو کچھ ایسی کیفیت ہو گئی ہے کہ ہرن
ہمائے اوج میمونی مگرشد سمندر میں چوکڑیاں بھر رہے ہیں اور مچھلیاں

فذلك حسن لا ریب فیہ
دلیل حسن اور شمس و قمر شد

صحراؤں میں پھرتی ہیں محبوب کا مقام کتنا رفیع ہے کہ اس کے سایہ میں اگر کوئی پھر بھی آ جاتا ہے تو وہ متبرک بلندیوں کا ھما بن جایا کرتا ہے۔ یہ اس کا وہ مبارک حسن ہے جس میں شک و زیب نہیں ہے۔ اس کے حسن کی دلیل ہی تو شمس و قمر ہیں۔

اس کے حسن کی دلیل شمس و قمر میں کیسا بلیغ اشارہ ہے حقیقت شمسی اور حقیقت قمری کی طرف' الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں بھی کتنے حقیقت افروز اور مطلب خیز ہیں۔

ظاہر شاہ والئی افغانستان کو مخاطب کرتے ہوئے جو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔

کرامات و نور فراست

ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب نے کار نہر کی پٹری پر کھڑی کر کے وضو کیا بچوں کو کار سے تولیہ لانے کو کہا تولیہ تو آ گیا مگر گاڑی پھسل کر نہر میں جا گری۔ وضو کیا تھا نماز پڑھ کر پیر سیال کے وسیلے سے دعا کی۔ ایک فوجی جیپ اور اس کے پیچھے کرین اٹھائے ٹرک آ رہا تھا کرنل نے پوچھا ہم نے ماجرا بتایا اپنے ڈرائیور نے کہا پانی پڑ گیا ہے اب کار اسٹارٹ نہیں ہو گی میں نے دھوپ میں کھڑی کرا کے خشک کرائی تو اسٹارٹ ہو گئی سیال شریف پہنچے حضور شیخ الاسلام مسجد میں تھے سلام و قدم بوسی کی۔ کچھ عرض کرنے سے پہلے ارشاد ہوا'' کار کو جب نہر کی پٹری پر کھڑا کرنا ہو تو ہینڈ بریک ضرور لگایا کرو دیکھتے ہو تمہاری تھوڑی سے بے احتیاطی نے ہمیں کتنے فکر میں ڈال دیا۔''[۱]

ہم عرض کر آئے ہیں کہ تونسہ مقدسہ کے راستے کے بھپرے نالے سنگھڑ میں آپ اتر گئے اور پھر ایک شخص غیبی آپ کے ساتھ ہو لیا اور آپ کنارے پر پہنچ گئے۔

مولانا عزیز احمد اپنے گھر بلانا چاہتے ہیں کھوائی منزل میں حضور تشریف فرما ہیں مگر عرض کرتے ہچکچاتے ہیں واپسی کی اجازت چاہتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں'' اپنے گھر بن بلائے جایا کرتے ہیں اسی وقت بندہ کو ساتھ لے کر کفری تشریف لائے۔''[۲]

۱۔ ضیائے حرم نمبر ص ۱۰ (۲) ضیائے حرم نمبر ص ۵۹

راجہ محمد اسحاق کہتے ہیں حضور نے فرمایا" میں لاہور میں ایک گلی سے گزر رہا تھا اس میں ایک کئی منزلہ عمارت تھی کسی نے مجھے بتایا یہ متعدی بیماریوں کے مریضوں کے لئے ہے میں نے کہا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں چاہوں تو یہ عمارت نیچے آ گرے اوپر کھڑکی کھلی اور ایک آدمی نے سر نکال کر مجھ سے پوچھا ایسا کرو گے تو نہیں یہ شخص ابدال تھا۔"[1]

راقم الحروف فقیر کی حیات ظاہری میں حضور شیخ الاسلام سے آخری ملاقات تھی خیال آیا کوئی وظیفہ پوچھ لوں آپ سرگودہا میں اپنے مکان ذیشان کی مسجد میں چٹائی پر تشریف فرما تھے میں ان دنوں کثرت سے درود شریف پڑھ رہا تھا جونہی عرض کی نگاہ مبارک مجھ پر ڈالی اور فرمایا کثرت سے درود شریف پڑھا کریں۔

دراصل آپ کی ساری زندگی ہی مجسمہ کرامات تھی۔ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزاری۔ آپ فرمایا بھی کرتے تھے کہ ساری زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزار دینا کرامت ہے۔

انگریز دشمنی

یہ دشمنی تو آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کو ہزہولی نس (تقدس مآب) کا خطاب بھیجا گیا تو آپ نے وہ فرمان نامہ آگ میں ڈال دیا۔ زمین کی پیش کش ہوئی تو فرمایا۔" یہ زمین میرے اپنے ملک کی ہے اگر مجھے زمین دینا چاہتے ہو تو انگلینڈ سے دو۔" انگریز دشمنی کی وجہ سے انگریزی لباس' انگریزی بود و باش اور انگریزی تعلیم سے شدید نفرت تھی انگریز کے دور میں سیال شریف میں کوئی سکول قائم نہیں ہونے دیا۔ وادی سون تشریف لائے کھوائی منزل پہنچے راستے کے واقعات سنتے ہوئے ارشاد فرمایا"ایک فرنگی نے راستہ روکا میں نے رائفل سے اسے ڈھیر کر دیا پھر ہنس کر فرمایا سور کو مارا ہے۔"[2]

آپ نے رائفل کے لائسنس کے لئے لکھا جواباً گورنمنٹ نے پوچھا سرکاری خدمات کی فہرست بتاؤ آپ نے ارشاد فرمایا"تم کو میرے والد کی خدمات کا علم ہو گا تم نے جوان سے وصول کیں' انہی خدمات کی توقع مجھ سے رکھ سکتے ہو۔"[3]

۱۔ ضیائے حرم ص ۶۵۔۱۶۴ (۲) ایضاً ص ۵۳ (۳) ایضاً

ہم نے نہایت اختصار سے حضور شیخ الاسلام کی حیات طیبہ کے چند پہلوؤں کا ذکر کیا ہے یہ زندگی اتنی جامع' اتنی وسیع' اتنی ہمہ گیر اور اتنی متنوع ہے کہ اسے سینکڑوں صفحات میں بھی بیان کرنے کے بعد تشنگی ہی رہتی ہے ہم انہی چند گزارشات پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

وصال شہادت

آپ اپنی زندگی میں ہمیشہ شہادت کی دعائیں مانگا کرتے تھے شوق شہادت آپ کو وادی کشمیر میں بھی لے کر گیا لیکن شوق شہادت کی تکمیل کار کے حادثہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی۔ یہ چودہ رمضان ۱۴۰۱ھ کی تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا۔ آج سیال شریف کا آستانہ زائرین سے بھرا تھا جمعہ کے بعد غلاموں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا اور خلاف معمول آج افطاری گھر پر فرمائی۔ رات وہیں بسر ہوئی آپ کے پوتے صاحبزادہ غلام نصیر الدین آج کل وزیر اوقاف پنجاب کے صاحبزادے بیمار تھے اور لاہور ہسپتال میں داخل تھے حضور نے وہاں تیمارداری کے لئے جانے کا پروگرام بنایا سحری کے بعد اپنے جد اعلیٰ حضور شمس العارفین کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ دعائے خیر کے بعد زندگی کا آخری سفر شروع ہوا۔ سرگودہا سے لاہور کی طرف چند میل مڑے تو چک نمبر ۱۱ کے پل کے قریب آپ کے ڈرائیور غلام حیدر نے سامنے سے ٹرک آتے دیکھا صبح سات کا وقت تھا سورج چمک رہا تھا غلام حیدر گزشتہ پینتالیس سال سے حضور کی کار چلا رہا تھا۔ ٹرک غلط سمت سے آرہا تھا ڈرائیور نے آپ کی کار بائیں جانب کر لی ٹرک ڈرائیور پھر بھی غلط انداز سے آگے بڑھتا رہا کار ڈرائیور نے کچی سڑک کے کنارے پر کر لی مگر ٹرک ڈرائیور یا تو نشے میں تھا یا سو رہا تھا ٹرک کو وہ کنٹرول نہیں کر رہا تھا دفعتاً پھر دھماکا ہوا گاڑی تباہ ہو گئی غلام حیدر اپنے آقا پر موقع پر ہی قربان ہو گیا پچھلی سیٹ پر بیٹھا خادم اللہ بخش شہادت کا تاج پہن گیا چند دن بعد اس کا سہرا بندھنے والا تھا۔ آپ کے دیرینہ خادم حاجی محمد نواز کا بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا چوتھا ساتھی محمد اسلم بھی بری طرح زخمی ہوا۔

حضور ڈرائیور کے ساتھ پہلی نشست پر تشریف فرما تھے دھماکہ سن کر اردگرد سے لوگ دوڑے آئے حضور کو گاڑی سے باہر نکالا دائیں ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی

چہرہ اقدس اور باقی سارا مقدس جسم بالکل صحیح وسلامت تھا جونہی آپ کو چارپائی پر ڈالا گیا ایک آدمی نے پانی پیش کیا آپ نے پینے سے انکار فرما کر کہا "میں روزہ سے ہوں" سرگودھا ڈسٹرک ہسپتال لائے گئے مخلوق خدا کا بے پایاں انبوہ تھا صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بار بار فون کر کے عافیت بھی پوچھی اور ڈاکٹروں کو بھی تاکید کی۔ سترہ رمضان کو ڈاکٹروں نے سی ایم لاہور لے جانے کا مشورہ دیا۔ وہاں ڈاکٹروں نے انگلیوں کے ناخنوں کی رنگت دیکھ کر کہا بہت دیر کر دی ہے ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی مگر وصال شہادت کے احکام عالم بالا سے صادر ہو چکے تھے۔ ساری زندگی صراط مستقیم شریعت محمدی پر چلنے والے شیخ الاسلام روزے کے ساتھ ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ۔ ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء کو تاج شہادت پہنے اصحاب بدر میں جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آستانہ قدسیہ سیال شریف لائے گئے تو داتا دربار کے پھولوں کی چادروں میں کفن مقدس لپٹا ہوا تھا روضہ اقدس میں جگہ نہیں تھی مگر پھر شمس نے قمر کے لئے جگہ بنوا دی روضہ شمسی کے مغربی حصہ میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔ جنازہ حد و حساب سے باہر تھا۔ موسم بے حد گرم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کے لئے ٹھنڈی ہوا چلا دی آسمان پر بادل چھا گئے۔ کئی دفعہ جنازہ ہوا۔ شریعت مطہرہ کا احترام کرتے ہوئے حضور مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین صاحب قبلہ نے تجہیز و تدفین میں جلدی کر کے آستانہ قدسیہ کی "پابندی شریعت" کی روایات کو جاری رکھا۔

راقم الحروف نے روضہ اقدس کے سامنے "امام عصر حاضر" کا آخری دیدار کیا چہرہ اقدس پھول کی طرح کھلا ہوا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا ابھی مسکرا کر اٹھ بیٹھیں گے زندگی میں ہمیشہ آپ کے ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کی پاؤں چومنے کی آپ اجازت نہیں دیتے تھے دو چار دفعہ کوشش کر کے یہ سعادت حاصل کی تھی مگر آج ہاتھ اور پاؤں کے قمر نورانی کا ماتھا...... انوار محمدی سے مستنیر ...... بھی چوم لیا۔

پون صدی جس عظیم مجاہد نے اسلام کا جھنڈا سربلند رکھا تھا آج انعام لینے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں اصحاب بدر کے ساتھ تاج شہادت "فرق اقدس" پر سجائے حاضر تھا۔ سیال شریف کے روضہ اقدس میں شمسؒ و قمرؒ کا قران ہو گیا۔ میں نے بھی

دربار سدا بہار کا خیال کر کے کہا تھا۔

وہاں شمسؒ و قمرؒ کی روشنی ہے
یہی کہتا ہے ذاکر کل زمانہ

لیکن ہم سنیوں کے آقا قمر سیال نے خود کس انوکھے انداز میں فرمایا۔

فذلک حسنہ لا ریب
دلیل حسن او شمسؒ و قمرؒ شد

یہی تو محبوب حقیقی کا حسن پاک ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ اس کے حسن کی دلیل شمسؒ و قمرؒ بھی بن گئے ہیں۔

قطعات شہادت

بے شمار حضرات نے قطعات وصال کہے۔ چند پیش خدمت ہیں۔

ا۔ آپ کے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی نے فرمایا۔

جف القلم و خسف القمر ۱۴۰۱ھ
در رہ عرفاں فنا فی اللہ شد

یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضورؒ کے بھائی حضرت خواجہ محمد بدر الدینؒ کا وقت وصال آیا تو آپ مدینہ طیبہ میں تھے اور جب حضورؒ کا اپنا وقت شہادت آیا تو آپ کے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی مدینہ طیبہ میں تھے۔ دربار سدا بہار میں ایک خاتون کہہ رہی تھی ”ایک بھائی مدینہ میں نبی کے پاس ہوتا ہے تو دوسرا خدا کے پاس چلا جاتا ہے۔“

۲۔ عزیز حاصل پوری نے کہا۔

امیر السالکین و قمر الملت والدین ۱۴۰۱ھ
انتقال پر ملال شیخ الاسلام پاک ۱۴۰۱ھ
ہو گیا ارتباط شمسؒ و قمر ۱۴۰۱ھ

۳۔ قمر یزدانی بولے۔

گوہر شاہوار بحر ولایت ۱۴۰۱ھ
قطب الانام خواجہ قمر الدین سیالوی ۱۴۰۱ھ
فقیہہ زماں شہنشاہ ولایت ۱۴۰۱ھ

قبلہ اہل دیں شیخ ۱۹۸۱ء
الاسلام نور اللہ مرقدہ
اما الاتقاء والاحترام ۱۹۸۱ء

۴۔ محمد منشا سیالوی نے عرض کیا۔

وے مخزن برکات دین ۱۴۰۱ھ یک ہزار و نوصد و ۱۹۸۱ء
کلیم دیں محدث رفتہ ۱۴۰۱ھ ہشتاد و یک

آپ کی شہادت پاک پر بہت سارے شعراء نے درد بھرے اور مناقب سے معمور مَراثی لکھے ہم صرف دو شہہ پاروں سے چند شعر نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کے لختِ جگر حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین مدظلہ السامی نے خراج عقیدت پیش فرمایا۔

یار بغفور جاتا رہا زندگی کا سرور جاتا رہا
ہر طرف چھا گئے اندھیرے ہیں چشم عالم کا نور جاتا رہا
قمر ذیشاں کے ڈوب جانے سے روشنی کا غرور جاتا رہا
تیری فرقت نے کیا ستم ڈھائے ہو کے دل چور چور جاتا رہا
ہے تو موجود دل میں تیرے نصیر گو بظاہر وہ دور جاتا رہا

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین نصیر گیلانی مدظلہ العالی نے اکتالیس اشعار پر مشتمل بڑا ہی جامعہ مرثیہ تحریر فرمایا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

پرتو روئے ضیاء العارفین افتخار دودمان شمس دین
آپ عارفوں کی ضیاء (خواجہ محمد ضیاء الدین) کے چہرہ کا عکس جمیل تھے۔ حضور شمس العارفینؒ کے خاندان پاک کا سرمایہ افتخار تھے۔

آستانش سالکاں را مستقر گرد راہش سرمہ اہل نظر
آپ کا آستانہ اولیاء اللہ کی قرار گاہ ہے۔ آپ کے راستے کی گرد اہل نظر کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔

در زمن پرسی بگویم فاش تر دیدن شمسؒ است دیدار قمرؒ
اگر مجھ سے پوچھو تو میں بڑی وضاحت سے کہتا ہوں۔ کہ حضرت قمرؒ کا دیدار دراصل حضور شمسؒ کا دیدار ہے۔

شکر ایزد کاں دو چشم بارہا نذر دیدار قمرؒ شمسؒ آشنا
من ضیائے شمسؒ دیدم در قمرؒ
گشتہ ام از جلوہ ہائش بہرہ ور

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری یہ دو
آنکھیں بارہا دیدار قمرؒ کے طفیل شمس
آشنا ہوئی ہیں۔ میں نے شمسؒ کی ضیاء
پاشیاں وجود قمرؒ میں دیکھی ہیں اور ان
کے جلوؤں سے بار بار بہرہ ور ہوتا رہا
ہوں۔

حضور شیخ الاسلام کے خلفائے گرامی

حضور نے لاتعداد انسانوں کی دستگیری فرمائی بہت سے لوگوں کو خلافت عطا ہوئی۔ ہم تبرکاً چند اسمائے گرامی عرض کر رہے ہیں۔

۱۔ مرشد اہل سنت خواجہ علامہ حافظ محمد حمید الدین مدظلہ السامی زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف۔ ۲۔ مفکر اسلام، مفسر قرآن حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری بھیرہ شریف۔ ۳۔ حضرت خواجہ سدید الدین مدظلہ سجادہ نشین آستانہ معظمیہ مرولہ شریف۔ ۴۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ سجادہ نشین مکان شریف کفری ضلع خوشاب۔ ۵۔ حضرت مولانا محمد علی سورکی شریف، خوشاب۔ ۶۔ حضرت قاضی عبدالرحمان صاحب سکھرال، خوشاب۔ ۷۔ حضرت مولانا محمد یعقوب مدظلہ چاچڑ شریف۔ ۸۔ حضرت مولانا محمد یوسف چکوڑی شریف ضلع گجرات۔ ۹۔ حضرت مولانا محمد ذاکر محمدی شریف (جھنگ) سابق ایم این اے۔ ایم پی اے بانی جامعہ محمدی شریف۔ ۱۰۔ حضرت مولانا کمال الدین خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی۔ ۱۱۔ حضرت مولانا غلام فخر الدین شاہ وڑچھہ شریف ضلع میانوالی۔ ۱۲۔ حضرت مولانا غوث محمد چنیوٹ۔ ۱۳۔ حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی گوجرانوالہ۔ ۱۴۔ حضرت مولانا سید منظور شاہ ہمدانی مہتمم قمر الاسلامیہ سلیمانیہ کراچی۔ ۱۵۔ حضرت مولانا عبدالغنی شاہ گجرات۔ ۱۶۔ حضرت مولانا محمد یوسف جنوبی افریقہ۔

آج کل مولانا محمد یوسف جنوبی افریقہ میں تبلیغ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ فقیر راقم الحروف سے بھی انہوں نے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی میں کئی کتابیں پڑھی ہیں۔ آستانہ قدسیہ سیال شریف میں حضرت صاحبزادہ عزیز

احمد مدظلہ سے سند فراغت و خلافت لی اور حضور شیخ الاسلامؒ نے تائید و برکات سے نوازا۔ فتح جنگ، گوجرانوالہ، دندہ شاہ بلاول کے علاوہ کئی اور مقامات پر بھی آپ کے خلفاء گرامی موجود ہیں۔ اس فقیر پر بھی کرم نوازیاں ہیں جن کا اظہار شاید خودستائی کے زمرے میں آئے لہٰذا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

۱۷۔ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے ایک فرمان نامے میں ذکر کیا ہے کہ مولانا غلام بھیرویؒ کی نواسی کے بیٹے صاحبزادہ محمد اختر سلیمان متولی بیگم شاہی مسجد لاہور بھی حضور شیخ السلامؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ (بشکریہ حکیم اہل سنت)

تصنیفات

آپ نے عربی اور اردو کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا۔ فارسی میں کلام منظوم موجود ہے پشتو پر بھی کامل عبور تھا۔ گیارہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ، خطوط کے علمی جوابات، تقاریر، سیاسی لوگوں سے مذاکرات ان کے علاوہ ہیں۔ اللہ کرے وہ جلد منصۂ شہود پر آسکیں اور یہ علمی خزانے دلوں کو منور کر کے راہ اسلام پر چلنے کے عزم کا موجب ہوں۔

۱۔ ان الحکم الا للہ۔ ۲۔ صلوٰۃ العصر۔ ۳۔ التحقیق فی التطلیق۔ ۴۔ الجہاد۔ ۵۔ تنویر الابصار بتقبیل المزار۔ ۶۔ تبلیغ القوم فی اتمام الصوم۔ ۷۔ تحقیق الاجلۃ فی ثبوت الاحلۃ۔ ۸۔ تقریر دلپذیر۔ ۹۔ بلاغ مبین۔ ۱۰۔ مذہب شیعہ۔ ۱۱۔ وصایا قمریہ۔

اکثر کتب کے ناموں سے ہی ان کے موضوعات کا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ کتابیں مذہبی تحقیق سے بھرپور اور دلائل سے مملو ہیں۔ ''مذہب شیعہ'' تو خاصے کی چیز ہے زور استدلال، حوالہ جات کی ثقاہت اور طرز بیان کی ندرت میں کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اپنے موضوع پر اردو زبان میں شاہکار ہے۔ تنویر الابصار کی عربی بڑی بلیغ اور دلنشین ہے پڑھنے والا آپ کی تحریر کی ہر سطر کو پڑھتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

وصایا قمریہ بھی بڑی دلکش اور شستہ عربی میں لکھی گئی ہے نظریات اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔

سراپائے اقدس

آیئے چشم تصور وا کیجئے۔ حضور شیخ الاسلام تشریف لا رہے ہیں۔

"روشن چہرہ، اونچی بنی، چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں، جبین سعادت کی کشادگی، داڑھی پاک کا بانکپن، قلب و نظر کو اسیر کرنے والی تابدار زلفیں، جمال کی ان رعنائیوں کے باوجود جلال الٰہی کا ایسا پرتو چہرے پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہ اقدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔" حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ[1]

مزید ملاحظہ ہو۔

"روشن ابھری ہوئی کشادہ پیشانی، ابرو سجدہ گاہ عارفاں، قامت نہایت موزوں، نہ بہت بلند نہ پست، میانہ مائل بہ بلندی، چہرہ مبارک آیات رب کبریا میں سے ایک آیت، خندہ کشادہ اور ابھرا ہوا، رنگ رخسار سفید و زرد تجلیات حسن ازل کی تفسیر، دل فریب نین، سینہ مبارک کنز مخفی اسرار عشق و حقائق و معارف تھا، لبان لعل گوں جو اکثر اظہار تبسم کے وقت برگ گل سے نازک تر ہوتے تھے، گفتار میں آہستگی و شیرینی تھی، رعب و جلال اتنا کہ خوش خلق و خوش مزاج موسلا دھار بارش کی طرح فیض جاری نرم خو شفیق و مہرباں کے رخ زیبا کی طرف کسی زائر میں مسلسل دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ گھنی، خوش وضع داڑھی، سر پر دستار یا سرخ باریک حاشیہ والی سفید ٹوپی پہنتے تھے۔"[2] خورشید احمد شیخ

نوٹ: کبریا، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام نہیں ہے بلکہ ایک صفت ہے۔ لہ الکبریآء الخ۔ (القرآن۔ الجاثیہ۔ ۳۷)

یہ ہے شیخ الاسلام کا سراپا مگر اصلیت انہی نگاہوں سے پوچھیے جنہوں نے فقر کے شاہ کو اپنی رعنائیوں کے ساتھ دیکھا ہے۔

اولاد و امجاد

اللہ کریم نے تین صاحبزادے عطا فرمائے جنہیں حفظ قرآن اور علوم دینیہ سے نوازا۔

۱۔ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر ص ۳۹
۲۔ ایضاً ص ۳۴

۱۔ مرشد اہل سنت حضور خواجہ محمد حمید الدین قبلہ معالیہم السامیۃ العالیہ زیب سجادہ عالیہ سیال شریف۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ مجد الدین مدظلہ العالی مجسمہ علم، معاملہ فہم اور صاحب تدبیر ہیں۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ علامہ نصیر الدین مدظلہ العالی حفظ کے بعد ایف اے تک تعلیم حاصل فرمائی الیکشن لڑا۔ آج کل پنجاب کے وزیر اوقاف ہیں۔ اپنے خاندان عرش آشیاں کی روایات کے سب بھائی امین ہیں۔ ۱۹۹۰ء کے الیکشن میں آپ پھر ایم پی اے منتخب ہوئے ہیں۔

سب صاحبزادگان صاحب اولاد ہیں اور حضور شیخ الاسلامؒ کا چمن رنگا رنگ پھولوں سے مہک رہا ہے۔

حکیم اہل سنت کی خواہش

محسن اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی درد دل والے انسان ہیں اہل سنت کی خدمت کے لئے ان کی زندگی وقف ہے انہوں نے ایک گرامی نامہ میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ حضور شیخ الاسلامؒ کی کتاب مستطاب ''وصایا قمریہ'' کو بھی شامل کتاب کر لیا جائے غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دور حاضر میں غیر سنی عقائد کو سنی عقائد کے نام سے بڑی شد و مد سے پیش کیا جا رہا ہے حضور شیخ الاسلامؒ دور حاضر میں اہل سنت کے عظیم قائد تھے وہ شریعت و ولایت کے شہباز تھے تحقیق و تدقیق کے بحر بیکراں تھے عقیدت و محبت کا مرکز تھے لہٰذا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ چودہ سو سالہ سنی عقائد کا نچوڑ ہے لہٰذا عقائد اہل سنت کی تبلیغ وتشہیر کے لئے حکیم اہل سنت ان نظریات کو کتاب میں درج کرانا چاہتے ہیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قمر ملت کا عربی انداز تحریر بھی سامنے آ جائے گا جس سے اہل علم محظوظ ہوں گے توضیح مقاصد کے لئے عنوانات ہمارے قائم کردہ ہیں۔

ذات رسالت ہی محور و مرکز ہے

عن امية بن عبدالله بن خالد رضی الله عنه قال لعبد الله بن عمر رضی الله عنهما انا نجد صلوة الحضر و صلوة الخوف فی القرآن ولا نجد صلوة السفر فی القرآن فقال عبدالله یا ابن اخی ان الله بعث الینا محمداً صلی الله علیه واله وصحبه وسلم. ولا نعلم شیئا فانما نفعل کما رئینا محمداً یفعل. مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۵۸

امیہ بن عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ ہم حضر و خوف کی نماز تو قرآن میں پاتے ہیں مگر نماز سفر کا ذکر کہیں قرآن میں نہیں ہے حضرت عبداللہؓ نے جواباً فرمایا میرے بھتیجے اللہ کریم نے ہماری طرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں تھا ہم تو وہی کچھ کرتے ہیں جیسا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

کیف و قد قال الله جل شانه فی القرآن الکریم : وننزلنا الیک الزکر لتبین للناس ما نزل الیهم. فالقرآن المجید منزل من الله علی رسوله سیدنا محمد صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم لا علینا و علمنا من القرآن ما بین لنا رسول الله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم وما لم یبین لنالم نعلم الی الابد‘ والله سبحانه و تعالی علم القرآن لمحبوبه صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم و رسوله صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم وهو

ایسا کیوں نہ ہو جبکہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ”ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تاکہ آپ خوب وضاحت سے بیان فرما دیں۔“ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول اور ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے ہم پر نازل نہیں ہوا ہمارا حصہ وہی کچھ ہے جو سرکار علیہ السلام نے ہمیں بیان فرمایا جو سرکار علیہ السلام نے نہیں بتایا وہ کبھی بھی ہمیں معلوم نہیں ہوسکتا۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیم قرآن دی اور سرکار

علمنا على قدر عقولنا مثلا امرنا
الله سبحانه و تعالى باقامة الصلوة
وايتاء الزكوة والصوم والحج ولم
نعلم ما الصلوة وما الزكوة وما
الصوم وما الحج؟ فعلمنا و بين لنا
رسول الله صلى الله تعالى عليه
واله وصحبه وسلم صفته الصلوة
من التكبير التحريمة و رفع اليدين
الى شحمتي الاذنين و تسمية قبل
القراة و تعدد الركعات والركوع
الواحد فى كل ركعة و سجدتين
فيها والتشهد والتحية و تعديل
الاركان و غير ذالک والسلام
للخروج منها. وكذا الزكوة
بانواعها من زكوة الشاة والبقر
والابل والذهب والفضة و باقى
اموال التجارة و غير ذلک و كذا
الصوم من الانتهاء عن المفطرات
الثلاثة و من مراد الخيط الاسود
والخيط الابيض و كذا من غاية
الصوم الى غروب الشمس لان
الليل له وقت ممتد و ابتدائه لم
يتيقن من غروب الشمس و غير
ذلک و كذا الحج و مناسكه

علیہ السلام نے ہماری عقول کے مطابق
ہمیں تعلیم دی۔ مثلاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے
ہمیں نماز قائم کرنے' زکوۃ ادا کرنے اور
حج کرنے کا حکم دیا ہے' ہمیں معلوم نہ تھا
کہ نماز' زکوۃ' روزہ اور حج کیا ہے؟ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز کا
طریقہ بتایا تکبیر تحریمہ' کانوں کی لوؤں
تک دونوں ہاتھ اٹھانا' قرأت سے پہلے
بسم اللہ پڑھنا۔ تعداد رکعات' رکوع ایک
اور سجدے دو ہر رکعت میں تشہد و تحیہ'
ارکان میں تبدیلی وغیرہ اور نماز ختم کرنے
کے لئے سلام (یہ سب سرکار علیہ السلام
نے ہمیں ارشاد فرمائے) یہی حال زکوۃ کا
ہے بکریوں' گایوں' اونٹوں' سونے' چاندی
اور باقی اموال تجارت وغیرہ کی زکوۃ کی
تعلیم بھی سرکار علیہ السلام نے دی۔
روزے کو دیکھیں کہ مفطرات ثلاثہ
(کھانا۔ پینا اور جماع) سے بچنا' خیط
اسود اور خیط ابیض[1] کو پہچاننا اسی طرح
روزے کا خاتمہ غروب آفتاب کا ہونا
کیونکہ رات کا وقت ممتد[2] ہے اور اس کی
ابتداء سورج کے غروب ہونے سے متیقن
نہیں ہے یہ سب باتیں حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے بتائی ہیں۔ یہی کیفیت حج

باجمعها من الطواف سبع مرات حول الكعبة و سبع مرات بالصفا والمروة و حلق الرأس والرمی والوقوف وامکنتها و غیر ذلک لم نعلم من القرآن ولما کان اهم الفرائض غیر معلوم لنا و لم نند من القران الابیان حبیب الرحمان صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وصحبه وسلم فکیف نعلم من القرآن باقی الاحکام من الاوامر والنواهی حسب ما اراد اللہ سبحانه و تعالٰی و حبیب ما یرضی به ربنا الرحمان۔

وصایا قمریہ ص ۳ تا ۶ القمر بک کارپوریشن گنج بخش روڈ لاہور

اور اس کے سارے مناسک کی ہے کعبہ کے اردگرد طواف کے سات چکر، صفا و مروہ کے سات پھیرے، سر منڈانا، کنکریاں مارنا، وقوف کرنا اور وقوف کے مقامات کا ہمیں قرآن پاک سے علم نہیں ہے یہ سب کچھ ہمیں قرآن سے صرف حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بیان فرمانے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر فرائض کا یہ حال ہے تو ہم پھر باقی اوامر و نواہی کو مراد خداوندی اور رضائے ربانی کے مطابق خود کیسے معلوم کر سکتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلامؒ نے اس مقدس عبارت میں یہ ثابت فرما دیا کہ ذات رسالت ہی مرجع ہے اور یہی وہ محور ہے جس کے گرد اسلام گردش کرتا ہے تو پھر اتباع صرف ذات رسالت کا ہی ہوگا۔ ذرا ملاحظہ فرماتے چلیں۔

اتباع مصطفٰی علیہ السلام جان اسلام ہے

فهذا متن متین علیک ان تشرح و تفسره بعد نظرک فی الشریعة الاسلامیه و شعائره فینجلی لک بالبداهة بان سیدنا بل سید المرسلین والملائکة المقربین صلی اللہ علیه وآله وصحابه وسلم

یہ ہے وہ پختہ متن تمہارے لئے لازم ہے کہ شرائع اسلامیہ اور شعائر ملیہ میں پورے غور کے بعد اس کی تشریح و تفسیر کرو پھر تمہارے لئے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ہمارے آقا بلکہ سب رسولوں اور مقرب فرشتوں کے آقا صلی اللہ تعالٰی

ارسل الينا معلمنا للقرآن الكريم و اخلاقه المقدسة كانت لنا اسوة حسنة و اطاعته عين اطاعة الله تعالى و نطقه و حي يوحي فما آتانا فعلينا ان تاخذه ومانها نا عنه فعلينا ان ننتهي عنه.
ايضاً ص ٦٠٧

علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہماری طرف اس لئے مبعوث فرمائے گئے تاکہ وہ ہمیں قرآن کی تعلیم دیں آپ کے اخلاق مقدسہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں حضور کی اطاعت عین اطاعت خداوندی ہے آپ کا کلام وحی الٰہی ہے جو کچھ آپ نے عطا فرمایا اسے اخذ کرنا ہمارے لئے لازم ہے اور جس شے سے روکا اس سے رکنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

قرآنی تعلیمات صحابہ عالی مقام علیہم الرضوان کے واسطے سے ہمیں ملی ہیں لہٰذا صحابہؓ..... مہاجرین و انصار...... اہل بیت و غیر اہل بیت...... کا واسطہ چھوڑ کر ہم تعلیمات نبوی حاصل نہیں کر سکتے اس حقیقت کو حضرت شیخ الاسلامؒ نے وصایا میں یوں قلم بند فرمایا۔

صحابہ کرام نمائندہ رسول علیہ السلام ہیں

واسوة الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين عين اسوة سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم لمعاينة اسوة صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم و للفرط المحبة به والجهدهم فى اتباعه صلى الله عليه وسلم. ايضاً ص ٧

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسوہ عین نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا اسوہ ہے کیونکہ انہوں نے اسوہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا معائنہ کیا ہے انہیں آپ سے بے پناہ محبت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وہ پوری کوشش کرتے تھے۔

۱۔ خیط ابیض سفیدۂ صبح کی وہ باریک لکیر ہے جو مشرق سے طلوع ہوتی ہے خیط اسود سیاہ لکیر ہے۔
۲۔ چھلنے والا۔
۳۔ حج میں جن جگہوں پر ٹھہرنا ضروری ہے مثلاً عرفات اور مزدلفہ وغیرہ۔

مقام اولیائے امتؒ

ثم من بعدهم من تبعهم باحسان هكذاثم قثم فيجب علينا اتباع الكاملين والصديقين والشهداء والصالحين لان صراطهم وا منهجهم عين صراط سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم وان الاخلاف منهم يجتهد في اتباع الاسلاف الى الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين والى هذا اشار الرب تعالى شانه في امر القرآن بقوله "اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم" وفسر المنعم عليهم بقوله "اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصيديقين والشهداء والصالحين" و قداوجب علينا هذا الدعاء في كل صلوة بل في كل ركعة منها فتبين بذلك فخامة قدر هذا المنهج القديم والجادة المستقيم فما ظنك بمن سلك هذا المسلك فعليك ان لا تاخذ الا ما بينت لك ولا ترى الى يمينك ويسارك.

ایضاً ص ۲۰۷

پھر صحابہ کرامؓ کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیکی واحسان کے ساتھ ان کی پیروی کی' اسی طرح بعد میں آنے والے حضرات' لہٰذا ہم پر کاملین' صدیقین' شہداء اور صالحین کی پیروی ضروری ہے کیونکہ ان کا راستہ اور طریقہ من وعن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا راستہ ہے ان میں سے اخلاف کی یہی کوشش ہے کہ اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ تک پہنچتے ہیں اسی طرف رب کریم تعالیٰ شانہ نے سورہ فاتحہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے ''اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔'' کن پر انعام ہوا؟ اس کی تفسیر فرمائی ''جن پر اللہ نے انعام فرمایا وہ نبی' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔'' اور اس دعا کو ہم پر ہر نماز بلکہ اس کی ہر رکعت میں واجب فرمایا اس طرح اس قدیم انداز اور صراط مستقیم کی عظمت واضح ہوگئی۔ جن لوگوں نے پھر یہ راستہ اختیار کیا ہے ان کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ تیرے لئے ضروری ہے کہ تو وہی راستہ اختیار کرے جو میں نے واضح کیا ہے اور دائیں بائیں دیکھنا چھوڑ دے۔

صراط مستقیم تو واضح ہے

وانت اذا احببت ان تحری الصراط المستقیم فعلیک ان تری مسلک من فوقک من الکاملین ولن تر کن الی قادة الفتن من المرزائیة والخارجیة والشیعة الشنیعة المنکرین لخلافة افضل الصحابة و امام الاعدلین و سید اصحاب الحیاء والایمان و سید اولیاء الرحمان رضی اللہ تعالی عنهم و من تبعهم الی یوم الدین ولا تصغی الی هفوات غیر المقلدین ولا تنظر الی الوهابیة النجدیة الدیوبندیة ولا الی الذین یتقولون بالقرآن من غیر بیان حبیب الرحمن صلی اللہ تعالی علیه وآله وصحبه وسلم الذین یعرفون باهل القرآن.

ایضاً ص ۸۰۹

اگر تو صراط مستقیم دیکھنا چاہے تو اپنے کاملین اسلاف کا مسلک دیکھ لے اور تو مرزائیوں خارجیوں اور شیعہ شنیعہ کے لیڈروں کی طرف ہرگز مائل نہ ہو جو افضل صحابہ عادلوں کے امام اصحاب حیا و ایمان کے آقا اور اولیاء اللہ کے مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومن تبعہم الی یوم الدین کی خلافت کے منکر ہیں تو غیر مقلدین کی لغویات و ہفوات کی بھی پرواہ نہ کر۔ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کی طرف مت دیکھ نہ ان کی طرف متوجہ ہو جو محبوب رحمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی تعلیم و بیان کے بغیر قرآن فہمی کا خودساختہ دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کو امعان نظر سے مندرجہ بالا پیراگراف بار بار پڑھنا چاہئے۔ حضور شیخ الاسلام نے بڑی جامعیت اور کامل اختصار سے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کتنے مدلل انداز سے ساری بات کہہ دی ہے۔

فتنہ دجال میں ثابت قدم رہنے کی تلقین

واعلموا ثم اعلموا ان فتنة المسيح الدجال ناشئة من غير بعيد فلا تركنوا اليهم لان الدجال ومن تبعه كافر بيقين والله سبحانه و تعالى احد صمد لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا احد.

سب اچھی طرح سمجھ لو کہ جلد ہی مسیح دجال کا فتنہ سر اٹھانے والا ہے ان کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ دجال اپنے پیرووں کے ساتھ یقیناً کافر ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو یکتا و بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ کسی نے اسے جنا نہ ہی کوئی اس کا ہمسر اور کفو ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

واعلموا ان سيدنا و نبينا و رسولنا محمدا صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم خاتم النبيين بمعنى لا نبى بعده فكل من يدعى النبوة بعده فهو كافر كذاب دجال بيقين وان عيسى على نبينا و عليه الصلوة السلام سينزل من السماء و يقتل الدجال و يتزوج و يولد له و يدفن فى روضة نبينا صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم.

یقین کرو کہ ہمارے آقا' ہمارے رسول اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معنی پر خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے ہر وہ شخص جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یقیناً کافر' کذاب اور دجال ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتریں گے دجال کو قتل کریں گے۔ شادی فرمائیں گے۔ ان کی اولاد ہو گی روضہ رسول علیہ السلام میں مدفون ہوں گے۔

روضہ کی شان

والروضة افضل من الكعبة والعرش. ايضاً ص ۱۰

روضہ اقدس کعبہ مکرمہ اور عرش معلیٰ سے افضل ہے۔[1]

---

[1] ۔ یہی سیدنا امام اعظم کا مذہب ہے اور ملت اسلامیہ کا یہی عقیدہ ہے (ذاکر)

عقائد اسلامیہ حق ہیں

والیقین بان الجنة حق والنار حق والبعث بعد الموت حق و عذاب القبر حق و کل ما اخبر به الله تعالی و رسوله صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم حق سواء ترتقی الی فهمه اذهاننا اولا ترتقی الیه واعلموا ان الشریعة الاسلامیه من عقائد الاسلامیه واعماله واجب الاعتقاد والعمل به. ایضاً ص ۱۱

یقین و ایمان رکھو کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے موت کے بعد جی اٹھنا حق ہے عذاب قبر حق ہے ہر وہ بات جس کی خبر اللہ کریم اور اس کے محبوب رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے دی ہے حق ہے خواہ اسے ہمارے ذہن سمجھیں خواہ نہ سمجھیں اس کا بھی یقین رکھو کہ شریعت اسلامیہ کے عقائد و اعمال پر عقیدہ رکھنا اوران پر عمل کرنا واجب لازم ہے۔

احکام شرع ہر حال میں ماننا ضروری ہیں

فما لم ندر کیفیاتها وجها من وجوهها واجب الاعتقاد والعمل بها کیف وانه نری اشیاء عدیدة من مصنوعات الانسانیة مثلا رادیو ویتلی ویزن والات الحرب الجدیدة و آلات التحسیب والمهکمات والقوی الجویته ومن القنابل الذریته (ایتم بم و هائیدروجن بم) و غیر ذلک من المنشوئات الجدیدة ولم ندر حقیقتها و کیفیتها مع ذلک نستیقن لو جودها مع اقرارنا بان کل ذلک مصنوعات الخلق فما ظنک بخالق الخلق و خالق الارض والسماء

تو جس چیز کی اصلیت و کیفیت ہم کسی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے اس پر بھی اعتقاد رکھنا اور عمل کرنا واجب ہے۔ دیکھئے ہم بہت سی انسانی مصنوعات دیکھتے ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، جدید آلات جنگ، حساب کے آلات، مہلک ہتھیار، فضائی قوت جوہری بم (ایٹم بم و ہائیڈروجن بم) اسی طرح کی دیگر مصنوعات و مخترعات ہمیں ان کی اصلیت و حقیقت معلوم نہیں ہے اس کے باوجود ان کے وجود کا ہمیں یقین ہے ہم اس بات کے بھی اقراری ہیں کہ یہ چیزیں انسان کی بنائی ہوئی ہیں پھر تیرا گمان مخلوق کے خالق اور زمین وآسمان کے خالق اور

الارض والسماء ورافعها من غير عمد. ایضاً ص ۱۱

آسمانوں کو ستونوں کے بغیر قائم رکھنے والے خالق کے متعلق کیا ہے؟ (کتنا زور استدلال ہے عظمت خداوندی پر اور کیا نرالا انداز ہے عقائد و اعمال اسلام کے منوانے پر۔ ذاکر)

عقل ناقص نا قابل اعتبار ہے

والحذر كل الحذر من ارتياب ماهو فوق ذهنك القاصر وقد اخبر الله ورسوله به والله قادر على كل ما يشاء و يفعل ما يريد و في كل ما اخبر به الله سبحانه و تعالى و رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وصحبه وسلم وان كان فوق ذهنك القاصر و عقلك الفاتر الفاسد الذى قاصر عن تعقل المصنوعات الانسانية واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا و شفيعنا في الدارين محمدا عبده ورسوله واشهد ان سيدنا ابابكر الدصيق رضى الله تعالى عنه وان سيدنا عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه و ان سيدنا عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه وان سيدنا على بن ابى

جو چیز بھی تیرے ذہن نارسا سے باہر ہے اس میں شک سے بچ جبکہ اللہ اور اس کے رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہو اللہ کریم تو جو چاہے اس پر قادر ہے وہ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے' جس شے کی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے خبر دی ہے اگرچہ وہ تیرے ذہن قاصر اور تیرے ناقص و فاسد عقل میں نہ آئے (تب بھی اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم ہے) اس عقل میں تو انسانی مصنوعات کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے (خلاصہ یہ ہے) کہ میں گواہی دیتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا اور دونوں جہانوں میں ہمارے شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد

طالب كرم الله تعالى وجهه الكريم
خلفاء رسول الله صلى الله تعالى
عليه وآله وصحبه وسلم بالترتيب
المعلوم المتوارث بالإخبار
المتواترة و كل من نكر خلافة
احدهم فهو كافر و اصحاب النبى
صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه
وسلم كلهم عدول صدوق نجوم
الاهتداء رضوان الله تعالى عليهم
اجمعين اياک ثم اياک عن قول
سوء فى حق احد منهم.
ایضاً ص ۱۳

خاص اور رسول ہیں اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے مشہور اور متواتر ترغیب کے مطابق خلفاء ہیں یہ اخبار متواترہ سے ثابت ہے۔ جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے حضور کریم کے سب صحابہ سب سے بڑھ کر ہادی اور سچے ہیں وہ سارے کے سارے ہدایت کے ستارے ہیں خبردار خبردار! ان میں سے کسی کے بارے میں بھی ہرگز نازیبا لفظ زبان پر نہ لانا۔

اختلاف صحابہ کی مبارک توجیہ

واعلم ان المناقشة بين سيدنا على
رضى الله تعالى عنه و بين سيدنا
معاوية رضى الله تعالى عنه نضعها
بمنزلة المتشابهات مالنا ان نريب
فى عظمتهم و مرتبتهم و منزلتهم
كيف وهم اصحاب رسول الله صلى
الله تعالى عليه واله وصحبه وسلم
وقد قال رسول الله صلى الله

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ سیدنا حیدرؓ اور سیدنا معاویہؓ کے باہمی نزاع کو ہم متشابہات کی قسم سے سمجھتے ہیں ہم ان حضرات کی عظمت، مرتبت اور منزلت میں شک نہیں کر سکتے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صحابہ ہیں اور صحابہ کے لئے ارشاد رسول علیہ السلام ہے۔ "میرے صحابہ کے

تعالی علیه و آله وصحبه وسلم "الله فی اصحابی" واصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم" نعم فضل علی معاویة امر معتقد لا شک فیه لکن لا تنکر فضل المفضول علیه. ایضاً ص ۱۴

بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔" مزید فرمایا "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کی پیروی کرو گے ہدایت ملے گی۔" ہاں جناب معاویہؓ پر سرکار حیدرؓ کی فضیلت امر مسلم و معتقد ہے لیکن مفضول[1] علیہ کی فضیلت کا بھی ہم انکار نہیں کر سکتے۔

نام نہاد راویوں پر عالمانہ جرح

واعلم ایضاً ان الروایات التی تدل علی تفصیل المناقشة فاما منقول عن الطبری المؤرخ فهو مردود الروایة بحسب تصریح کتب اسماء الرجال وهذا الطبری شیعی بلا ریب واما ابن جریر المفسر فهو من الثقات واما منقول من ابن قتیبة صاحب الامامة والسیاسة فهو وضاع و کذاب و اما منقول من الواقدی المؤرخ فهو کذالک لم یروعنه ولم یعتمد علی روایة و امر متیقن بان فی روایات تلک المناقشه دخل دخیل من قبل الوضاعین الکذابین فکیف نقتضی اثرهم نخالف الامر المتیقن بان سیدنا معاویة رضی الله تعالی عنه صاحب رسول الله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم بلا ریب و بلا شک وانه کاتب

یہ نہ بھولو کہ وہ تمام روایات جن میں ان باہمی مناقشے کی تفصیلات ہیں وہ یا تو مؤرخ طبری سے منقول ہیں جو اسماء الرجال کی تصریحات کے مطابق مردود الروایت ہے یہ طبری بلاشبہ شیعہ ہے ہاں مشہور مفسر ابن جریر طبری ثقہ ہیں یا یہ روایات امامت و سیاست نامی کتاب کے مصنف ابن قتیبہ سے منقول ہیں یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا ان کا راوی مؤرخ واقدی ہے یہ بھی جھوٹا اور مفتری ہے اس سے نہ روایت لی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایسے جعل سازوں اور جھوٹوں کا ان مناقشات کی روایات میں بڑا عمل دخل ہے ہم بھلا ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیسے فیصلے کر سکتے ہیں اور کیسے اس یقینی امر کا اظہار کر سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بلاشک

الوحی وانه اخ لام المؤمنین رضی الله تعالی عنها وانه قامع فتن الیهود بالشام والعراق وان حکمة احمدت نار العجم کما لا یخفی.

صحابی ہیں وہ کاتب وحی ہیں اور ام المومنین (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) کے بھائی ہیں۔ شام اور عراق میں فتنہ یہودیت کی جڑ کاٹنے والے ہیں ان کی حکمت عملی نے آتش کدہ عجم کو ہمیشہ کے لئے بجھا دیا۔ یہ امر مخفی نہیں ہے۔

شان واحترام اولیاء

وعلیک بالاعتقاد باولیاء الله تعالی والانقیاد بما سلکوا.
ایضاً ص ۱۵

تیرے لئے اولیائے گرامی پر اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے اور ان کے مسلک کو اپنانا بھی لازم ہے۔

اسی بات کو اپنے رسالہ کے آغاز میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

وصیته باتباع الاولیاء لا سیما اتباع سلسلة العالیة الجشتیة رضوان الله تعالی علی اهلها اجمعین.

اولیائے کرام خصوصاً سلسلہ عالیہ چشتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علی اھلھا اجمعین کی پیروی واتباع کی وصیت۔

اس ابتدائی گرامی جملہ کو ہم نے افتتاحی جملہ سے ملا دیا ہے تاکہ شان اولیاء کے متعلق حضور شیخ الاسلام کی وصیت وعقیدہ کو یکجا کیا جاسکے لیجئے حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختتامی مبارک کلمات پڑھ کر رسالہ مبارک کو ختم کر دیں۔

[1] مفضول علیہ کا مطلب ہے جس پر فضیلت دی گئی ہے مراد حضرت معاویہ ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور حیدر کی ان پر فضیلت مسلم ہے اگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امیر معاویہؓ کے فضائل کا انکار کر دیا جائے۔ (ذاکر)

اللھم صل وسلم و بارک علی افضل رسلک سیدنا محمد و علی آل محمد واصحاب محمد و اولیاء امته لا سیما شیخنا محمد حامد التونسوی و آبائه و مشائخه اجمعین صلوة و سلاما و برکات عدد کلمات الله و عدد خلق الله وزنة عرش الله وملا سموات الله وملا ارض الله.

مولا کریم! صلوۃ وسلام اور برکتیں نازل فرما اپنے رسولوں میں سب سے افضل ہمارے آقا حضور محمدؐ، آل محمدؐ، اصحاب محمد اور ان کی امت کے اولیاء پر، خصوصاً اولیائے میں سے ہمارے مرشد حضرت محمد حامد تونسوی ان کے آبائے کرام اور حسب مشائخ عظام پر، صلوۃ و سلام و برکات اللہ کریم کے کلمات کی تعداد اور خلق خدا کے اعداد کے مطابق، عرش الٰہی کے وزن کے مساوی اللہ کریم کے آسمانوں اور زمین کے بھر جانے کے مساوی ہیں۔

مسکین عاصی المفتقر الی شفاعة سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم.

محمد قمر الدین غفرله

ایک مسکین، ایک عاصی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی شفاعت کا محتاج۔

محمد قمر الدین آستانہ عالیہ سیال شریف۔

ہم نے وصایا قمریہ افادہ عام کے لئے پوری نقل کر دی ہے۔ حضرت محسن اہل سنت خواجہ خواجگان ابوالخیر محمد عبداللہ جان آستانہ خیریہ پشاور مدظلہ العالی کی یہی خواہش تھی۔ جس کی بحمد اللہ تکمیل ہو گئی۔

مرشد اہل سنت، مرجع ملت، جانشین شیخ الاسلام، قدوۃ الانام

حضرت خواجہ علامہ حافظ محمد حمید الدین

قبلہ دامت معالیہ السامیۃ

زیب سجادہ دربار سدا بہار سیال شریف

ولادت پاک
۱۹۳۵ء

اللہ کریم سایہ عالیہ تادیر قائم رکھے۔
حیات ظاہرہ سے ملت طویل عرصہ تک
مستفید و مستفیض ہو۔
آمین۔ بجاہ النبی الامین
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

تصویر شیخ الاسلام

آپ حضور شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی کی تصویر اور حضور شمس معرفت سیالوی کی تنویر ہیں آستانہ قدسیہ سیال شریف کی روایات عالیہ کے امین اور عظمت اسلام کے لئے کام کرنے والے بے مثل شاہین ہیں۔

حصول علم

علمی و عملی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ حضور شیخ الاسلام جیسے بطل جلیل نے مثالی تربیت فرمائی۔ قرآن پاک سب سے پہلے یاد کرایا۔ علماء نامدار کو سیال شریف بلایا ظاہری علوم سے آپ آراستہ ہوئے۔ ممدوح الاکابر حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ بھی ان عظماء میں سرفہرست تھے جنہوں نے تعلیم و تدریس سے آپ کو مزین فرمایا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور شیخ الاسلام نے یہ پابندی لگا رکھی تھی کہ صاحبزادہ صاحب صرف جمعرات کی شام اپنے دولت کدہ پر ملاقات کے لئے آ کر جمعہ شام کو واپس دارالعلوم میں آ جایا کریں گے۔ اساتذہ کو تاکید تھی کہ باقی طلباء سے امتیازی سلوک ہرگز نہ کیا جائے پوری گرفت سے تعلیم جاری رکھی جائے۔

آپ کا مزاج سراپا نفاست تھا اس نفاست نے خوشی سے یہ پابندیاں قبول کیں گھنٹوں عام طلبہ میں بیٹھ کر قرآن پاک یاد فرمایا کرتے تھے۔ بیٹھنے کے لئے سادہ سی چٹائی ہوتی روضہ اقدس کے ساتھ مجلس خانہ قرآن پاک کے لئے درسگاہ کا کام دے رہا تھا اس کے شمالی گوشہ میں قاری صاحب بیٹھتے ان کی گرجدار آواز سے یہ عظیم اور روایتی ہال گونجتا رہتا ڈانٹ ڈپٹ سے بڑھ کر بید کا اکثر استعمال ہوتا۔ یہ بید کھجور کی شاخ ہوتی جس کے کنارے چھریوں کی طرح جسم کو کاٹ جاتے جو اس چھڑی کی زد میں آ جاتا اس کے کپڑے لہولہان ہو جاتے۔

حضور شیخ الاسلام خود وقتاً فوقتاً امتحان لیتے انعام سے نوازتے اس زمانہ میں حضرت خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ السامی کے علاوہ حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین مدظلہ السامی اور حضرت صاحبزادہ محمد صلاح الدین غازی مدظلہ العالی اور حضرت صاحبزادہ غلام مجد الدین مدظلہ العالی بھی زیر تعلیم تھے۔ فقیر راقم الحروف کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس ۶ حصے

میں میرا بھی قیام سیال شریف کے عظیم علمی مرکز میں تھا قریباً ہم عمری تھی اسباق بھی ایک جیسے تھے۔ میرے سب اسباق وہی تھے جو خواجہ غلام معین الدین مدظلہ العالی کے تھے۔ کھیل میں شریک، درس میں شریک، نماز میں شریک، تکرار درس میں شریک، کھانے پینے میں شریک اور حضور شیخ الاسلام کی توجہات اقدس میں شریک۔ کتنی پیاری ساعتیں تھیں کتنے مقدس دن تھے یہ قافلۂ شوق علمی دنیا میں مسلسل سفر کر رہا تھا۔ روح کی آبیاری ساتھ ساتھ ہو رہی تھی۔

عشق سرکار رسالت

اللہ کریم نے ہمارے مرشد زادوں کو حسن صورت اور حسن سیرت سے نواز رکھا تھا وہ نگاہوں کے مرکز تھے، حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت آپ کے رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔ ان کا حال ان کے مستقبل کا غماز تھا۔ سرکار علیہ السلام کا نام نامی آتا تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی یہ دراصل حضور شیخ الاسلام کا سرمایہ تھا جو آپ کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ یہ شمسی روایات تھیں جو دل حمید ملت میں گھر کر رہی تھیں۔

سرکار عرش وقار علیہ السلام سے محبت خاندان شمس سیال کا طرۂ امتیاز رہا ہے وہ اسی دولت کو بانٹتے بھی رہے ہیں۔ مقام رسول علیہ السلام کے خلاف جو بھی تحریک کسی بدبخت نے چلائی ہے اس کے مقابلہ میں ہمیشہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادۂ نشین سینہ سپر رہے ہیں۔ خواجہ خواجگان حضور مرشد اہل سنت خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ السامی بھی اپنے اسلاف کی طرح عشق رسول علیہ السلام سے سرشار ہیں عظمت مصطفوی کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہیں اور ہر باطل تحریک کے سامنے وہ بنیان مرصوص ہیں جسے ملت اپنا دفاعی پہاڑ سمجھتی ہے۔

خلافت و مسند نشینی

حضور شیخ الاسلام نے عرس کے موقع پر خواجہ خواجگان حضور خواجہ خان محمد تونسوی کی موجودگی میں دستار بندی کروائی۔ کچھ حضرات سوچ رہے تھے کہ نو عمری میں ایسا خدا جانے کیوں ہو رہا ہے کیا حضور شیخ الاسلام عالم بالا کی طرف رجوع تو نہیں فرما رہے؟ مگر دستار بندی اور خلافت دو عظماء...... حضور تونسوی، حضور سیالوی ..... نے عطا فرما دی۔ جس کی تجدید حضور شیخ الاسلام کی شہادت کے بعد رمضان ۱۴۰۱ھ مطابق جولائی ۱۹۸۱ء ہوئی۔

سب مرشد خانوں سے دستاریں لے کر اصحاب سجادہ سیال شریف آئے اور دستار بندی کراتے رہے۔

مہار شریف کے عظیم المرتبت آستانے سے جب دستار مبارک آئی تو فقیر راقم الحروف بھی وہاں موجود تھا حضرت صاحب سجادہ نے وہ دستار اقدس اپنے ہاتھوں سے حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی کے سر مبارک پر رکھی۔

فقیر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ مختلف دستاریں حضور مرشد اہل سنت نے منگوا کر زیارت بھی کرائی اور ان کے گوشوں پر فقیر سے متعلقہ آستانے کا نام مبارک بھی بطور یادداشت تحریر کرایا۔

ذمہ داریوں کی نگہداشت

حضور شیخ الاسلام کا وصال اتنا بڑا حادثہ تھا کہ اہل سنت عموماً اور دربار سدا بہار سے وابستہ لوگ خصوصاً نڈھال ہو گئے تھے ہم سب سمجھتے تھے کہ کمر ٹوٹ گئی ہے۔ جانشین شیخ الاسلام مدظلہ السامی پر جو گزری وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ آپ نے اس کی جھلک فقیر کو یوں دکھائی کہ ارشاد ہوا "میں تو آپ کی مبارک چارپائی کے اردگرد ہسپتال میں رات کو اس نیت سے گھومتا رہا کہ اللہ تعالیٰ میری قربانی قبول فرما کر حضور شیخ الاسلام کو صحت عطا فرما دے۔" حضور مرشد اہل سنت کی زبان حقیقت ترجمان سے جب یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے تو آپ کی آنکھیں وجود اقدس کے اضطراب کو جس انداز سے فضاؤں میں بکھیر رہی تھیں وہ بھی درد دل والوں کو ہی پتہ ہے۔

ان انتہائی مشکل حالات میں آستانہ عالیہ کا انتظام و انصرام' فرقت محبوب سے نڈھال زخمی دلوں پر مرہم لگانا' وابستگان دربار سدا بہار سے تعزیت قبول کرنا' مدارس دلنگر کا انتظام فرمانا اور شیخ الاسلام کی عظمتوں بھری مسند کی تابانی و لمعانی کو قائم رکھنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ حضور مرشد اہل سنت مدظلہ العالی بڑے حسن و خوبی سے عہدہ برآ ہوئے۔ آنے والوں نے یہی سمجھا کہ حضور شیخ الاسلام ہی اپنی مسند پر تشریف فرما ہیں۔

راقم الحروف سوچتا تھا کہ آستانہ قدسیہ پر حضور شیخ الاسلام کو نہ پا کر کیسے زندہ رہا جا سکے گا۔ مگر جب بنگلہ شریف پر حاضری ہوئی اور مرشد اہل سنت کی پشت مبارک کی طرف

سے اندر داخل ہوا تو حضور شیخ الاسلام کی ساری اداؤں کو وہاں موجود پایا۔ حضور اسلام آباد تشریف لائے فقیر نے حاضری دی پتہ چلا کہ آپ مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری مرحوم کے ساتھ ان کا ادارہ دیکھنے تشریف لے گئے ہیں اور تشریف لانے والے ہیں۔ باقی حضرات کے ساتھ راقم الحروف بھی انتظار میں بیٹھ گیا نماز مغرب کے بعد نیم تاریک فضا میں جب کوٹھی کے مین گیٹ سے گاڑی اندر آئی اور آپ گاڑی سے نکلے تو خدا جھوٹ بولنے کی ہمت سے محروم فرمائے میری نگاہوں نے جمال قمرؒ کا مشاہدہ کیا۔

ایک خواب

انہی دنوں خواب میں حضور شیخ الاسلامؒ کی زیارت ہوئی محسوس ہوتا تھا اسلام آباد ہے اور آپ کھلے میدان میں تشریف فرما ہیں اپنے کریم مرشد کی کرم گستریوں کو دیکھتے ہوئے بندہ نے عرض کیا۔ حضور! یہاں کیسے قدم رنجہ فرمایا؟ ارشاد ہوا۔ ''یہاں اکثر آنا ہوتا ہے کہ عزیز حمید الدین یہاں آیا کرتے ہیں۔'' ان دنوں حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی سینیٹر تھے۔ حضور شیخ الاسلام نے کئی دفعہ خواب میں کئی واقعات کے وقوع سے پہلے پردہ ہٹا دیا۔ شہادت سے پہلی رات خواب میں جمال باکمال سے نوازا تو مبارک ہاتھ سے اپنے جسم پاک کے ان حصوں پر ضربات سے نشانات بنائے جو جسے فی الواقع اگلی صبح کو حادثہ میں متاثر ہوئے تھے۔ میں نے صبح بھارت سے آئے ہوئے ایک باکمال کو یہ خواب سنایا اور اس سے اگلے دن اخبارات کی سرخیوں نے ساری بات سامنے لا رکھی۔

حضور مرشد اہلسنت مدظلہ نے سب متوسلین کی دستگیری فرمائی۔ مخالفین کے سامنے سد سکندری بن گئے۔ علمی و فکری کام بدستور جاری ہے۔

آستانہ قدسیہ کے روایتی سیاسی مخالفین کو دو دفعہ میدان میں شکست فاش دی۔ بطور سینیٹر بڑا کام کیا۔ شریعت بل پہلی دفعہ سینیٹ سے پاس کرانے میں آپ کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل تھا۔ نفاذ شریعت کے لئے آپ کی مساعی کل بھی وقف تھیں اور آج بھی وقف ہیں اپنے حلقہ ارادت میں تو شریعت گویا خود نافذ فرما چکے ہیں۔ آستانہ قدسیہ شریعت پاک پر عمل کا ایک حسین مرکز ہے۔

باطل سیاسی و مذہبی قوتوں سے بھی آپ بھرپور انداز سے نمٹ رہے ہیں۔ تحریک

پاکستان میں آستانہ عالیہ پورے برصغیر میں سب سے آگے تھا آج تک وہ روایت بدستور چل رہی ہے آپ اپنے اسلاف کی روایات کے محافظ بھی ہیں اور انہیں آگے بڑھانے میں بھی پوری قوت سے مصروف ہیں۔ غرض یہ کہ حضور شیخ الاسلام کی شہادت کے بعد سب ذمہ داریوں کو بطور احسن پورا ہی نہیں فرمایا بلکہ بہت ساری نئی روایات قائم فرمائی ہیں جن سے ملت استفادہ کر رہی ہے۔

مدارس اسلامیہ پر نگاہ کرم

آستانہ قدسیہ کے عظیم ادارے کا مثالی انتظام فرمایا ہے جید علماء وہاں تدریس میں مشغول ہیں اپنے اسلاف گرامی کی روایات کے مطابق دینی مدارس کی ہر ممکن مدد فرمارہے ہیں حلقہ ارادت کو حکم ہے کہ احیائے دین کے لئے مدارس قائم کریں۔ بہ نفس نفیس ان اداروں میں تشریف لے جاتے ہیں اپنے قیمتی خطبات سے طلباء کو نوازتے ہیں اپنی مثالی آراء سے منتظمین کی دستگیری فرماتے ہیں۔

ذوق مطالعہ

اپنے اسلاف کی طرح ذوق عبادت کے ساتھ ذوق مطالعہ بھی رکھتے ہیں علمی کتب کا ذخیرہ فرماتے رہتے ہیں۔ جب فقیر نے نہج البلاغہ کی جدید فارسی شرح کی تین جلدیں خدمت عالیہ میں پیش کیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔

علمی مسائل پر بحث

کئی ادق علم مسائل پر بھی آپ نے کئی دفعہ بحث فرماتے ہوئے اپنے افکار کی دلنشیں تشریح فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ کو مُلْحَقٌ پڑھا جائے یعنی اسم فاعل نہیں بلکہ اسم مفعول پڑھا جائے اس لئے کہ یہ عذاب کافروں سے مستقبل میں ملنے والا نہیں بلکہ اس وقت بھی یہ عذاب کفار پر مسلط ہے۔

کسی تحقیقی مسئلہ میں جب حضور شیخ الاسلام کی رائے سامنے آجائے تو آپ نہ صرف ادب سے سر جھکا لیتے ہیں بلکہ اسے حرف آخر بھی تسلیم فرماتے ہیں۔

پابندی شریعت

اوقات نماز کی شدت سے پابندی کراتے ہیں احکام شرع پر چلنے کی سب متوسلین کو تاکید ہوتی ہے۔ سلسلہ چشتیہ نے جس انداز سے برصغیر میں احیائے سنت کا کام کیا ہے اور جس طریقے سے اتباع شریعت کا معیار قائم فرمایا ہے آپ اسے آگے بڑھانے میں رات دن مصروف ہیں اس طویل جدوجہد نے آپ کی صحت پر بے حد اثر ڈالا ہے رات دن کی بے پایاں مصروفیات نے دل کو متاثر کر دیا ہے۔ اللہ کریم اس توانا دل کو مزید توانائیوں سے نوازے۔ تاکہ مرشد اہل سنت اپنے اسلاف کا مشن جاری و ساری رکھیں۔ اس مشن کے لئے آپ نے کئی لاکھ میل کا مثالی سفر بھی فرمایا ہے۔

کنز الایمان کا دفاع

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن المعروف کنز الایمان پر جب سعودی حکومت نے پابندی لگائی تو آپ نے بھرپور انداز سے اس کا دفاع فرمایا۔ ایک مبسوط مضمون عربی زبان میں تحریر فرمایا جو "ضیائے حرم" میں چھپا۔ سعودی حکومت کو دلائل سے قائل کرنے کی کوشش فرمائی۔ دوسرے لفظوں میں ایک کھلا خط تھا جو سعودی شاہ کو لکھا گیا۔ زبان بڑی فصیح و بلیغ استعمال فرمائی۔ دلائل کے انبار لگا دیئے جس انداز سے نجدی علماء وہاں مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اس کی بھرپور تردید فرمائی پاکستان سے جانے والے نجدی افکار کے نام نہاد علماء کو بھی مسکت جوابات دیئے مگر تعصب کا جواب علم نہیں ہوتا تعصب نے آپ کا عرب میں داخلہ بند کر دیا مگر شہباز اپنی پرواز سے کب باز آیا کرتے ہیں۔

مسلک حقہ کی خدمت

جہاں کہیں بھی باطل نے للکارا آپ نے سنت کا دفاع فرمایا۔ سرگودہا کے قریب نہر کے کنارے ایک مسجد میں سے ایک ٹرانسپورٹر نے لفظ یا رسول اللہ کٹوایا آپ وہاں تشریف لے گئے دوبارہ لکھوا دیا اور ٹرانسپورٹر کو پیغام بھیجا اگر ہمت ہے تو اب ذرا کاٹ کر دیکھو۔ بفضلہٖ تعالیٰ مسجد کا رقبہ بھی بڑھ گیا ہے عمارت بھی حسین ہوگئی ہے اور یا رسول اللہ کی تحریر بھی جگمگ جگمگ کر رہی ہے۔

سرگودہا شہر کی مسجد شہداء پر بھی گستاخوں نے قبضہ کرنا چاہا۔ یہ اقلیت ہر جگہ اکثریت کی مسجدوں پر قبضے جمانے کی عادی ہے سعودی سرمایہ ان کی دستگیری کرتا ہے اور غریب عوام پر سرمائے اور سازشوں کے زور سے یہ لوگ مسلط ہو جاتے ہیں۔ یہی چال مسجد شہداء میں بھی چلی جا رہی تھی جب حضور مرشد اہل سنت کے نوٹس میں یہ بات آئی تو آپ نے جناب محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان سے مسجد کی چابی طلب فرمائی۔ وزیر اعظم نے چابی پیش کر دی اور حضور پیر سیال مدظلہ السامی نے چابی اہل سنت کو عطا فرما دی۔

جرأت وحمیت

علمائے اہل سنت جب بھی نااہل افسروں کی حماقتوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو دربار سدا بہار سیال شریف کے قائد حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی ان کی دستگیری فرماتے ہیں اپنی روایتی جرأت سے حکام کو تنبیہہ فرماتے ہیں۔ ستمبر ۱۹۹۲ء کے سیلاب میں تو آپ نے ملت کا دفاع کرتے ہوئے وزیر اعظم نواز شریف کو حکام کی موجودگی میں ان کے خلاف بڑی تلخ باتیں ارشاد فرمائیں جنگ اخبار نے بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا۔ آپ اپنے خطابات میں بھی اسی ولایت مآب جرأت کا مظاہرہ فرماتے رہتے ہیں۔

انداز خطابت

جن حضرات نے حضور شیخ الاسلام کے جان نواز خطبات سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضور کا انداز خطاب کیا تھا؟ بس بالکل وہی انداز مرشد اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے وہی دھیما پن' وہی انداز استدلال' وہی دل میں چبھ جانے والے سادہ سادہ فقرے وہی چہرے پر ہلکی مسکراہٹ' وہی علمی وجاہت جو حسین الہامی فقروں میں ڈھل کر دل کی دنیا بدل دیتی ہے۔ وہی انداز جو دل و دماغ کو بیک وقت صرف اپیل نہیں کرتا بلکہ مسحور کر لیتا ہے اور سامع عقیدہ کی درستی کے ساتھ عمل کے میدان میں اتر جاتا ہے اور زندگی پھر بدل جاتی ہے صراط مستقیم مل جاتا ہے باطل کا غبار کافور ہو جاتا ہے نور کی رعنائیاں بکھرنے لگتی ہیں اور زندگی بن جاتی ہے۔ اِنَّ مِنَ الْبَیَان لسحرا کا عملی ظہور ہوتا ہے بس یہی خطابت ہمارے سب سلاسل کا طرۂ امتیاز رہی ہے جس نے انسان سازی کی ہے اور آج بھی کر رہی ہے۔

شاہ سیال یہی دولت تقسیم فرما رہے ہیں۔

علماء کی دستگیری و خدمات

اپنے والد عالی مقام کی طرح حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی نے بھی علمائے اہل سنت کو کئی گروپوں میں تقسیم فرما کر یہ ڈیوٹی لگا دی کہ وہ ملک گیر دورے کریں عوام کے عقائد کی اصلاح کریں۔ اعمال اسلام کی طرف متوجہ کریں۔ اسلام کے خلاف ہر فتنے اور ہر تحریک کا مقابلہ کریں۔ بحمد اللہ آپ کے ارشاد کے مطابق علماء یہ کام کر رہے ہیں اور آپ علماء کی ہر انداز سے دستگیری فرما رہے ہیں اس عظیم مقصد کے لئے رسائل اور کتب بھی لکھی جا رہی ہیں اور ماہانہ رسالوں کی شکل میں بھی بہت سارا کام ہو رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آستانہ عالیہ کی ان خدمات کی وجہ سے ہی اسلام دشمن طاقتیں تاریخ کے پورے دور میں ہمیشہ آستانہ قدسیہ کی دشمن رہی ہیں اور آستانہ مقدسہ کے سب قائدین نے بھی کسی دور میں باطل کے مقابلے میں ذرا بھی سستی کو گوارا نہیں کیا۔ انگریز کی چالوں کو یہاں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ استعمار و اشتراک کا تو اسلام کھلم کھلا دشمن ہے لہٰذا سیال شریف بھی سدا ان سے برسر پیکار رہا ہے۔ اندرونی فرقوں اور باطل پرست لوگوں کے خلاف بھی اس سرزمین اقدس نے بھر پور اقدام کیا اور مرشد اہل سنت حضرت خواجہ غلام حمید الدین قبلہ مدظلہ السامی بھی انہیں روایات کا جھنڈا اٹھائے آگے بڑھ رہے ہیں۔ وہ شاہین اسلام ہیں اور باطل کی چڑیاں اور چوہے ان کی جھپٹ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔

فرق باطلہ کے خلاف جہاد

عظمت سرکار سید کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پختہ ایمان آپ کی ختم نبوت پر یقین اور خلفائے راشدین کی خلافت پر حسب ارشاد نبوی اذعان اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہیں آستانہ قدسیہ سیال شریف نے ہمیشہ ان عقائد کا تحفظ و دفاع فرمایا ہے حضور شمس معرفت سے لے کر حضور قمر ملت تک ان روایات کو آگے بڑھانے میں سب حضرات نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ حضرت مرشد اہل سنت مدظلہ السامی نے اپنے اسلاف کی روایات کو خوب خوب نبھایا ہے۔ بے شمار تقاریر سے ان اسلامی عقائد کا دفاع فرمایا ہے کئی مساجد سے

گستاخان نبوت نے لفظ ''یا محمد'' کٹوایا اور سرکار سیال شریف نے اپنے غلاموں سمیت وہاں جا کر ''یارسول اللہ'' لکھوایا اور پھر کاٹنے والوں کو پیغام بھیجا کہ ہمت ہے تو ایک دفعہ آ کر کاٹ کر دیکھو۔

مرزائیت کے فتنے کے خلاف دورِ اول سے لے کر آج تک جہاد جاری ہے چونکہ ان کا مرکز ربوہ آپ کے مقدس آستانے سے زیادہ دور نہیں ہے لہٰذا ان کی چالوں سے آپ باخبر رہتے ہیں اور بھرپور عملی تردید فرماتے رہتے ہیں خلفائے راشدین کی حمایت بھی آپ کو وراثت میں ملی ہے جس کا دفاع آپ کے ہر قول و فعل سے ہوتا ہے۔

فقیر راقم الحروف کی موجودگی میں تلہ گنگ کے ایک ارادت مند نے حضور شیخ الاسلام سے عرض کیا تھا کہ آپ مناظروں میں تشریف نہ لے جایا کریں اس طرح رافضی آپ کو گالیاں دیتے ہیں حضور قمر اولیاء نے فرمایا'' تو میرا مرید ہی نہیں ہے کہ شیخین کریمین کے خلاف گالیوں پر تیری غیرت ایمان نہیں جاگتی اور قمر الدین کو گالی دی جائے تو تیری غیرت ایمان جاگتی ہے۔'' اس نے طویل منت وساجت کے بعد آپ کو راضی کیا۔ حضور مرشد اہل سنت مدظلہ السامی نے بھی اپنے عظیم المرتبت والد کی اس سنت کو جاری رکھا ہوا ہے۔

کچھ لوگ ایک عظیم المرتبت ہستی سے سفارشی رقعہ لائے آپ نے خط کا بے حد احترام فرما کر جیب میں ڈال لیا اور ان لوگوں سے فرمایا ''تمہیں سیال شریف آنے کی ہمت کیسے ہوئی یہاں سے فوراً نکل جاؤ ورنہ ساتھی تمہیں نکال کر دم لیں گے تمہیں معلوم ہے کہ آپ جیسے لوگوں کا داخلہ یہاں بند ہے۔'' وہ جاگیردار دم بخود ہو گئے اور خاموشی سے وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت محسوس کی۔ ایسی روایات سے آپ کی زندگی بھرپور ہے۔

سیاست میں طہارت

دربار سدا بہار نے ہندو کے مقابلے میں قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا حضرت شیخ الاسلام نے ضلع سرگودھا یونی نسٹ پارٹی کا گڑھ کی مسلم لیگ صدارت قبول فرمائی۔ نظریہ پاکستان دراصل نظریہ اسلام تھا اس کی آبیاری آستانہ عالیہ سمیت چشت اہل بہشت کی سب درگاہوں نے عوام کی اہل سنت کے دل بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری[1] اپنی

---

[1] [illegible]

درگاہوں کے ہاتھ میں تھے لہٰذا مسلم لیگ کو بھرپور تائید ملی۔

پاکستان بن گیا تو سیاست رنگ بدلنے لگی پھر وہ دور آیا کہ سوشلزم کو سیاست کا ایک مرکزی ستون قرار دیا گیا۔ حضور شیخ الاسلام نے سوشلزم کے خلاف جو جہاد فرمایا۔ غیروں نے بھی اس پر ان کی ہمت مردانہ کو داد دی۔ مغربی استعمار اور مشرقی اشتراک پاکستان میں اسلام کا راستہ پوری قوت سے روک رہا تھا ہمارے مغرب زدہ اور مشرق گزیدہ حکمران اسلام کی عملی حمایت سے دست کش ہو کر مرغ بادنما بنے ہوئے تھے مسند نشین شیخ الاسلام نے پوری توانائیوں سے نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لئے کام کیا اور اسلام کے حق میں سینیٹ کے اندر اور ملک میں بھرپور جنگ لڑی۔ زبان وقلم سے اسلام کا دفاع کیا اور سیاست سے منافقت کو نکالنے کی بھرپور کوششیں فرمائیں جو تادم تحریر جاری ہیں۔

حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ نظریہ پاکستان اسلام انشاء اللہ جلد غالب ہو کر رہے گا اور منافقت دم توڑ جائے گی۔

نظریہ پاکستان کا دفاع

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ نظریہ پاکستان دراصل اسلام کا دوسرا نام ہے کیونکہ ہندو اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں ایک جمہوری حکومت کے سہارے اسلام کو برصغیر سے نکالنے پر تلا ہوا تھا اور انگریز بھی اسلام کو زک پہنچانے کے لئے ہندو کا ہمنوا تھا۔ دیوبند بھی ہندو سے رشتہ جوڑ چکا تھا جاگیردار تو انگریز کے خصوصی کارندے تھے لہٰذا وہ بھی اپنے آقا کے اشارے پر مسلم لیگ کے خلاف تھے نبض شناسانِ وقت دیکھ رہے تھے کہ یہ سب اتحاد سیاست کے نام پر اسلام کو مٹانے کے لئے کیا جا رہا ہے لہٰذا علامہ اقبال اور قائد اعظم نے ملت کو راہ نجات اسلام کی دعوت دی لہٰذا نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے کچھ منافق قسم کے اہل قلم اور مغرب پرست اہل سیاست نے اس مفہوم کو مشکوک بنانے کی جو کوششیں کی ہیں غیور قوم نے انہیں قبول نہیں کیا اور ان کجرولوگوں کو بھرپور جوابات سے خاموش کر دیا ہے۔ آستانہ قدسیہ نے روز اول سے نظریہ پاکستان کا دفاع فرمایا ہے انگریز دشمنی اس مقدس آستانے کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ہندو سیاست کا بھرپور مقابلہ کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام جیل گئے تھے۔ سوشلزم کی اباحت پسندی اور دیگر سب فتنوں کا مقابلہ حضور شیخ الاسلام نے

بڑی جرأت ایمانی سے فرمایا اور آج وہی شمسی و قمری جھنڈا مرشد اہلسنت مدظلہ السامی کے مبارک ہاتھوں میں ہے اور آپ پوری تندہی سے نظریہ پاکستان کے دفاع میں لگے ہیں آج بھی مسلم لیگ آپ کے آستانے کی عظمتوں کی معترف ہے اور آپ کی مساعی جمیلہ کو سلام پیش کرتی ہے۔ اللہ کریم نے حضور مرشد اہل سنت کو ظاہری و باطنی جمال سے نوازا ہے ہزارہا اور لاکھوں کے مجمعوں میں جب تشریف لاتے ہیں تو حضور شیخ الاسلام کی طرح پورے ماحول پر چھا جاتے ہیں کرامت یہ ہے کہ ہر دیکھنے والی آنکھ محسوس کرتی ہے کہ مرشد اہل سنت مدظلہ العالی کی نگاہ ولایت اسے دیکھ رہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاید میر کے شعر کی حقیقی تشریح حضور کی ہی ذات ہے۔

وہ آئے بزم میں اتنا میر نے دیکھا　　　پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حضور مرشد اہلسنت محفل میں نگاہوں کا مرکز اور دلوں کی دھڑکن کا مرجع ہوتے ہیں۔

آباد خدا رکھے مستی کا یہ مے خانہ

اولاد امجاد

حضور کو اللہ کریم نے اولاد سے نوازا ہے۔

تصویر حسن

حضرت صاحبزادہ محمد ضیاء الحق مدظلہ العالی صنعت ربانی کا حسین پھول ہیں نگاہیں شمسی ہیں تو ماتھا مبارک قمری ہے نگاہ قمر نے اس حسین پھول کی رعنائیوں میں روحانیت کو جس انداز سے بسایا اور رچایا ہے یہ انہی کا حصہ ہے میرے ساتھ ایک درد دل والے انسان نے دربار سدا بہار پر حاضری دی حضور مرشد اہل سنت وہاں تشریف فرما نہیں تھے وہ تنہا کہیں حضرت محمد ضیاء الحق مدظلہ کے کمرے میں چلا گیا واپس میرے پاس آیا تو کہنے لگا شاہ جی مجھے گوہر مراد مل گیا جو جوان اس کمرے میں تشریف فرما ہیں مجھے ان کی بیعت کرنی ہے میں ان کی آنکھوں کی رعنائیوں میں کھو گیا ہوں یعنی اقبال کے الفاظ میں بات یوں بنے گی۔

فقط نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا　　　نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

ایک اور مقام پر اقبال نے یوں ترجمانی کی۔

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھا اے ہمنشیں مجھ سے وہ چشم سرمہ سا کیا ہے

میرے رشتہ کے بھانجے سید محمد سعید شاہ ایم اے آپ سے واقف نہیں ہیں۔ آستانہ عالیہ پر حاضری دی کہ رے میں صرف آپ کی زیارت کی' مجھے ایک محفل میں پوچھنے لگے۔ وہاں ایک جوان رعنا دیکھا جسے دیکھتے ہی رہ گیا سراپا حسن تھے وہ کون ہیں؟ میں نے بتایا وہ حسن شمس وقمر کے امین اور حمید ملت کے جمال کی تصویر ہیں۔ وہ حق کی ضیاء ہیں اور روایات پیر سیال کی رنگین ادا ہیں الحمد اللہ آپ بھی صاحب اولاد ہیں۔ شہزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ہم آخر میں چاہتے ہیں کہ حضور شمس معرفت کی اولاد پاک کا ایک نقشہ دے دیں یہ سرسری سی تحقیق ہے اگر کچھ اسمائے گرامی رہ گئے ہوں تو تصحیح کر لی جائے۔



① شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجہ محمد شعاع الدینؒ — خواجہ محمد فضل الدینؒ — ② حضرت ثانی خواجہ محمد دین ثانیؒ

③ حضرت ثالث خواجہ محمد ضیاء الدینؒ — خواجہ محمد امینؒ — خواجہ محمد عبداللہؒ — خواجہ محمد سعد اللہؒ

④ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ — خواجہ محمد بدر الدینؒ — خواجہ غلام فخر الدینؒ — خواجہ محمد ظہیر الدین مدظلہ العالی

⑤ مرشد اہل سنت خواجہ غلام حمید الدین مدظلہ العالی — خواجہ غلام نصیر الدینؒ — خواجہ مجدد الدین مدظلہ

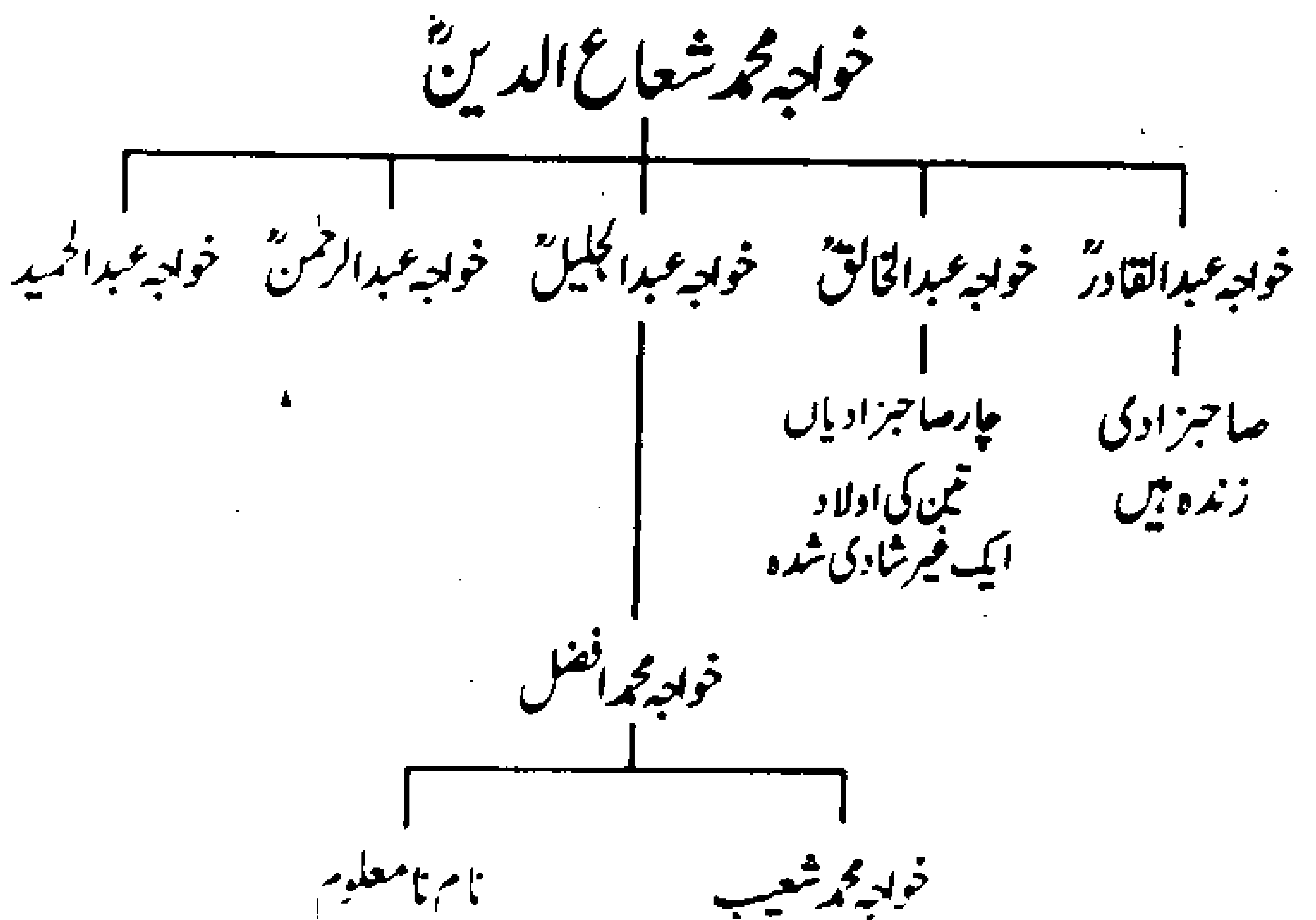
حضرت صاحبزادہ محمد ضیاء الحق مدظلہ — حضرت صاحبزادہ محمد قاسم مدظلہ

خواجہ محمد فضل الدینؒ

خواجہ محمد نجم الدینؒ

صاحبزادہ بدر الدینؒ — صاحبزادہ قطب الدینؒ

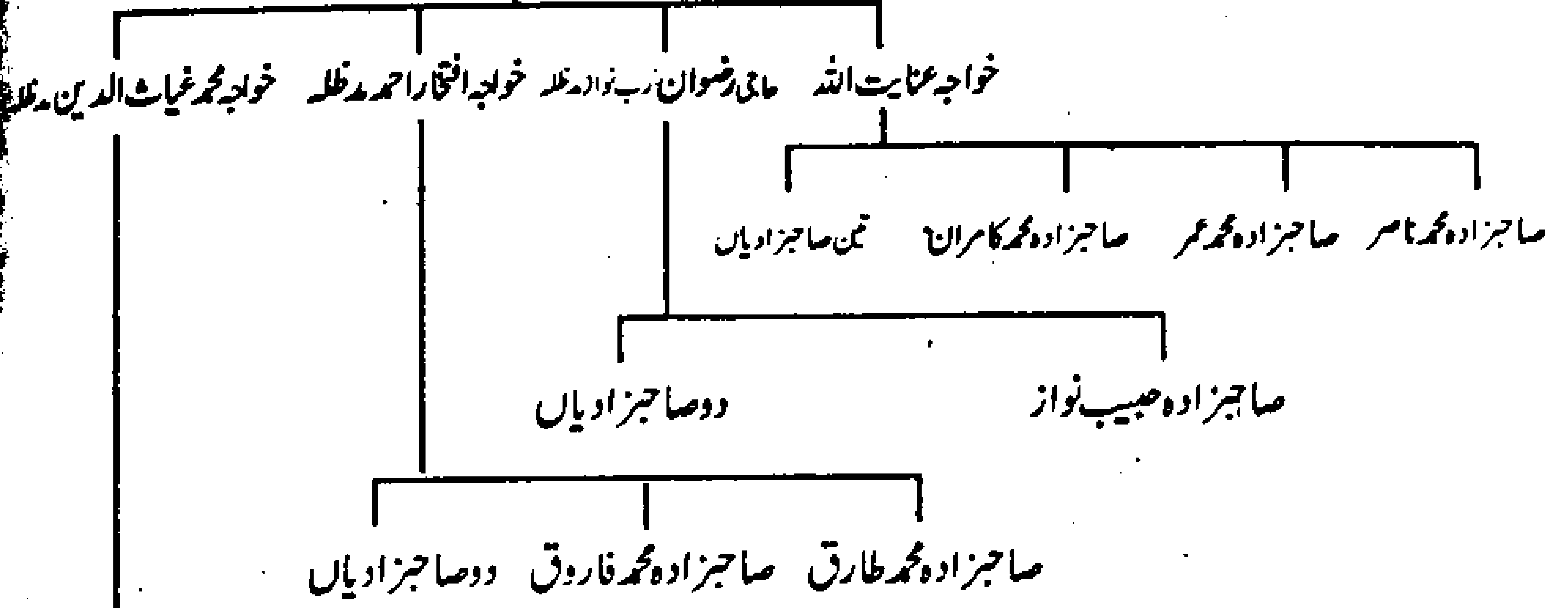
(دونوں ایک ہی دن زہریلے دہی سے وصال فرما ہوئے)



حضرت خواجہ محمد عبد اللہؒ

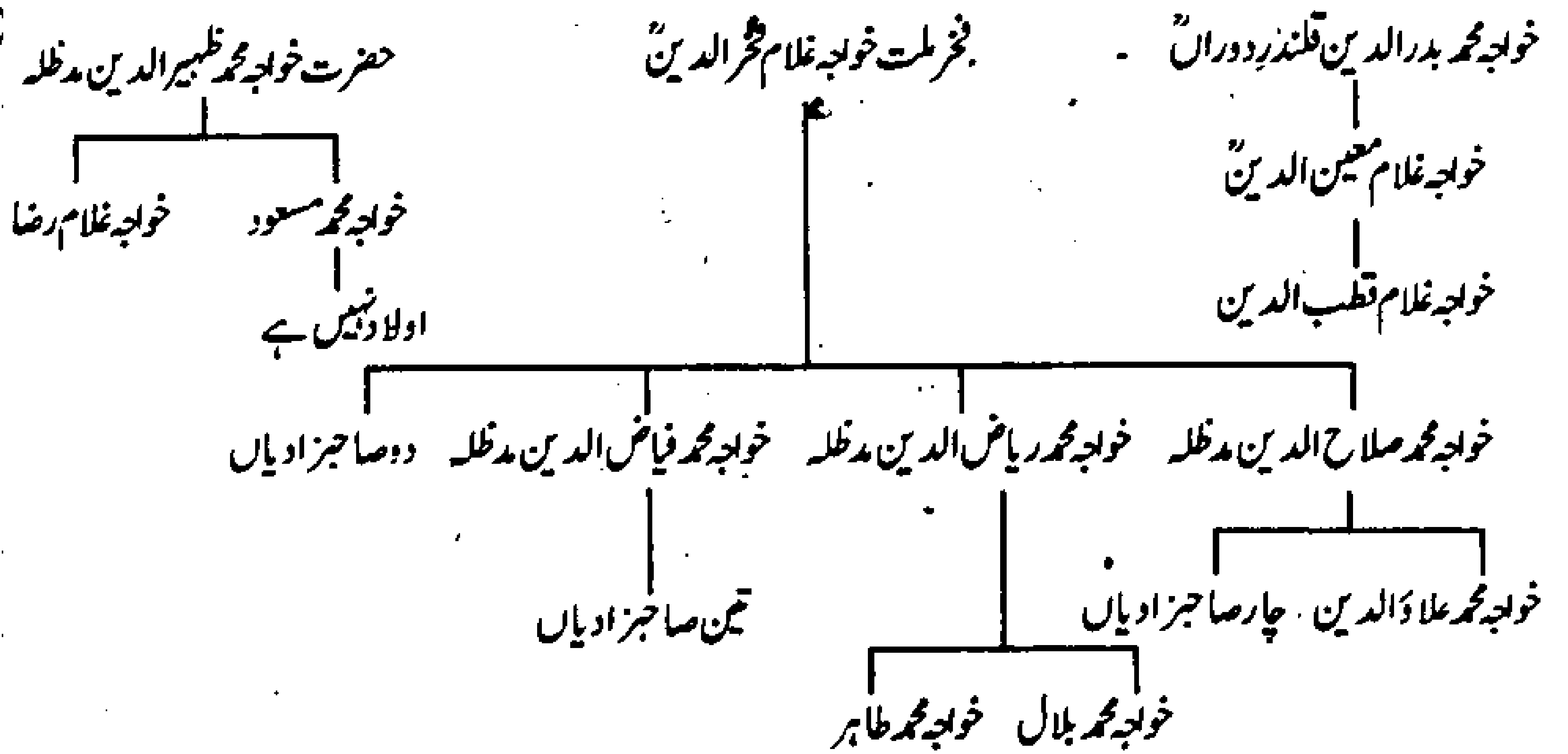
صاحبزادہ محمد مظہر الحق — خواجہ محمد منظور الحق — تین صاحبزادیاں

حضرت خواجہ محمد سعد اللہؒ



صاحبزادہ محمد اسد — نام نامعلوم — دو صاحبزادیاں

اولاد امجاد حضرت محمد ضیاء الدینؒ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ



اولادِ امجاد حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

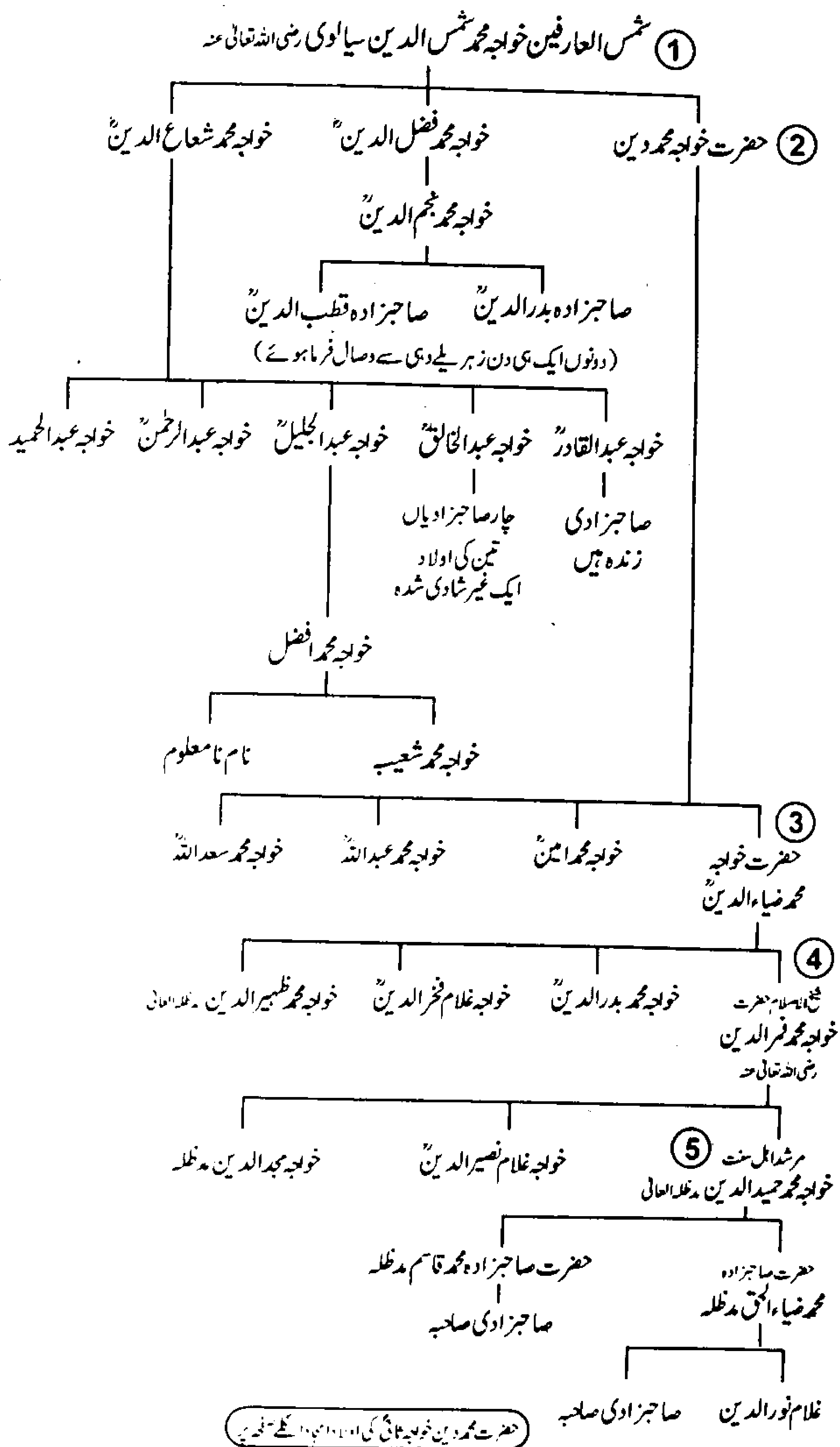
حضرت خواجہ غلام نصیر الدینؒ

خواجہ نظام الدین — خواجہ قمر الحق

حضرت خواجہ مجد الدین مدظلہ

خواجہ مصلح الدین

آستانہ قدسیہ سیال شریف کے مسند پر پانچ حضرات گرامی تشریف فرما ہوئے ان کے اسمائے مقدسہ پر فقیر نے نمبر لگا دیے ہیں۔



1 شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2 حضرت خواجہ محمد دین
خواجہ محمد فضل الدینؒ
خواجہ محمد شعاع الدینؒ
خواجہ محمد نجم الدینؒ
صاحبزادہ بدر الدینؒ
صاحبزادہ قطب الدینؒ
(دونوں ایک ہی دن زہر یلے دہی سے وصال فرما ہوئے)
خواجہ عبد القادرؒ
خواجہ عبد الخالقؒ
خواجہ عبد الجلیلؒ
خواجہ عبد الرحمٰنؒ
خواجہ عبد الحمید
صاحبزادی
زندہ ہیں
چار صاحبزادیاں
تین کی اولاد
ایک غیر شادی شدہ
خواجہ محمد افضل
خواجہ محمد شعیب
نام نامعلوم
3 حضرت خواجہ
محمد ضیاء الدینؒ
خواجہ محمد امینؒ
خواجہ محمد عبد اللہؒ
خواجہ محمد سعد اللہؒ
4 شیخ الاسلام حضرت
خواجہ محمد قمر الدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خواجہ محمد بدر الدینؒ
خواجہ غلام فخر الدینؒ
خواجہ محمد ظہیر الدین مدظلہ العالی
5 مرشد اہل سنت
خواجہ محمد حمید الدین مدظلہ العالی
خواجہ غلام نصیر الدینؒ
خواجہ مجد الدین مدظلہ
حضرت صاحبزادہ
محمد ضیاء الحق مدظلہ
حضرت صاحبزادہ محمد قاسم مدظلہ
صاحبزادی صاحبہ
غلام نور الدین
صاحبزادی صاحبہ
حضرت محمد دین خواجہ ثانی کی

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

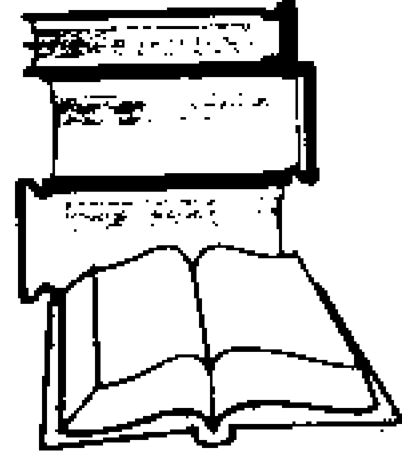
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان



اهل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

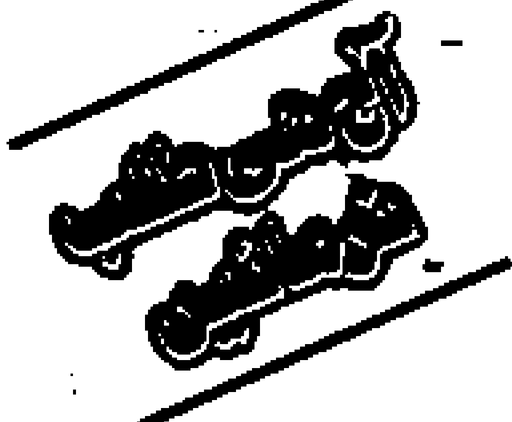
قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید



ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان